قول محققانہ عادلانہ

بجواب

حرف محرمانہ

(از ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

حصہ اول

مصنفہ

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری

ناشر

شعبہ دعوت و ارشاد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

نومبر ۱۹۷۱ء　　تعداد اشاعت پانچ صد　　قیمت ۴ روپے

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہامات

پر

جناب ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کے بے بنیاد اعتراضات کا جواب

جناب برق صاحب مشہور مصنف ہیں ان کو اپنے علم پر ناز ہے اپنے اس مزعومہ علم کی بناء پر انہوں نے بھی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں قلم اٹھایا اور اپنا سارا زور قلم حضورؑ کو لوگوں کی نظر میں گرانے پر صرف کر دیا ان کا دعوی یہ ہے کہ انہوں نے سیدنا حضرت مرزا صاحب کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس میں پوری دیانت اور امانت کو مدنظر رکھ کر لکھا ہے لیکن ناظرین کرام خود ہی دیکھ لیں گے کہ اس کے برعکس انہوں نے سیدنا حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو پیش کرتے ہیں کس قدر خیانت سے کام لیا ہے یہاں تک کہ الہام ان کے اپنے دماغ کی اختراع ہوتا ہے اور منسوب اسے سیدنا حضرت مرزا صاحب کی طرف کرتے ہیں کیا اس سے بھی بڑھ کر خیانت کا نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

برق صاحب کے خود تراشیدہ الہامات برق صاحب نے بعض الہامات اپنے دماغ سے اختراع کئے ہیں۔ لیکن اپنی کتاب حرف محرمانہ میں منسوب ان کو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی طرف کر دیا ہے۔ مثلاً آسمان سے بیت دُرد (دھواں) اُترا ہے محفوظ رکھ“ اس کے متعلق حوالہ حضرت اقدس کی کتاب حقیقۃ الوحی ص۱۰۲ کا دیا ہے۔ حوالہ دینے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ قارئین کرام کو یقین آجائے کہ ضرور یہ الہام حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے حقیقۃ الوحی

چھوڑ کر حضرت اقدس کی کسی کتاب میں بھی ایسے کسی الہام کا ذکر نہیں۔ میں برق صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ حضورؑ کی کسی کتاب سے اپنا پیش کردہ الہام دکھا دیں اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو تقوےٰ بلکہ عام اخلاقی جرأت کا تقاضا یہ ہے کہ برملا اس بات کا اقرار شائع کریں کہ انہوں نے صریح غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اس الہام کو درج کرنے کے بعد اس پر خوب تمسخر بھی اڑایا ہے کبھی کہا ہے کہ :۔

"اردو کے سادہ سے جملے میں فارسی کا یہ بھاری بھرکم لفظ گویا صحن چمن میں پھنسا باندھ دیا گیا ہے" اور یہ بھی کہا ہے :۔

اور زیادہ عجیب یہ کہ دھواں ہمیشہ آسمان کی طرف جاتا ہے اور یہاں آنے کی خبر دی ہے"

اور کبھی کہا ہے :۔ "اسے محفوظ رکھ" کیا مطلب ؟" حرف محرمانہ ص۳۲۹

برق صاحب! آپ جتنا تمسخر چاہیں اڑالیں یہ تمسخر لوٹ کر آپ پر ہی پڑتا ہے کیونکہ الفاظ جن کو آپ نے اپنے تمسخر کا ہدف بنایا ہے یہ آپکے اپنے ہی دماغ کی پیداوار ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ تو اس کا نشانہ نہیں بن سکتے کیونکہ اُن پر نہ یہ الہام نازل ہوا اور نہ انہوں نے اسے اپنی کسی کتاب میں درج کیا حضورؑ پر تمسخر اڑانے کی بجائے آپ کو اپنی دیانتداری کا ماتم کرنا چاہیئے جس کی بدولت آپ کو اس قدر دلیری ہوئی ہے کہ ایک معصوم اور پاک انسان پر بہتان عظیم تراش رہے ہیں۔ اور اس صریح بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وعید کا بھی کوئی خوف آپ کے دل میں نہ آیا۔ سنیئے قرآن کریم آپ جیسے لوگوں کے متعلق کیا فرماتا ہے۔ ومن یکسب خطیئۃً او اثماً ثم یرم بہ بریئًا فقد احتمل بھتانًا واثمًا مبینًا النساء ع۱۶۔

الہام کے اصل الفاظ حقیقۃ الوحی کی ص۱۰۱ و ص۱۰۲ میں الہام کے اصل الفاظ یہ ہیں "آسمان سے بہت دودھ اترا ہے محفوظ رکھو" قارئین کرام برق صاحب کی جسارت ملاحظہ فرمائیں کہ آپنے "دودھ" کو "دود" بنا دیا ہے اور پھر اس کے معنی دھواں کر کے اس پر تمسخر اڑایا ہے ہر عالم جانتا ہے کہ الہامی زبان میں دودھ سے مراد روحانی علم ہوتا ہے احادیث صحیحہ میں لبن کے یہی معنی بیان کئے گئے ہیں ہر عالم جانتا ہے کہ ماموران الٰہی پر آسمان سے ہی

علوم نازل ہوتے ہیں اور پھر لوگوں کو ان علوم کو محفوظ رکھنے کی ہدایت ہوتی ہے اس لئے الہام میں رکھا نہیں جیسا کہ برقی صاحب نے لکھا ہے بلکہ "رکھو" ہے گویا حضورؑ کے ماننے والوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ ان علوم روحانیہ کو جو حضرت مرزا صاحب کے ذریعے انہیں عطا کئے گئے ہیں انہیں محفوظ رکھیں چنانچہ انہی علوم کے ذریعہ ادیان باطلہ پر احمدی غالب آ رہے ہیں۔

دوسرا خود تراشیدہ الہام

پھر مہمل الہامات کی فہرست میں آپ نے ایک الہام :-
"ربنا حاج ہمارا رب حاجی ہے"

کو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی طرف منسوب کیا ہے اگر آپ نے اپنی اس کتاب کو تصنیف کرنے وقت دیانتداری سے کام لیا ہے جس کا ادعا آپ بار بار اپنی کتاب میں کر رہے ہیں تو اپنا پیش کردہ مندرجہ بالا الہام حضورؑ کی کسی کتاب میں سے دکھلائیں ورنہ خود اپنے پاس سے الہام بنا کر اسے حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف منسوب کرنے کی جسارت آپ کو مہذب دنیا کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑے گی اور ایک عوامی شخص کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے کہ اس کا کھلا کھلا جھوٹ پکڑا جائے۔ دیکھئے حضرت مرزا صاحبؑ کا الہام :-

انی مهین من اراد اهانتك کس صفائی سے آپ کے وجود میں پورا ہو رہا ہے آپ نے حضرت مرزا صاحبؑ کی اہانت کا بیڑا اٹھایا مگر ان کی پیشگوئی کے مطابق آپ خود قدم قدم پر ذلت کا شکار ہو رہے ہیں۔

الہام کے پیش کرنے میں کانٹ چھانٹ

قارئین کرام نے جناب برقی صاحب کی دیانتداری کا ایک نمونہ تو دیکھ ہی لیا ہے۔

کہ وہ الہام خود بناتے ہیں اور لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے منسوب اسے حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف کر دیتے ہیں۔ اب ان کی دیانتداری کا دوسرا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور وہ یہ کہ الہام کو پیش کرتے وقت پورا الہام درج کرنے کی بجائے مکمل الہام میں سے چند الفاظ نقل کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں اور پھر ان الفاظ کے جو معنی حضرت اقدس نے بیان کئے ہیں۔ انہیں بھی ساتھ درج نہیں کرتے

کہ کہیں قارئین ان کے صحیح مطلب پر آگاہ نہ ہو جائیں کیا اس کا تمام دیانتداری ہے یا بد دیانتی اس کا فیصلہ قارئین کرام خود ہی کر سکتے ہیں چنانچہ مہمل الہامات کے عنوان کے ماتحت انہوں نے ایک الہام "نی شائل مقیاس" بھی درج کیا ہے اس کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے قارئین کرام کو آگاہ کرنے کے لئے اس کے متعلق حضرت اقدسؑ کی اپنی مفصل تحریر پیش کرتا ہوں تا قارئین کرام کو معلوم ہو جائے کہ برق صاحب کا مزعومہ مہمل الہام کس قدر زبردست پیشگوئی پر مشتمل تھا اور کس صفائی سے وہ پیشگوئی پوری ہوئی تھی کہ جس کے پورا ہونے کے گواہ قادیان کے کٹڑ آریہ صاحبان بھی تھے۔ اگر برق صاحب کو شائل اور مقیاس کے معنی نہیں آتے تھے تو ان الفاظ کو مہمل قرار دینے سے قبل لغت کی کتب میں ان کے معانی دیکھ لیتے۔ اوّل تو حضرت اقدس نے خود ہی اسی کتاب میں ان کے معانی بھی لکھ دیئے تھے اور ان کا شان نزول بھی بتلا دیا تھا۔ جس کتاب سے الہام کے یہ ادھورے الفاظ برق صاحب نے نقل کئے ہیں ان کو پڑھنے کے بعد الہام کو مہمل قرار دینا حد درجہ کی جسارت ہے بہرحال حضورؑ کی تحریر اس بارے میں حسب ذیل ہے۔

"تصنیف براہین احمدیہ کے زمانہ میں جبکہ لوگوں کا میری طرف رجوع نہ تھا اور نہ دنیا میں شہرت تھی روپیہ کی سخت ضرورت پیش آئی اس کے لئے میں نے دعا کی تب یہ الہام ہوا "دس دن کے بعد میں موج دکھاتا ہوں۔ الا ان نصر اللہ قریب فی شائل مقیاس دن ول یو گو ٹو امرتسر۔ یعنی دس دن کے بعد روپیہ ضرور آئے گا پہلے اس سے کچھ نہیں آئے گا۔ خدا کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کے لئے اونٹنی دُم اٹھاتی ہے تب اس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے۔ ایسا ہی مدد الٰہی بھی قریب ہے اور پھر انگریزی فقرہ میں یہ فرمایا کہ دس دن کے بعد جب روپیہ آئے گا تب تم امرتسر بھی جاؤ گے یہ پیشگوئی میں نے تین ہندوؤں یعنی لالہ شرمپت۔ ملاوامل۔ بشنداس کو جو آریہ ہیں سنادی اور ان کو کہہ دیا کہ یاد رکھو کہ یہ روپیہ ڈاک کے ذریعہ آئے گا اور دس دن تک ڈاک کے ذریعہ سے کچھ بھی نہیں آئے گا۔ اور علاوہ ان ہندوؤں کے بہت سے مسلمانوں کو بھی پیشگوئی قبل از وقت سنادی اور خوب مشہور کر دی۔ کیونکہ اس پیشگوئی میں دو پہلو بہت عجیب تھے۔ ایک تو یہ کہ قطعی طور پر

حکم دیا گیا تھا کہ دس دن تک کچھ نہیں آئے گا اور گیارہویں دن بلا توقف اور بلا فاصلہ روپیہ آئے گا۔ دوسرا عجیب پہلو یہ تھا کہ روپیہ آنے کے ساتھ ہی کچھ ایسا اتفاق پیش آجائے گا کہ تمہیں امرتسر جانا پڑے گا پس یہ عجیب نمونہ قدرت الٰہی کا ظاہر ہوا کہ الہام کے دن سے دس دن تک ایک پیسہ بھی نہ آیا اور یہ مذکورہ بالا آریہ صاحبان ہر روز ڈاکخانہ میں جا کر تفتیش کرتے رہے اور ان دنوں میں ڈاکخانہ کا سب پوسٹ ماسٹر بھی ہندو تھا۔ جب گیارہواں دن چڑھا تو ان آریوں کے لئے ایک عجیب تماشے کا دن تھا اور بہت خوشی سے اس بات کے امیدوار تھے کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے تب بعض اُن میں سے ڈاکخانہ میں گئے اور غمگین صورت بنا کر واپس آئے اور بیان کیا کہ آج محمد افضل خان نام ایک سپرنٹنڈنٹ بندوبست راولپنڈی نے ایک سو دس روپے بھیجے ہیں۔ اور ایسا ہی ایک شخص نے بیس روپے بھیجے غرض اس دن ایک سو تیس روپے آئے جن سے وہ کام پورا ہو گیا جس کے لئے ضرورت تھی اور اسی دن جبکہ یہ روپیہ آیا عدالت خفیفہ امرتسر سے ایک شہادت کے ادا کرنے کے لئے میرے نام سمن آگیا اور جیسا کہ میں بیان کیا اس پیشگوئی کے پورے ہونے کی ایک جماعت گواہ ہے اور اس کی اس طرح بھی تصدیق ہو سکتی ہے کہ قادیان کے ڈاکخانہ کا رجسٹر دیکھا جائے تو جس دن یہ ایک سو تیس روپے آئے اُس دن سے دس دن پہلے کی تاریخوں میں رجسٹر میں ایک پیسے کا منی آرڈر بھی میرے نام نہ پاؤ گے اور پھر اگر اُسی تاریخ عدالت خفیفہ امرتسر کے دفتر میں تلاش کرو گے تو اس میں ایک شخص پادری رجب علی نامی کے مقدمہ میں میرا اظہار شامل مثل پاؤ گے اور یہ ۱۸۸۴ء کا نشان ہے۔ اس پتہ سے ڈاکخانہ کا رجسٹر ملاحظہ ہو سکتا ہے اور اسی سے عدالت خفیفہ امرتسر میں میرے اظہار کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اور اگر ہندو گواہ انکار کریں تو حلف دینے سے وہ سچ سچ بیان کر سکتے ہیں اور جبکہ یہ پیشگوئی براہین احمدیہ کے ص ۴۶۹ و ص ۴۷۰ میں درج ہے اور ان آریوں کا حوالہ دیا گیا ہے تو عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اگر وہ لوگ اس پیشگوئی کے گواہ رویت نہیں تھے تو باوجود سخت مخالف ہونے کے اس مدت تک اُن کا خاموش رہنا عقل تجویز نہیں کر سکتی وہ اس زمانہ سے کہ جب سن عیسوی ۱۸۸۴ء تھا اس زمانہ تک کہ اب ۱۹۰۶ء ہے باوجود علم اس بات کے کہ بار بار کتابوں اور اشتہاروں میں ان کے نام بطور گواہوں کے ہم لکھ رہے

ہیں کیوں خاموش رہے ان کا حق تھا کہ ان تمام شہادتوں کی تکذیب کرتے جو براہین احمدیہ میں ان کی نسبت درج ہیں یاد رہے کہ تین ہندوؤں کی شہادتیں براہین احمدیہ میں پیشگوئیوں کے بارہ میں درج ہیں۔ سب سے اوّل لالہ شرمپت کھتری، دوسرا لالہ ملاوامل کھتری، تیسرا بشنداس برہمن اور براہین احمدیہ میں ہر ایک عبارت میں آریوں سے مراد یہی لوگ ہیں بعض جگہ اور بھی ہیں اور ایک پیشگوئی ہیں ایک انگریزی فقرہ ہے وہ بھی میرے لئے بطور نشان کے ہے کیونکہ میں انگریزی بالکل نہیں جانتا۔ پس اس پیشگوئی کو خدا تعالےٰ نے اُردو اور عربی اور انگریزی میں بیان کر کے ہر ایک طرح سے اُس کے منشا کو کھول دیا ہے اور یہ ایک بڑا نشان ہے نگران کے لئے جن کی آنکھوں پر تعصّب کی پٹی نہیں" حقیقۃ الوحی از ص۲۷۹ تا ۲۸۹ ایڈیشن ۔

جناب برق صاحب اور ان کے ہم مشرب دوست بھی اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر مندرجہ بالا تحریر کو پڑھ کر بتلائیں گے کیا یہ الہام مہمل ہے یا عظیم الشان نشان کو پیش کر رہا ہے جو پڑھنے والوں کے دلوں میں بصیرت کے چراغ جلانے کا موجب بن سکتا ہے۔

برق صاحب کی خدا کے محبوبوں کے طریق سے ناواقفیت

برق صاحب نے اپنے مزعومہ الہامات کی فہرست میں مندرجہ ذیل الہام کو بھی شامل کیا ہے۔ ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی اوس میں حیران ہوں کہ برق صاحب نے الہام کے الفاظ کو مہمل کس بنا پر کہا ہے کیا برق صاحب کو مہمل کے معنی بھی نہیں آتے۔ مہمل لفظ یا جملہ تو وہ ہوتا ہے جو بے معنی ہو مگر الہام کے الفاظ تو اپنے واضح معانی رکھتے ہیں پھر مہمل کیسے ہوئے۔ آپ یہ دریافت کرنے کا حق تو بے شک رکھتے ہیں کہ الہام پورا ہوا یا نہیں لیکن اس کو مہمل قرار دینا آپ کی زبان سے ناواقفیت پر دال ہے اس کے معنی تو بالکل واضح ہیں۔

الہام کے الفاظ سوائے اوس کے عبرانی زبان کے ہیں اس کے معنی ہیں اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا میرا خدا میرا صاحب ہے۔ اوس کے معنی اقرب الموارد میں الصاحب کے لکھے ہیں۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ الہام پورا ہوا ہے یا نہیں سو اس کے متعلق سب سے پہلے تو یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ الہام ۱۸۸۳ء کا ہے یعنی ایسے وقت کا جبکہ آپ کا کوئی دشمن نہ تھا۔ بلکہ وہ وقت

وہ تھا جبکہ تمام مسلمان حضورؑ کو نہایت عزت اور احترام کی نظر سے دیکھتے تھے کسی طرف سے ایذا پہنچنے کا وہم بھی نہ آسکتا تھا۔ لیکن الہام کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے۔ جس میں حضورؑ کو معمولی ایذا بھی نہیں بلکہ اس قدر شدید ایذا پہنچائی جائے گی کہ آپ کی قوت برداشت سے وہ اس حد تک بڑھ جائے گی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارنا پڑے گا کہ وہ ان تکالیف کو دور کرنے کے سامان کرے پھر ساتھ ہی الہام میں "ایلی اوس" کے الفاظ سے تسلی بھی دی گئی کہ خدا بوجہ صاحب ہونے کے ضرور مدد کے لئے پہنچے گا اور جس طرح اس کی قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے ماموروں کو مشکلات میں مبتلا کرنے کے بعد ان کے لئے اپنی قدرت نمائی سے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ مشکلات کے بادل آناً فاناً چھٹ جاتے ہیں اور کامیابی کا سورج نمودار ہو جاتا ہے اسی طرح وہ حضرت مرزا صاحبؑ کے معاملہ میں بھی اپنی اسی سنت قدیم کو عمل میں لائے گا۔ لیکن اس کی مزید وضاحت کرنے سے قبل ایسے حالات پیش آنے کی صورت میں خدا کے ماموروں کا جو طریق ہوتا ہے قارئین کرام کی آگاہی کے لئے اسے پیش کر دینا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ ع۲۶ میں فرماتا ہے۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب۔ اس آیت میں دو باتیں صاف صاف نظر آ رہی ہیں ایک تو یہ کہ خدا کے رسولؐ اور اُس پر ایمان لانے والے مومنوں پر تکلیفوں اور مصائب کا آنا ضروری ہے مصائب بھی معمولی نہیں بلکہ اتنے شدید کہ ان کو ہلا دیں یہاں تک کہ رسول بھی اور اس کے ساتھی بھی یہ کہہ اٹھیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب مشکلات اس حد تک پہنچ جاتی ہیں تو پھر خدا کی نصرت کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بغیر اس قسم کے شدائد برداشت کرنے کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل بھی نہیں کیا جا سکتا انعامات الٰہی کا مورد انسان ان مصائب پر صبر کا نمونہ دکھلانے سے ہی بنتا ہے۔

اس آیت میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ پہلے رسولوں اور ان کی امتوں کو بھی ایسی ہی شدید مصائب سے

دوچار ہونا پڑا تھا اور قرآن کریم نے انبیاء کے حالات بیان کرتے ہوئے اُن کی تفصیل بھی دی ہے جسے میں طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ کے بیان پر ہی اکتفا کرتا ہوں کیونکہ آنحضرت صلعم کے نمونہ میں سب کا نمونہ آجاتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا سفر طائف اور خدا تعالےٰ کے حضور التجا

چنانچہ آیت مذکورہ بالا کی روشنی میں جب ہم حضرت نبی کریم صلعم کے سوانح پر نظر ڈالتے ہیں تو آنحضور صلعم کو بھی ایسی ہی مشکلات میں گھرا ہوا پاتے ہیں اور آنجناب کے منہ سے بھی متی نصر اللہ کی ہی پکار سنتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب آنحضور صلعم نے دیکھا کہ مکہ والوں کی ایذا رسانی رو بکمی ہونے کی بجائے اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے تو آنحضور صلعم نے طائف کا رُخ کیا اس امید پر کہ شاید اُن میں کثرت سے دعوت حق کو قبول کرنے والے مل جائیں اور اسلام کے پھیلنے کا سامان پیدا ہو جائے لیکن وہاں کے لوگوں نے حضورؐ کی امیدوں کے برخلاف مکہ والوں سے بھی زیادہ بُرا سلوک کیا اور پتھراؤ کر کے شہر سے نکال دیا اس بیکسی کی حالت میں شہر سے باہر جب آنحضور صلعم نے ایک باغ میں آکر سانس لیا تو اُس وقت جس درد دل سے آنحضور صلعم نے اپنے مولےٰ کے آگے التجا کی ہے۔ ان الفاظ کا ترجمہ ذیل میں لکھتا ہوں یہ التجا بالکل متی نصر اللہ کے مفہوم کو ہی ادا کر رہی ہے فرماتے ہیں :۔

اے ارحم الراحمین خدا تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور تو اُن سب لوگوں کا رب ہے جو دنیا میں کمزور سمجھے جاتے ہیں جیسا کہ میں اور میرے ساتھی سمجھے جا رہے ہیں۔ تو مجھے کس کے سپرد کرنا چاہتا ہے اس دشمن کے حوالے کرنا چاہتا ہے جو عداوت میں بہت دُور نکل گیا ہے اور میری طرف نہایت ترشروئی اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے یا کسی دوست کے سپرد کرنا چاہتا ہے جو اپنی دوستی میں میرے قریب ہے اور جس کو تو نے میرے امر کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر آپ مجھ پر ناراض نہیں ہیں تو مجھے کسی چیز کی پروا نہیں یعنی میں اِن مصائب و شدائد کو برداشت کروں گا ہاں میں اتنی عرض کروں گا کہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ یعنے تو مجھے ان تکالیف سے عافیت میں لا سکتا ہے

میں اپنے آپ کو تیرے چہرہ کے نور کی پناہ میں دیتا ہوں۔ (جس نور سے آسمان روشن ہوتے ہیں اور جس سے تاریکیاں نور میں تبدیل ہو جاتی ہیں) اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا تیری ناراضگی کا میں محل بنوں یہاں تک کہ تو مجھ پر راضی ہو جائے ہر ایک کام کی جزا اور ہر ایک کام کا انجام تیرے ہی قبضہ میں ہے میری ذات میں نہ تو موجودہ حالات کو بدلنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی کامیابی کو حاصل کرنے کی قوت ہے یہ دونوں قسم کی طاقت تجھ سے ہی مل سکتی ہے۔"

اب ہر منصف مزاج دیکھ لے کہ کیا آنحضور صلعم کی یہ التجا "متی نصر اللہ" کے مفہوم کو ہی دوہرا نہیں رہی اس کے بعد جب ہم حضرت مسیح ناصریؑ کو دیکھتے ہیں تو وہاں بھی یہی نظارہ نظر آتا ہے یعنی جب انہیں واقعہ صلیب پیش آیا تو صلیب پر انہوں نے بھی انہی الفاظ یعنے ایلی ایلی لما سبقتانی میں ہی دعا کی تھی جو قبول ہوئی اور خدا نے انہیں صلیبی یعنی لعنتی موت سے بچا لیا اور یہود کے مکر کے مقابل جو یہ فرمایا تھا۔ واللہ خیر الماکرین اسی کے ماتحت اپنے مکر کو حضرت مسیحؑ کے حق میں خیر کا منبع ثابت کرتے ہوئے یہود کے مکر کو ناکام بنا دیا اور اپنا وعدہ انی متوفیک کو پورا کرتے ہوئے اس دنیا سے انہیں عزت کے ساتھ طبعی موت کے ذریعہ اٹھایا۔

حضرت مسیح موعودؑ بوجہ مامور ہونے کے اس سنت مامورین سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے تھے

حضرت مسیح موعودؑ گو نبی نہیں بلکہ غیر نبی مامور من اللہ تھے مگر آخر حضرت نبی کریم صلعم کے امتی اور غلام ہی تھے اس لئے آپ بھی اپنے آقا اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی سنت سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے تھے اس لئے ان آنے والے مصائب سے آپ کو مسیح موعودؑ کے دعوے سے قریباً نو سال قبل بطور پیشگوئی مطلع کیا گیا کہ آپ پر اس قدر شدید دکھ دینے والے حملے ہوں گے کہ آپ کو بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جس کے آپ مثیل تھے۔ ایلی ایلی لما سبقتانی کہنا پڑے گا لیکن ساتھ ہی "ایلی اوس" کے الفاظ میں تسلی اور بشارت بھی دے دی کہ خدا ہر حملہ کے وقت تمہارا صاحب رہے گا اور جس طرح تمہارے آقا حضرت نبی کریم صلعم کو اس نے الفاظ ما ودعک ربک وما قلی کے ذریعہ تسلی دی

تھی کہ وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گا اسی طرح تمہیں بھی وہ تسلی دیتا ہے کہ کسی موقعہ پر بھی وہ تمہاری معیت کو ترک نہیں کرے گا بلکہ ہر موقعہ پر تمہارے ساتھ رہے گا۔

پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے موقع پیدا ہو جانا

اب دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ آیا ایسی مشکلات آپ کی زندگی میں پیش آئیں یا نہیں جو آپ کی روح سے ایلی ایلی لما سبقتانی کی پُر درد صدا نکلوائیں جیسا کہ میں بار ہا بیان کر چکا ہوں کہ جس وقت یہ الہام آپ کو ہوا یا اسی قسم کے اور الہامات ہوئے اس وقت ایسے مواقع پیش آنے کا کوئی امکان ہی نہ تھا بلکہ اس وقت کسی کے وہم میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ حضرت مرزا صاحب کو اس قدر شدید تکالیف پہنچانے والے لوگ پیدا ہو جائیں گے۔ کہ حضورؑ کو ان سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے خدا کو مدد کے لئے پکارنا پڑے گا۔ کیونکہ انسانی حیلوں سے ان سے چھٹکارا حاصل کرنا ناممکن ہو گا لیکن ۹ سال بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ہوتا ہے کہ اس بات کا اعلان کر دو کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور امت کو جس مسیح کا وعدہ دیا گیا ہے اس سے مراد اس کا مثیل ہے۔ اور وہ میں ہوں۔

چونکہ علماءُ اور عوام دونوں کے ذہن میں یہ عقیدہ صدیوں سے راسخ چلا آرہا تھا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام آسمان پر زندہ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اُتر کر مسلمانوں کو مادی حکومت دلوائیں گے اس لئے حضورؑ کے اس اعلان پر سب برہم ہو گئے حتیٰ کہ بعض دوست بھی شدید دشمنی پر اُتر آئے اور مخالفت اور ایذارسانی کے زور سے آپ کو مجبور کیا جانے لگا کہ اس اعلان کو واپس لے لیں اور اس خیال سے توبہ کا اعلان کریں۔

لیکن جو شخص اپنے الہام کو سچا اور منجانب اللہ سمجھتا ہو وہ لوگوں کی دھمکیوں اور ایذارسانیوں سے مرعوب ہو کر کس طرح خدا کے حکم کو چھوڑ سکتا ہے اس لئے حضورؑ اپنے اعلان پر ڈٹے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور آپ کی بیخ کنی کے لئے کوششیں شروع ہو گئیں۔

قبل کے الہامات ان کوششوں کی تفصیل بیان کرنے سے قبل برق صاحب کے پیش کردہ الہام سے قبل کے چند الہامات کو پیش کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کیوں کہ ان سے زیر بحث الہام کی حقیقت اور اس کا اصل مفہوم بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ وہ الہام یہ ہیں:۔

(۱) قل ان ھدی اللہ ھو الھدیٰ۔ مخالفت کرنے والوں کو کہہ دو کہ اللہ کی دی ہوئی ہدایت ہی درحقیقت ہدایت ہوتی ہے۔

یعنی مسیح کے نزول کی حقیقت جو تمہارے ذہنوں میں راسخ ہوئی ہوئی ہے وہ قرآن کریم کی آیات کا اور احادیث کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوئی ہے خدا نے تم میں سے کسی کو اس مفہوم پر بذریعہ الہام مطلع نہیں کیا کہ وہ خدا کی ہدایت کہلا سکے مجھے خدا نے بذریعہ الہام ان آیاتِ قرآنی اور ان احادیث کا صحیح مفہوم بتلایا ہے اس لئے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کی بتلائی ہوئی ہدایت ہے اور یہی ہدایت درحقیقت ہدایت کہلانے کی مستحق ہے۔ اس لئے اگر تم اس کی مخالفت کرو گے تو میری نہیں خدا کی ہدایت کی مخالفت کرو گے گویا ان الہامی الفاظ میں یہ پیشگوئی مضمر تھی کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ حضورؑ پر بذریعہ الہام ایک ایسی حقیقت کا انکشاف کیا جائے گا جس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے قوم تیار نہیں ہو گی اور انہیں کہنا پڑے گا کہ قرآن کریم کے الفاظ کے جو معنی انسانی قیاسات کے مقابلہ میں خدا نے بتلائے وہی معنی درست ہوں گے اور ان کو نازل کرتے وقت خدا کے مدنظر وہی معنی تھے جو بذریعہ الہام ایک سچے ملہم کو بتلائے گئے اور وہی معنی مسلمانوں کے لئے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کا کام دینے والے ہوں گے اور ان کی مخالفت ان کے لئے خدا تعالیٰ سے دور لے جانے کا موجب ثابت ہو گی۔

دوسرا الہام وان معی ربی سیھدین۔

یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت موسےٰ نے اپنی قوم کو اس وقت کہے تھے جب انہوں نے فرعون کو بمعہ لشکر اپنے تعاقب میں آتے دیکھ کر کہا اِنّا لمُدرَکُون کہ اب تو ہم پکڑے گئے تو حضرت موسیٰؑ نے جواب میں کہا کلا ان معی ربی سیھدین اس سے معلوم ہوا کہ انتہائی مشکلات کے وقت مامور من اللہ خدا تعالیٰ کی مدد کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے ایسے الفاظ پورے وثوق کے ساتھ

استعمال کرتا ہے۔ سو اس الہام میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب پر ایسے اوقات پیش آنے کی پیشگوئی کی ہے کہ جبکہ آپؑ کے ساتھی بھی مشکلات کی تاب نہ لاکر گھبرا جائیں گے اور دشمن بھی خیال کرے گا کہ اب ہم اس مدعی کو ضرور گرا لیں گے اور اس کے تمام دعاوی کا خاتمہ کر دیں گے لیکن ان کے مغرورانہ اور متکبرانہ چیلنجوں کے مقابلہ میں مدعی ایسے موقعہ پر خدا تعالیٰ کی مدد کے وعدوں کی بنا پر یہی اعلان کرتا ہے گا کہ یقیناً میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ضرور بالضرور مجھے کامیابی سے ہمکنار کرے گا اور تمہارے تمام حیلوں کو ناکام بنا کر رکھ دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ خدا کا مامور بالآخر کامیاب اور اس کے دشمن ہمیشہ اپنے منصوبوں میں نامراد ہوتے رہے ہیں۔

تیسرا اور چوتھا الہام | رب اغفر وارحم من السماء رب انی مغلوب فانتصر
یعنی اے میرے رب تو میری ڈھال بن اور تو اپنی رحمت آسمان سے نازل کر اے میرے رب میں مغلوب ہوں پس تو ہی میرے دشمنوں کے خلاف میری نصرت فرما۔

انبیاء علیہم السلام کی یہ بھی سنت ہے کہ گو اُن کے ساتھ کامیابی کے وعدے ہوتے ہیں۔ لیکن جب اُنہیں مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ خدا کو ضرور پکارتے ہیں، اور دعاؤں کے ذریعہ ہی خدا کی مدد کو جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں قرآن کریم کے مطالعہ سے ہمیں انبیاء علیہم السلام کی یہی سنت نظر آتی ہے چنانچہ حضرت نبی کریم صلعم نے بھی اسی سنت پر عمل فرمایا بدر کی جنگ سے قبل کفار کی شکست اور آنحضرت صلعم کی کامیابی کی بشارت آنحضور صلعم کو مل چکی تھی اور الفاظ سیھزم الجمع ویولون الدبر میں یہ بشارت موجود تھی لیکن جب بدر کی جنگ پیش آئی تو آنحضور صلعم نے اس قدر رو رو کر دُعا کی کہ حضرت ابو بکرؓ کو یہ کہنا پڑا کہ حضور بس کیجئے خدا کے آپؐ کے ساتھ کامیابی کے وعدے ہیں پس حضرت مسیح موعودؑ کو بھی اس الہام میں اسی سنت پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے چنانچہ ہر مشکل گھڑی میں حضورؑ کا بھی یہی دستور رہا جس کی شہادت خدا کی طرف سے حضورؑ کے اس الہام میں دی گئی تھی۔

"تو در منزل ما چو بار بار آئی تو ابر رحمت ببارید یا نے۔"

پانچواں الہام آخری الہام اس سلسلہ میں وہی ہے جسے برق صاحب نے بیجا طور پر مہمل قرار دینے کی جسارت کی ہے یعنی ایلی ایلی لماسبقتانی ایلی اوس "اب اس سے قبل کے الہام ساتھ اِنِّی مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ کے ساتھ ملاکر اس کے معنے بالکل صاف ہو جاتے ہیں کہ جب بھی حضورؑ اپنے آپ کو دشمنوں کے نرغہ میں پائیں گے اور آپ کو گرانے کے لئے دشمنوں کے حیلے ایسے مضبوط نظر آئیں گے کہ ان سے بچ کر صحیح سلامت نکلنے کے بظاہر کوئی سامان نظر نہیں آئیں گے۔ تو اس وقت حضورؑ کی روح خدا کے حضور گڑگڑاتے ہوئے کہے گی کہ اے میرے رب اے میرے ربّ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اس کے ساتھ ہی حضورؑ کے قلب کو سکینت سے بھر دینے والے یہ الفاظ بھی خدا نے نازل کر دیئے میرا خدا میرا صاحب ہے وہ مجھے کس طرح چھوڑ سکتا ہے۔

اب ان تمام الہامات کو سامنے رکھ کر ہر منصف مزاج قاری خود ہی فیصلہ کرلے کہ برقی صاحب کی طرف سے اس الہام کو مہمل قرار دینا کیا انتہاء درجہ کی بینہ زوری کا مظاہرہ نہیں کیا یہی وہ دیانتداری ہے جس کا وہ اپنی کتاب میں بار بار اعلان کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ دیانتداری تو تقوٰے سے پیدا ہوتی ہے جہاں تقوٰے کا فقدان ہو یعنے خدا کو خوش کرنے کی بجائے انسانوں کو خوش کرنا مدنظر ہو وہاں دیانتداری کو آنے کی کس طرح جرأت ہو سکتی ہے۔

ایلی ایلی لماسبقتنی کہنے کا موقع یہ امر واقعات صحیحہ کا علم رکھنے والے کسی انسان سے مخفی نہیں کہ جس وقت حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ مسیح ناصری علیہ السلام آسمان پر اپنے جسم عنصری کے ساتھ زندہ موجود نہیں بلکہ دیگر انبیاءُ علیہم السلام کی طرح وہ بھی فوت ہو چکے ہیں اور اب ان کے دوبارہ زمین پر آنے کی کوئی صورت نہیں ہاں مسیح کے نزول کی جو پیشگوئی احادیث میں موجود ہے اس سے مراد ان کا مثیل ہے جو ظاہر ہو گیا ہے اور میں ہوں تا میں ایک طرف مسلمانوں میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کی اصلاح کر کے ان کے اندر حقیقی اور بصیرت سے بھرا ہوا ایمان پیدا کروں اور دوسری طرف اسلام کو بیرونی حملوں سے محفوظ کر دوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس کی برتری تمام ادیان پر دلائل قویہ اور آسمانی نشانوں سے پایۂ ثبوت

کو پہنچا دوں یہی میرا مشن ہے جس کے لئے میں مامور کیا گیا ہوں۔ جس وقت یہ اعلان حضورؓ کی طرف سے ہوا۔

پہلا موقع اسی وقت سے مخالفت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا ہندوستان کے تمام نامی علماءؒ نے کفر کا فتویٰ لگا کر اعلان کر دیا کہ اس شخص کے ساتھ کلام کرنا حرام اس کی کتابوں کو پڑھنا حرام اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے ساتھ میل جول رکھنا حرام بعض علماء نے تو حضورؓ کو واجب القتل بھی قرار دے دیا پھر اپنے فتووں کی تاثیر کو ناکافی سمجھتے ہوئے مکہ اور مدینہ کے علماءؒ سے بھی ایسے ہی فتوے منگوائے گئے اور ان کو شائع کیا گیا اس پر بھی جب ان کو تسلی نہ ہوئی تو اعلان کر دیا کہ جو مرزا صاحب کو مانے اس کا نکاح فسخ اور اس کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی والدین اس کو محروم الارث قرار دیں گے ان کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے یہاں تک کہ سقوں اور بھنگیوں کو ان کے گھروں میں کام کرنے سے روک دیا گیا غرضیکہ جس قدر روکیں حضورؓ کی تبلیغ کے راستہ میں کھڑی کر سکتے تھے ان علماءؒ نے کھڑی کر دیں اور حضورؓ کے مشن کو ناکام بنانے میں جس قدر حیلوں کو کام میں لا سکتے تھے لے آئے اور حضورؓ کا ساتھ دینے والوں کے ساتھ ان کی بدسلوکی اور ایذا رسانی اس حد تک پہنچ گئی کہ ان پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا اور وہ ضاقت علیھم الارض بما رحبت کا مصداق بن گئے۔

عوام چونکہ اپنے علماء کو اربابًا من دون اللہ بنائے ہوئے ہوتے ہیں ان کا ہر قول ان کے لئے وحی من السماء کا درجہ رکھتا ہے اس لئے ان کا حضورؓ کی طرف آنا طبعًا ناممکن ہو گیا اور ان سچائیوں کے پھیلنے کی راہ میں جن کو یہ مامور خدا کی طرف سے لے کر آیا تھا سخت دشواریاں پیدا ہو گئیں، اور لوگوں کے رجوع الی الحق کی اُمیدوں پر پانی پھرتا نظر آنے لگ پڑا تو اس حالت کو دیکھ کر اور اپنے مشن کی ناکامی کے آثار دیکھ کر حضورؓ کا دل اسی طرح غم سے بھر گیا جس طرح کہ ایسے حالات میں ہر مامور کا دل غم سے بھر جاتا ہے اور جیسا کہ حضور کے آقا حضرت نبی کریم صلعم کا دل غم سے بھر گیا تھا چونکہ لوگوں کو سچائیوں پر قائم کرنا اور ان کو ضلالت کے گڑھے سے نکال کر ہدایت کی مضبوط چٹان پر کھڑا کر دینا ہی خدا کے ماموروں کی زندگی کا اصل مقصد ہوتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ خدا کے بندے کوشاں رہتے ہیں اس لئے اس مقصد میں ناکامی اُن پر سخت گراں ہوتی ہے وہ فطرتًا اس کو برداشت ہی نہیں کر

سکتے ظاہری اسباب کے سازگار نہ ہونے کی صورت میں اپنے مشن کی ناکامی کے آثار اگر ان کو نظر آئیں تو وہ سخت بے چین ہو جاتے ہیں اور اس صورت میں بجز خدا کی مدد کے ان کو کوئی سہارا نظر نہیں آتا تو پھر انکی روح پکار اُٹھتی ہے کہ اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے تو ہی لوگوں کے دلوں کو میری طرف مائل کرتا یا یہ تیری سچائیوں کے نور سے منور ہوں اس کے مقابلہ میں مخالفین کی انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے کہ لوگ تاریکیوں کی دلدل میں ہی پھنسے رہیں۔ ان حالات میں جو علماء نے پیدا کر کے لوگوں کو حضورؑ سے متنفر اور دور کر دیا اس مامور من اللہ نے بھی سنت انبیاء کی پیروی میں خدا کے حضورؑ اسی طرح التجا کی جس طرح حضور کے آقا محمد رسول اللہ صلعم نے لوگوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر کی تھی جس کا اُوپر ذکر گذر چکا ہے حضورؑ کی فریاد اپنے مولے کے حضور جن الفاظ میں ہوئی ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

"اے میرے مولیٰ اے میرے پیارے آقا میں نے اس شخص کی (یعنے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی کیونکہ اسی نے تمام ہندوستان میں پھر کر کفر کے فتوے پر علماء سے مہریں لگوائی تھیں) تمام سخت باتوں اور لعنتوں اور گالیوں کا جواب تیرے پر چھوڑا اگر تیری یہی مرضی ہے تو جو کچھ تیری مرضی ہے وہ میری ہے مجھے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہئے کہ تو راضی ہو میرا دل تجھ سے پوشیدہ نہیں تیری نگاہیں میری تہ تک پہنچی ہوئی ہیں اگر مجھ میں کچھ فرق ہے تو نکال ڈال اور اگر تیری نگاہ میں مجھ میں کچھ بدی ہے تو میں تیرے ہی منہ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں اے میرے پیارے ہادی! اگر میں نے ہلاکت کی راہ اختیار کی ہے تو مجھے اس سے بچا اور وہ کام کرا کہ جس میں تیری رضامندی ہو۔ میری رُوح بول رہی ہے کہ تو میرے لئے ہے اور ہوگا جب سے کہ تو نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں (اِنّی معک کا ہی ترجمہ ہے۔ ناقل) اور جب سے کہ تو نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ انی مھین من اراد اھانتک اور جب سے کہ تو نے دلجوئی اور نوازش کی راہ سے مجھے کہا کہ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق تو اسی دم سے میرے قالب میں جان آگئی تیری دلآرام باتیں میرے زخموں کی مرہم ہیں تیرے محبت آمیز کلمات میرے غم رسیدہ دل کے مفرح ہیں میں غموں میں ڈوبا ہوا تھا تو نے مجھے بشارتیں دیں میں مصیبت زدہ تھا تو نے مجھے پوچھا پیارے! میرے لئے یہ خوشی کافی ہے کہ تو میرے لئے اور میں تیرے لئے ہوں تیرے حملے دشمنوں

کی صف توڑیں گے اور تیرے تمام وعدے پورے ہوں گے اور تو اپنے بندہ کا آمرزگار ہوگا"۔

اس التجا کا اثر اور اس کا نتیجہ

مندرجہ بالا التجا کو سامنے رکھ کر ہر شخص کا دل بول اُٹھے گا کہ یہ سوز و گداز سے بھری ہوئی التجا ایلی ایلی لما سبقتانی کے مضمون کو ہی اپنے اندر لئے ہوئے ہے جس طرح حضرت نبی کریم صلعم کی پُرسوز التجا کے بعد جو آنحضور صلعم نے طائف کے باغ میں کی تھی "الا ان نصر اللہ قریبٌ" کے وعدہ نے عملی صورت اختیار کر لی تھی یعنی جلد ہی مدینہ میں اسلام کے پھیلنے کے سامان پیدا ہو گئے تھے اسی طرح آنحضور صلعم کے غلام کی التجا کے بعد بھی "ایلی اوس" کے وعدہ نے اپنا رنگ دکھلایا اور خدا نے اپنے ساتھی ہونے کا ثبوت دینا شروع کر دیا اور وہ اس طرح کہ لوگوں کے دلوں سے علماء کے فتاوی کا اثر آہستہ آہستہ زائل کرنا شروع کر دیا اور ان کے بائیکاٹ کی دھمکیوں اور دیگر قسم کی ایذا رسانیوں کا رعب بھی دلوں سے مٹا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کی تمام کوششوں کے باوجود کہ لوگ حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف رُخ نہ کریں لوگوں کی توجہ حضرت اقدسؑ کی طرف ہونی شروع ہو گئی اور بیعت کنندگان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہونے لگ پڑا۔

مخالفین کے لئے لمحہ فکریہ

مخالفت کرنے والے دوست خدارا غور کریں کہ کیا یہ حضورؑ کی صداقت پر عظیم الشان نشان نہیں کہ ادھر یہ شخص خدا سے دُعا کرتا ہے کہ اگر میں نے ہلاکت کی راہ اختیار کی ہے تو تو مجھے اس سے بچا اور مجھ سے وہ کام لے جس میں تیری رضامندی ہو اور ساتھ ہی وہ اپنی دُعا میں کہتا ہے کہ تو نے مجھے کامیابی کی اور دشمنوں کی ناکامی کی بشارتیں بھی دی ہیں اگر وہ اپنے اس قول میں نعوذ باللہ جھوٹا تھا تو خدارا غور کرو کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے قول کو سچا ثابت کرنے کے سامان پیدا کر کے اس کو کامیاب بناتا یا اس کو ناکامی کے گڑھے میں پھینک کر اس کے دشمنوں کو خوش کرتا۔ سوچو کہ واقعات کیا بتلاتے ہیں کیا واقعات یہ نہیں بتلا رہے ہے کہ خدا نے اپنی تائید نازل کر کے یعنی لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کر کے اس کے قول کو سچا ثابت کر دیا اور اس کے سر پر کامیابی کا تاج رکھا اور اس کی دُعا کے مطابق دشمنوں کو خوش کرنے کی بجائے ان کی صف کو لپیٹ دیا۔ اور ان کی تمام کوششوں کو ناکامی اور نامرادی سے ہمکنار کر دیا۔ یہ واقعہ کیا صراحت کے

مسالۂ الہام کی صداقت ثابت کررہا ہے یا اسے مہمل قرار دے رہا ہے ہر خدا ترس انسان اس کا فیصلہ خود ہی کر سکتا ہے برق صاحب اور ان کے ہم مشرب دوست بھی تعصب سے الگ ہو کر غور کریں کہ کیا مہمل الہاموں کی یہی شان ہوتی ہے کہ ان کا لفظ لفظ پورا ہو کر اپنے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت بہم پہنچائے اگر الہام کے الفاظ جیسا کہ برق صاحب کہتے ہیں مہمل تھے تو وہ یقیناً خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے بلکہ نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب کے اپنے بنائے ہوئے ہوں گے تو برق صاحب بتلائیں کہ مرزا صاحب میں یہ طاقت کہاں سے آئی کہ وہ اپنے طاقتور اور بارسوخ دشمنوں کے مقابلہ میں الہام کے الفاظ کے مطابق لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہو جائیں اور ان طاقتور اور بارسوخ دشمنوں کو ناکامی کے گڑھے میں دھکیل دیں حالانکہ مرزا صاحبؑ کے مقابل ان کا اثر عوام کے دلوں پر بہت زیادہ تھا کیونکہ وہ اپنے علماء کو دین کا ستون اور اس کا حقیقی محافظ یقین کرتے تھے اور یہ بھی ان کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہوا تھا کہ علماء کے فتویٰ پر عمل نہ کرنا ان کو جہنم میں لے جائے گا۔ ایسی صورت میں حضرت مرزا صاحبؑ کی کامیابی اور علماء کی ناکامی معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اس نشان کا معجزہ دکھلانا کیا حضرت مرزا صاحب کی طاقت سے بالکل باہر نہ تھا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ الہام مہمل ہر گز نہیں تھا بلکہ خدا نے ہی اس کو حضرت مرزا صاحبؑ پر نازل کیا تھا اور اسی نے اس کو پورا کر کے دکھلا دیا۔ دیگر مواقع انشاء اللہ بعد میں پیش کئے جائیں گے۔

اعادہ

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ جناب برق صاحب نے جس الہام الٰہی کو مہمل اور لایعنی قرار دیا ہے اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مزید وضاحت کی خاطر اسے دہرا دیا جائے پس جاننا چاہئے کہ جس وقت الہام ایلی ایلی لما سبقتانی ایلی اوس حضور پر نازل ہوا اس وقت دشمنی اور مخالفت کا نام و نشان نہ تھا بلکہ بالعموم مسلمان حضورؑ کو بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور حضورؑ کو حامیٔ دین متین یقین کرتے تھے کسی کے وہم میں بھی یہ نہ تھا کہ حضورؑ پر مخالفت اس قدر شدت اختیار کر جائے گی اور لوگ ایذا رسانی کو اس انتہا تک پہنچا دیں گے کہ حضورؑ کو اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے ظلم و ستم کے خلاف فریاد کرنی پڑے گی اور متی نصر اللہ کا نعرہ بلند

کرنا پڑے گا لیکن خدا عالم الغیب تو جانتا تھا کہ ایسا وقت ضرور آنے والا ہے کہ الٰہی نصرت کے لئے حضورؑ کی روح گڑگڑاتے ہوئے متیٰ نصر اللہ کے نعرہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر گر پڑے گی اسی لئے اس نے جس طرح متیٰ نصر اللہ کے ساتھ ہی الفاظ الا ان نصر اللہ قریب کے ذریعہ اپنے پیاروں کو اپنی نصرت سے نوازنے کا یقین دلایا ٹھیک اسی طرح اس نے اپنے پیارے مسیح موعودؑ کیلئے ایلی اوس (میرا خدا میرا صاحب ہے) کے وعدہ کی بناء پر حضورؑ کی مخالفت کے طوفان کو تھمنے پر مجبور کر دیا یہ دعائیہ الفاظ گہرے اور محبت سے بھرے ہوئے دوستانہ تعلق کی غمازی کر رہے ہیں جو اس بندے اور اس کے خدا کے درمیان تھا اور اس کے ثبوت کے لئے اپنے بندے مسیح موعودؑ (کیونکہ مسیح موعود کے دعویٰ کی وجہ سے ہی ساری مخالفت ہو رہی تھی) کو فرمایا کہ اے میرے بندے ان مخالفین کو جنہیں اپنی طاقت اور اپنے زر و رسوخ پر گھمنڈ ہے اور جس کی بناء پر انہیں یقین ہے کہ یہ تم کو کچل ڈالیں گے کہہ دو میرا خدا میرا صاحب ہے اس کی معیت اور نصرت میرے شامل حال ہے کون ہے جو اس عزیز اور قادر مطلق خدا کا مقابلہ کر سکے کیا اس نے اصحاب الفیل کے متعلق نہیں فرمایا الم یجعل کیدھم فی تضلیل اور کیا وہ ہمیشہ اپنے ماموروں کے دشمنوں کو ناکام و نامراد نہیں کرتا اور کیا وہ ہمیشہ اپنے ماموروں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا رہا کہ اب اس کی سنت بدل جائے گی چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ خدا کا مامور مسیح موعود و مہدی معہود بالآخر مظفر و منصور ہوا اور اس کے دشمنوں کی اس کے گرانے کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں ان کی ہر کید کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا بس جناب برق صاحب اور ان کے ہمنوا غور فرمائیں کہ کیا یہ مہمل الفاظ ہیں یا مومنوں کے دلوں کو نور بصیرت سے بھر دینے والا الہام ہے کاش تعصب اور عناد سے دل کو خالی کر کے اس پر غور کیا جائے۔ سوچو کہ کیا انسانی طاقت میں ہے کہ نو سال قبل وہ لوگوں کو مخالفت پر بھڑکانے والے حالات پیدا ہونے کی خبر دے اور پھر اسے پورا کرے اور ساتھ ہی دشمنوں کی ناکامی اور ملہم کی کامیابی کی بالکل ناساعد حالات میں بشارت دے اور پھر اسے بھی باوجود مخالف حالات کے پورا کر کے دکھلا دے اور پھر سوچو کہ اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے نہ ہوتے تو کیا ہندوستان اور مکہ و مدینہ کے علماء کی بھڑکائی ہوئی مخالفت کی آگ انہیں بھسم کر کے نہ رکھ دیتی اور تکفیر کے تیر ان کے جسم کو چھلنی نہ کر دیتے اور چاروں طرف سے تباہی ان کو گھیر نہ لیتی یہاں تک کہ دنیا سے ان کا نام و نشان مٹ جاتا لیکن ہوا اس کے الٹ کہ مخالفین کا زور ٹوٹتا گیا اور ان کا اثر زائل ہونا شروع ہو گیا اور لوگوں کی توجہ حضورؑ کی طرف منعطف ہونی شروع ہو گئی اور بیعت کنندگان کی تعداد میں دن بدن

اضافہ ہوتا چلا گیا۔

مخالفین کا رویہ کیا ہونا چاہئے تھا

اس تائید الٰہی کو دیکھ کر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ علماء اپنی غلطی کو محسوس کرتے اور سمجھ لیتے کہ اس شخص کا دعوےٰ فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہی ہے ورنہ ہماری طرح خدا بھی اپنی نصرت اس کے شامل حال کرنے کی بجائے اس کو دھتکار دیتا اور اس کو مذموم اور مخذول بناتے ہوئے اپنے عذاب شدید کا نشانہ بنا دیتا نہ کہ اس کی تائید کے لئے آسمان سے فرشتوں کی فوجوں کی فوجیں اُتار کر لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کر دیتا اور اس کے نوسال قبل کے الہام "ایلی اوس" کو عملی شکل دے کر پورا کر کے اس کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا۔ مگر افسوس کہ علماء نے اس واضح تائید الٰہی سے فائدہ نہ اٹھایا اور نو سال قبل کے الہاموں کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے عملی جامہ پہنتے دیکھتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے ان الہاموں کو پورا کرنے کا ذریعہ بن گئے۔

کیا جبر الہام الٰہی کو پورا کرنے کا ذریعہ بنی

اگر یہ مخالفین مخالفت کی آگ بھڑکا کر لوگوں کو حضورؑ سے بدظن کرنے کی کوشش نہ کرتے تو ایلی ایلی لما سبقتانی کا الہام کس طرح پورا ہوتا اور الہام کے الفاظ "ایلی اوس" کے ماتحت لوگ خدا کی معیت کے ثبوت کا نظارہ کس طرح کرتے۔ کاش برنی صاحب اور اُن کے ہمنوا دوست اب بھی اپنی آنکھیں کھولیں اور بجائے ایسے الہاموں کو مہمل قرار دینے کے یہ دیکھیں کہ کس طرح نو سال کے بعد الہامات کا ایک ایک لفظ پورا ہو کر اس بات کا ثبوت بہم پہنچا رہا ہے کہ فی الحقیقت الہام کے الفاظ خدا کی طرف سے ہی تھے جو عالم الغیب ہونے کی وجہ سے اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے اس بندہ پر ایسے اوقات آئیں گے کہ اس کی روح ایلی ایلی لما سبقتانی کہتی ہوئی میرے حضورؑ مدد کے لئے گڑگڑائے گی اور پھر میری مدد اور میرے وعدہ الا ان نصر اللہ قریب کے الفاظ میں اس کے شامل حال ہو جائے گی۔

مخالفین کے لئے لمحہ فکریہ

خدارا غور کریں کہ کیا حضرت مرزا صاحبؑ کی طاقت میں

ایسے حالات پیدا کرنا تھا جو انہیں ایلی ایلی لما سبقتانی کی صدا بلند کرنے پر مجبور کرتے کئی مدعی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں جن کی طرف لوگ توجہ بھی نہیں کرتے لیکن حضرت مرزا صاحبؑ کے دعوے کے ساتھ ہی طوفان بے تمیزی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کوئی حربہ نہیں جو ان کی بیخ کنی کے لئے استعمال میں نہیں لایا جاتا اور کوئی وار نہیں جو آپ کو نیست و نابود کرنے کے لئے آپ پر نہیں کیا جاتا مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر حربہ کند ثابت ہوتا ہے اور ہر وار بجائے ان کو ختم کرنے کے ان کو آگے ہی بڑھانے کا موجب بن جاتا ہے اور ہر وار میں دشمنوں کو خود ہی ناکام و نامراد ہو کر پسپا ہونا پڑتا ہے۔ اس سے بڑھ کر حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کاش کوئی غور کرنے والا ہو۔

مخالفین کا دوسرا وار اور اس کا نتیجہ

دشمنوں نے جب اپنے تکفیر کے وار کو بالکل بے کار پایا اور دیکھا کہ یہ تو لوگوں کو حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف جانے سے روکنے میں بُری طرح ناکام ہوا ہے تو انہوں نے مقدمات میں پھنسا کر حضورؑ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی اور سنگین سے سنگین مقدمات حضورؑ کے خلاف کھڑے کر کے عدالتوں سے سزا دلانے کی تجویز سوچی تا کم از کم یہ سزا یافتہ ہو کر ہی لوگوں کی نظروں میں گر جائیں، اور سزا یافتہ ہونے کی ذلت کا داغ ہی ان کی طرف لوگوں کی توجہ کو کم کر دینے کا موجب بن جائے لیکن اُن کا یہ وار بھی خالی جاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہوا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین اور ادھر اللہ تعالیٰ حضرت مرزا صاحبؑ کو اول المؤمنین کا خطاب دے چکا ہے پھر کس طرح وہ ذلت کا شکار ہو سکتے تھے اس لئے ان کی تمام کوششوں کا یہی نتیجہ نکلا اور یہی نکلنا چاہیے تھا کہ ہر مقدمہ میں ان مخالفین کو ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور حضرت مرزا صاحب عزت کا سہرا سر پر باندھے کامیابی اور کامرانی کے ساتھ ان مقدمات میں بری ہوتے رہے۔ دشمنوں کی یہ ناکامیاں بھی انکی آنکھیں کھولنے میں کامیاب ہوئیں۔ کاش ان واقعات پر نظر ڈال کر برق صاحب جیسے معترض ہی فائدہ اٹھائیں اور بجائے بغض و عناد کا مظاہرہ کرنے کے خدا کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی سعی میں مشغول ہو جائیں اور جو حضورؑ کی جماعت میں داخل ہونے سے رکے ہوئے ہیں وہ اب اس حقیقت کے سامنے آجانے سے

حضورؑ کی جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں شامل ہو کر خدمت دین کی سعادت حاصل کریں۔

تازہ الہامات اور کامیابی کی بشارتیں

یہ عجیب بات ہے کہ نو سال قبل کے الہاموں کے علاوہ اللہ تعالیٰ ہر مقدمہ میں تازہ الہاموں کے ذریعہ بھی حضورؑ کی کامیابی اور مخالفین کی ناکامی کی بشارتوں کو دوہراتا رہا ہے تا انہیں پورا ہوتے دیکھ کر ہی ان مخالفین کے دل نرمی اختیار کریں اور اپنی کوششوں کا رُخ ہدایت یافتہ ہونے کی طرف پھیر دیں۔

ایک خاص مقدمہ کا ذکر

طوالت کے خوف سے اس وقت میں صرف ایک مقدمہ کے ذکر پر ہی اکتفا کروں گا جو سب سے زیادہ سنگین تھا کیونکہ اس میں اقدام قتل کا الزام لگایا گیا تھا اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے ہندوستان کی تینوں بڑی قومیں متحد ہو گئی تھیں یعنے عیسائی۔ ہندو۔ اور مسلمان۔

جو شخص بھی تعصب اور عناد کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اس مقدمہ کے واقعات پر نظر ڈالے گا تو وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اس مقدمہ میں حضرت مرزا صاحبؑ کا سزا سے بچ جانا بظاہر بالکل محال تھا کیونکہ اس مقدمہ میں حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف مواد اس قدر جمع کر لیا گیا تھا کہ وہ سزا دلوانے کے لئے کافی سے بھی زیادہ تھا اور اس کی کڑیوں کو آپس میں اس ترتیب سے جوڑا گیا تھا کہ مجسٹریٹ بھی الزام کو سچا سمجھنے پر مجبور ہو جائے چنانچہ مستغیث ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک جو ایک پادری تھا اور اس کے گواہ عبدالحمید کے بیانات سننے کے بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کو یقین ہو گیا کہ الزام سچا ہے جیسا کہ اُس کے اُس حکم سے ثابت ہوتا ہے جو اُس نے دونوں بیانات سننے کے بعد جاری کیا اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

حکم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

عبدالحمید اور ڈاکٹر کلارک کے بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے عبدالحمید کو

ڈاکٹر کلارک ساکن امرتسر کے قتل کرنے کی ترغیب دی اس بات کے تقین کرنے کے لئے وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد مذکور نقص امن کا مرتکب ہوگا یا کوئی قابل گرفت فعل کرے گا جو باعث نقص امن اس ضلع میں ہوگا اس بات کی خواہش کی گئی ہے کہ اس سے حفظ امن کے لئے ضمانت طلب کی جائے واقعات اس قسم کے ہیں کہ جس سے اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ کا شائع کرنا زیر دفعہ ۱۱۴ ضابطہ فوجداری ضروری معلوم ہوتا ہے لہذا میں اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کرتا ہوں اور اس کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ آکر بیان کرے کہ کیوں زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری حفظ امن کے لئے ایک سال کے واسطے بیس ہزار روپیہ کا مچلکہ اور بیس ہزار روپے کی دو الگ الگ ضمانتیں نہ لی جائیں۔

دستخط اے۔ ای مارٹینو۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر یکم اگست ۱۸۹۷ء

غزوۂ احزاب سے مماثلت

پیشتر اس کے کہ میں مقدمہ کی تفصیلات پیش کروں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ یہ مقدمہ غزوۂ احزاب کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو حضورؑ کے آقا حضرت نبی کریم صلعم اور آنحضور کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش آیا تھا وہاں بھی اس وقت کے جس قدر قبائل اسلام کی بیخ کنی کے لئے متحد ہو سکتے تھے متحد ہو گئے تھے اور اس مقدمہ میں بھی ہندوستان کی تینوں قومیں ہندو ۔ مسلمان عیسائی آنحضرت صلعم کے غلام مسیح موعودؑ کی بیخ کنی کے لئے متحد ہو گئی تھیں اور اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہاں بھی دشمنان اسلام کے مد نظر اسلام کی بیخکنی ہی تھی کیونکہ حضرت مرزا صاحبؑ کی بعثت تو خاص اسلام کی عظمت کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے ہی تھی اور حضورؑ کا مشن اتنا ہی تھا کہ اسلام کے درخشاں چہرے پر سے پردہ اُٹھا کر اس کی روشنی سے دشمنوں کی آنکھوں کو چکا چوند کر دیں اور ان کے مذاہب باطلہ پر اس کی برتری کو براہین ساطع اور خدائی نشانوں سے ثابت کر دیں چنانچہ اس غرض کے لئے اگر حضورؑ نے ایک طرف اسلام کی تائید میں نشان پر نشان دکھلائے اور دلائل پر دلائل پیش کئے تو دوسری طرف دیگر تمام مذاہب باطلہ پر ایسے شدید اور مؤثر حملے کئے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا

ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون کے پورا ہونے کا نظارہ دنیا نے دوبارہ دیکھ لیا اس لئے ہر مذہب کے پیروؤں کی دلی تمنا یہی تھی کہ کسی طرح یہ حائل دین مبین درمیان سے اُٹھ جائے تو ہم پھر پہلے کی طرح اسلام پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیں کیونکہ دوسرے مسلمان تو اُن کے حملوں کی تاب لانے کے قابل ہی نہ تھے اور اس بات کو یہ لوگ حضرت مرزا صاحبؑ کے ظہور سے قبل اچھی طرح مشاہدہ کر چکے تھے اس لئے ان سب کا متحد ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہ تھی اگر اس اتحادِ ثلاثہ میں کوئی بات قابلِ تعجب تھی تو وہ مسلمانوں کے نمائندہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی شرکت تھی اس کا شریک ہونا محض حضرت مرزا صاحبؑ کی شدید ذاتی دشمنی کی بنا پر تھا دشمنی کے اس جذبہ سے مغلوب ہو کر اس کو اس بات پر غور کرنے کی بھی توفیق نہ ملی کہ حضرت مرزا صاحب کی بیخکنی میں اسلام کو کس قدر نقصان پہنچے گا۔ پس مشابہت کا ایک پہلو تو یہی ظاہر ہوا کہ جنگ احزاب کی طرح یہاں بھی تمام قومیں متحد ہو گئیں۔

دوسری مشابہت یہ ثابت ہوئی کہ جس طرح جنگ احزاب میں حملہ آور قبیلوں کی تعداد کو دیکھ کر دشمنانِ اسلام نے یقین کر لیا تھا کہ اب اسلام کا خاتمہ یقینی ہے اسی طرح اس مقدمہ کو کامیاب بنانے کی کوشش میں ساری قوموں کے اتحاد نے حضورؑ کے مخالفین کو یقین دلا دیا تھا کہ یہ وار خالی نہیں جائے گا بلکہ حضرت مرزا صاحبؑ کا خاتمہ کر کے ہی رہے گا۔

تیسری مشابہت یہ تھی کہ جس طرح وہاں اس حملہ کی شدت کو ملاحظہ کر کے مسلمانوں کی جو حالت ہوئی جس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے ھنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالاً شدیداً ایسی ہی حالت احمدیوں پر بھی وارد ہوئی۔ ہر ذی شعور آدمی قیاس کر سکتا ہے کہ وارنٹ جاری ہونے کی خبر نے احمدیوں کے دلوں پر کیا اثر کیا ہوگا مگر حضورؑ کے اطمینانِ قلب کی یہ حالت تھی کہ جب حضورؑ کو وارنٹ کے جاری ہونے کی اطلاع دی گئی تو حضورؑ نے بڑے اطمینان سے فرمایا کہ اگر خدا کی رضا ہتھکڑیاں پہننے میں ہی ہے تو مومن کے لئے اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے چنانچہ حضورؑ کا ایک الہام حضورؑ

کے دل کی اسی کیفیت کو بیان کر رہا ہے۔

صادق آن باشد کہ در ایّام بلا
مے گزارد با محبت با وفا
گر قضا را عاشقے گردد اسیر
بوسد آن زنجیر را کز آشنا

پھر آپ کو الہام ہوا۔ اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ جس میں بشارت دی تھی کہ دشمن تجھے بیڑیاں ڈلوانا چاہتا ہے۔ لیکن ان بیڑیوں کو ہم پکڑ لیں گے اور تیری مدد کو پہنچ جائیں گے دشمن بیڑیوں کو ڈلوانے میں کامیاب نہیں ہو گا۔

چنانچہ حضورؑ کے الہام نے اپنی شان دکھلائی کہ وہ وارنٹ ہی گم ہو گیا اور حضرت مرزا صاحب تک پہنچنے ہی نہ پایا اور حضورؑ کے دشمن جو حضورؑ کو ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے دیکھنے کے شوق سے اور ہر روز امرتسر کے اسٹیشن پر اس نظارہ سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پہنچ جاتے تھے وہ ناکامی کی تلخیوں اور حسرتوں کو اپنی جھولیوں میں ڈالے ہوئے واپس آتے تھے دریائے حیرت میں غرق تھے کہ وارنٹ جاری ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا ہے اس کی تعمیل اس وقت تک کیوں نہیں ہوئی ان کو کیا معلوم کہ خدا اپنے بندوں کو جب اپنی حفاظت کا وعدہ دیتا ہے جیسا کہ اُس نے حضرت مرزا صاحبؑ کو دیا ہوا تھا تو وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے پر پوری قدرت بھی رکھتا ہے اس کے لشکر بے شمار ہیں۔ وما یعلم جنود ربک الا ھو انسانوں کی کیا مجال کہ وہ اس کے ارادہ میں روک بن سکیں جب ہر چیز اس کے تصرف کے ماتحت ہے تو وارنٹ کیا حیثیت رکھتا ہے کہ اُس کے تصرف سے باہر ہو جائے چنانچہ ادھر وارنٹ غائب ہو جاتا ہے اور ادھر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو سمجھ آ جاتی ہے کہ وارنٹ کا جاری کرنا اس کے اختیار سے باہر تھا چنانچہ وہ ۷/ اگست کو یعنی پورے ایک ہفتہ بعد وہ مندرجہ ذیل حکم لکھتا ہے۔

میں نے وارنٹ کا جاری کرنا روک دیا ہے کیونکہ یہ مقدمہ میرے اختیار میں نہیں ہے

مجسٹریٹ گورداسپور کے پاس کارروائی کے لئے بھیجا جاوے۔

دستخط اے۔ ڈی۔ مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ ۱۷ اگست ۱۸۹۷ء

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو پہلے اپنے اختیارات کا علم نہ ہونا اس نشان کو دوبالا کرنے کے لئے تھا اور اس بات کو ثابت کرنے کے لئے تھا کہ خدا کس قدر بے انتہا قدرتوں کا مالک ہے اور یہ کہ اس کا اپنے خاص بندوں کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے ورنہ عام طور پر وارنٹ گم نہیں ہوا کرتے۔

وارنٹ کو گم کرانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا دوسرا تصرف یہ ہوا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اس طرف پھیر دیا کہ وہ بجائے وارنٹ کے عام سمن کے ذریعہ حضورؑ کو طلب کرے حالانکہ مثل مقدمہ تو وہی تھی جو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کے سامنے تھی جس کی بنا پر اس نے وارنٹ جاری کئے تھے۔

چوتھی مشابہت یہ تھی کہ جس طرح اسلام کے اُس وقت کے دشمن ناکام و نامراد لوٹے تھے قرآن کریم نے اُن کے خائب و خاسر ہونے کا نقشہ حسب ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔

وردّ اللّٰہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرًا وکفی اللّٰہ المؤمنین القتال وکان اللّٰہ قویا عزیزا۔ یعنے خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہ دشمن اپنے دلوں میں غیظ و غضب کو لئے ہوئے ہی واپس لوٹے اور اس حملہ سے ان کو کوئی بھی فائدہ نہ پہنچا اور خدا مومنوں کے لئے اس جنگ میں کافی ہو گیا کیونکہ خدا اس قدر قوت کا مالک ہے کہ اس کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔

اسی طرح اس مقدمہ میں بھی تمام اتحادی ناکام و نامراد رہے اور حضرت مرزا صاحبؑ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا دیکھنے کی بجائے جب انہوں نے حضورؑ کو عزت کے ساتھ کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہوگا تو اُن کے دل پر جو کچھ گزری ہوگی اس کا اندازہ ہر عقلمند خود ہی کر سکتا ہے۔ یاد رہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے خود حضورؑ کو بیٹھنے کے لئے کرسی دی تھی۔

ایک پرانے الہام کا پورا ہونا اس مقدمہ نے حضورؑ کے ایک پرانے الہام یعنی ۱۸۷۰ء کے مندرجہ ذیل

الہام کو نمایاں طور پر پورا کر دکھایا اس الہام کے الفاظ یہ ہیں:۔

"فارتدا علی آثارہما وھب لہ الجنۃ آخر میں طاقت بالا اس
کو پکڑ لے گئی یہودا اسکریوطی"۔

یہ الہام وضاحت کے ساتھ بتلاتا ہے کہ دو آدمی حضورؑ کا ساتھ چھوڑ جائیں گے اور ایسے دو آدمی کوئی معمولی تو ہو نہیں سکتے الہام نے جو ان کے پھر جانے کا ذکر کیا ہے تو کوئی خصوصیت تو ان میں ضرور ہو گی جس کی وجہ سے ان کو قابل ذکر سمجھا گیا چنانچہ دو آدمی ہم کو ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے حضورؑ کی حضورؑ کے دعوے مسیحیت سے قبل بڑی خدمت کی تھی ایک ان میں میر عباس علی صاحب لدھیانوی تھے اور دوسرے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ مقدم الذکر نے تو حضورؑ کی کتاب براہین احمدیہ کے فروخت کرنے میں بڑی ہمت دکھائی تھی اور مؤخر الذکر نے حضورؑ کی کتاب براہین احمدیہ پر شاندار ریویو کر کے حضورؑ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے تھے ان دونوں کی خدمتیں اپنی اپنی جگہ بڑی قابل قدر تھیں اس کے علاوہ ان دونوں کو حضورؑ کے ساتھ بڑا اخلاص بھی تھا مگر جونہی حضرت اقدسؑ نے مسیح موعودؑ ہونے کا دعوی کیا ان دونوں نے نہ صرف ساتھ چھوڑ دیا بلکہ پکے دشمن بن گئے مقدم الذکر نے تو خالی دشمن بننے پر ہی اکتفا کیا لیکن مؤخر الذکر نے علاوہ دشمنی کے اظہار کے مختلف طریقے اختیار کر کے وہ پارٹ ادا کیا جس کا تعلق اس خاص مقدمہ سے ہے الہام کے الفاظ اپنے اندر ایسا غیب رکھتے ہیں جس کی طرف کسی انسان کا ذہن جا ہی نہیں سکتا تھا اور نہ ہی کسی کے وہم و گمان میں وہ غیب آ سکتا تھا۔ پورے بیس سال کے بعد وہ غیب کی خبر پوری ہوتی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ دو شخصوں کے ارتداد کے بعد خدا تعالی حضورؑ کو بلند مقام کی طرف کھینچ کر لے گیا اس سے بلند مقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے نے حضورؑ کو مسیح موعودؑ اور مہدی معہود کی پیشگوئی کا مصداق بنا دیا اور اسلام کی عظیم الشان خدمت سر انجام دینے کی حضورؑ کو توفیق عطا فرمائی۔ حضورؑ کی اس نشان کا ذکر کرنے کے بعد الہام میں لفظ "یہودا اسکریوطی" استعمال کیا گیا ہے اب کون نہیں جانتا کہ یہودا اسکریوطی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک تھا لیکن یہی شخص ہے جس نے حضرت مسیح کو پکڑوا دیا گویا الہام اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے

کہ حضور بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کریں گے اور حضور کے ان دونوں مخلصین میں سے ایک یہودا اسکریوطی کا پارٹ بھی ادا کرے گا یعنے وہ بھی حضور کو گورنمنٹ سے سزا دلوانے کی کوشش کرے گا جس طرح یہودا اسکریوطی نے کی تھی۔ چنانچہ اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے پوری کوشش کی کہ حضور کے خلاف اقدام قتل کا الزام ثابت ہو جائے اور حضور سزایاب ہو جائیں اس پارٹ کو ادا کر کے اُس نے حضور کے اس الہام کی صداقت کو ایسی صفائی سے ثابت کیا ہے کہ کسی ہوشمند انسان کو انکار کی گنجائش نہیں ہو سکتی جس طرح یہودا اسکریوطی اپنے مقصد میں ناکام رہا یعنے حضرت مسیح صلیبی موت کا شکار ہونے سے بچ گئے۔ اسی طرح یہاں بھی مولوی محمد حسین صاحب اپنے مقصد میں بری طرح ناکام ہوئے چنانچہ حضور باوجود اس کی مخالفانہ شہادت کے سزایاب ہونے سے محفوظ ہو گئے بلکہ الٹا خود مولوی محمد حسین صاحب کو اس مقدمہ میں کئی قسم کی ذلت اُٹھانی پڑی حضرت مرزا صاحبؑ کو کرسی پر بیٹھے دیکھ کر انہوں نے بھی کرسی طلب کی جس پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے جھڑکیاں کھانی پڑیں مگر عدالت سے باہر نکل کر برآمدہ میں کرسی پر جا بیٹھے تو چپڑاسی نے وہاں سے بھی اُٹھا دیا باہر کسی کی چادر پر جا بیٹھے تو اس شخص نے جھڑک کر چادر نیچے سے کھینچ لی اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب نے ان کے خلاف بڑے سخت ریمارکس بھی لکھے اور ان کی شہادت کو کوئی وقعت نہ دی اور یہ کہہ کر اس کو نظر انداز کر دیا کہ یہ شخص مرزا صاحبؑ کا سخت دشمن معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر کلارک اور گواہوں کی شہادت اور مقدمہ کی سنگینی

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے بھی اپنے بیان میں اس بات پر زور دیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے ان کے قتل کی پیشگوئی کی ہوئی ہے اور یہ کہ یہ اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے اس قسم کا اقدام کر لیتا ہے چنانچہ عبداللہ آتھم پر بھی حملے ہوئے مگر اس کی حفاظت کا خاص انتظام کیا گیا تھا جس سے وہ بچ گیا اور لیکھرام کا قتل بھی اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اب میرے قتل سے اس کو موقعہ مل جائے گا کہ اپنی پیشگوئی کی سچائی کا ڈھنڈورا پیٹے چنانچہ عبدالحمید کو اُس نے میرے پاس اسی غرض کے لئے بھیجا ہے۔ اس کا اپنا بیان جو اُس نے کئی شخصوں کے سامنے خود

ہی اپنی مرضی سے لکھا ہے پیش کرتا ہوں۔

عبدالحمید کے بیان کا خلاصہ بھی یہی تھا کہ میں مرزا صاحب کا مرید تھا اور قادیان میں ان کے پاس رہا وہ مجھ سے بڑی محبت کرتے تھے ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا کہ ایک ضروری کام ہے کرو گے میں نے ہاں میں جواب دیا انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کو امرتسر جاکر قتل کر آؤ جب سویا ہوا ہو تو پتھر سے اُس کا سر کچل دو پھر بھاگ کر میرے پاس آجانا میں تمہیں بچا لوں گا یہ بڑے ثواب کا کام ہے وغیرہ وغیرہ میں اس پر راضی ہو گیا لیکن جب میں نے امرتسر آکر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی تو میں نے ان کو بڑا شریف انسان پایا اور اس بناء پر میں نے اپنا ارادہ قتل ترک کر دیا اور ڈاکٹر صاحب کو اصل حالات سے آگاہ کر دیا ایسی ہی شہادت دوسرے گواہوں نے بھی دی کہ عبدالحمید نے ہمارے سامنے یہ بیان خود لکھ کر دیا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے اپنی شہادت میں بیان کیا:۔

"(وہ یعنی حضرت مرزا صاحب) فتنہ انگیز آدمی ہے اگر کلارک صاحب مر جائیں تو مرزا صاحب کو اپنے تابعین میں بہت عزت ہو گی۔ لیکھرام کے قتل پر میں نے ایک کتاب لکھی خلاصہ اس کا یہ ہے کہ لیکھرام کے قتل کی نشاندہی کے مرزا صاحب ذمہ دار ہیں کیونکہ بقول ان کے خدا ان کو ہر بات کی خبر دیتا ہے قاتل کا کیوں پتہ نہیں دیتا۔"

ان کی اس شہادت سے پتہ لگتا ہے کہ لیکھرام کے قتل کے موقعہ پر بھی مولوی صاحب نے حضرت اقدس کو گرفتار کروانے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہی کیونکہ اس وقت کوئی مقدمہ گورنمنٹ کی طرف سے نہیں چلایا گیا تھا اب چونکہ مقدمہ چل پڑا اس لئے یہودا اسکریوطی کا پارٹ مکمل طور پر ادا کرنے کا موقعہ مل گیا۔

اب ان بیانات کو پڑھنے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مقدمہ نے کس قدر سنگین صورت اختیار کر لی تھی ایک شخص جو بظاہر مرید رہ چکا ہو اور قادیان میں بھی رہا ہو حلف اٹھا کر بیان دیتا ہے کہ اسے قتل کرنے کے لئے مرزا صاحب نے بھیجا تھا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے لئے بظاہر کوئی وجہ ان بیانوں کو جھوٹا قرار دینے کی نہ تھی ان کھلی کھلی شہادتوں کے باوجود الٰہی تصرف اس قدر شدید اس کے دل پر پڑا

کہ جس طرح گورنر پلاطوس کے دل میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بے گناہ ہونے کا یقین پیدا ہو گیا تھا اسی طرح ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ڈگلس صاحب کے دل کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص تصرف سے اس یقین سے بھر دیا کہ حضرت مرزا صاحب بے گناہ ہیں اور یہ سارا قصہ جھوٹ کا پلندا ہے۔

گواہ عبدالحمید اس وقت تک پادریوں کے قبضہ میں تھا انہوں نے یہ کہہ کر اپنی حراست میں رکھا ہوا تھا کہ باہر اس کی جان کا خطرہ ہے اور اس بہانہ سے اُسے اپنے پاس رکھنے کی اجازت حاصل کر لی تھی ڈگلس صاحب کے دل میں خدا نے یہ ڈالا کہ اس گواہ کو عیسائیوں کے قبضہ سے نکال کر سپرنٹنڈنٹ پولیس کے قبضہ میں دیا جائے۔

اب ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ کیا حالات نے ایسی صورت اختیار نہ کر لی تھی کہ سزا سے بچنے کے لئے بظاہر کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا اور کیا ایسے وقت میں حضورؑ کی روح سے ایلی ایلی لما سبقتانی کی آواز کا نکلنا ضروری نہ تھا خدا نے بھی اپنے الہام دعاؤک مستجاب میں شہادت دی ہے کہ خدا کو پکارا گیا تھا جس پر قبولیت دعا کی بشارت ملی اور یہ جیسا کہ میں پہلے ثابت کر آیا ہوں تمام اہل اللہ کی یہ سنت ہے کہ خواہ کامیابی کے وعدے بھی موجود ہوں۔ پھر بھی وہ ایسے مواقع کے پیش آنے پر خدا کے حضور گڑگڑاتے ہوئے خدا کی مدد کے طالب ہوتے ہیں چنانچہ جب اس کو عیسائیوں کے قبضہ سے نکال لیا گیا تو اس نے سپرنٹنڈنٹ صاحب کے سامنے اصل حقیقت بیان کر دی کہ اس کو عیسائیوں نے ہی سکھلایا تھا کہ تم کہدو کہ مرزا صاحب نے مجھے ڈاکٹر کلارک کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ میں نے جو بیان دیا ہے وہ ان کے کہنے پر دیا ہے ورنہ مرزا صاحب نے مجھے قطعاً اس کام کے لئے نہیں بھیجا اس طرح خدا تعالیٰ نے حضورؑ کی بریت کے سامان پیدا کر کے حضورؑ کے الہاموں کو سچا کر کے دکھلا دیا اور دشمنوں کے تمام حیلوں اور ان کے مکر و فریب کو ناکام بنا کر رکھ دیا قرآن نے کیا ہی سچ کہا ہے مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ برق صاحب خدارا غور کریں کہ کیا الہام ایلی ایلی لما سبقتانی مہمل ہے۔ یا ہر مصیبت کی گھڑی میں اپنی صداقت کو الم نشرح کر رہا ہے۔

اس مقدمہ کے متعلق حضورؑ کے الہامات اور کامیابی کی بشارتیں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص اور سنگین مقدمہ کے متعلق مقدمہ شروع ہونے سے قبل جو الہامات حضورؑ کو ہوئے وہ بھی یہاں درج کر دیئے جائیں شاید کوئی سعید روح ان سے فائدہ اٹھائے مقدمہ سے قریباً تین ماہ قبل حضورؑ کو مندرجہ ذیل الہامات ہوئے ہیں۔ قد ابتلی المؤمنون (یہ وہی الفاظ ہیں جن میں غزوۂ خندق کے موقعہ پر مسلمانوں کی حالت کا نقشہ قرآن شریف میں پیش کیا گیا ہے۔ واقعہ میں اس الہام کے ماتحت احمدی سخت ابتلا میں مبتلا ہوئے۔ ما ھذا الا تھدید الحکام (یہ الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ حکام کی طرف سے کوئی ڈرانے اور خوفزدہ کرنے والی حرکت سرزد ہوگی (چنانچہ وارنٹ جاری ہونے سے الہام کے یہ الفاظ پورے ہو گئے۔ تأمل) ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (یعنے خدا تعالیٰ بصحیح سلامت قادیان واپس لے آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اس الہام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ خدا تعالےٰ کے نزدیک قرآن کریم کے سچے پیرو تھے اور اسی وجہ سے حضورؑ کو قرب کا بلند ترین مقام حاصل ہوا کہ حضورؑ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوئے اور خدا ہر وقت حضورؑ کے ساتھ اپنی معیت کا ثبوت دیتا رہتا ہے) انی مع الافواج آتیک بغتۃً (جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں) وما یعلم جنود ربک الا ھو (خدا کے لشکر بیشمار ہیں، سو خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کے لئے لشکر اتار دیئے جنہوں نے دلوں پر تصرف کیا۔ ڈگلس صاحب کے دل پر بھی تصرف کیا اور گواہ عبدالحمید کے دل پر بھی تصرف کیا۔

(اس الہام کا لفظ بغتۃً بھی معنی خیز ہے (بالکل اچانک ڈگلس صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ گواہ عبدالحمید کو عیسائیوں کے قبضہ سے نکال کر سپرنٹنڈنٹ پولیس کی حراست میں دے دیا جائے) یاتیک نصرتی (چنانچہ نصرت کی آمد کو ہر ایک نے ملاحظہ کر لیا۔ یہی مطلب تھا الہامؑ "ایلی اوس" کا بھی) انی انا الرحمان ذو المجد والعلا (خدا کی صفت الرحمان کا مطلب یہی ہے کہ اپنی طرف سے اسباب پیدا کر کے مدد کرتا ہے چنانچہ اس مقدمہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔ اسباب کامیابی کے بالکل مفقود تھے۔ اللہ تعالےٰ نے

کامیابی کے سامان خود پیدا کر دیتے پھر بتلایا خدا ہی ہے جو بزرگی اور علو نشان عطا کیا کرتا ہے کیونکہ اسی کے قبضہ میں یہ چیزیں ہیں سو خدا نے اپنی اس صفت کے مطابق حضورؑ کو بزرگی بھی عطا کی اور آپ کی نشان کو گرانے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ بلند کر دیا)۔ ۔ ۔ ۔ مخالفوں میں پھوٹ (چنانچہ الہام کے ان الفاظ کے مطابق مخالفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور عبدالحمید جو اصل گواہ تھا وہ عیسائیوں کے خلاف ہو گیا اور اُس نے اُن سے الگ ہو کر ان کے سارے مکر کو ظاہر کر دیا اور اپنے پہلے بیان کو واپس لے کر دوسرا سچا بیان دے دیا جو حضورؑ کی بریت کا ذریعہ بنا) اور ایک شخص متنافس کی ذلت اور اہانت اور ملامت خلق (چنانچہ الہام کے ان الفاظ کا ایک ایک لفظ پورا ہوا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو عدالت میں سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ جب ڈگلس صاحب نے اس کے کرسی مانگنے کے اصرار پر اس کو ڈانٹ پلائی پھر ایک عام آدمی کے ہاتھوں اسے ذلیل ہونا پڑا۔ اور لوگوں نے جو انہیں اپنی لعن طعن کا نشانہ بنایا وہ اس کے علاوہ تھا ملامت خلق نے بھی انہیں یہ کہہ کر تنگ کیا کہ ایک مسلمان کے خلاف عیسائیوں کی مدد پر آمادہ ہو گئے)

اب حق کے طالبین خود ہی غور فرمائیں کہ تین ماہ قبل جبکہ مقدمہ کا نام و نشان بھی نہ تھا اور نہ اس قسم کے کسی مقدمہ کے پیدا ہونے کے کوئی آثار تھے خدا تعالیٰ عالم الغیب کی طرف سے مقدمہ کی تمام تفصیلات بتلا دی جاتی ہیں کیا یہ کسی انسان کے دماغ کا اختراع ہو سکتا ہے۔ کیا اس قسم کے الہامات حضرت مرزا صاحبؑ کے منجانب اللہ ہونے پر قطعی دلیل کا کام نہیں دیتے۔ کچھ تو انصاف سے کام لیا جائے ہمارا تو اس میں کوئی ذاتی فائدہ نہیں کہ آپ حضرت اقدس کی جماعت میں داخل ہو کر خدمت اسلام کے فریضہ کو سرانجام دینے میں شریک ہو جائیں فائدہ اس میں آپ کا اپنا ہی ہے ورنہ آخرت میں آپ کو جواب دہ ہونا پڑے گا کہ ایسے روشن نشانات دیکھ کر بھی تم کیوں الگ رہے اور کیوں تکذیب کی راہ اختیار کی۔ پھر ایک الہام ہوتا ہے۔ بلجت آیاتی جس کے معنی یہ ہیں کہ میرے نشان مزید روشنی کے ساتھ چمکیں گے۔ چنانچہ ڈیڑھ سال بعد عبدالحمید کو پھر گرفتار کر لیا گیا اور اس کو حراست میں رکھ کر دوبارہ بیان لینے کی کوشش کی گئی مگر اس نے باوجود اس کے کہ اس کو قید ہو جانے

کا خطرہ لاحق تھا اس نے اپنے دوسرے بیان کو ہی سچا اور پہلے بیان کو جھوٹا قرار دیا۔ کوئی ہے جو ان زبردست نشانوں سے فائدہ اٹھائے :۔

برق صاحب کی دو کھلی کھلی خیانتیں

جناب برق صاحب نے اپنے مزعومہ مہمل الہامات کی فہرست میں مندرجہ ذیل الہام کو بھی شامل کیا ہے :۔

"پریشن۔ عمر۔ پراطوس یعنی۔ پڑاطوس یعنی پلاطوس"

لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ برق صاحب نے اس الہام کے الفاظ پیش کرنے میں دو کھلی کھلی خیانتوں سے کام لیا ہے اوّل خیانت تو اُن کی یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی تحریر میں لفظ "یا" کو "یعنی" سے بدل دیا ہے۔ جس سے ان کا مقصد الہام کے متعلق اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا ہے کہ الہام کے الفاظ کیسے مہمل ہیں۔ دوسری خیانت یہ ہے کہ ان کشیدہ الفاظ کو انہوں نے الہامی الفاظ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے اصل حقیقت اس الہام کی حضرت اقدسؑ کے مندرجہ ذیل نوٹ سے واضح ہوتی ہے فرماتے ہیں۔

"چونکہ یہ غیر زبان میں الہام ہے اور الہام الٰہی میں سرعت ہوتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ بعض الفاظ کے ادا کرنے میں کسی قدر فرق ہو۔"

یہ الہام دسمبر ۱۸۸۳ء کے پہلے ہفتہ میں حضورؑ کو ہوا اور حضورؑ کا اپنا اقرار موجود ہے کہ اس الہام کے بعض الفاظ ادا کرنے میں کسی قدر فرق پڑ جانے کا امکان ہے۔ چنانچہ جب یہ الہام حضورؑ کو ہوا تو آپ نے ایک دوست میر عباس علی صاحب لدھیانوی کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ عمر تو عربی لفظ ہے باقی الفاظ کے متعلق تحقیق کر کے لکھیں۔ ان الہامی کلمات کے متعلق حضورؑ نے یہ بھی لکھا :۔ پڑاطوس لفظ ہے یا پلاطوس لفظ ہے بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں لفظ۔۔۔ حضورؑ پر الہاماً نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ نازل صرف ایک ہی لفظ ہوا ہے لیکن الہام کے الفاظ اس سرعت سے نازل ہوئے ہیں کہ حضورؑ کو یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ الہام میں لفظ پڑاطوس تھا یا پلاطوس

بعد کے واقعات نے یقینی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ الہام میں لفظ پلاطوس ہی تھا۔ جیسا کہ قارئین کرام پر ابھی واضح ہو جائے گا حضورؑ کی مندرجہ بالا عبارت سے عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے پرٖ طوس اور پلاطوس کے درمیان "یا" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لیکن برق صاحب نے دو دفعہ "یعنی" کا لفظ استعمال کر کے عبارت کو بالکل گڈ مڈ کر دیا ہے اور غلط تاثر دینے کی ناز یبا کوشش کی ہے۔ کیا کسی دیانت دار مصنف کا یہی طرز ہوتا ہے کس قدر افسوس کا مقام ہے۔۔۔۔ کہ دعوے دیانتداری کا حالت یہ
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الہام مندرجہ بالا کا لفظ پلاطوس کس طرف اشارہ کرتا ہے

یہ الہام بھی پہلے الہام کی طرح اس وقت کا ہے جبکہ حضورؑ نے ابھی مسیح موعود ہونے کا دعوے نہیں کیا تھا یہ دعویٰ اس الہام کے ۷ برس بعد کیا گیا۔ لیکن اس الہام کے الفاظ میں اشارہ اس بات کی طرف کیا گیا ہے کہ حضور مسیح موعود کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز کئے جائیں گے اور علماء کی طرف سے شدید مخالفت ہو گی اور حضورؑ کو عدالت کے ذریعہ اُسی طرح سزا دلوانے کی کوشش کی جائے گی جس طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو جس کے حضور مثیل ہیں سزا دلوانے کی کوشش کی گئی تھی علمائے یہود نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو سزا دلوانے کے لئے جس حاکم وقت کے سامنے پیش کیا تھا اس حاکم کا نام پلاطوس تھا۔ گویا الہام کے اس ایک ہی لفظ میں مثیل مسیح بنائے جانے اور علماء کی مخالفت اور ایسے حاکم کے ذریعہ سزا دلوانے کی کوشش کا ذکر کیا گیا ہے جس کی مماثلت حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے وقت کے گورنر پلاطوس سے ہو گی واقعات بعد میں چونکہ اسی طرح رونما ہوئے ہیں کہ مسیحیت کے دعویٰ کے بعد علمائے نے حضورؑ کو حضرت مسیح ناصری کی طرح ایک خاص مقدمہ یعنی الزام اقدام قتل کا مقدمہ کھڑا کر کے عدالت کے ذریعہ سزا دلوا کر یہ ثابت کرنا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ اپنے ان مخالفین کو جن کی موت کی پیشگوئی کیا کرتے تھے خفیہ طریقوں سے قتل کرا دیا کرتے تھے اور اس طرح حضورؑ کی ایسی تمام پیشگوئیوں کو لوگوں کی نظر میں مشتبہ بنا دینا تھا۔ اور یہ فعل اُن کا صریح علمائے یہود کے فعل کے مشابہ تھا اور یہود نے مسیح ناصری کے خلاف اپنے وقت کے جس حاکم

کے سامنے ان کا مقدمہ پیش کیا تھا اس کا نام پلاطوس تھا اس لئے لازماً حضرت مرزا صاحب کے خلاف مقدمہ جس حاکم کے سامنے پیش ہونے والا تھا اس کو اسی مناسبت اور مشابہت کے لحاظ سے الہام میں پلاطوس ہی قرار دیا جاتا تھا اسی لئے میں نے کہا ہے
کہ واقعات نے الہام میں پلاطوس کی تعیین کر دی ہے واقعات میں کسی اور تحقیق کی ضرورت ہی نہیں رہنے دی الہام کے وقت کوئی شخص اس کی تعیین کے متعلق اپنا فیصلہ نہیں دے سکتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ الفاظ اسی طرح پڑے رہے یہاں تک کہ واقعات نے آکر ان کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔

الہام کے متعلق دو باتوں کی وضاحت

پیشتر اس کے کہ میں اس الہام کی وضاحت اور مکمل تشریح پیش کروں۔ اس الہام کے متعلق دو باتوں کا خصوصیت سے ذکر کر دینا ضروری ہے ان میں سے ایک تو وہی ہے جس کا ذکر حضرت مرزا صاحبؑ نے خود کیا ہے یعنی اس الہام کے الفاظ اس سرعت سے نازل ہوئے ہیں کہ بعض الفاظ کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ جس طرح حضورؑ نے ان کو ادا کیا ہے وہ اسی طرح ہی ہوں جس طرح وہ الہام میں بتلائے گئے تھے۔ جس طرح حضورؑ نے پیلاطوس اور پلاطوس کے متعلق بھی دریافت کیا تھا اسی طرح پریشن کے متعلق بھی دریافت کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق بھی حضورؑ کو شبہ ہی تھا کہ الہامی لفظ پریشن ہی ہے یا اس میں بھی کچھ فرق پڑ گیا ہے، پس جس طرح واقعات نے پلاطوس کی تعیین کر دی ہے اسی طرح واقعات بتلاتے ہیں کہ یہ لفظ پریشن نہیں تھا بلکہ انگریزی لفظ اوپریشن تھا۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا ایک تو انگریزی زبان سے ناواقف ہونا اور دوسرے الہام میں سرعت کا ہونا ان دونوں باتوں نے مل کر حضورؑ کے ذہن سے "او" کو نکال دیا اور حضورؑ کو پریشن یاد رہ گیا اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ ان الہامات میں جن کا تعلق شریعت والے امور سے نہیں ہوتا ایسا ہو جاتا ہے قرآن کریم میں حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق صریح الفاظ میں آتا ہے۔ سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ قرآن کریم

کی وحی تو آنحضرت صلعم کو بھول نہیں سکتی تھی کیونکہ اس کی حفاظت اور یاد رکھوانے کا خاص انتظام تھا لیکن اس وحی کے کسی حصّہ کی تشریح کے متعلق ذہن سے اُتر جانے کا امکان آیت کے الفاظ . . . . الا ما شاء اللہ میں موجود ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق سنقرئک سے ہے نفس وحی کے نزول سے نہیں علاوہ ازیں حضورؐ کا لیلۃ القدر کو بھول جانا تو صحیح احادیث سے ثابت ہے حالانکہ کشف میں حضورؐ کو وہ دکھلائی گئی تھی۔

اس الہام کا یقینی طور پر خدا کی طرف سے ہونے کا یہی ثبوت ہے کہ گو حضورؐ نے اس کو اسی طرح شائع کر دیا جس طرح حضورؐ کو یاد رہا لیکن واقعات نے اس الہام کی سچائی پر اور پریشن اور پلاطوس کے الفاظ کے ساتھ مہر تصدیق ثبت کر دی جو اس امر پر یقینی دلیل ہے کہ الہام کے الفاظ حضورؐ کے اپنے دماغ کا اختراع نہیں تھے بلکہ خدا کی طرف سے ہی نازل ہوئے تھے۔

دوسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ملہم کو ہر الہام کی خصوصًا پیشگوئیوں سے تعلق رکھنے والے الہامات کی تفہیم بھی ضرور ہی کرا دی جائے بعض کی کرائی جاتی ہے اور بعض کی نہیں کرائی جاتی ان کے معنوں کی تعیین واقعات سے ہوتی ہے۔ یعنی جب وہ پورے ہوتے ہیں تو ان کے معنی خود بخود کھل جاتے ہیں اور دل خود بخود بول اُٹھتے ہیں کہ یہی اُن کا مفہوم تھا مثلاً آنحضرت صلعم کو ہجرت کی جگہ دکھلائی گئی اور آنحضور صلعم نے اس نقشہ سے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا یہی سمجھا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن واقعات نے بتلا دیا کہ خدا کے نزدیک وہ جگہ مدینہ تھی۔ چونکہ مدینہ پر وہ نقشہ کلی طور پر منطبق ہوتا تھا۔ اس لئے ہر دل بول اُٹھا کہ اگر رسول کریم صلعم کا اپنا خیال درست نہیں نکلا تو اس میں کیا حرج ہے۔ خدا کی بتلائی ہوئی بات تو بہرحال صفائی سے پوری ہو گئی۔ اسی طرح عمرہ کے متعلق جو خواب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اس کا جو مفہوم آنحضور صلعم نے سمجھا وہ درست نہ نکلا لیکن واقعات نے بعد میں ثابت کر دیا کہ خواب بالکل سچا تھا۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کو بشارت ملی تھی کہ اُن کے اہل طوفان میں غرق ہونے سے بچائے جائیں گے اس بشارت کی بناء پر وہ یہی سمجھتے رہے کہ اُن کے خاندان کے

تمام افراد بچائے جائیں گے۔ لیکن جب اُن کا لڑکا ان کی آنکھوں کے سامنے غرق ہو گیا اس وقت بھی ان پر "اہل" کا اصلی مفہوم منکشف نہیں ہوا وہ اللہ تعالےٰ کے حضور حیرت زدہ ہو کر عرض کرتے ہیں۔ رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین آخر خدا نے انہیں بتلایا انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ یعنی یہ تیرا لڑکا تو مجسم بدعمل تھا یہ تیرے اہل میں سے کس طرح ہو سکتا تھا تب حضرت نوحؑ کو سمجھ آئی کہ "اہل" کے لفظ سے خدا تعالےٰ نے جسمانی نہیں بلکہ روحانی رشتہ مراد لیا تھا۔ اسی طرح حضرت یونسؑ بھی قوم کی ہلاکت کی پیشگوئی کا صحیح مفہوم نہ سمجھ سکے۔ غرضیکہ انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں میں ایسی مثالیں موجود ہیں جو بتلاتی ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بعض الہامات کا وہ مفہوم خود انبیاء علیہم السلام بھی نہیں سمجھ سکے جو مفہوم ان کا اللہ تعالیٰ کے مدِ نظر ہوتا تھا بلکہ حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی میں تو ہمیں ایسی مثال بھی ملتی ہے۔ کہ قرآن کریم کی ایک آیت کا مفہوم حضرت عمرؓ ٹھیک وہی سمجھے جو اللہ تعالیٰ کے مدنظر تھا لیکن آنحضرت صلعم نے اسے صحیح تسلیم نہیں کیا۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے سمجھے ہوئے مفہوم کی ہی تصدیق فرما دی جیسا کہ سورۃ توبہ کے رکوع ۱۰ کی مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔ حضرت عمرؓ اس آیت سے بعض خاص لوگوں کے متعلق یہی مفہوم لیتے تھے۔ کہ اس آیت میں ایسے لوگوں کے لئے مغفرت طلب کرنے کی قطعی ممانعت کر دی گئی ہے لیکن حضرت نبی کریم صلعم نے یہ فرمایا کہ اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ ۷۰ دفعہ مغفرت طلب کرنے سے خدا ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ میں ۷۰ سے زیادہ دفعہ مغفرت طلب کر لوں گا اس واقعہ سے حضرت نبی کریم صلعم کی اس انتہائی ہمدردی کا اظہار تو بیشک ہوتا ہے جو آنحضور صلعم کو مخلوق سے تھی۔ لیکن خدا کا منشاء یہی تھا کہ ان لوگوں کے لئے مغفرت بالکل طلب نہ کی جائے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سمجھا تھا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے دوسری وحی ولا تصل علی احد منھم

مات ابدا ولاتقم علے قبرہ نازل فرما کر حضرت عمرؓ کے اخذ کردہ مفہوم کی تصدیق کردی۔

پس اگر حضرت مرزا صاحبؑ اپنے کسی الہام کے کسی جزو کو بھول جائیں یا الہام کا مفہوم ان پر واضح نہ ہو تو حضورؑ اس وجہ سے نہ زیر الزام آسکتے ہیں۔ نہ اُن پر کسی قسم کا اعتراض وارد ہو سکتا ہے نہ اُن کے الہام کو اس وجہ سے مہمل قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر واقعات اس الہام کو سچا ثابت کر دیں تو اس کو منجانب اللہ تسلیم کرنے میں ہمارے دلوں میں ذرہ بھر بھی ہچکچاہٹ پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ پس واقعات ہی اصل معیار ہیں اس لئے اُنہیں پر ہمیں نظر ڈالنی چاہئے۔

الہام کی مکمل تشریح

چنانچہ مندرجہ بالا اصل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں بتلاتا ہوں کہ واقعات کس طرح اس الہام کی صحت کو ثابت کر رہے ہیں۔ الہام کا پہلا لفظ اوپریشن انگریزی میں ہے اس کو دو طرح لکھا جاتا ہے۔ ایک اوپریشن OPPRESSION دوسرا اپریشن OPERATION پہلے لفظ میں تو مسیح اور مہدی کے ظہور سے قبل کے زمانہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور دوسرے لفظ میں مسیح اور مہدی نے آکر جو کام کرنا ہے اس کو واضح کیا گیا ہے۔

اوپریشن OPPRESSION کے معنی ظلم۔ جور۔ ہمت کو پست کر دینا اور کاہلی کے ہیں اور بالکل یہی علامات مہدی کے ظہور کی ایک حدیث میں بیان ہوئی ہیں اور اپریشن OPERATION کے معنی کسی بگاڑ اور کسی خلل اور ضرر کو دُور کرنے کے لکھے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۸۲ پر مہدی کے ظہور کے متعلق جو حدیث لکھی ہے اس میں بھی وہی باتیں بیان کی گئی ہیں جو ان دونوں لفظوں کے مفہوم میں داخل ہیں اس حدیث کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"دنیا جور و ظلم سے پُر ہو گی پس مہدی اُسے قسط اور عدل سے بھر دے گا مہدی رسول کریم صلعم کے آثار کی پیروی کرنے والا ہو گا وہ خطا نہیں کرے گا فرشتہ اس کی تسدید میں لگا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایک شب میں درست کر دے گا ظلم اور اہل ظلم ہلاک ہوں گے دین اس کے ذریعہ سے قائم ہو جائے گا اور اسلام میں روح چمک اُٹھے گی اور اسلام ذلت کے بعد معزز ہو جائے گا

اور موت کے بعد زندہ ہو جائے گا اس کے زمانہ میں ایک شخص جہالت بخل اور بزدلی میں شام کرے گا اور صبح وہ اس حالت میں کرے گا کہ وہ اعلم الناس، اکرم الناس اور اشجع الناس ہو جائے گا جو کوئی اُس سے جھگڑا کرے گا مخذول ہو جائے گا وہ دین کے متعلق ایسی باتیں بتلائے گا کہ فی الحقیقت وہی دین خدا کا ہوگا۔ اگر آنحضرت صلعم زندہ ہوتے تو آنحضور صلعم بھی وہی کچھ بتلاتے وہ تمام مذاہب کو زمین سے اُٹھا دے گا اور دین خالص یعنی اسلام باقی رہ جائے گا عام مسلمان اس سے بہت خوش ہوں گے اور خواص میں سے بھی بیشتر لوگ اس کی دعوت کو قائم کر دیں گے اور اس کی نصرت میں مشغول ہوں گے اور یہ اُس کے وزراء ہوں گے"۔

وزراء کے معنے بوجھ اٹھانے والے کے ہیں، ان خاص لوگوں نے حضور کا جو بوجھ اٹھایا وہ کسی واقف حال سے مخفی نہیں۔ اب دیکھ لیں کہ OPPRESSION کے معنی بھی لغت میں جور و ظلم کے ہی لکھے ہیں۔ اب یہ کیا حقیقت نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے ظہور سے قبل دنیا میں ہر قسم کا ظلم پھیلا ہوا تھا۔ سب سے بڑا ظلم تو خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے کا ظلم ہے جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ اس کی ذات میں اس کی صفات میں اس کے افعال میں غرضیکہ اللہ تعالے کے متعلق ہر قسم کا ظلم روا رکھا جا رہا تھا اسلام پر ظلم ہو رہا تھا کہ ماننے والوں نے اس کی اصلی شکل کو اس قدر بگاڑ دیا تھا کہ اس کی خوبیاں عیوب میں تبدیل ہو گئی تھیں اور یہ عیوب اتنے نمایاں تھے کہ غیروں کے دلوں کو تو کجا خود اپنوں کے دلوں کو بھی اس سے متنفر کرنے کا موجب بن رہے تھے مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر تکفیر کے فتووں کے ذریعہ ظلم کر رہے تھے۔ غرضیکہ ظلم کی گھٹائیں چاروں طرف چھائی ہوئی تھیں حضرت مرزا صاحب نے آکر ایسی جماعت تیار کی جو ہر قسم کے شرک سے پاک اسلام کی خوبیوں کو اجاگر کرنے والی تکفیر کی لعنت سے خود بھی محفوظ اور دوسروں کو بھی اس لعنت سے بچانے کے لئے کوشش میں مصروف ہو گئی عام پست ہمتی کے بعد ان میں بلند ہمتی پیدا ہو گئی سستی کی جگہ چستی نے لے لی کیا مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینے سے عجز نے عام طور پر مسلمانوں کی ہمتوں کو پست

نہیں کر دیا تھا اور یہ دین پھر وہ کاہلی اور سستی کا شکار نہیں ہو گئے تھے۔ لیکن احمدیوں سے یہ سب نقائص دور ہو گئے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ احمدی پوری تندہی کے ساتھ خدمتِ اسلام میں لگ گئے حضورؑ کے آنے سے اسلام پر سے ذلت کے بادل چھٹ گئے اور حضورؑ کے پیش کردہ دلائل اور حضورؑ کی بیان کردہ خوبیوں سے اُس نے اپنی کھوئی ہوئی عزت کو دوبارہ حاصل کر لیا اور اس کو جو مردہ یقین کیا جا رہا تھا اس میں دوبارہ زندگی کی لہر دوڑ گئی اور دین مضبوطی سے قائم ہو گیا حضورؑ نے براہین اور نشانوں کے زور سے دوسرے مذاہب کو گوشہ نشین کر دیا احمدی ہوتے ہی ہر شخص علم کے نور سے منور ہو جاتا تھا بڑے سے بڑا مخالف بھی اس کے مقابل آنے سے گھبراتا تھا بخل کی جگہ سخاوت نے لے لی۔ اشاعتِ اسلام کی راہ میں انشراحِ صدر سے بڑی سے بڑی مالی قربانی کے لئے ہر احمدی تیار نظر آنے لگ پڑا بزدلی دور ہو گئی اور دل میں اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی جرأت پیدا ہو گئی۔ گویا حدیث کے الفاظ کے مطابق وہ اعلم الناس واکرم الناس اور اشجع الناس بن گیا حضورؑ کے آنے اور اسلام کی حمایت میں کھڑے ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے عوام اور خواص دونوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور وہ سب کے سب مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بڑی بہادری اور دلیری سے اُن کا مقابلہ کرتے ہوئے دعوتِ حقہ کو پھیلانے میں مصروف ہو گئے۔

غرضیکہ حدیث مندرجہ بالا میں مہدی کی جو علامات بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب حضرت مرزا صاحبؑ کے وجود میں پوری ہو گئیں اور اسی طرح الہام میں اوپریشن کا لفظ بھی اپنے دونوں معانی کے لحاظ سے کامل طور پر پورا ہو گیا سو الہام کے ایک ہی لفظ نے مسیح موعود کے زمانہ اور اس کے کام پر مکمل روشنی ڈال دی ہے اور اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ حضورؑ ہی مسیحیت اور مہدویت کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہونے والے ہیں کیونکہ حدیث میں یہ تمام علامات مسیح اور مہدی کے لئے ہی بیان کی گئی ہیں۔

الہام میں لفظ عمر کی اہمیت اور حضورؑ کی حضرت عمرؓ سے مشابہتیں!

الہام میں دوسرا لفظ عمر ہے جو صاف اشارہ کر رہا ہے اس طرف کہ خادم دین کو مٹانے اور اسلام کے گلستان میں از سر نو بہار لانے میں حضرت مرزا صاحبؑ وہی کردار ادا کریں گے جو حضرت عمرؓ نے اُنہیں اغراض کو حاصل کرنے کے لئے ابتداء اسلام میں ادا کیا تھا جس کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح موعود کے عہدہ جلیلہ پر جب حضورؑ سرفراز ہوں گے تو حضرت عمرؓ کے ساتھ حضورؑ کو خاص مشابہت نمایاں طور پر نظر آئے گی، سو ذیل میں ان مشابہتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت عمرؓ اور حضرت مرزا صاحب میں بحیثیت مسیح موعود ہونے کے پائی جاتی ہیں۔

پہلی مشابہت حضرت عمرؓ کے متعلق حدیث میں صاف مذکور ہے کہ شیطان اُن سے مرعوب تھا جس راستہ سے . . . . حضرت عمرؓ جاتیں شیطان اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر ہو جاتا تھا مسیح موعود کا بھی سب سے بڑا کام دجال کے فتنہ کو فرو کرنا بتلایا گیا ہے اور دجال شیطان کا ہی مظہر اتم ہے اسی لئے بعض آثار میں ہے کہ مسیح کے زمانہ میں شیطان کے ساتھ آخری جنگ ہوگی اور شیطانی فوجوں کو شکست ہوگی سو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ دجالی فتنہ کے بانی پادریوں کو حضرت مرزا صاحبؑ کے ہاتھوں ایسی شکست فاش ہوئی کہ وہ مقابلہ میں آنے کا نام نہیں لیتے اور حضورؑ کے علم کلام کا اس قدر رعب اُن کے دلوں پر مسلط ہو گیا کہ انہوں نے اپنے مشنریوں کو حکم دے دیا کہ احمدیوں کے ساتھ مباحثہ وغیرہ بند کر دیا جائے۔

دوسری مشابہت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں رومیوں اور ایرانیوں یعنی عیسائیوں اور مشرکوں کی طاقت کو کچل کر رکھ دیا یہ دونوں طاقتیں اس وقت اسلامی حکومت کی بیخ کنی کے منصوبے بنا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں حکومتوں کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ کر رکھ دیا اس وقت دشمنوں کی طرف سے اپنے مقصد کو حاصل

کرنے کے لئے تلوار سے کام لیا جا رہا تھا اس لئے مقابلہ تلوار سے کیا گیا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے جب مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا تو عیسائی اور مشرکین اسلام کی عظمت کو مسلمانوں کے دلوں سے مٹانے کے لئے دونوں اپنے اپنے رنگ میں کوشش کر رہے تھے۔ دونوں نے الگ الگ محاذ بنا کر اور الگ الگ مورچے قائم کر کے اسلامی عقائد پر اعتراضات کی گولہ باری شروع کی ہوئی تھی اور جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین کو بھی مسلمانوں کے خلاف میدان مناظرہ میں نکل آنے کی جرأت ہو جائے گی، ہندوؤں سے آریہ سماج اور برہمو سماج والوں نے اسلام پر بھرپور حملہ کیا ہوا تھا، حضرت عمرؓ کی طرح حضرت مرزا صاحبؑ نے بھی مسیح موعود کی حیثیت سے نہ صرف ان حملوں کو پسپا کر دیا بلکہ اُن کے مذاہب پر حملہ آور ہو کر ان کو کچل کر رکھ دیا اور قرآنی آیت لیهلك من هلك عن بينة کے ماتحت ان کو ہمیشہ کے لئے ہلاک کر دیا اور وہ زبردست دلائل مسلمانوں کے ہاتھ میں دیئے کہ اُن کے سامنے اب یہ لوگ ٹھہر ہی نہیں سکتے گویا دلائل کی تلوار نے ہمیشہ کے لئے اُنہیں گھائل کر دیا۔

تیسری مشابہت حضرت عمرؓ کے اسلام میں داخل ہوتے پر تبلیغ اسلام علانیہ شروع کر دی گئی تھی اسی طرح حضرت مسیح موعود کے ظہور کے بعد مسلمانوں میں یہ جرأت پیدا ہو گئی کہ وہ پوری دلیری کے ساتھ علانیہ مخالفین اسلام کا مقابلہ کرنے لگ پڑے حالانکہ اس سے قبل وہ اُن کے مقابلہ میں سخت دبے ہوئے تھے کیونکہ ان کے اعتراضوں کا مسلمانوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

چوتھی مشابہت حضرت عمرؓ نے اسلام کی مضبوطی اور اس کو آئندہ کے لئے خطرات سے بچانے کے لئے چھاؤنیوں کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے الوصیت کے انتظام کی بنیاد ڈالی تا اس ذریعہ سے اسلام کی اشاعت اور اس کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے اور دشمنوں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے دائمی طور پر کافی روپیہ آتا رہے جس سے مبلغ اور لٹریچر تیار ہوتا ہے تا یہ کام روپیہ کی کمی کی وجہ سے کسی وقت بند نہ

ہو جائے۔ اور ایک انجمن کی بنیاد ڈال دی تا اس کی نگرانی میں یہ روپیہ رہے اور اس کے ممبروں کے باہمی مشورہ سے اغراض مندرجہ بالا پر ہی یہ روپیہ صرف ہوتا رہے۔

پانچویں مشابہت صحابہ میں سے حضرت عمرؓ ہی پہلے شخص ہیں جن کے دل میں قرآن کریم کو کتابی شکل میں ضبط کرنے کا خیال پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ پر زور دے کر اس کام کو شروع کروایا گویا ایک رنگ میں قرآنی پیشگوئی انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کو عملی جامہ پہنانے کا ذریعہ بنے اس وقت الفاظ کی حفاظت کی ضرورت تھی جس کو انہوں نے پورا کر دیا حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اس کی اصل اور صحیح تعلیم جو گم ہو گئی تھی اس کی حفاظت کی ضرورت تھی جسے حضرت مرزا صاحبؑ نے پورا کر دیا۔

چھٹی مشابہت حضرت عمرؓ قرآن کریم کو ہر بات میں مقدم رکھنے کے قائل تھے جیسا کہ اُن کے الفاظ حسبنا کتاب الله سے ظاہر ہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحبؑ نے بھی مسلمانوں کو یہی تلقین کی کہ کتاب اللہ کو احادیث اور فقہ پر مقدم رکھو اگر قرآن کریم اور حدیث میں تضاد نظر آئے تو اوّل تو دونوں میں تطبیق دینے کی کوشش کرو اگر تطبیق کی کوئی صورت نہ نکلے تو قرآن کریم کی اتباع کرو حدیث کو چھوڑ دو کیونکہ وہ حدیث، حضرت نبی کریم کا قول نہیں ہو سکتا اور فقہ تو انسانوں کا اجتہاد ہے وہ قرآن کے خلاف کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔

ساتویں مشابہت حضرت عمرؓ حضرت نبی کریم صلعم کی موت کے تصوّر کو محال سمجھتے تھے وہ تو آنحضور صلعم کی جسمانی موت کی خبر پر بھی یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھے ایسی صورت میں آنحضور صلعم کی روحانی موت کا خیال اُن کے قریب کس طرح بھٹک سکتا تھا۔ یہی حال حضرت مرزا صاحبؑ کا تھا۔ آپ کے ظہور سے قبل عام خیال یہی پیدا ہو گیا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلعم کے فیض کا چشمہ اب خشک ہو گیا ہے بابیوں اور بہائیوں نے اس عام خیال سے فائدہ اُٹھا کر قرآن اور حضرت نبی کریم صلعم کی رسالت کے منسوخ ہونے کا برملا اعلان کر دیا اور خود نئی شریعت کے لانے کے مدعی بن بیٹھے حضرت مرزا صاحبؑ نے مسیح موعود

ہونے کا دعوےٰ کرنے والے اس بات کا اعلان کر دیا کہ قرآن زندہ کتاب ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم زندہ رسول ہیں آنحضرت صلعم کا فیض قیامت تک جاری ہے میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ آنحضرت صلعم کے فیض سے ہی حاصل کیا ہے اگر کسی کو دعوےٰ ہے کہ اس نے حضرت نبی کریم صلعم کی اطاعت سے باہر رہ کر کوئی روحانی مقام حاصل کیا ہے تو وہ میرے مقابلہ میں آجائے اور دیکھ لے کہ تائید الٰہی کس کے ساتھ ہے۔ بہائیوں کے لیڈر کو جرأت نہ ہوئی کہ اس چیلنج کو قبول کرے بہر حال حضرت مرزا صاحب اسلام کو زندہ مذہب قرآن کو زندہ کتاب اور حضرت نبی کریم صلعم کو زندہ رسول ایسے زبردست دلائل اور ایسے عظیم الشان آسمانی نشانوں سے ثابت کر گئے ہیں کہ کسی منصف مزاج کے لئے انکار کی گنجائش نہیں رہی۔

آٹھویں مشابہت

حضرت عمرؓ شرک کے سخت دشمن اور توحید پر جان نثار تھے چنانچہ حدیبیہ میں جس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی اس کو انہوں نے اسی خیال سے کٹوا دیا کہ کہیں اس کی پرستش ہی شروع نہ ہو جائے۔ خالد بن ولید کو اسی بناء پر معزول کیا کہ لوگ کہیں یہ نہ سمجھنے لگ جائیں کہ اس کی قابلیت کی وجہ سے اسلامی فتوحات ہو رہی ہیں حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت یہ الفاظ کہے کہ میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے تجھ میں کوئی طاقت نہیں حضرت نبی کریم صلعم کو چونکہ بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے بوسہ دیتا ہوں، اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ اس کی پرستش کے امکان کو قطعی طور پر دور کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آکر بھی شرک کی مکمل طور پر بیخکنی کی اور اسلامی توحید کو نہ صرف ظاہری طور پر آجاگر کیا بلکہ اُس کو مضبوطی کے ساتھ دلوں میں بھی قائم کر دیا۔ اب برق صاحب کے لئے عمر کا لفظ کیسا مناسب اور کیسا برمحل استعمال ہوا ہے اور اس لفظ نے کس صفائی سے حضورؑ کے زمانہ کا اور حضورؑ کے کاموں کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ یہی وہ مشابہتیں ہیں جن کی وجہ سے حضور کو مسیح موعود کے دعوے کے بعد بھی الہام ہُوا۔ اَنْتَ مُحَدَّثُ اللّٰہِ فِیْکَ مَادَّۃٌ فَارُوْقِیَّۃٌ۔

[illegible]

الہام کے تیسرے لفظ پلاطوس کی حقیقت اور ڈگلس صاحب کی اس کے ساتھ مشابہت

تیسرا لفظ الہام میں پلاطوس ہے جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں یہ لفظ صاف اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حضورؑ کو مسیح موعود بنایا جائے گا اور علمائے مخالفت کے اندھے جوش میں حضورؑ کو عدالت کے ذریعہ سزا دلوانے کے لئے ایسے حاکم کے سامنے پیش کریں گے جسکی مشابہت پلاطوس سے ہوگی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ڈگلس صاحب کی پلاطوس کے ساتھ مندرجہ ذیل مشابہتیں صاف طور پر نظر آتی ہیں۔ اسی حاکم کی عدالت میں حضورؑ کے خلاف اقدام قتل کے الزام میں مقدمہ پیش تھا۔

پہلی مشابہت

جس طرح پلاطوس کو حضرت مسیح ناصری کے خلاف الزام سنتے ہی یقین ہو گیا تھا کہ حضرت مسیح اس الزام سے بری ہیں اسی طرح ڈگلس صاحب کو بھی مقدمہ کے شروع میں ہی یقین ہو گیا تھا کہ حضرت مرزا صاحبؑ بے گناہ ہیں اور ان پر اقدام قتل کا الزام بالکل جھوٹا ہے یہی وجہ ہے کہ مسل مقدمہ پڑھنے کے بعد بجائے وارنٹ جاری کرنے کے معمولی سمن کے ذریعہ حضورؑ کو عدالت میں طلب کیا گیا اور پھر اپنی عدالت میں عزت کے ساتھ حضورؑ کو کرسی پر بٹھایا۔

دوسری مشابہت

جس طرح پلاطوس کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے خلاف جو مقدمہ بنایا گیا ہے وہ محض مذہبی اختلاف اور دشمنی کی بناء پر بنایا گیا ہے۔ اسی طرح ڈگلس صاحب کو بھی ایسا ہی یقین ہو گیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی شہادت کو اس نے درمیان میں ہی یہ لکھ کر بند کر دیا کہ گواہ مرزا صاحب کا سخت دشمن معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی مزید شہادت کی ضرورت نہیں اور عیسائیوں کے قبضہ سے گواہ عبد الحمید کو اسی خیال کی بناء پر نکال دیا کہ یہ دشمنی کی وجہ سے مرزا صاحب کو ضرر پہنچانے کے لئے گواہ کو جھوٹ سکھلا رہے ہیں۔

تیسری مشابہت یہ ہے کہ پلاطوس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ میں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں پاتا لیکن یہود کے شور کرنے پر وہ خوفزدہ ہو گیا اس لئے اس نے حضرت مسیح ناصری کو یہود کے حوالہ کر دیا لیکن حضرت مسیح کو صلیب سے بچانے کے لئے در پردہ انتظام بھی کر دیا۔ اس کے مقابلہ میں ڈگلس صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی بریت کا جرأت اور دلیری کے ساتھ اعلان کیا وہ اس بات سے قطعاً نہیں گھبرایا کہ ہندوستان کی تینوں قومیں یعنے ہندو، مسلمان، عیسائی، حضرت مرزا صاحب کو سزا دلوانے پر متفق ہیں۔ میرے اس فیصلہ پر ان کی میرے متعلق کیا رائے ہو گی اسی طرح نہ اُس نے ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی ضمیر کی آواز کے خلاف کسی قسم کا قدم اٹھانے کی سعی کی بلکہ جو حق و انصاف کا تقاضا تھا اسی کو پورا کیا۔

فرق کی مادی اور روحانی وجہ اور یہ فرق جو ان دونوں حاکموں کے کردار میں ہمیں نظر آتا ہے وہ دونوں حکومتوں کے نظام کی مضبوطی اور آئین کے واضح ہونے کی وجہ سے ہے یہ تو مادی وجہ ہے۔

روحانی طور پر اس فرق کی یہ وجہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے اور حضرت مرزا صاحب حضرت نبی کریم صلعم جیسے زبردست شہنشاہ کے خلیفہ تھے پس اس لحاظ سے حفاظت خداوندی کا زیادہ نمایاں طور پر حضرت مرزا صاحب کے شامل حال ہونا ضروری تھا اور اس حقیقت کا اظہار حضرت مرزا صاحب نے خود بھی اپنے مندرجہ ذیل شعر میں کیا ہے۔ ؎

"یہ مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار"

یہی مشابہتیں ہیں جن کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب نے اپنی متعدد تحریروں میں ڈگلس صاحب کو اپنے زمانہ کا پلاطوس قرار دیا ہے۔

انصاف کے نام پر برق صاحب سے مطالبہ

اب برق صاحب انصاف سے بتلائیں کہ کیا یہ الہام مہمل ہے یا . . . . ایمان کو مضبوط کرنے اور انہیں بصیرت سے بھر دینے کا وافر سامان اپنے اندر رکھتا ہے کیا ۱۸۸۳ء میں حضرت مرزا صاحب کے ذہن میں یہ بات آسکتی تھی کہ ایسا وقت بھی اُن کی زندگی میں آسکتا ہے کہ اُن کی حضرت عمرؓ سے کئی مشابہتیں پیدا ہو جائیں گی اور اُن کے ہاتھ سے اسلام کی خدمت کے وہ کارنامے سرانجام پائیں گے۔ جو حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے ابتداءً اسلام میں سرانجام پائے تھے ایسا الہام جو ان واقعات کی طرف اشارہ کر رہا ہو اور پھر وہ واقعات خارج میں عملی صورت بھی اختیار کرلیں اس کو مہمل کہنا کیا انصاف کا خون کرنا نہیں ہے انصاف! انصاف! انصاف!!!

اشاروں میں بات کرنے کی حکمت

اگر آپ کہیں کہ اشاروں میں کیوں بات کی گئی تو آپ پر واضح ہو کہ وہ وقت ابھی کھل کر بات کرنے کا تھا ہی نہیں جب وقت آگیا تو حضور کو مسیح موعودؑ ہونے کے کھلے لفظوں میں بھی اطلاع دے دی گئی دوسرے اشاروں میں بات کرنا سنت اللہ کے خلاف بھی نہیں قرآن کریم میں مقطعات اشارے نہیں تو اور کیا ہیں۔ یاد رہے کہ اس طریق کو اس لئے بھی اختیار کیا جاتا ہے تا ان میں تدبر کرنے والے اپنے تدبر کے نتیجہ میں خاص ثواب حاصل کریں اور خدا کی رمزوں کی حقیقت کو پا کر اپنی معرفت کو بڑھائیں اور خدا سے راسخ فی العلم ہونے کا خطاب حاصل کریں کاش برق صاحب اور ان کے ہم نوا بھی اس کے مصداق بن جائیں۔

الہام کو غلط طور پر پیش کرنا برق صاحب کی طبع ثانی بن چکا ہے

جناب برق صاحب نے "عجیب الہامات" کے ماتحت مندرجہ ذیل الہام بھی درج کیا ہے "خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے" . . . (برق صاحب نے حضرت مرزا صاحبؑ کے اصل الفاظ حذف کرکے چند نقطے ڈالنے پر اکتفا کیا ہے

حالانکہ ان الفاظ کا درج کرنا نہایت ضروری تھا ناقل، ایک آدمی میرے پاؤں چوم رہا تھا اور میں کہہ رہا تھا کہ میں حجر اسود ہوں۔"

(اربعین نمبر ۴ حاشیہ صہ ۱۶)

جو طریق برق صاحب نے دیگر الہامات کے پیش کرنے میں اختیار کیا ہے وہی طریق اس الہام کے پیش کرنے میں بھی اختیار کیا ہے یعنی الہام کو اس کے سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کرنے کا۔ دوسرے سیدنا حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی تشریح کو نظر انداز کر دینے کا طریق ہر الہام کو پیش کرتے وقت آپ ان دونوں طریقوں کو اختیار کرتے ہیں اور غرض ان کی یہی ہوتی ہے کہ اپنے قارئین کو الہام کے متعلق غلط تاثر دیں اور اُن کو مغالطہ میں مبتلا کر دیں اور تمام محققین کے نزدیک مغالطہ وہی دیانتداری کے منافی ہے کوئی دیانتدار مصنف دوسرے کے خیالات کو غلط طور پر پیش کرنے کے جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ لیکن برق صاحب مجھے معاف رکھیں اگر میں یہ کہوں کہ اس جرم کا ارتکاب ان سے اتنی دفعہ سرزد ہوا ہے کہ مجبوراً یہی خیال کرنا پڑتا ہے کہ اس جرم کا ارتکاب ان کی عادت میں داخل ہو کر اُن کے لئے بطور طبع ثانی کے بن گیا ہے۔ لیکن برق صاحب کو یہ بات بھولنی نہیں چاہئے کہ لوگوں کو حق اور صداقت سے دور رکھنے کی کوشش بہت بڑا گناہ ہے جس کی پرسش جزا و سزا کے دن ضرور ہوگی اور یہ مؤاخذہ اتنا شدید ہوگا کہ جس کا اس وقت تصوّر کرنا بھی مشکل ہے کاش برق صاحب اس دن کی ہولناک سزا سے بچنے کے لئے سامان توبۃً النصوحاً کے ذریعہ ابھی سے مہیا کر لیں اور ابھی سے اپنی کتاب کے متعلق اعلان کر دیں کہ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب غلط اور بے بنیاد ہے لوگ اس پر اعتبار نہ کریں اور اپنی مخالفت کی عمارت اُن بنیادوں پر استوار نہ کریں یہی ایک طریق ہے جو اُس دن کی سزا سے انہیں بچا سکتا ہے۔

الہام کا سیاق و سباق

اب میں قارئین کرام کے سامنے سیدنا حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی مکمل عبارت پیش کر دیتا ہوں تا انہیں معلوم ہو جائے کہ باوجود دیانتداری کے ادّعا کے برق صاحب نے کہاں تک اس الہام کے پیش کرنے میں

دیانتداری سے کام لیا ہے۔ نصائح کے دوران سیدنا حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اپنی بیعت میں داخل ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے اور اپنے قلوب کو پاکیزگی اور طہارت سے بھرنے اور مخلوق کا پورا ہمدرد ہونے اور حقیقی معنی میں مسلمان بن جانے کی تلقین کرتے ہوئے اور جماعت کو یہ بتاتے ہوئے کہ تم حضرت نبی کریم صلعم کے اسم احمد کے مظہر ہو اس لئے جمالی رنگ میں یعنے علوم حقہ اور نیک نمونہ کے ذریعہ تم نے اشاعت اسلام کے فریضہ کو سرانجام دینا ہے فرماتے ہیں :-

"علوم اور معارف بھی جمالی طرز میں داخل ہیں اور قرآن شریف کی آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا کہ یہ علوم اور معارف مسیح موعود کو اکمل اور اتم طور پر دیئے جائیں گے کیونکہ تمام دینوں پر غالب کرنے کا ذریعہ علوم حقہ اور معارف صادقہ اور دلائل بینہ اور آیات قاہرہ ہیں اور غلبہ دین کا انہیں پر موقوف ہے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں بیت اللہ کے نیچے سے ایک بڑا خزانہ نکلے گا یعنے بیت اللہ کے لئے جو خدا کی غیرت ہے وہ تقاضا کرے گی جو بیت اللہ سے روحانی معارف اور آسمانی خزائن ظاہر ہوں یعنے جب مخالفوں کے ظالمانہ حملے بیت اللہ کی عزت کا انہدام چاہیں گے تو اس انہدام کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے نیچے سے ایک بھاری خزانہ نکل آئے گا جو معارف کا خزانہ ہوگا اور یہ بیت اللہ پر موقوف نہیں بلکہ قرآن کے ہر ایک ایسے فقرہ کے نیچے ایک خزانہ ہے جس کو کافروں کے ہاتھ مخالفانہ حربہ سے منہدم کر کے جھوٹ کے رنگ میں دکھلانا چاہتے ہیں۔ مسلمان نہ بیت اللہ کو گرائے گا اور نہ قرآنی عمارت کو گرانا چاہے گا۔ بلکہ حدیث کے مضمون کے موافق کافر لوگ اس عمارت کو گرا رہے ہیں اور اس کے نیچے سے خزانے نکل رہے ہیں۔ میں کافر کو بھی اس وجہ سے دوست رکھتا ہوں کہ ان کے ذریعے سے بیت اللہ اور کتاب اللہ کے پوشیدہ خزانے ہمیں مل رہے ہیں اور ان معنوں کو قائم رکھ کر ایک اور معنے بھی اس جگہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس

قدر اس بیت اللہ کو مخالف گرانا چاہیں گے اس میں سے معارف اور آسمانی نشانوں کے خزانے نکلیں گے
چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ ہر ایک ابتدا کے وقت ضرور ایک خزانہ نکلتا ہے اور اس بارے میں الہام یہ ہے
بجے پائے من مے بوسید و من میگفتم کہ حجر اسود منم۔ منہ‘‘

عبارت ہذا میں بیان کردہ امور

عبارت مندرجہ بالا میں مندرجہ ذیل حقائق بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ قرآن کریم میں بیان کردہ علوم و معارف جمالی طرز میں داخل ہیں یعنے لوگوں کے دلوں میں عظمت اسلام قائم کرنے کا یہ علوم ہی ذریعہ ہیں۔

۲۔ قرآن کریم کے یہ علوم و معارف مسیح موعودؑ کو اکمل اور اتم طور پر دیئے جائیں گے کیونکہ اس کے متعلق یہ پیشگوئی ہے کہ اسلام کی برتری کو تمام ادیان پر اسی نے ثابت کرنا ہے (چنانچہ حضورؑ نے جلسہ مذاہب اعظم کے موقعہ پر تمام ادیان پر غلبہ اسلام ثابت کر دیا اور قرآن کریم کے اس قدر معارف عالیہ اور علوم حقہ ظاہر فرمائے کہ دوسرے تمام مذاہب کے پیشوا شرمندہ ہو گئے اور دوست و دشمن نے تسلیم کر لیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا مضمون ہی تمام مضمونوں پر غالب رہا۔ از ناقل)

۳۔ غلبۂ دین انہی علوم حقہ اور معارف صادقہ اور دلائل بینہ اور آیات قاہرہ پر موقوف ہے

۴۔ احادیث میں جو بیت اللہ کے نیچے سے ایک بڑے خزانہ کے نکلنے کا ذکر ہے اس سے مراد علوم حقہ اور معارف الہیہ کا ہی خزانہ ہے۔

۵۔ ان علوم حقہ کا انکشاف اسی شخص پر ہو گا جو کامل طور پر دلی اور حقیقی اور مخلصانہ تعلق بیت اللہ سے رکھتا ہو گا یعنے مسیح موعودؑ۔

۶۔ مخالفین جب از راہ ظلم بیت اللہ کے انہدام کی کوشش کریں گے یعنے مسلمانوں کے دلوں سے اس کی عظمت مٹانے کے درپے ہوں گے تو مسیح موعودؑ کے ذریعہ رسمی طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر مسلمانوں کے دلوں میں اس کی عظمت قائم کر دی جائے گی۔

۷۔ مخالفین کی کوشش انہدام چونکہ قرآن کریم پر اعتراضات کے ذریعہ ہوگی اس لئے قرآن کریم کی جس آیت کو بھی وہ اپنے اعتراض کا نشانہ بنائیں گے اسی آیت کے نیچے سے مسیح موعودؑ کے ذریعہ علوم حقہ کا خزانہ نکال کر دکھلایا جائے گا۔

۸ قرآن کریم کے علمی خزانوں کو ہی بیت اللہ کے خزانے قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد سیدنا حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"اور ان معنوں کو دیکھتے مندرجہ بالا مضمون کو قائم رکھ کر ایک اور معنی بھی اس جگہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس قدر اس بیت اللہ کو گرانا چاہیں گے اس میں معارف اور آسمانی نشانوں کے خزانے نکلیں گے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ ہر ایک ایذا کے وقت ضرور ایک خزانہ نکلتا ہے۔"

بیت اللہ سے محض تشبیہ اور وجہ شبہ کی حقیقت

ظاہر ہے کہ حضور نے تشبیہاً اپنے آپ کو بیت اللہ قرار دیا ہے اور خط کشیدہ عبارت میں جسے برق صاحب نے بالکل حذف کر دیا ہے وجہ تشبیہ بیان کی ہے غالباً برق صاحب اس بات سے ناواقف نہیں ہوں گے کہ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کے علاوہ ایک رکن وجہ شبہ بھی ہوتی ہے جیسے زید شیر ہے میں زید مشبہ اور شیر مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ یعنی وہ چیز جس میں دونوں کا اشتراک ہے بہادری ہے۔ اسی طرح ہر اس شخص کو جو بیت اللہ کی صفات کی مانند اپنے اندر صفات رکھتا ہوگا بیت اللہ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اور وہ صفات ہی دونوں کے درمیان وجہ شبہ کہلائیں گی۔ مثلاً بیت اللہ کی ایک صفت قرآن کریم میں آمنًا مذکور ہے جیسا کہ فرمایا ومن دخلہ کان آمنًا اسی طرح دوسری جگہ وآمنھم من خوف مذکور ہے اسی طرح تیسری جگہ اُمنًا کے لفظ سے اسی صفت کا اظہار کیا گیا ہے۔

بیت اللہ کی صفت میں دوسرے گھروں کی شرکت

اب ہم دیکھتے ہیں کہ بیت اللہ

کی اس صفت میں حضرت نبی کریم صلعم نے ابوسفیان کے گھر کو ہی نہیں بلکہ مکہ کے ہر گھر کو شریک کیا ہے چنانچہ مکہ پر حملہ کے وقت آنحضرت صلعم کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ جو بیت اللہ میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امن میں ہے اور ابوسفیان کے گھر میں داخل ہونے والا بھی امن میں ہے اور جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا وہ بھی امن میں ہے کیا اس اعلان سے ابوسفیان کا گھر اور مکہ کا ہر گھر من دخلہ کان آمنا کا مصداق نہیں بن گیا تھا اور کیا اس کے ہر گھر پر آیت وآمنھم من خوف صادق نہیں آ رہی تھی کیا ہر گھر اپنے مکین کو خوف جان وغیرہ سے امن کی ضمانت نہیں دے رہا تھا کیا بیت اللہ کی طرح مکہ کے تمام بیوت امن کے گہوارے نہیں بنے ہوئے تھے جہاں ہر شخص ہر قسم کے خطرے سے محفوظ تھا جہاں ان کی جان اُن کے مال ان کی عزت وآبرو ہر ایک چیز کی حفاظت بغیر کسی پہرہ دار کے خود بخود ہو رہی تھی۔

سیدنا حضرت اقدس مرزا صاحب کا دس صفات میں شریک ہونا

یہ تو صرف ایک صفت میں شرکت کا حال ہے آؤ ہم دیکھیں کہ حضرت سیدنا مرزا صاحب کی شرکت بیت اللہ کے ساتھ کن کن صفات میں ہے سورۃ البقرہ ع۱۵ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

واذ جعلنا البیت مثابۃً للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی و عھدنا الی ابراھیم واسمعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعٰکفین والرکع السجود واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلدا آمنا وارزق اھلہ من الثمرات من آمن منھم باللہ والیوم الآخر قال ومن کفر فامتعہ قلیلا ثم اضطرہ الٰی عذاب النار وبئس المصیر۔

سورۃ القریش میں فرمایا :۔

فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف

سورۃ الحج ع۴ میں فرمایا :۔

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق

سورۃ ابراہیم ع ۶ میں فرمایا ۔

واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام
رب انھن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک
غفور رحیم ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم
ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات
لعلھم یشکرون :۔

سورۃ المائدہ رکوع ۱۳ میں فرمایا :۔

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس

سورۃ آل عمران ع ۱۰ میں فرمایا :۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدیً للعالمین فیہ آیات
بینات مقام ابراھیم وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا
ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین ۔

آیات متذکرہ بالا میں بیت اللہ کی مندرجہ ذیل اوصاف بیان کی گئیں ہیں ۔

(۱) اس کا غیر ذی زرع ہونا ۔

(۲) مثابۃ للناس ہونا ۔

(۳) لوگوں کے دلوں میں اس کا اس قدر احترام ہونا کہ دُور دُور سے ان کا وہاں حج کے لئے پیادہ اور سواریوں پر آنا ۔

(۴) خوف کو دور کرنے والا اور امن دینے والا ہونا ۔

(۵) بھوکوں کو کھانا کھلانے والا ہونا ۔

(۶) اس کے لئے رزق کا باہر سے آنا ۔

(۷) اس کا لوگوں کے لئے قیام کا ذریعہ ہونا ۔

(۸) اس کا عالمین کے لئے برکتوں والا ہونا۔

(۹) اس کا ذریعہ ہدایت ہونا۔

(۱۰) اس میں آیات بینات کا ظاہر ہونا۔

مشبہ بہ میں وجہ شبہ کا اقوی و اشہر ہونا پیشتر اس کے کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب کی مندرجہ بالا اوصاف میں مشارکت ثابت کی جائے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں جس وصف کا اشتراک ہوتا ہے وہ وصف مشبہ بہ میں زیادہ قوی اور زیادہ مشہور ہوتی ہے یہاں تک کہ اسے ضرب المثل کا مقام حاصل ہوتا ہے جیسا کہ شیر میں بہادری۔ حاتم میں جود وسخا۔ چاند میں ملاحت اور جمال کی دلکشی وغیرہ اس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب بیت اللہ کی صفات میں شریک ہیں تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ صفات سیدنا حضرت مرزا صاحب میں اسی شان اور اسی قوت اور اسی کیفیت اور اسی کمیت کے لحاظ سے پائی جاتی ہیں جس قوت اور شان اور جس کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے بیت اللہ میں پائی جاتی ہیں بلکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں جو فرق ہوتا ہے اُسے یہاں بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس سے میرا منشا واضح ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی ہر صفت محض چھوٹے پیمانہ پر سیدنا حضرت مرزا صاحب میں پائی جاتی ہے۔ اور مشابہت ثابت کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

پہلی وصف سب سے پہلی وصف بیت اللہ کے متعلق اس کا وادی غیر ذی زرع میں واقع ہونا بیان کی گئی ہے۔ قادیان جو سیدنا حضرت مرزا صاحب کا مسکن تھا۔ اس کی بھی قریبًا قریبًا ایسی ہی حیثیت تھی۔ دنیاوی اور مادی لحاظ سے بھی یہ گاؤں کسی شہرت کا مالک نہ تھا آبادی نہایت ہی قلیل تھی اور وہ بھی زیادہ تر غریب اور نادار لوگوں پر مشتمل تھی اور علمی اور روحانی حالت کا یہ عالم تھا۔ کہ کسی عالم کا وہاں نام و نشان بھی نہ پایا جاتا تھا کیونکہ کوئی علمی درسگاہ یہاں نہ تھی کہ کسی عالم کے پیدا ہوتے کی توقع ہو سکتی بالفاظ دیگر محض جاہلوں کی بستی تھی۔ ایسی حالت میں یہاں کسی روحانی انسان کا پیدا ہونا کیسے ممکن ہو سکتا تھا جبکہ دینی علوم کو جاننے والا ہی کوئی نہیں تھا۔ پس اس لحاظ سے اس بستی

پر بھی وادِ غیر ذی زرع کے الفاظ صادق آسکتے ہیں کیونکہ کوئی قابل انسان یہ پیدا کرسکتی ہی نہ تھی مادی اعتبار سے بھی کسی خاص پیداوار کا وجود نہ تھا باہر سے ہی ضروریات زندگی لائی جاتی تھیں۔

بیت اللہ کی دوسری وصف اور سیدنا حضرت مرزا صاحب کی اس میں مشارکت

دوسری وصف بیت اللہ کی یہ بیان کی گئی ہے کہ باوجود وادِ غیر ذی زرع میں واقع ہونے کے مرجع خلائق بن جائے گا مثابۃً للناس ہوگا مثابۃ کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ لوگ بار بار اُس کی طرف آئیں گے[*] اور دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ تفرقہ کے بعد مجتمع ہونا اب ان دونوں معنوں کے لحاظ سے سیدنا حضرت مرزا صاحب کی مشابہت بیت اللہ سے ثابت ہے اس حقیقت کا شدید سے شدید دشمن بھی انکار نہیں کرسکتا کہ حضرت اقدس بالکل گوشہ نشین انسان تھے کسی لحاظ سے بھی ان کو دنیا میں شہرت حاصل نہ تھی نہ علمی لحاظ سے نہ سیاسی لحاظ سے نہ کسی اور دنیاوی ودینی لحاظ سے ایسی بستی میں رہتے تھے جو اسٹیشن سے بھی بارہ میل کے فاصلے پر واقع تھی ادھر جانے والی سڑک بھی کچی تھی۔ اس بستی کو بھی کوئی اہمیت حاصل نہ تھی نہ اس میں کسی قسم کی کشش کے سامان موجود تھے کہ کسی کے دل میں اسے دیکھنے کی ہی رغبت پیدا ہوسکتی لیکن باوجود ان سب سامانوں کے فقدان کے آپ اور آپ کی بستی مرجع خلائق بن گئی۔ لوگ کثرت کے ساتھ آپ کی بستی میں آپ کی زیارت کی غرض سے آپ کے پاس آنے لگ پڑے اور بار بار آنے لگ پڑے پیدل بھی اور سواریوں پر بھی۔ پس اس مفہوم کے لحاظ سے بھی حضورؑ کی ایک خاص رنگ میں بیت اللہ کی صفت مثابۃً للناس میں شرکت واضح طور پر ثابت ہے دوسرے معنی اس لفظ کے لوگوں کا تفرقہ کے بعد مجتمع ہونا ہے اب یہ بھی حقیقت ہے کہ حضورؑ کے دعوے سے قبل مسلمانوں میں اس قدر شدید تفرقہ موجود تھا کہ ہر فرقہ کے آدمی دوسرے فرقہ کے آدمیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ بلکہ ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے ان کا اجتماع ناممکن نظر آرہا تھا لیکن سیدنا حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں جب ان مختلف فرقوں کے افراد داخل ہوئے تو سب آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ غل اور حسد دلوں سے نکل گئے۔ اور یک رنگ ہوکر خدمت دین میں مصروف ہوگئے اور فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا منظر پیش کرنے لگ پڑے پس اس دوسرے معنی کے لحاظ سے بھی حضورؑ کی مشابہت

[*] رجالاً و علیٰ کل ضامر یعنی پیادہ بھی آئیں گے اور سواریوں پر بھی آئیں گے

بیت اللہ سے ثابت ہے۔

تیسری وصف مشابہت کے علاوہ اس کے متعلق حضرت ابراہیمؑ کی یہ بھی دُعا تھی کہ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کر دے۔ چنانچہ یہ مماثلت بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ لوگوں کے قلوب خود بخود سیدنا حضرت اقدسؑ اور قادیان کی طرف مائل ہو گئے جس کی وجہ سے انہوں نے قادیان میں حضورؑ کے پاس بار بار آنا شروع کر دیا ورنہ بغیر میلان قلبی کے کون اس اخلاص کے ساتھ کسی کے پاس آتا ہے جس اخلاص سے لوگ حضورؑ کے پاس آتے تھے اور ان آنے والوں میں سے بہتوں نے حضورؑ کے قرب میں رہنے کے لئے قادیان میں مستقل سکونت بھی اختیار کر لی۔

حضورؑ کے الہامات بے محل نہ ہوگا اگر اس موقعہ پر حضورؑ کے چند الہامات بھی پیش کر دیئے جائیں، جس کسی مپرسی کی حالت میں یہ الہامات ہوئے وہ کسی سے مخفی نہیں بلکہ سب پر عیاں ہے اور پھر جس شان سے یہ الہامات پورے ہوئے وہ بھی تمام لوگوں کے مشاہدہ میں آ چکے ہیں۔ ۱۸۷۲ء میں جبکہ آپ کا کوئی دعویٰ نہ تھا آپ نے خواب میں قادیان کی بعض جگہوں پر بڑی کثرت سے بجلی کو چمکتے ہوئے دیکھا جس کی تعبیر حضورؑ نے یہ فرمائی کہ وہاں آبادی ہوگی۔ آبادی تو قادیان میں کچھ نہ کچھ پہلے ہی تھی۔ خواب کا مفہوم یہی ہو سکتا تھا کہ نئی آبادی کے سامان پیدا ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ آبادی اسی صورت میں ہو سکتی تھی کہ لوگ باہر سے آ کر وہاں آباد ہوں اور لوگوں کے آباد ہونے کے ساتھ وہاں مکانات کا تعمیر ہونا بھی لازمی امر تھا) ایسا ہی وقوع میں آیا چنانچہ آبادی میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا جس نے ۱۸۷۲ء کی دیکھی ہوئی خواب نے وقوع میں آ کر ثابت کر دیا کہ یہ خواب فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی تھی۔

دوسرا الہام ۱۸۸۳ء کا ایک الہام کشف مذکورہ بالا کی مزید تشریح اور وضاحت کر رہا ہے اور وہ الہام یہ ہے:۔

" اصحاب الصفہ وما ادراک ما اصحاب الصفہ تری اعینھم تفیض من الدمع یصلون علیک ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان و

داعیًا الی اللّٰہ وسراجًا منیرًا املہ۔

اس الہام سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ حضورؑ کے پاس آکر قادیان میں آباد ہوں گے وہ محض دین سیکھنے اور اپنی روحانی اصلاح کے لئے ہی آئیں گے کوئی دنیاوی غرض ان کو حضورؑ کے پاس لانے کی نہ موجب تھی اور نہ ہو سکتی تھی کیونکہ اصحاب الصفہ وہی لوگ تھے جو حضرت نبی کریم صلعم کے پاس دینی تعلیم اور روحانی تربیت حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے اس کے بعد اُن کی قلبی کیفیت کا نقشہ کھینچا ہے جو روحانی تربیت کے نتیجہ میں ان کے اندر پیدا ہوئی ان کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور گڑگڑاتے تھے اور حضورؑ سے فیض یاب ہونے کی وجہ سے حضورؑ کے ثنا خواں رہتے تھے اور اللہ کے حضور اقرار کرتے تھے کہ ہم نے ایمان اور اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی پکار کو سُنا اور ہم اس کے حضور حاضر ہو گئے اور ہم نے اسے فی الحقیقت ایسا روشن چراغ پایا جو دوسروں کو بھی روشن کر رہا ہے ان الہامات کے بعد یہ الہام ہوتا ہے کہ ان کو لکھ لو مطلب یہ کہ خدا تعالےٰ کے یہ وعدے اپنے اپنے وقت پر پورے ہو کر رہیں گے چنانچہ دوست و دشمن سب نے مشاہدہ کر لیا کس صفائی سے ان کا ایک ایک لفظ پورا ہوا ہے۔

تیسرا الہام اسی سال یہ الہام بھی ہوتا ہے: "وسّع مکانک" جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قادیان کی آبادی میں وسعت ہوگی اور دُور دُور تک آبادی پھیل جائے گی چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا ہر شخص قادیان جا کر خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتا ہے کہ آبادی کتنی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

چوتھا الہام یہ الہام بھی ۱۸۸۳ء کا ہی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ۔

"الا ان نصر اللّٰہ قریب یاتیک من کل فج عمیق یاتون من کل فج عمیق ینصرک اللّٰہ من عندہ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء لا مبدل لکلمات اللّٰہ"

یعنے خدا تعالےٰ کی مدد دُور دراز سے آئے گی اب دیکھ لو کہ دنیا کے ہر کنارے سے حضورؑ کے مشن کو تقویت

دینے کے لئے یعنے حقیقی اسلام کو پھیلانے کے لئے حضورؑ کی زندگی میں بھی نصرت کے سامان پیدا ہوتے رہے اور اب تک ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی تمام اطراف سے لوگ حضورؑ کے پاس جمع ہوتے رہے جس طرح بیت اللہ میں جمع ہوتے ہیں۔ اور اب تک حضورؑ کے مرکزوں میں ان کی آمد کا سلسلہ جاری ہے اور غرض ان سب کی محض اشاعت اسلام کے کام کو تقویت پہنچانا ہے اس کے سوا اور کوئی دنیاوی غرض اس کی محرک نہیں کس قدر زوردار الفاظ ہیں کہا ہے کہ خدا کے ان کلمات کو کوئی بدلا نہیں سکتا یہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔ اس حقیقت کا بھی انکار کون کر سکتا ہے کہ بڑے بڑے اہل علم حضورؑ کے ارد گرد جمع ہو گئے جو دین اسلام کی حقیقت کو واضح کرنے اور اس کی برتری کو دیگر ادیان پر ثابت کرنے میں حضورؑ کے بازو بنے۔ اب دنیا دیکھ لے کہ کیا یہ الہامات پورے ہوئے ہیں یا نہیں اور کیا ان کا روز روشن کی طرح پورا ہونا ان کے منجانب اللہ ہونے پر قطعی دلیل نہیں۔

پانچواں الہام | پانچویں الہام کے الفاظ یہ ہیں ولا تسئم من الناس یعنے لوگوں کی کثرت سے گھبرانا اور ملول نہیں ہونا اور نہ کسی سے بدخلقی سے پیش آنا یہ الہام بھی آنے والوں کی کثرت پر دلالت کر رہا ہے جس نے پورا ہو کر حضورؑ کی صداقت پر چار چاند لگائے ہیں۔ یہ سب الہامات وہ ہیں جن کے متعلق اعلاکا ارشاد الٰہی ہوا ہے یعنی یہ کہ ان کو لکھ رکھو تا کہ جب یہ پورے ہوں گے تو یقیناً دلوں کو روشنی عطا کرنے کا موجب بنیں گے یہ تمام الہامات کیا صاف دلالت نہیں کرتے ہیں کہ حضورؑ مرجع خلائق بن جائیں گے اور ایسے وقت میں یہ بشارتیں حضور کو ملیں جبکہ اُن کے ذنوع میں آنے کے ظاہر میں کوئی سامان نہ تھے اور نہ کسی کے وہم میں آ سکتا تھا کہ موجودہ گمنامی اور کسی مپرسی کے مقابلہ میں حضورؑ کو اس قدر بلند مقام حاصل ہو جائے گا کہ دنیا حضورؑ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے گی اور حضورؑ سے فیض روحانی حاصل کرنے کے لئے بیتاب ہو کر حضورؑ کے در پر جوق در جوق لوگ آ کر دھوتی رما کر بیٹھ جائیں گے۔ اس جگہ حضورؑ کے چند اشعار کا نقل کر دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہو گا جو یہ ہیں:۔

مجھ کو ہلاک کرنے کو سب ایک ہو گئے
سمجھا گیا میں بد پر وہ سب نیک ہو گئے

آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے
جو عالم القلوب و علیم و خبیر ہے
اُترا میری مدد کے لئے کر کے عہد یاد
پس رہ گئے وہ سارے سیاہ روئی و نامراد
کچھ ایسا فضل ربّ الوری کا ہُوا
سب دشمنوں کے دیکھ کے اوسان ہوئے خطا
اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا
میں تھا غریب و بے کس و گم نام و بے ہُنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کو اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی!
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی!
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہُوا!!

پھر دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں:۔

خدا کا ہم پہ بس لطف و کرم ہے۔
وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے!!
زمین قادیان اب محترم ہے!!
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے
ظہور عون و نصرت دمبدم ہے۔
حسد سے دشمنوں کی پشت خم ہے۔

ستو اب وقت توحید اتم ہے !

ستم اب مائل ملک عدم ہے!

خدا نے روک ظلمت کی اُٹھا دی !

فسبحان الذی اخزی الاعادی

ارضِ حرم کے لفظ میں وہی مشبہ اور مشبہ بہ کا فرق مدنظر رکھنا چاہئے جس کا ذکر میں اُوپر کر رہا ہوں۔ اس ارض پر جو انقلاب آیا اس کا ذکر میں ایک دوسرے الہام کی تشریح میں کروں گا یہ انقلاب خود اپنی ذات میں ایک عظیم الشان نشان ہے۔

چوتھی وصف چوتھی وصف بیت اللہ کی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خوف کو دُور کرنے والا اور امن دینے والا ہے۔ اس وصف میں بھی حضورؑ کی شارکت واضح ہے آیت استخلاف میں خلفاء کی یہی علامت بتلائی گئی ہے۔ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امناً حضورؑ کے ظہور سے قبل مسلمانوں کو اپنے دین کے متعلق سخت خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ یہ دشمنوں کے حملہ کی تاب لانے کے قابل نہیں رہا اس لئے اس کی ہستی خطرہ میں ہے مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے اسے منسوخ قرار دے دیا علماء مدافعت سے عاجز آ چکے تھے۔ عین ایسی مایوسی کے وقت حضورؑ کا ظہور ہوتا ہے اور اس ظہور کے ساتھ ہی دین میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں ان کا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے اور ان کا خوف امن سے بدل جاتا ہے۔ پس اس وصف میں بھی حضورؑ کی بیت اللہ سے مشابہت ثابت ہے۔

پانچویں وصف بیت اللہ کی بھوکوں کو کھانا کھلانے کی وصف ہے اس میں بھی حضورؑ کی شارکت ثابت ہے قادیان میں سینکڑوں غرباء حضورؑ کے لنگر خانہ سے اپنی بھوک کو سیری میں تبدیل کرتے رہتے تھے گویا اطعمھم من جوع کا نظارہ روزانہ دیکھنے میں آتا رہتا تھا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

چھٹی وصف بیت اللہ کی یہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کے لئے رزق باہر سے آتا تھا اور آتا ہے یہی معاملہ حضورؑ اور حضورؑ کے ساتھ رہنے والوں کے ساتھ رہا باہر سے ہی تمام چندے آتے تھے وہی وہاں کے لوگوں کی معاش کا ذریعہ بنتے رہتے اور ابھی تک بنتے چلے جا رہے ہیں اس کے متعلق بھی حضورؑ کے کشف اور الہام موجود ہیں چنانچہ ۱۸۷۶ء میں حضورؑ نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اُونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا وہ نان اُس نے حضورؑ کو یہ کہہ کر دیا :۔

"یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے

لئے ہے"

یہ اس وقت کی خواب ہے جبکہ نہ حضورؑ کی کوئی شہرت تھی اور نہ کوئی حضورؑ کا دعوےٰ تھا اور نہ حضورؑ کے ساتھ درویشوں کی جماعت تھی جماعت بھی اس پیشگوئی کے مطابق پیدا ہو گئی اور ساتھ ہی قادیان میں سب رہنے والوں کے لئے رزق کے سامان بھی پیدا ہو گئے پھر حضورؑ کو ایک وقت جب ذرائع معاش بند ہوتے نظر آئے تو الہام ہوتا ہے۔ الیس اللہ بکاف عبدہ اب ہر طالب حق دیکھ لے کہ کن حالات میں یہ الہامات شائع کئے گئے اور پھر کن مخالفانہ حالات میں پُورے ہوئے۔ مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ یہ الہامات جھوٹے ثابت ہوں اور پورے نہ ہوں لیکن خدائے قدیر نے سب مخالفین کے منصوبوں کو خاک میں ملاتے ہوئے ان کو پورا کر کے بھی دکھلا دیا اور ساتھ ہی اپنے مامور کی صداقت کو بھی اظہر من الشمس کر دیا۔

ساتویں وصف بیت اللہ کی قیاماً للناس بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ حضورؑ نے اسلام کی جو خوبیاں بیان کی ہیں ان سے دلوں میں تقویت پیدا ہوئی اور مسلمان دنیا کے سامنے سر بلند کر کے کھڑا ہونے کے قابل ہو گئے اور آج تک ان کا سر بلند ہی چلا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام پر بعد مایوسی قائم ہونے کا مضبوط جذبہ پیدا ہو گیا گویا حضورؑ لوگوں کے لئے اسلام پر حقیقی معنوں میں قائم ہونے کا ذریعہ بن گئے۔

آٹھویں وصف بیت اللہ کی مبارکؐ بیان کی گئی ہے چنانچہ حضورؐ کا وجود بھی مسلمانوں کے لئے بہت بابرکت ثابت ہوا جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔

نویں وصف بیت اللہ کی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ھدًی للعالمین ہے چنانچہ حضرت اقدسؐ کا وجود بھی سارے جہاں کے لئے ہدایت ثابت ہوا پہلے مجدد بن خاص خاص علاقوں کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن حضورؐ ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوئے اور دنیا کے جس ملک اور جس قوم سے بھی لوگ حضورؐ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوئے وہ حضور کے لائے ہوئے آب ہدایت سے سیراب ہوئے اور اس وقت تک سیراب ہو رہے ہیں۔

دسویں وصف بیت اللہ کی یہ بتلائی گئی ہے کہ اس میں آیات بیّنات ہیں سیّدنا حضرت مرزا صاحبؑ میں جس صفائی سے اور جس قدر نمایاں طور پر یہ وصف پائی جاتی ہے اس کی نظیر تیرہ سو برس میں مسلمانوں میں کہیں نہیں پائی گئی آپ نے اس قدر کثیر التعداد نشانات کے ذریعہ اسلام کی صداقت کو مبرھن کیا ہے کہ کسی منصف مزاج کو اسلام کو زندہ مذہب تسلیم کرنے کے بغیر چارہ ہی نہیں رہ سکتا۔

گیارہویں مماثلت بیت اللہ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی گیارہویں مماثلت پر حسب ذیل آیت دلالت کر رہی ہے سورۃ العنکبوت ع ۷ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَوَلم یروا انا جعلنا حرمًا اٰمنا ویتخطّف النّاس من حولھم افبالباطل یؤمنون و بنعمۃ اللہ یکفرون ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبًا او کذّب بالحق لما جاءہ الیس فی جھنم مثوی للکفرین والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین ؛۔

اس آیت میں بیت اللہ کو حرم آمنًا قرار دیتے ہوئے اُس کی وصف یہ بیان کی گئی ہے کہ حرم آمن کے اردگرد جو لوگ رہتے ہیں وہ اُچک لئے جاتے ہیں ان کو دوسرے لوگ اپنی طرف کھینچ کر لے جاتے ہیں وہ امن کی دولت سے بے نصیب ہیں لیکن حرم میں رہنے والے امن میں ہیں ان پر کوئی تگا

اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

قارئین کرام واقعات پر نگاہ غور ڈالیں اور دیکھیں کہ کیا بعینہٖ یہی حالت حضرت مرزا صاحبؑ کی نہیں تھی کیا یہ واقع نہیں کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب سے روحانی تعلق پیدا کیا وہ عیسائی وغیرہ قوموں کے حملہ سے محفوظ ہو گئے ان کو اسلام سے مرتد کرنے سے تمام مخالفین اسلام عموماً اور عیسائی صاحبان خصوصاً بالکل مایوس نظر آ رہے تھے۔

سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے دعوے ماموریت کے ساتھ ہی اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا یہاں درج کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا ممکن ہے کئی سعید رُوحیں اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ حضورؑ اپنی کتاب فتح اسلام کے صفحہ ۵ و ۵ پر جو دعوے کے ساتھ ہی شائع ہوئی فرماتے ہیں:۔

"مگر جس کی فطرت کو اُس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دُور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جاوے گا اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جو اس مدعی ماموریت نے بالکل اپنے دعوے کے ساتھ ہی کہے جس کو نعوذ باللہ بدقسمت لوگوں کی طرف سے مفتری علی اللہ قرار دیا جاتا ہے لیکن ایسے تمام لوگ غور کریں کہ مفتری علی اللہ کی کیا یہی علامت ہوتی ہے کہ خدا اس کے ادّعا کا ایک ایک لفظ سچا کر کے دکھا دے خدا تعالیٰ کو تو اپنے قانون قد خاب من افتریٰ کے ماتحت اس کو ناکام بنا دینا چاہئے تھا مگر ہوتا اس کے بالکل اُلٹ ہے

یعنی اس کے بالکل ابتدائی بیان کے ایک ایک لفظ کو خدا نے سچا کر کے دکھلا دیا اور دکھلاتا چلا جا رہا ہے کیا یہ ناقابل انکار حقیقت نہیں کہ جن لوگوں نے اس شخص کے ساتھ پیوند کیا اُن کا پیوند جیسا کہ اُس نے کہا تھا خدا سے ہو گیا۔ اُن کے دل خدائی نور سے منور ہو گئے اسلام کی محبت ان کے رگ رگ میں سما گئی۔ اور وہ دیوانہ وار اُس کی اشاعت میں مصروف ہو گئے اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے بھی وہ ہر وقت تیار نظر آتے ہیں اسلام سے ان کو ایسا عشق ہے کہ وہ آیت والذین اٰمنوا اشد حبًا للّٰہ کی عملی اور مجسم تصویر بنے ہوئے ہیں اس کے بالمقابل جو کچھ اُس نے اپنے ساتھ تعلق پیدا نہ کرنے والوں کے متعلق کہا اس کا بھی کیا ایک ایک لفظ پورا نہیں ہوا کیا اس حقیقت کا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ جو مسلمان آپ سے دُور رہے وہ خصوصیت کے ساتھ عیسائی مشنریوں کے حملوں کا شکار بنتے رہے اور اب تک بنتے ہوئے ہیں یہ لوگ کبھی اس مسلمان گھرانے سے بعض افراد کو اچک کر لے جاتے ہیں اور کبھی اس گھرانے سے یہاں تک کہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں جا پناہ لی اور حضرت نبی کریم صلعم پر درود بھیجنے والے آنحضور صلعم کو نعوذ باللہ گالیاں دینے والے بن گئے اور نورِ توحید کو چھوڑ کر انسان پرستی کی ظلمت میں داخل ہونے پر راضی ہو گئے اور حضورؑ کے ان الفاظ کو سچا کر کے دکھلا دیا کہ جو مجھ سے دُور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا اور اس کے بالمقابل احمدیوں پر حملہ کرنا تو کجا یہ عیسائی مشنری خود ان سے دُور بھاگنے لگے اور ان کے لیڈروں نے سلامتی اسی میں سمجھی کہ اپنے مشنریوں کو احمدیوں سے گفتگو کرنے سے ہی منع کر دیں۔ دیکھو کس صفائی سے حضورؑ کے یہ الفاظ بھی سچے نکلے کہ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا لیکن دوسروں کے لئے موت در پیش ہے۔ جس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمان باطل عقائد کی گرفت میں تھے اور ان باطل عقائد سے مخلصی دلانے کے لئے جس شخص کو خدا نے بطور نعمت مامور بنا کر بھیجا تھا اس نعمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ قبول کرنے کی بجائے اسے مفتری قرار دے دیا اللہ تعالیٰ کہتا ہے کیا یہ دیکھتے نہیں کہ خدا تعالیٰ صحیح عقائد کی طرف ان کی رہنمائی کر رہا ہے جس کے نتیجہ میں وہ کفار کے

حملوں سے محفوظ ہوگئے ہیں اور خدا ہمیشہ اُن ہی کی رہنمائی کرتا ہے جو اسی میں ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی کوشش کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے شامل حال اللہ تعالیٰ کی معیت ہو جاتی ہے یعنی وہ ہر حال میں ان کا حامی اور مددگار ہو جاتا ہے پس جن لوگوں کے ساتھ اس طرح کی تائید الٰہی مشاہدہ کرو سمجھ لو کہ وہ لوگ حق پر ہیں اور خدا کی خوشنودی ان کو حاصل ہے اس لئے ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ اگر آج مسلمان جماعت احمدیہ کے عقائد کو اپنا لیں تو ارتداد کی رو رک جائے خدا مسلمانوں کی آنکھیں کھولے ۔

حضرت اقدسؑ کے الفاظ میں چار پیشگوئیاں

حضرت اقدسؑ کی جو عبارت بالکل ابتدا میں نقل کی گئی ہے جس کے ایک حصہ کو برقؔ صاحب نے قابلِ اعتراض ٹھہرایا ہے۔ اُس کے آخر میں حضورؑ فرماتے ہیں :-

"اور ان معنوں کو جس کی تشریح [illegible] ثابت کرنے کے سلسلہ میں اوپر گذر چکی ہے نافل) قائم رکھ کر ایک اور معنی بھی اس جگہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس قدر اس بیت اللہ کو مخالف گرانا چاہیں گے اس میں سے معارف اور آسمانی نشانوں کے خزانے نکلیں گے چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ ہر ایک ایذا کے وقت ضرور ایک خزانہ نکلتا ہے اور اس بارے میں الہام یہ ہے یکے پائے من می بوسید و من میگفتم کہ حجرِ اسود منم"۔

جناب برقؔ صاحب نے عبارت "یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے" سے لے کر "اور اس بارے میں الہام یہ ہے" تک حذف کر دی ہے اور بعد میں الہام کا اردو ترجمہ لکھ دیا ہے حالانکہ حذف کردہ عبارت ہی بیت اللہ کے ساتھ تشبیہ پر دال ہے اور نیز بتلا رہی ہے۔ کہ جس طرح مخالفین اسلام بیت اللہ کو گرانے کی کوشش کریں گے اسی طرح حضور کے مخالفین بھی حضور کو ایذا دینے اور گرانے کی کوشش کریں گے اور جس طرح قرآن کریم سے علوم کے خزانے نکلیں گے اسی طرح حضور سے بھی معارف اور آسمانی نشانوں کے خزانے نکلیں گے ۔

اور حضورؑ کا حجرِ اسود کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کی طرف بھی یہ عبارت اشارہ کر رہی ہے۔ گویا حذف کردہ عبارت میں چار عظیم الشّان پیشگوئیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اوّل مخالفین کا حضورؑ کو گرانے کی کوشش کرنا، دوم حضورؑ کے ذریعہ معارف کا ظاہر ہونا سوم حضورؑ کے ذریعہ آسمانی نشانوں کا ظہور چہارم حضورؑ کا حجرِ اسود کی حقیقت کا مصداق ہونا۔

اب ہر منصف مزاج عقلمند اس بات کو تسلیم کرے گا۔ کہ اگر یہ چاروں پیشگوئیاں پوری ہو جاتی ہیں اور واقعات سیّدنا حضرت مرزا صاحب کو اِن کا مصداق ثابت کر دیتے ہیں تو ان کے بیان میں تمسخرانہ لہجہ اختیار کرنے کی بجائے ہر سلیم الفطرت انسان کا فرض ہے کہ اُن کی صداقت کے سامنے سر جھکاتے ہوئے اُن کو خدا کا مامور تسلیم کرے۔

حضورؑ کے الہامات میں مخالفین کے پیدا ہونے اور حضورؑ کی حفاظت کی عظیم الشان پیشگوئی

بیشتر اس کے کہ میں ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ثبوت پیش کروں یہ بتلا دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ان مخالفتوں اور ایذا رسانیوں اور حضورؑ پر علومِ حقّہ سے تہیدست ہونے کے الزامات لگانے کے متعلق حضورؑ کو اس وقت الہامات ہوئے جبکہ بظاہر ان مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کے کوئی محرکات موجود نہ تھے نہ حضورؑ کا کوئی ایسا دعوےٰ تھا جو حضورؑ کے خلاف لوگوں کے دلوں میں دشمنی کی آگ کو بھڑکانے کا موجب ہو سکتا اور نہ کوئی عملی طور پر مخالف تھا۔ بلکہ اس کے برعکس حضورؑ کی کتاب براہین احمدیہ شائع ہونے پر حضورؑ کے علم کا سکّہ دلوں پر بیٹھ چکا تھا۔ اور مسلمانوں میں حضورؑ اقدس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے تھے اور حضورؑ کو دین کا زبردست حامی یقین کیا جا رہا تھا۔ غرضیکہ ہر مسلمان کے دل میں حضورؑ کے متعلق عزت و احترام کے جذبات موجزن تھے ایسے موافق اور ساز گار حالات میں حضورؑ کو مندرجہ ذیل الہامات ہوتے ہیں۔

پہلا الہام انا کفیناک المستھزئین یعنے ہم اِن تمام لوگوں کے لئے کافی ہیں جو تیرے ساتھ استہزا سے پیش آئیں گے اب یہ الہام صاف دلالت کر رہا ہے۔ کہ ایک

وقت ایسا آنے والا ہے کہ آج جو عزت کر رہے ہیں وہ کل استہزا کرنے والوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ لیکن آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہم تیری حمایت میں کھڑے ہیں اور قانون اللہ یستھزئ بھم کے ماتحت ہم ان استہزا کرنے والوں کو خود قابل استہزا بنا دیں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

دوسرا الہام ویخوفونک من دونہ انک باعیننا یعنی تجھے یہ لوگ خدا کے غیر سے یعنی حکومتوں کی سزا اور لوگوں کے بائیکاٹ وغیرہ سے ڈرائیں گے مگر تجھے ان کی تخویف سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے یعنے ہماری مکمل حفاظت میں ہے اس لئے تجھے ضرر پہنچانے پر یہ لوگ قادر نہیں ہو سکتے چنانچہ یہ پیشگوئی بھی لفظاً لفظاً پوری ہوئی۔

تیسرا الہام بلکہ انہیں یہ الہام سنا دو قل اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون یعنی جتنا زور تم میری بیخکنی کے لئے لگا سکتے ہو لگا لو میں تو اپنا کام کرتا چلا جاؤں گا انجام تم خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لو گے اس الہام کا صاف مطلب یہی ہے کہ حضور کے سپرد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا کام کیا جائے گا جو زمینی لوگوں کو ناگوار گزرے گا اور اس کام کی سرانجام دہی میں علماء اور تمام بارسوخ انسان روڑے اٹکانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے اور مختلف قسم کی دھمکیوں کے ذریعہ حضور کو مرعوب کرنے کی کوشش کریں گے لیکن اپنے ارادوں اور منصوبوں میں ناکام رہیں گے اور سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ خدا کی طرف سے مفوضہ کام کی سرانجام دہی میں علی رغم الاعداء کامیاب ہوں گے قرآن کریم میں خدا کے راستباز مامورین کی طرف سے ایسا ہی چیلنج ان کے مخالفین کو دلایا گیا ہے جس کے نتیجہ میں ان کے مخالفین کو ہمیشہ ناکامی کا ہی منہ دیکھنا پڑا اور خدا کے مامور ہمیشہ کامیابی سے ہی ہمکنار ہوتے رہے۔

چوتھا الہام اسی لئے آگے فرمایا یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآنی وعدہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ کے ماتحت خدا تعالےٰ کی طرف سے حضرت مرزا صاحبؑ کو قرآنی ہدایت کے موافق

تقوی اللہ اختیار کرنے اور سیدنا آنحضرت صلعم پر دلی ایمان لانے کے نتیجہ میں ایک نور عطا کیا جائے گا اور اس نور کی روشنی میں ہی حضورؑ خود بھی صحیح راستہ پر گامزن رہیں گے اور اپنے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں کو بھی صراط مستقیم پر ہی چلائیں گے۔ آپ کے مخالفین خدا کی طرف سے اس نور کو بجھانے کی سعی میں دن رات مصروف رہیں گے۔ لیکن یہ نور بجھنے کی بجائے اپنی روشنی میں تیز سے تیز تر ہوتا جائے گا خواہ یہ منکر کتنا ہی اسے ناپسند کریں اس الہام سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ لوگوں کو ظلمات سے نکالنے کے لئے حضورؑ کو نور عطا کیا جائے گا لیکن لوگ جیسا کہ عام طور پر مامورین الٰہی کی لائی ہوئی روشنی کو ناپسند کرتے ہیں اس نور کو بھی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور کوشش کریں گے کہ یہ نور مٹ جائے لیکن ان کی یہ کوشش بھی ناکامی سے ہمکنار ہو گی کیا واقعات اس الہام کی سچائی کی تصدیق نہیں کر رہے۔

اس الہام میں مخالفین اسلام کی ان کوششوں کی ناکامی کی بھی پیشگوئی ہے جو وہ اسلام کے نور کو بجھانے کے لئے کر رہے ہوں گے چنانچہ یہ دونوں کوششیں یعنی مخالفین اسلام کی کوششیں بھی اور حضورؑ کے مخالفین کی کوششیں بھی حضورؑ کے ذریعہ ناکام بنا دی گئیں اور یہ ایسی واضح حقیقت ہے جس کا کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا یہ الہامات ۱۸۸۲ء کے ہیں جبکہ حضورؑ کی شہرت اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی اور مخالفت کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

پانچواں الہام | پھر ۱۸۸۳ء میں الہام ہوتا ہے۔ ام یقولون نحن جمیع منتصر سیھزم الجمع ویولون الدبر اس الہام سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ وقت آنے والا ہے کہ ادھر مسلمانوں کو گرانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن سب کو شکست فاش ہو گی اور ناکامی اور نامرادی کے ساتھ ان سب کو پسپا ہونا پڑے گا۔ اب دیکھ لو کہ کس طرح مسلمان علماء نے اکٹھے ہو کر کفر کا فتوٰی آپ پر دیا اور آپ کو واجب القتل قرار دیا۔ اسی طرح تمام قوموں نے مل کر آپ کے خلاف مقدمہ اقدام قتل کروا کر سزا دلوانا چاہی۔ مگر کیسی منہ کی کھائی اور کس بری طرح ان سب کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح بعض دیگر مقدمات میں بھی فیصلہ کرانے کی کوششیں کی گئیں مگر سب میں نامرادی رہے۔

چھٹا الہام پھر اسی سال الہام ہوتا ہے ۔ انی ناصرك انی حافظك انی جاعلك للنّاس اماما وكان للنّاس عجبا قل هو الله عجيب يجتبي من يشاء من عباده لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون پھر الہام ہوتا ہے يظل ربك عليك و يغيثك ويرحمك وان لم يعصمك النّاس فيعصمك الله من عنده ۔ پھر الہام ہوتا ہے ۔ یاعیسی انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامة یہ الہامات صاف دلالت کرتے ہیں کہ حضورؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام بنایا جائے گا لوگوں کے لئے یہ امر موجب حیرت ہوگا لوگ حیرت زدہ ہوکر کہیں گے ذقالوا لولا نزل علی رجل من القریتین عظیم یعنی پنجاب کے رہنے والے کو کیوں امام بنایا گیا اگر بنانا ہی تھا تو مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کے کسی رہنے والے کو امام بنایا جاتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ یہ خدا کا کام ہے جس بندہ کو وہ چاہے امامت کے لئے منتخب کرے اِسکو کون پوچھ سکتا ہے مو۔ اے لوگو تم اسے ناحق گرانے اور اسے ناکام بنانے کی کوشش کررہے ہو۔ خدا کا سایہ اس پر ہے وہ اس کی مدد کے لئے کھڑا ہے ۔ اس کی رحمت اسکے شامل حال ہے لوگ اس کو بچائیں یا نہ بچائیں خدا اس کو ضرور بچائے گا ۔

مو کہ تم نے ایسا کیوں کیا اس قسم کا سوال تو انسانوں سے ہو سکتا ہے۔

یہ الہام بھی کیا صاف اس امر پر دلالت نہیں کررہا کہ ایسا وقت آئے گا کہ لوگ مخالفت میں اس قدر بڑھ جائیں گے اور ان کی ایذا رسانیاں اس حد تک تجاوز کرجائیں گی کہ حضورؑ کی جان کو خطرہ لاحق ہوجائے گا اور بجز خدا کی حفاظت کے حضورؑ کی جان کو سلامتی حاصل نہیں ہوسکے گی چنانچہ قتل کی کوشش کی گئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت کے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے تمام ایسی کوششوں کو ناکام بنادیا اور آخر اپنے وعدہ کے مطابق حضورؑ کو کامیابی اور کامرانی اور عزت کے ساتھ طبعی موت کے ذریعہ اس دنیا سے اٹھایا اور دشمنوں کے تمام اعتراضات کو ملیا میٹ کردیا اور اس وقت تک حضورؑ کے متبعین علی لحاظ سے مخالفین پر غالب ہی چلے آرہے ہیں ۔

ساتواں الہام

الیس اللہ بکاف عبدہ فبرأہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا واللہ موھن کید الکافرین

یہ الہام بتلا رہا ہے کہ حضورؑ پر ایسے الزامات لگائے جائیں گے جو آپ کو مقام عزت سے گرانے والے ہوں گے لیکن اللہ ان سے آپ کی بریت ثابت کردے گا اور آپکی وجاہت کو برقرار رکھے گا چنانچہ اور الزاموں کے علاوہ سب قوموں نے اکھٹے ہو کر آپ پر اقدام قتل کا الزام لگایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق آپ کی بریت ثابت کروا دی حالانکہ بظاہر بری ہونے کے سامان بالکل موجود نہ تھے۔

آٹھواں الہام

لا یکاد یبین جاھل او مجنون واعانہ علیہ قوم آخرون یعنی کہیں گے کہ یہ شخص تو جاہل ہے جو کچھ یہ لکھتا ہے اس میں دوسرے لوگ اس کی مدد کرتے ہیں یہ سب الہامات ۱۸۸۲ء اور ۱۸۸۳ء کے ہیں اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ آپ کی مخالفت کا نام ونشان بھی نہ تھا نہ آپ کے خلاف عداوت کی آگ بھڑکی ہوئی تھی لیکن ۱۸۹۱ء میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضورؑ نے اعلان کیا کہ مسیح ناصری علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور امت کو جس مسیح کا وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں۔

مخالفت کا طوفان

اس اعلان کا کرنا تھا کہ چاروں طرف مخالفت کے طوفان اُٹھ کھڑے ہوئے اور عداوت کی آگ دلوں میں مشتعل ہو گئی اور ۹ سال قبل کی پیشگوئیوں کے مطابق ایذا رسانیوں کے لئے نئے نئے حربے ایجاد کئے گئے دوست دشمن بن گئے۔ کہاں تو یہ کہا جاتا تھا کہ یہ شخص اسلام کا زبردست حامی ہے اور کہاں انہی لوگوں کی زبان اور قلم سے یہ نکلنے لگا کہ نعوذ باللہ یہ شخص کافر دجال ملحد بے دین ہے اور کہاں تو اس کی کتاب براہین احمدیہ کے متعلق یہ الفاظ استعمال ہوتے تھے کہ ۱۳۰۰ برس میں اسلام کی تائید میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور کہاں یہ آوازے کسے جانے لگے کہ یہ شخص جاہل ہے عربی زبان سے ناواقف قرآن اور حدیث سے ناآشنا محض ہے۔

لیکن جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایذا رسانیوں کے نتیجہ میں معارف اور آسمانی نشانوں

کے خزانے نکلیں گے ویسا ہی ظہور میں آیا اور حضوؑر کی مشابہت بیت اللہ سے اس لحاظ سے بھی ثابت ہو گئی جس سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالےٰ نے جو بیت اللہ سے حضوؑر کو مشابہت دی تھی وہ خدا کی طرف سے ہی تھی حضوؑر نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا تھا۔

جہالت کے طعن کا جواب

جہالت کے طعن کا جواب تو ایسا دیا کہ علماء کو بجز خاموشی اختیار کرنے کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا عربی زبان سے ناواقفیت کا طعنہ تھا تو خدا تعالیٰ نے عربی زبان میں ایسی کتابیں حضوؑر سے لکھوائیں کہ باوجود چیلنج پر چیلنج ہونے کے کسی عالم کو مقابل میں فصیح و بلیغ عربی زبان میں کتاب لکھنے کی جرأت نہ ہوئی قرآنی علوم سے ناواقفیت کے طعن کا جواب خدا نے جلسہ مذاہب اعظم کے ذریعہ دلوا دیا اس جلسہ میں حضوؑر کی پیشگوئی کے مطابق حضوؑر کا مضمون سب مضمونوں پر غالب رہا اور اسلام کا بول بالا حضوؑر کے مضمون سے ہی ہوا اور نہ دوسرے نمبر پر جس مضمون کی زیادہ تعریف ہوئی وہ ایک سناتنی پنڈت کا مضمون تھا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جنہوں نے اس جلسہ میں اسلام کی نمائندگی کی تھی ان کے مضامین کو تو درخور اعتنا ہی نہ سمجھا گیا۔ اور ایک لفظ بھی کسی کی زبان سے اُن کی تعریف میں نہ نکلا اگر حضرت اقدسؑ کا مضمون اس جلسہ میں قرآن کریم کی خوبیوں پر نہ پڑھا جاتا تو بت پرستی توحید پر اُس دن غالب آئی ہوئی تھی خدا نے حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ اسلام کی لاج رکھ لی اور یہ پیشگوئی جو آیت ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ میں ۱۳۰۰ برس سے چلی آ رہی تھی جس کے متعلق قریباً قریباً تمام مفسرین کا اتفاق تھا کہ اس میں بیان کردہ غلبہ اسلام مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوگی اس دن حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ پوری ہو گئی جس سے حضوؑر کا دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا بھی سچا ثابت ہو گیا۔

معارف کے ظہور کی جو علامت حضوؑر نے بیت اللہ سے مماثلت کے ضمن میں بیان کی ہے ایک تو وہ اس جلسہ کے ذریعہ ظہور میں آ گئی پھر مسیح کی وفات پر جو قرآنی دلائل حضوؑر نے دیئے اس کا جواب آج تک کوئی نہیں دے سکا بلکہ اب تو علماء بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں اسی طرح قرآن کریم کی تقدیم برحدیث

پر جو کچھ لکھا ہے وہ بھی لاجواب پڑا ہے جہاد کی جو حقیقت حضورؑ نے بیان کی وہ بھی اب قریباً سب کو مسلم ہو چکی ہے قرآن میں ناسخ و منسوخ کے جھگڑے کو حضورؑ نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا حضورؑ کی پیشگوئیوں پر جب اعتراضات ہوئے تو حضورؑ نے قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ان کے متعلق جو اصول بیان کئے وہ گویا بالفاظ دیگر معارف کا دریا تھا جو حضورؑ کی قلم سے بہا یا گیا علماء ان اصولوں سے بالکل بے خبر تھے۔ خاتم النبیین کی جو حقیقت بیان کی اُس نے حضرت نبی کریم صلعم کی حقیقی عزت دلوں میں قائم کر دی اسی طرح آنے والے مسیح کے لئے احادیث میں جو لفظ نبی آیا ہے اس کے متعلق یہ بتلا کر کہ یہ محض غیب کی خبریں پانے والے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے خاتم النبیین اور اس لفظ میں جو تضاد چلا آتا تھا اُس کو دُور کر دیا غرضیکہ ہر مسئلہ پر اس قدر روشنی ڈالی کہ دل اسلام کی صداقت کے متعلق مطمئن ہو گئے۔ آسمانی نشانوں کا تو یہ عالم ہے کہ ہزاروں نشان حضورؑ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے ظہور میں آئے جن سے اسلام کا زندہ اور آخری مذہب ہونا پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ ان نشانوں کو ہی دیکھو جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح نوسال قبل بتلائی ہوئی باتیں پوری ہوئی ہیں جبکہ ان کے پورا ہونے کا کوئی وہم بھی نہ کر سکتا تھا اصل میں کسی مامور من اللہ کی صداقت کو پرکھنے کے لئے ایسی ہی پیشگوئیاں کسوٹی کا کام دیتی ہیں۔ کیونکہ یہ تائید اور نصرت الٰہی کی بشارتوں سے لبریز ہوتی ہیں جن کا خلاف ممکن ہی نہیں وعید کی بعض پیشگوئیاں تو اصلاح حال سے ٹل بھی جاتی ہیں کیونکہ ان کی غرض ہی تخویف ہوتی ہے۔ ان نشانوں پر جو حضورؑ کے ذریعہ ظہور میں آئے میرا ارادہ ایک مستقل کتاب لکھنے کا ہے اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اس کی توفیق عطا فرمائے آمین:۔

استلام الحجر الاسود کی حقیقت۔

اب صرف اس امر کی تشریح باقی رہ گئی ہے جس میں حضورؑ کو الحجر الاسود سے تشبیہہ دی گئی ہے سو یاد رہے کہ تعبیر ناموں میں الحجر الاسود کو بوسہ دینے کی تعبیر یہ لکھی ہے کہ کسی عالم امام کے ہاتھ پر توبہ کرنا گویا حجر اسود سے مراد ایسا امام ہے جو عالم ہو اور لوگ اس کے ہاتھ پر توبہ کریں اب یہ واقعہ ہے کہ حضورؑ کے ہاتھ پر ہزاروں لوگوں نے توبہ کر کے اپنی اصلاح کی اور حضورؑ کا امام ہونا اور پھر عالم ہونا

تو واضح ہی ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ پس الہام میں جو آپ کو یہ نظارہ دکھایا گیا ہے کہ حضور کو لوگ بوسہ دے رہے ہیں اور حضور اسی حالت میں فرما رہے ہیں کہ میں حجرِ اسود ہوں اس سے حضور کی امامت اور حضور کے علم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ و بس

کونے کا پتھر

حضرت نبی کریم صلعم کو تمثیلی زبان میں کونے کا پتھر قرار دیا گیا ہے جیسا کہ انجیل متی ۲۱/۴۲ میں لکھا ہے۔

"یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راجگیروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خداوند کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کے میوے لائے دی جائے گی جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا"

ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نبوت کی عمارت کا آخری پتھر تھے جیسا کہ آنحضور صلعم نے فرمایا انا تلك اللبنة دوسرے کونے کے پتھر ہونے سے مراد بھی یہی ہے کہ نبوت کی عمارت اس پر کھڑی ہے پس بالکل اسی معنی میں حضرت مرزا صاحب کو الحجر الاسود کہا گیا یعنی ولایت کی عمارت کے آپ آخری پتھر ہیں جس پر ولایت کی عمارت کھڑی کی گئی اور یہی وجہ ہے کہ آنے والے مسیح کو خاتم الاولیاء پکارا گیا ہے۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ وانی علی مقام الختم من الولایة کما کان سیدی المصطفٰی علی مقام الختم من النبوة وانه خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء الخطبة الالهامیه ص۳۵

پس جس طرح نبوت کے کمالات آنحضور صلعم پر ختم ہوئے اسی طرح سیدنا حضرت مرزا صاحب پر ولایت کے کمالات ختم ہوئے پس جس شخص پر کسی چیز کے کمالات ختم ہوں اسے اس لئے کونے کا پتھر کہا جاتا ہے پس حضرت مرزا صاحب کو الحجر الاسود کہا جانا باعث تعجب نہیں ان پر فی الحقیقت ولایت کے کمالات ختم ہو گئے ہیں اب کوئی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مقام ولایت کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ

حضرت مرزا صاحب کے واسطہ سے آنحضورؐ کے دربار تک نہ پہنچے کیونکہ ولی کا کام اپنے منبوع نبیؑ سے تعلق پیدا کرنا ہے اور نبی کا کام پھر خدا سے تعلق پیدا کرنا ہے۔

اصل زندگی کونسی ہے

اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۴ پر جناب برق صاحب نے عجیب الہامات کی فہرست میں مندرجہ ذیل الہام کو بھی شمار کیا ہے۔

"زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔" حقیقۃ الوحی ص۱۰۱ حالانکہ یہ الہام نہایت ہی معنی خیز اور حقیقت حال پر روشنی ڈالنے والا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے مخالفین جن میں علماء پیش پیش تھے ہر روز اس ٹوہ میں رہتے تھے کہ حضورؑ کو تکلیف پہنچانے کا موقعہ اُنکے ہاتھ آئے تا وہ اس سے فائدہ اُٹھا کر حضورؑ کو مصائب اور مشکلات میں مبتلا کرسکیں ایسا موقع حاصل کرنے کے لئے وہ مختلف قسم کے فریبوں اور خلاف شریعت اور خلاف اخلاق افعال کو کام میں لانے سے بھی نہیں ہچکچاتے تھے ایسے ہی قسم کے مخالفین کے متعلق حضورؑ کو الہام ہوا کہ یہ لوگ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں ظاہر ہے کہ اسلام کے نزدیک زندگی اپنی حقیقت کے لحاظ سے وہی زندگی ہے جو اللہ تعالےٰ کی ہدایات کے ماتحت گذاری جائے۔ جو زندگی اُخروی زندگی کو سنوارنے کا موجب بنے جو زندگی ایسے افعال سے پاک ہو جو آخرت میں انسان کو ذلیل و رسوا کرنے کا باعث ہوں کیونکہ اسلام کے نزدیک اصل زندگی تو آخروی زندگی ہی ہے۔ یہ دنیوی زندگی تو اُس اُخروی زندگی کو بہترین شکل میں حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دی گئی ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما ھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون العنکبوت ع ۷

یعنی دنیوی زندگی تو لہو و لعب کے سوا کچھ نہیں اصل زندگی تو وہی ہے۔ جو دار آخرت

میں ملنے والی ہے کاش یہ لوگ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں پھر فرمایا:- یقوم انما هٰذه الحیوۃ الدنیا متاع وان الاخرۃ هی دار القرار (المومن ع ۵) یعنی اے میری قوم یاد رکھو کہ یہ دنیوی زندگی تو محض ایک خاص فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے دار القرار تو اصل میں آخرت ہی ہے اس حقیقت کی وضاحت سورۃ البقرہ ع ۴ کے الفاظ ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین میں بھی فرمائی ہے زبان عربی سے واقفیت رکھنے والے اصحاب جانتے ہیں کہ مستقر فعل استقر سے ظرف ہے جو مکان اور زمان دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور استقر باب استفعال سے ہے جس میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں اس لحاظ سے مستقر کے معنی ہوں گے دار القرار کو طلب کرنے کی جگہ یا طلب کرنے کا زمانہ پس آیت کے معنی ہوں گے کہ لوگو ہم نے تم کو زمین یعنی اس دنیا میں موقعہ دیا ہے کہ تم دار القرار کو حاصل کر لو لیکن یہ موقعہ لا انتہا ہی وقت کے لئے نہیں ہے بلکہ متاع الی حین کے ماتحت ایک مقررہ وقت تک ہی اس موقعہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہو پھر تمہیں اس دنیا سے اٹھا لیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اس موقعہ سے کس حد تک تم نے فائدہ اٹھایا ہے یہ زمین ایسی جگہ ہے جہاں تم اگر چاہو تو اپنے دار القرار کے لئے سامان مہیا کر سکتے ہو اسی بنا پر یہ ضرب المثل بنی ہے کہ الدنیا مزرع الاخرۃ

فیشن کے معنی

اب جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اصل زندگی روحانی زندگی ہی ہے جو خدا تعالیٰ کے منشا کے مطابق بسر کی جائے اور اس کے خلاف جو زندگی ہو اسے خدا تعالیٰ الانعام چارپایوں کی زندگی قرار دیتا ہے تو جو لوگ خدائی احکام کو پس پشت ڈال کر غیر متقیانہ زندگی بسر کرنے والے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندگی کے حقیقی اسلوب اس کے حقیقی رنگ ڈھنگ خدا کے بتلائے ہوئے طریق سے دور پڑے ہوئے قرار دیئے جائیں گے تو اور کس مد میں ان کو شمار کیا جائے گا۔ فیشن کے یہی معنی انگریزی ڈکشنری آکسفورڈ اور اردو ڈکشنری فیروز اللغات میں لکھے ہیں۔

الہام کا پس منظر

حقیقۃ الوحی جہاں سے مرزا صاحب نے اس الہام کو نقل کیا ہے۔ اس کے جس مقام پر اس الہام کو رکھا گیا ہے اس مقام میں اسی قماش کے بعض علما کو بطور مثال

بیان کیا گیا ہے اس مثال کو کماحقہ سمجھنے کے لئے اس کے پس منظر سے واقف ہونا ضروری ہے اس لئے مختصر طور پر اس واقعہ کا بیان کرنا ضروری ہے جو اس الہام میں بیان کردہ پیشگوئی کے لئے بطور پس منظر کے کام دیتا ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حضرت اقدسؑ کے ساتھ تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنے کے لئے لاہور آئے (کن حالات میں آئے اس کی تفصیل میں میں اس وقت جانا نہیں چاہتا یہ بڑا المناقصہ ہے نا قل) اور آکر یہ اعلان کیا کہ مرزا صاحب مجھ سے حیات اور وفات مسیح پر بحث کریں اور حضرت مرزا صاحب کے سخت دشمن اور مخالف علماء کا نام لیا کہ وہ حکم ہوں گے ان کا فیصلہ قطعی ہوگا اگر فیصلہ پیر صاحب کے حق میں ہو تو حضرت مرزا صاحب اُن کی پہلے بیعت کریں پھر تفسیر نویسی میں مقابلہ ہو۔ بیعت کر لینے کے بعد تفسیر نویسی میں مقابلہ کس قدر لایعنی اور مضحکہ خیز بات تھی اور پھر حیات و وفات مسیح کے مسئلہ پر اپنے ہم خیال لوگوں کو حکم بنانے کی شرط بھی کیسی غیر معقول تھی پیر صاحب کے اس بیان کا صریح مطلب یہی تھا کہ وہ تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور میدان مقابلہ سے بھاگنے کے لئے کوئی حیلہ تلاش کر رہے تھے اور جو حیلہ انہوں نے تلاش کیا وہ ان کی کمزوری کو چھپانے کی بجائے اسے زیادہ نمایاں کرنے والا ثابت ہوا۔

سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کا اعلان اور علماء کے عجز کی پیشگوئی!!!

حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے جب انہیں میدان سے بھاگتے ہوئے دیکھا تو اعلان کر دیا کہ حضورؑ عربی میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھتے ہیں اور اس کے لئے ۷۰ دن بھی مقرر کر دیئے اور فرمایا کہ اگر پیر صاحب کو قرآن دانی کا دعوٰی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی اُن کی تائید میں ہے تو میری تفسیر کے مقابلہ میں وہ بھی عربی میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر اتنے ہی دنوں میں لکھیں اور جن علماء سے وہ مدد لینا چاہیں لے لیں۔

پہلا الہام

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک تو یہ الہام شائع کیا:۔

منعہ مانع من السماء یعنے اس تفسیر نویسی میں کوئی تیرا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ خدا نے مخالفین سے سب طاقت اور سب علم سلب کر لیا ہے اگرچہ ضمیر واحد مذکر غائب ایک شخص مہر علیشاہ

کی طرف ہے لیکن خدا نے ہمیں سمجھایا ہے کہ اس شخص کے وجود میں تمام مخالفین کا وجود شامل کر کے ایک ہی کا حکم رکھا ہے تاکہ اعلےٰ سے اعلےٰ اور اعظم سے اعظم معجزہ ثابت ہو کہ تمام مخالفین ایک وجود باکٹھے جان ایک قالب بن کر اس تفسیر کے مقابلہ میں لکھنا چاہیں گے تو ہرگز نہ لکھ سکیں گے۔

اس الہام میں یہ صریح پیشگوئی ہے کہ جو شخص بھی لکھنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالےٰ اس کے ارادہ کو پورا ہونے سے روک دے گا چنانچہ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی شدید سے شدید دشمن بھی اس کے پورا ہونے سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ واقعات کو جھٹلانے کی کون جرأت کر سکتا ہے۔

دوسرا الہام دوسرا الہام اسی رسالے میں یہ شائع کیا :۔

"من قام للجواب وتنمّر فسوف یری انہ تندم وتذمّر"

یعنی جو شخص غصّہ سے بھر کر اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے تیار ہوگا وہ عنقریب دیکھ لے گا کہ وہ نادم ہوا اور حسرت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا"

یہ الہام بھی اپنے اندر ایک پیشگوئی لئے ہوئے ہے کہ کوئی شخص جواب لکھنے کے لئے آمادہ ہو جائے گا اور وہ لکھنا بھی شروع کرے گا لیکن الہام منعہ مانع من السماء اس کے ارادہ کو پورا نہیں ہونے دے گا۔ بلکہ دوسرے الہام کے ماتحت اس کا انجام بُرا ہوگا۔

محمد حسن فیضی کا انجام چنانچہ ایک شخص محمد حسن فیضی ساکن بھین ضلع جہلم مدرس مدرسہ نعمانیہ واقعہ شاہی مسجد لاہور نے اعلان کیا کہ وہ جواب لکھے گا چنانچہ جواب کے لئے ابھی چند نوٹ ہی لکھے تھے کہ ایک مہلک مرض نے چند دنوں میں اسے اگلے جہان پہنچا دیا اور اس طرح اس کی موت نے دونوں الہاموں کی سچائی کو ظاہر کر دیا یعنی الہام منعہ مانع من السماء بھی پورا ہو گیا خدا نے اس الہام کے ماتحت اسے مہلک مرض میں مبتلا کر کے اس کی زندگی کو ختم کر دیا دوسرا الہام ایسے شخص کی حسرتناک موت پر بھی دلالت کر رہا ہے جو تمام لوگوں کے مشاہدہ میں آگئی۔

پیر صاحب کا سرقہ اور اس کے متعلق اعلان اس کے بعد پیر مہر علی شاہ صاحب نے اس کے نوٹوں کا سرقہ کر کے اردو میں جواب

شائع کیا اس سرقہ کی اطلاع مولوی کرم دین آف بھین نے حضورؑ کو دی اور محمد حسن فیضی کی وہ کتابیں بھی اُس نے حضورؑ کو بھجوا دیں جن پر محمد حسن فیضی نے جواب کے لئے نوٹ لکھے تھے اُن سے پتہ لگا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے ان نوٹوں کو ہی نقل کر دیا ہے اور منسوب انہیں اپنی طرف کیا ہے۔ پیر صاحب کے اس سرقہ کا ذکر حضورؑ نے اخبار میں کر دیا جس سے پیر صاحب کی الہام کے ماتحت کافی ذلت ہوئی اخبار میں اس سرقہ کا ذکر آتا تھا کہ مولوی کرم دین پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اس کی تردید کرے چنانچہ اُس نے اعلان کر دیا کہ اُس نے جھوٹ بولا تھا حضرت اقدسؑ نے اس کے اس اعلان کی وجہ سے اس کے متعلق کذّاب اور لئیم کے الفاظ استعمال کئے۔

حضورؑ پر فوجداری مقدمہ

اس پر اُس نے حضرت اقدسؑ پر فوجداری مقدمہ دائر کر دیا جو گورداسپور کی عدالت میں دو سال تک چلتا رہا۔ یکے بعد دیگرے دو مجسٹریٹوں نے اس مقدمہ کو سنا اور یہ دونوں مجسٹریٹ متعصب آریہ تھے۔ بحث صرف کاذب اور کذّاب میں فرق کے متعلق تھی۔ مولوی کرم دین اور اس کے حمایتی علماء کا موقف یہ تھا کہ کرم دین کو کاذب تو کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس نے ایک دفعہ جھوٹ بولا ہے لفظ کذّاب اس کے حق میں استعمال نہیں ہو سکتا، قادیان سے گورداسپور جانا بوجہ سواری کے معقول انتظام نہ ہونے کے چونکہ ان ایام میں سخت تکلیف کا موجب ہوتا تھا اس لئے مجسٹریٹ تکلیف دینے کی خاطر جلد جلد پیشیاں ڈالتا تھا حضرت اقدسؑ کو مقدمہ شروع ہونے سے قبل ہی مقدمہ کے اور اس میں تکالیف پیش آنے اور پہلی عدالت سے جرمانہ کی سزا پانے اور پھر عدالت عالیہ سے بری ہونے کے متعلق الہامات ہو چکے تھے۔ آخر دو سال تک تکلیف دینے کے بعد مجسٹریٹ نے ۵۰۰ روپے جرمانہ کی سزا دی جو فوراً ادا کر دیا گیا اور پھر اپیل پر عدالت عالیہ نے حسب پیشگوئی بری بھی کیا اور جرمانہ کی رقم بھی واپس دلائی اور اس طرح تمام کی تمام پیشگوئیوں نے پورا ہو کر نہ صرف حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی صداقت کو ثابت کیا بلکہ اسلام کے زندہ اور آخری مذہب اور حضرت رسول کریم صلعم کے زندہ رسول اور خاتم النبیین ہونے کو بھی ساتھ ہی ثابت کر دیا اس مقدمہ کے متعلق بعض الہامات کا ذکر کرتے ہوئے حضورؑ نے برق صاحب کے

پیش کردہ الہام کا ذکر کیا ہے مندرجہ بالا پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے تعصب اور عناد سے دل کو خالی کر کے جو شخص بھی ان الہامات پر غور کرے گا وہ بجائے ہنسی اڑانے کے ان سے روحانی لذت حاصل کرے گا اور اس کے لئے یہ الہامات ازدیاد ایمان کا موجب ہوں گے ذیل میں ان کو پیش کر کے اس بات کا فیصلہ منصف مزاج قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ کیا اس الہام کو عجیب الہام کا لقب دیا جا سکتا ہے جیسا کہ برقی صاحب نے دیا ہے۔ الہام زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں کے مصداق اور لوگ بھی ہیں جن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہیں ضرورت پڑی تو پھر کسی وقت ان کا ذکر بھی کر دیا جائے گا۔

پہلا الہام نصر من اللہ و فتح مبین: مقدمہ میں کامیابی کے متعلق کیا اس سے واضح لفاظ ہو سکتے ہیں حالات سخت مخالف ہیں۔ علماء کا گروہ کرم دین کے معنی کی تائید کر رہا ہے مجسٹریٹ کا دل انتقامی جذبہ سے بھرا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سزا دینے پر تلا ہوا ہے لیکن اللہ تعالے اپنے محبوب کو کہہ رہا ہے کہ خدا کی طرف سے تمہیں کامیابی اور کھلی کھلی فتح کی بشارت دی جاتی ہے اور وہ بشارت پوری ہوئی ہے۔

دوسرا الہام ان ربی قوی قدیر: یقیناً میرا رب قوی اور زبردست قدرت والا ہے۔ ان الہامی الفاظ میں گویا تسلی دی گئی ہے کہ بیشک دشمن کو اپنی طاقت پر گھمنڈ ہے اور وہ مجسٹریٹ کی طاقت اور حمایت پر بھروسہ کرتے ہوئے یقین کرتا ہے کہ تمہیں پیس ڈالے گا۔ لیکن اسے کہہ دو کہ جس خدا نے مجھے کامیابی اور فتح مبین کا وعدہ دیا ہے وہ میرا رب ہے اور اسے اپنے وعدہ کو پورا کرنے پر پوری قدرت حاصل ہے دنیا کی کوئی طاقت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اس کے ارادہ کے راستہ میں روک نہیں بن سکتی کیونکہ اس کی طاقت کے مقابل سب طاقتیں ہیچ ہیں۔

تیسرا الہام انہ قوی عزیز۔ ان کو کہہ دو کہ میرا خدا صرف معمولی طاقت والا ہی نہیں بلکہ اس کی صفت عزیز بھی ہے یعنے تمام پر غالب ہونے والا جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اس لئے مشہور ضرب المثل کے مطابق کہ یار غالب شو تا غالب شوی وہ اپنے دوستوں کو بھی غالب کر کے چھوڑتا ہے اور یہی عملی ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ فی الحقیقت اس میں صفت عزیز

موجود ہے اگر اس کے پیاسے مغلوب رہیں تو اس کی صفت عزیز کا عملی ثبوت کس طرح مل سکتا ہے عملی ثبوت کے بغیر تو یہ محض دعوے ہی دعوے ہوگا کہ اس میں صفت عزیز پائی جاتی ہے خدا کے انبیاء اور دیگر مامورین عظام کے ذریعہ ہی ہمیشہ اس صفت کی موجودگی کا عملی ثبوت ملتا رہا ہے اسی سنت الٰہی کے ماتحت سیدنا حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ بھی اس صفت کی موجودگی کا ثبوت ہمارے اس زمانہ میں بھی ملا

مامور ہی ذریعہ ہوتا ہے صفات الٰہی کو ثابت کرنے کا

یاد رہے کہ دنیا کے سامنے خدا کی صفات کا عملی ثبوت پیش کرنے والے اس کے مامور ہی ہوتے ہیں اسی بنا پر ان کو مظہر اللہ کہا جاتا ہے خدا کے فضل سے میں ایک مفصل مضمون میں اس بات کو ثابت کروں گا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان سب کو سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے الہامات نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے اور یہی ایک طریق ہے جس سے خدا کی ہستی پر بصیرت سے بھرا ہوا ایمان پیدا ہوتا ہے۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو حضورؑ سے دور رہ کر شکوک و شبہات کی دلدلوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور یقینی معرفت سے محروم ہیں اللہ تعالے نے اپنی ہستی کو ثابت کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ اس قدر نشانوں کی بارش کی ہے کہ ان کے ذریعہ ہر بینا کو خدا کا مشاہدہ ہونا یقینی ہے۔ ایسا ہر شخص محسوس کرے گا کہ خدا اس کے سامنے کھڑا ہے اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے کہ میں اس کام کو بخوبی سرانجام دے سکوں کیونکہ سب توفیقیں اسی کے ہاتھ میں ہیں

چوتھا الہام

حلّ غضبہ علی الارض۔ کیا یہ مخالفین دیکھتے نہیں کہ میری مخالفت کے نتیجہ میں مختلف شکلوں میں خدا کا غضب زمین پر نازل ہو چکا ہے تو کیا اب یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ اس مخالفت کے نتیجہ میں غضب الٰہی سے بچ جائیں گے۔ یاد رکھیں کہ یہ بھی غضب الٰہی کا نشانہ بن کر ہی رہیں گے چنانچہ اس مقدمہ میں جو حضرت اقدس کو ذلیل کرنے کے لئے اٹھایا گیا تھا۔ مولوی کرم دین کو جو ذلت دیکھنی پڑی وہ سب پر عیاں ہے عدالت عالیہ نے اپنے فیصلہ میں لکھ دیا کہ کذاب اور لئیم سے بڑھ کر الفاظ بھی اگر اس کے حق میں استعمال کئے جاتے تو وہ ان کا مستحق تھا گویا تا قیامت تک ذلت کا یہ داغ اس کے ماتھے پر رہے گا جو اب کسی کے مٹانے سے مٹ نہیں سکتا اور کرم دین کی ذلت صرف اس

کے اپنے نفس کے لئے ہی نہ تھی بلکہ اس کے تمام حامی علماء بھی اس میں لازماً شریک تھے جو ابتدائی عدالت میں بیان دیتے رہے تھے کہ کذاب کا لفظ اس کے حق میں استعمال نہیں ہو سکتا۔

پانچواں الہام اِنِّی صادق انی صادق یشہد اللّٰہ لی۔ یقیناً میں سچا ہوں یقیناً میں سچا ہوں میرا خدا میرے سچے ہونے کی شہادت دے گا۔ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے کرم دین کے حق میں کذّاب اور لیئم کے الفاظ استعمال کئے اور جو معنی حضورؑ ان الفاظ کے پیش کر رہے تھے کرم دین کے حمایتی علماء حضورؑ کو ان معنوں کو پیش کرنے میں نعوذ باللہ جھوٹا قرار دے رہے تھے اور مجسٹریٹ بھی ان علماء کے ہی پیش کردہ معانی کو صحیح تسلیم کر رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے حضورؑ کے معنی کو عدالت عالیہ سے درست تسلیم کروا دیا۔

تائید میں دیگر الہامات مگر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں حضورؑ کو فرمایا:۔ ان اللّٰہ الحدید وبگر معنی نہ پنیدیم ما کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی لاتقبل منہم شہادۃ حسن بیان سنلقی فی قلوبہم الرعب انا فتحنا لک فتحًا مبینا یہ الہامات بھی ہر خدا ترس انسان کو غور کی دعوت دے رہے ہیں فرمایا ہم نے لوہا تیرے لئے نرم کر دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ لوگ بمعہ مجسٹریٹ کے یہی چاہتے تھے کہ لوہے کی ہتھکڑیاں ہاتھوں میں پہنے ہوئے حضرت مرزا صاحبؑ جیل خانہ میں بھیجے جائیں خدا بشارت دیتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ لوہا تو تیرے آگے خدمتگاروں کی طرح جھک جائے گا مجسٹریٹ نے تو علماء کے معنی کو صحیح تسلیم کر کے سزا کا ایسا طریق اختیار کیا تھا کہ جس سے لازماً جیل میں جانا پڑے یعنے ۵۰۰ روپے جرمانہ کی سزا دی اور سزا کا اعلان عدالت کے برخاست ہونے کے وقت کیا تا اتنی بڑی رقم فوراً ادا نہ ہو سکنے کی وجہ سے جیل میں بھیج دیا جائے اور دوسرے دن اتوار تھا جس کے معنی یہ تھے کہ دو دن تو کم از کم جیل میں رہیں گے اور ہتھکڑی بھی لگ جائے گی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ الناالک الحدید کو پورا کرنے کے لئے اپنے تصرف خاص سے اس قدر خطیر رقم

کا پہلے ہی انتظام کروا دیا ہوا تھا ادھر مجسٹریٹ نے سزا کا اعلان کیا ادھر ۵۰۰/ کی رقم اس کی میز پر رکھ دی گئی اور اس طرح ان سب مخالفین کا منصوبہ خاک میں مل گیا اور خدا کی بات پوری ہوئی کہ آپ ہتھکڑی سے بچائے جائیں گے۔

دوسرا وعدہ ان الہامات میں یہ تھا کہ وہی معنی درست ثابت ہوں گے جو تم کرتے ہو مخالف علماً جو معنی ان الفاظ کے کر رہے ہیں وہ ہمیں پسند نہیں ہیں ان کو ہم قائم نہیں رہنے دیں گے چنانچہ عدالت عالیہ نے مخالف علماً کے معنی کو رد کر دیا اور حضورؑ کے معنی کو ہی صحیح قرار دیا اور کرم دین کو الفاظ کذاب اور لیئم کا ہی مستحق ٹھہرایا۔

تیسرا وعدہ ان الہامات میں یہ تھا کہ خدا کا یہ قانون ہے کہ وہ اور اس کے بھیجے ہوئے مامور ضرور بالضرور غالب ہوتے ہیں چنانچہ اس مقدمہ میں آخری غلبہ حضورؑ کو ہی حاصل ہوا۔

چوتھا وعدہ ان الہامات میں یہ تھا کہ مخالفین کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ عدالت اپیل نے ان سب کی شہادت کو رد کر دیا۔

پانچواں وعدہ ان الہامات میں یہ تھا کہ اپیل میں جو بیان دیا جائے گا وہ مؤثر ثابت ہوگا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

چھٹا وعدہ ان الہامات میں یہ تھا کہ ان کے دلوں پر رعب پڑ جائے گا چنانچہ ان مخالفین کے دلوں پر ایسا رعب پڑا کہ ان کو ان ذلت آمیز الفاظ کو خارج کروانے کی بھی جرأت نہ ہوئی جو عدالت اپیل نے کرم دین کے خلاف لکھے تھے اور جو رہتی دنیا تک ان کی ذلت کا اعلان کرتے رہیں گے۔

ساتواں وعدہ ان الہامات میں انا فتحنا لک فتحا مبینا کے الفاظ میں کیا گیا تھا یہ وہ الفاظ ہیں جو صلح حدیبیہ کے بعد حضرت نبی کریم صلعم پر نازل ہوئے اور اس صلح کو بظاہر ذلت کی صلح سمجھا گیا تھا لیکن فی الحقیقت وہ فتح ہی تھی اسی طرح یہاں بھی مجسٹریٹ کے فیصلہ پر دشمن کو خوشی کا موقعہ ملا اور اس نے اس فیصلہ کو حضورؑ کے لئے ذلت کا موجب قرار دیا لیکن حقیقت میں یہ فیصلہ

بھی حضورؑ کی سچائی ہی ثابت کر رہا تھا کیونکہ اس کے متعلق جس قدر بھی الہامات شائع کئے جا چکے تھے وہ سب پورے ہو گئے اور جس طرح صلح حدیبیہ والا واقعہ جو بظاہر ذلت کا موجب خیال کیا گیا تھا آخر فتح مکہ کا ذریعہ بنا اسی طرح حضورؑ کے خلاف دیئے ہوئے فیصلہ نے بھی آخر کار فتح مبین کی شکل اختیار کی کیونکہ پہلی عدالت میں جس قدر دلائل دیئے گئے تھے انہوں نے ہی سشن جج کے دل پر اثر کیا اور وہی آخری فتح کا موجب بنے۔ پس خدا تعالیٰ نے حضورؑ کو سچا ثابت کرنے کا جو یقینی وعدہ اپنے الہام میں دیا ہوا تھا

چھٹا الہام اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ اس کے معنی میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ ان الفاظ میں وعدہ الٰہی یہ ہے کہ جن بیڑیوں کو دشمن ڈلوانا چاہتے تھے خدا کہتا ہے میں ان کو پکڑ لوں گا اور انہیں پہنانے نہیں دوں گا۔ اس کے علاوہ اپنے بندہ کی مدد کے لئے بھی پہنچ جاؤں گا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

ساتواں الہام ضاقت الارض بما رحبت یعنے زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی ہے۔ یہ الہام ان شدید تکالیف کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو حضورؑ کو مدت دراز سے دشمنوں کے ہاتھوں پہنچ رہی تھیں۔ ان سے حضورؑ کو جو ذہنی اور قلبی کوفت ہو رہی تھی اسی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔

آٹھواں الہام چنانچہ بعد کے الہام میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ الہام کے الفاظ یہ ہیں۔ ربّ انی مغلوب فانتصر۔ یعنے اے میرے ربّ میں مغلوب ہوں تو میری ان دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کر چنانچہ خدا نے اپنے مامور کے لئے اپنی خاص مدد نازل کر کے دشمنوں کو روسیاہ کر دیا۔

نواں الہام چنانچہ اگلے الہام میں دشمنوں پر سزا وارد کرنے کا وعدہ ہے فسحقھم تسحیقا یعنے ان کو پیس ڈال پیس ڈالنا چنانچہ اس مقدمہ میں بھی اور اس سے قبل کے مقدمات میں بھی اور دیگر تمام کوششوں میں بھی دشمن پِستے ہی رہے اور ہمیشہ اپنے منصوبوں میں ناکامی کا ہی منہ دیکھتے رہے اور ذلت و رسوائی کے ساتھ ہی پسپا ہوتے رہے۔

[illegible] اس کو پورا کر کے دکھلا دیا ... ججوں نے ... یہی الفاظ فیصلہ میں استعمال کئے

دسواں الہام

وہ ہے جسے برق صاحب نے بطور تمسخر کے نقل کیا ہے یعنی "زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں اس الہام میں ان کی ہر موقعہ پر ناکامی کی وجہ بتلائی ہے کہ چونکہ ان کی زندگی متقیانہ زندگی نہیں رہی اور جو منصوبے یہ خدا کے مامور کو گرانے کے لئے باندھتے ہیں ان میں خدا ترسی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ بلکہ معمولی اخلاق سے بھی وہ عاری ہوتے ہیں اس لئے خدائی تائید کا اُن کے شامل حال ہونا تو کجا خدا کی سزا کے مورد بن جاتے ہیں جیسا کہ اس موجودہ مقدمہ میں بھی ان کو ذلّت سے ہی دوچار ہونا پڑا۔

الہام دشمنوں کی ناکامی کی وجہ بیان کررہا ہے

اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ کرلیں کہ الہام زیر اعتراض کس صفائی سے ہمیں ڈالنے کی یہ وجہ بیان کر رہا ہے کہ یہ لوگ خدائی سزا کے مورد اس لئے بنیں گے کہ ان کی زندگی قرآنی ہدایات کے خلاف بسر ہو رہی ہے میں حیران ہوں کہ برق صاحب کو کس طرح جرأت ہوئی کہ اس الہام کو اپنے تمسخر کا نشانہ بنایا ہے جبکہ انہوں نے خود اپنی کتاب "دو قرآن" میں مسلمانوں کی عملی زندگی کی خرابی پر مسلسل واویلا مچایا ہے اور قرآن سے دوری کا رونا رویا ہے۔

اور ادھر آج کل بھی آئے دن اخباروں میں مسلمانوں کی عملی حالت پر نوحہ خوانی کی جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کو الہام کے ذریعے ان کی بداعمالیوں پر آگاہ کر دیا تو اس پر شور مچانے کے کیا معنی دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ جس سزا کے وارد ہونے کا ذکر الہام میں کیا گیا ہے۔ وہ مخالفین پر وارد ہوئی یا نہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ مخالفین مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا ہوئے اگر شک ہو تو تاریخ کا مطالعہ کرکے اپنی تسلّی کرلیں۔

بارہواں الہام

تو در منزل ما چو بار بار آئی۔ تو ابر رحمت بباریدی بارانے۔ اس الہام میں اس تائید الٰہی کی وجہ بتلائی گئی ہے جو حضرت مرزا صاحب کے شامل حال رہی اور وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے در پہ ہر وقت گرے رہتے تھے اور دعاؤں کے ذریعہ اس کی تائید اور نصرت کو جذب کرتے رہتے تھے۔ اور جو بھی ایسا کرے گا وہی خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کا

وارث بن جائے گا۔

ہر مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ

اب ہر خدا ترس شخص خود ہی فیصلہ کر لے کہ مندرجہ بالا الہامات ایمان افروز ہیں یا قابل تمسخر کس قدر غیب کی خبروں پر یہ الہامات مشتمل ہیں اور کس صفائی سے یہ خبریں پوری ہوئی ہیں۔ مخالفین خدارا غور کریں کہ کیا ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا خدا کی ہستی پر یقینی ثبوت نہیں بہم پہنچا رہا کیا یہ پیشگوئیاں اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر حتمی دلیل کا کام نہیں دے رہیں ...... کیا رسول کریم صلعم کو زندہ رسول اور خاتم النبیین ثابت کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر بھی کوئی برہان ساطع ہو سکتی ہے کہ ان کا حقیقی متبع قرب الٰہی کے اس بلند مقام پر پہنچ سکتا ہے کہ خدا کی یقینی ہم کلامی سے مشرف ہو جاتا ہے حضرت مرزا صاحبؑ کا اس سے بڑھ کر کیا دعوےٰ تھا کہ قرآن کی کامل اتباع اور رسول کریم صلعم کی کامل اطاعت کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے مجھے اس مقام پر پہنچا دیا کہ اللہ تعالےٰ اسلام کی دیگر ادیان پر برتری ثابت کرنے کے لئے مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور غیب کی خبریں مجھ پر ظاہر کرتا ہے جو وقوع میں آ کر قرآن کریم کے اس دعوے کو سچا ثابت کرتی ہیں کہ خدا کی راہ میں استقامت اختیار کرنے والوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور لھم البشریٰ کے وعدہ کے مطابق ان کو بشارتیں دیتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ اسلام میں پیدا نہ ہوں تو خدا تعالےٰ کے اس وعدہ کا عملی ثبوت کس طرح میسر آئے پس جیسا کہ پہلی صدیوں میں ایسے لوگ امت میں پیدا ہوتے رہے ہیں جن سے خدا ہم کلام ہوتا رہا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی حضرت مرزا صاحبؑ پیدا ہوئے آپ چونکہ مسیح موعود بھی تھے اس لئے ان کو خدا کی ہم کلامی کا سب سے زیادہ شرف حاصل ہوا اور جیسا کہ آنے والے مسیح کے لئے حدیث میں نبی کا لفظ آیا تھا جس کے اندر پیشگوئی تھی کہ غیب کی خبروں پر اسے سب سے زیادہ اطلاع دی جائے گی سو حضرت نبی کریم صلعم کے بولے ہوئے لفظ نبی کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحبؑ کو مجرد ہمکلامی کا ہی شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ غیب کی خبروں پر سب سے زیادہ آپکو اطلاع دی گئی ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء مسلمانوں کو تو بجائے مخالفت کے خوش ہونا چاہئے تھا کہ قرآن کے دعاوی بھی حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ اس زمانہ میں سچے ثابت ہوئے اور حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث بھی

سچی نکلی اور یہ بات حدیث کے منکرین پر بھی حجت قاطع کا کام دے رہی ہے پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ خدا کے حضور سجدۂ شکر بجالائیں اور خدا کی نعمت کی قدر کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحبؑ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر سعادت دارین حاصل کریں خدا سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

"تمام الہام ایمان افروز کیفیت کے حامل ہیں"

"برق صاحب نے عجیب الہامات" کے عنوان کے تحت جس قدر الہامات اپنی کتاب میں درج کئے ہیں ان کے متعلق ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک "عجیب" کے نام سے پکارے جانے کی بجائے ایمان افروز کہلانے کا مستحق ہے۔ اور دلوں کو نور سے بھر دینے کا موجب ان میں سے صرف ایک کو ہم نے ترک کیا ہے کیونکہ اس کا ذکر حضرت اقدس کی نہ کسی کتاب میں نہ کسی ڈائری میں نہ مکتوبات میں نہ اشتہاروں وغیرہ میں موجود ہے۔ برق صاحب نے قاضی یار محمد صاحب کے ٹریکٹ اسلامی قربانی سے اسے نقل کیا ہے۔

"قاضی یار محمد کے دماغ میں ایک خاص قسم کا خلل تھا جس کے نتیجہ میں ان کے دماغ میں اسی قسم کے خیالات آتے رہتے تھے جس قسم کے خیالات کا اظہار ان کے ٹریکٹ میں پایا جاتا ہے اس زمانہ کے تمام احمدی جس زمانہ میں وہ قادیان میں سکونت رکھتے تھے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں اس لئے اس قسم کے آدمی کے قول کو بطور سند پیش کرنا اس پر کافی روشنی ڈالتا ہے کہ اس کتاب کو لکھتے وقت برق صاحب کی ذہنی کیفیت کیا تھی جو کچھ اس ٹریکٹ میں لکھا گیا ہے کیا حضرت مسیح موعودؑ نے صرف قاضی یار محمد کے کان میں ہی بتلایا تھا اگر یہ بات کسی مجلس میں ذکر کی جاتی تو فوراً اخباروں میں آجاتی۔ ڈائری نویس تو ہر مجلس میں موجود رہتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے اس لئے اسے ترک ہی کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد جناب برق صاحب کے کتمان حق کی مزید مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

برق صاحب کی طرف سے کتمان حقیقت کی ایک اور مثال

جناب برق صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹۷

پر حضور کا ایک الہام نقل کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں :۔

"انت من ماءِ نا وھم من فشل"

فشل کے معنی ہیں۔ بزدلی۔ ترجمہ یہ ہے :۔

"(اے احمد) تم ہمارے پانی سے ہو اور باقی لوگ بزدلی سے ہیں کیا سمجھے"؟

"الفاظ کیا سمجھے"؟ میں جناب برق صاحب اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں۔ کہ الہام مذکورہ بالا بے معنی جملہ ہے "فشل" سے ہونا اپنے اندر کوئی مفہوم نہیں رکھتا جناب برق صاحب اگر آپ نے قرآن شریف کا مطالعہ کبھی غور سے کیا ہوتا تو الہام مذکورہ بالا کے متعلق ایسے الفاظ کبھی سپرد قلم نہ کرتے۔ سنیئے میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ سورۃ الانبیاء ع ۳ میں فرماتے ہیں۔ خلق الانسان من عجل۔ یعنی انسان جلدبازی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اب بتلائیں کہ کیا عجل یعنے جلدبازی کوئی مادہ ہے جس سے انسانی فطرت کو خمیر کیا گیا ہے۔ یا نعوذ باللہ انسان کو پیدا کرتے وقت خدا سے جلدبازی کا ارتکاب ہوُا ہے آیت قرآنی ان دونوں باتوں سے پاک ہے۔ بلکہ اس کا سیدھا سادا مفہوم یہ ہے۔ کہ انسان میں جلدبازی کی عادت پائی جاتی ہے۔ خصوصاً خدا کے ماموروں کے دعاوی کو سن کر فوراً نعوذ باللہ ان کے مفتری ہونے کا فیصلہ دے دیتا ہے، اس قسم کی جلدبازی سے کام لینے کو عربی زبان میں یا قرآنی محاورہ میں اسی طرح ادا کیا جاتا ہے کہ انسان جلدبازی سے ہے۔ اسی طرح جملہ "ھم من فشل" بھی اپنے اندر یہی مفہوم رکھتا ہے۔ کہ منکرین و مخالفین کے دلوں میں فشل پایا جاتا ہے۔ اور یہ خدا کے مامور کے مقابلہ میں "فشل" سے کام لے رہے ہیں۔ کس طرح یہ مخالفین "فشل" سے کام لے رہے ہیں؟ اس کی تفصیل سے عنقریب میں قارئین کرام کو آگاہ کروں گا۔

الہام کی تشریح اس سے قبل میں قارئین کرام کے سامنے اس الہام کی وہ تشریح رکھتا ہوں جو سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے خود فرمائی ہے۔ تا انہیں پتہ لگ جائے کہ جناب برق صاحب حقیقت کو چھپانے میں کتنے ماہر ہیں۔ لیکن یہ کتنے جانتے ہیں کہ انہوں نے حضورؑ کے منشاء کو بگاڑنے کی قطعاً کوشش نہیں کی اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے۔ اُسے من وعن پیش کر دیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ ان کی تحریر دل

کو ادھورا پیش کر کے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش بھی کرتے جاتے ہیں۔

حضور الہام مندرجہ بالا کی تشریح مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں :۔

"یہ جو فرمایا کہ تو ہمارے پانی سے ہے۔ اور وہ لوگ فشل سے اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی استقامت کا پانی تقوے کا پانی وفا کا پانی صدق کا پانی حب اللہ کا پانی ہے۔ جو خدا سے ملتا ہے۔ اور "فشل" بزدلی کو کہتے ہیں۔ جو شیطان سے آتی ہے اور ہر ایک بے ایمانی اور بدکاری کی جڑ بزدلی اور نامردی ہے۔ جب قوت استقامت باقی نہیں رہتی تو انسان گناہ کی طرف جھک جاتا ہے۔ غرض فشل شیطان کی طرف سے ہے۔ اور عقائد صالح اور اعمال طیبہ کا پانی خدا تعالے کی طرف سے جب بچہ پیٹ میں پڑتا ہے۔ تو اس وقت اگر بچہ سعید ہے۔ اور نیک ہونے والا ہے۔ تو اس نطفہ پر روح القدس کا سایہ ہوتا ہے اور اگر بچہ شقی ہے۔ اور بد ہونے والا ہے۔ تو اس نطفہ پر شیطان کا سایہ ہوتا ہے اور شیطان اس میں شراکت رکھتا ہے۔ اور بطور استعارہ وہ شیطان کی ذریت کہلاتا ہے اور جو خدا کے ہیں۔ وہ خدا کے کہلاتے ہیں جن کو پہلی کتابوں میں بطور استعارہ ابناء اللہ کہا گیا ہے۔"

اب ہر منصف مزاج شخص خود ہی فیصلہ فرمالے کہ کیا حضرت اقدس کی مندرجہ بالا تشریح الہام مذکورہ بالا کا مفہوم واضح کرنے کے لئے کافی نہ تھی کہ جناب برق صاحب کو ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت پیش آئی "کیا سمجھے"۔

جناب برق صاحب نے اپنی کتاب کے ص۱۳۱ پر حضرت اقدس کے مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنی مطلب براری کے لئے بڑے زور سے پیش کیا ہے۔

"ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے جو اس کے مخالف کہے۔"

اس بارے میں حضرت اقدس کا جو مذہب برق صاحب نے پیش کیا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ بھی ادھورا پیش کیا ہے۔ جس کی حقیقت پر مناسب موقعہ پر روشنی ڈالی جائے گی سر دست تو اتنا کہہ

دینا ہی کافی ہے۔ کہ جناب برق صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ ملہم جو کچھ اپنے الہام کے بیان کرے وہی حجت ہوتے ہیں۔ تو حضور کی مندرجہ بالا تشریح کو لازماً انہیں حجت تسلیم کرنا پڑے گا اور جب یہ حجت ہے۔ تو پھر اسے چھپانے کی جو کوشش انہوں نے کی ہے۔ کیا اسے کوئی منصف مزاج تقویٰ سے اور دیانتداری پر مبنی قرار دے سکتا ہے؟ اجتہاد اور استدلال میں اختلاف ہو سکتا ہے مگر اصل تشریح کو ہی قاریوں کی نظر سے عمداً پوشیدہ رکھنا کسی طرح بھی مستحسن فعل نہیں کہا سکتا۔ ... محقق اور حقیقی علماء کی نظر میں اس قسم کا فعل کبھی بھی قابل تعریف نہیں قرار دیا جا سکتا۔

الہام کی صداقت کو پرکھنے کے لئے ایک اصل

میں اس سے قبل بھی بار بار برق صاحب اور ان جیسے خیالات رکھنے والے احباب کی توجہ اس طرف مبذول کرا چکا ہوں اور اب پھر کراتا ہوں کہ الہام کی صداقت کو پرکھنے کے لئے واقعات سے بڑھ کر اور کوئی کسوٹی نہیں ہو سکتی۔ ایسے تمام دوستوں کو لفظوں کی بحث میں الجھنے کی بجائے دیکھنا چاہئیے کہ الہام میں جس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے یا جس امر کے متعلق جو خبر دی گئی ہے۔ وہ قرآنی اصولوں کے مطابق وقوع میں آئی ہے یا نہیں؟ اگر وہ وقوع میں آ گئی ہے تو وہ یقیناً خدا کی طرف سے ہے کیونکہ غیب صرف خدا کے ہی قبضہ میں ہے۔ انسانی طاقت کی اس تک رسائی نہیں اگر وہ الہام انسان نے خود بنایا ہے اور اس کے اپنے دماغ کی ہی اختراع ہے۔ تو اس کو خارج میں وقوع میں لانا اس کے اختیار سے باہر ہے۔ جب وہ وقوع میں نہیں آئے گا تو اس کا باطل ہونا خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ خدا کے فضل سے حضرت مرزا صاحب کا ایک الہام بھی ایسا نہیں جو شریعت قرآن کے اصولوں کے مطابق پورا نہ ہوا ہو۔ میں تمام مخالفین کو چیلنج کرتا ہوں کہ شریعت کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کے کسی ایک الہام کو بھی جھوٹا ثابت کر کے دکھلائیں یا کسی ایک پیشگوئی کے متعلق ہی ثابت کر دیں کہ وہ الہام کے الفاظ کی رو سے پوری نہیں ہوئی۔

الہام مذکورہ بالا پر واقعات کی شہادت

مندرجہ بالا اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم واقعات پر نظر ڈالیں تو الہام

مذکورہ بالا کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ اس الہام میں دو حقیقتوں کا اظہار کیا گیا ہے۔ ایک حقیقت کا تعلق حضرت مرزا صاحب کی ذات سے ہے۔ اور دوسری کا تعلق حضور کے مخالفین سے ہے جس حقیقت کا تعلق حضرت مرزا صاحب کی ذات سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضور کو ایمان۔ استقامت تقوےٰ۔ وفا۔ صدق۔ حب اللہ۔ عقائد صالحہ اور اعمال طیبہ کے پانیوں سے سیراب کیا گیا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے۔ کہ پانی کو آیت جعلنا من الماء کل شیئ حی کے ماتحت مادی زندگی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح وحی الہٰی جسے قرآن کریم میں بار بار بارش کے پانی سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ اسے روحانی زندگی کا ذریعہ ٹھہرایا گیا ہے۔ گویا بالفاظ دیگر پانی کو ہی دونوں زندگیوں کو پیدا کرنے اور انہیں قائم رکھنے کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔ اور روحانی زندگی کے اجزا جن سے وہ مرکب ہوتی ہے۔ وہ امور ہیں جنہیں حضرت مرزا صاحب نے اپنے الہام کی تشریح میں بیان فرما دیا ہے۔ اب دیکھئے غور کرنے کے قابل بات یہ ہے۔ کہ روحانی زندگی کے جو اجزا حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے ہیں۔ کیا حقیقت میں وہ ان کے وجود میں پائے بھی جاتے تھے یا نہیں؟ اگر یہ اجزاء ان کے وجود میں مفقود تھے تو الہام میں جو تعریف ان کی پائی جاتی ہے۔ اسے ان کی خود تراشیدہ تعریف تسلیم کرنا پڑے گا لیکن اگر واقعات نے ان کا ان کی ذات میں موجود ہونا ثابت کر دیا ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ یہ تعریف اُن کی فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہی تھی اور وہ واقعی اس تعریف کے مستحق تھے۔

ابتلاؤں کی غرض و غایت یہ بات بھی تمام عقلا کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ انسان کی اندرونی کیفیات کو منصۂ ظہور میں لانے والے ابتلا ہی ہوتے ہیں۔ ورنہ اندرونی کیفیات کے متعلق جو کچھ بھی کہا جائے وہ محض دعوےٰ ہی دعوےٰ ہوتا ہے۔ جسے کسی عقلی دلیل سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ پس ہم ایک ایک جزو کو لے کر دیکھتے ہیں کہ کیا ان ابتلاؤں کے وقت جو حضرت مرزا صاحب پر مختلف اوقات میں وارد ہوتی رہیں۔ ہر جزو کا ثبوت اُن کے وجود میں ملتا رہا یا نہیں۔

عقائدِ صالحہ کا ثبوت

سب سے پہلے ہم ان عقائد کو لیتے ہیں۔ جو دعوے کے بعد انہوں نے دنیا کے سامنے پیش کئے اور جن کو علماء کی طرف سے شرع میں خلاف شریعت حقہ قرار دیا گیا اور جن کی بنا پر ان پر فتوے کفر لگا کر ان کا بائیکاٹ کیا گیا۔ ان کو اسلامی معاشرہ سے خارج بتلایا گیا۔ ان کو واجب القتل ٹھہرایا گیا۔ ان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں ان کے نکاح فسخ اور ان کو محروم الارث قرار دیا گیا غرضیکہ تمام کوششیں اس راہ میں صرف کی گئیں کہ حضرت مرزا صاحب اور ان کے ساتھی ان عقائد حقہ کو چھوڑ دیں جن کی طرف رہنمائی انہیں ان کے خدا نے کی تھی اور جنہیں وہ خدا کی طرف منسوب کرتے ہوئے لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن ان ایذاؤں اور دکھوں نے جن کا سامنا انہیں کرنا پڑتا رہا۔ ان سے ان عقائد حقہ میں سے کسی عقیدہ کو بھی چھڑانے میں کامیابی حاصل نہ کی۔ اگر یہ عقائد خدا کی طرف سے القاء کئے ہوئے نہ ہوتے بلکہ اپنے ذاتی اجتہاد کا نتیجہ ہوتے تو ان مصائب کے سامنے وہ فوراً ہتھیار ڈال دیتے اور علماء زمانہ کے ہم نوا ہو کر ان عقائد کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیتے لیکن چونکہ ان کا دعوے تھا کہ ان عقائد حقہ پر خدا تعالے نے مجھے اطلاع دی ہے۔ اور یہی صحیح اسلامی عقائد ہیں۔ اس لئے ان کے ترک کرنے پر وہ کس طرح آمادہ ہو سکتے تھے۔ وہ تو قوم کی دھمکیوں پر وہی بات کہتے رہے جو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے مخالفین کو کہی تھی۔ حضرت شعیب کے مخالفین نے جب انہیں دھمکی دی تھی جس کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا ہے :۔

قال الملا الذین استکبروا من قومہ لنخرجنک یٰشعیب والذین امنوا معک من قریتنا او لتعودن فی ملتنا قال او لو کنا کارھین قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم بعد اذ نجانا اللہ منھا

(الاعراف ع ۱۱) (ترجمہ) اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیبؑ ہم تجھے اور تیرے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے مذہب کی طرف لوٹ آؤ شعیبؑ نے جواب میں کہا کیا ہم تمہارے مذہب کو ناپسند کرتے ہوئے اس کی طرف لوٹ سکتے ہیں اگر ہم ایسا کریں تو پھر تو ہم

خدا پر افترا کرنے والے فرار پائیں گے بعد اس کے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے تمہارے اس باطل مذہب سے نجات دی ہے۔

اسی سے ملتا جلتا جواب حضرت اقدس اپنے مخالفین کو دیتے رہے کہ میں خدا کی عطا کردہ روشنی کو چھوڑ کر کس طرح پھر تاریکی میں آسکتا ہوں جس تاریکی سے خدا نے مجھے نجات دی ہے۔ فکیدونی جمیعاً ثم لا تنظرون یعنے مجھے گرانے کے لئے جو تدابیر بھی تم اختیار کر سکتے ہو کر لو۔ اور مجھے مہلت بھی نہ دو پھر دیکھ لو کہ میرا خدا جس نے مجھے اصلاح احوال کے لئے بھیجا ہے۔ کیا کرتا ہے۔

بہرحال آپ مخالفین کی مخالفت کے باوجود آخر تک انہی عقائد صحیحہ پر قائم رہے۔ جن کا اعلان آپ نے بالکل شروع دعولے کے وقت کیا تھا۔ نتیجہ اس کا یہی نکلا کہ مخالفین نے حضرت اقدس مرزا صاحب یا اُن کے ساتھیوں سے ان عقائد کو کیا چھڑانا تھا۔ آہستہ آہستہ ان میں سے بہت سے لوگ ان عقائد کی صحت کے قائل ہو کر باقاعدہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں داخل ہو گئے اور جو جماعت میں باقاعدہ داخل نہیں ہوئے انہوں نے بھی دل سے ان عقائد کی صحت کو تسلیم کر لیا جس پر واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ کس طرح علماء اُن عقائد کو صحیح تسلیم کرتے جاتے ہیں۔

تعلیم یافتہ طبقہ میں سے اب کون ہے۔ جو حضرت مسیح ناصری کو آسمان پر زندہ تسلیم کرتا ہے۔ نئی روشنی کے آدمی تو الگ رہے علماء میں سے بھی اب کوئی اس کا قائل نہیں رہا۔ حضرت مسیح ناصری کی حیات پر بحث کرتے ہوئے علماء بھی گھبراتے ہیں۔ علماء ازہر نے تو باقاعدہ ان کی وفات کا اعلان بھی کر دیا ہے اسی طرح دیگر مسائل کا حال ہے۔ یہ حضرت مرزا صاحب کا ہی علم کلام ہے۔ جس نے اکثر علماء کے لئے غور و فکر کا نیا دروازہ کھول دیا ہے۔ اس محسن اعظم کے احسان کا زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں مگر دل ان کے اس احسانِ عظیم کی قدر ضرور کر رہے ہیں عوام کی مخالفت کے ڈر سے اور ہر دلعزیزی کے کھوئے جانے کے خوف سے زبانوں پر اس کا ذکر لانا ان کے لئے مشکل ہے۔ مگر بہرحال حق حق ہی ہوتا ہے۔ وہ دلوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے بالآخر اس کا پھیلنا لازمی امر ہے

جسے کوئی روک نہیں سکتا یہی حال ان عقائد صحیحہ کا ہوا جنہیں حضرت مرزا صاحبؒ نے خدا سے علم پاکر دنیا کے سامنے پیش کیا اور جواب قبولیت عام کی سند حاصل کر چکے ہیں۔

اعمال طیبہ اور تقوی اللہ کا ثبوت

حضرت مرزا صاحب کے اعمال طیبہ اور تقوی اللہ کے ماتحت زندگی بسر کرنے کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ مخالفین نے بھی ان کی پاکیزہ زندگی کی شہادت دی ہے۔ مخالفین میں سے بعض ایسے بھی تھے جن کو ان کی زندگی میں ان سے واسطہ پڑتا رہا ہے۔ اور انہوں نے انکو عالم شباب میں بھی دیکھا ہے۔ ان سب کا متفقہ بیان ہے۔ کہ جوانی میں بھی آپ کی زندگی طہارت اور پاکیزگی کا بہترین نمونہ تھی دنیا کی محبت اُن کے قریب بھی نہ بھٹکی تھی ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے والد محترم نے بڑی کوشش کی کہ ان کو کسی ایسے دنیاوی کام میں لگا دیں جس سے وہ باعزت روزی کما سکیں مگر وہ ان کے دل کو خدا کی یاد سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

صدق کا ثبوت

اس بات کا ثبوت کہ صدق ان کی گھٹی میں رچا ہوا تھا ان مقدمات سے ملتا ہے۔ جن میں جھوٹ کو استعمال کئے بغیر رہائی حاصل کرنا بظاہر ناممکن نظر آتا تھا۔ لیکن ان حالات میں بھی آپ نے صدق کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اور اللہ تعالےٰ نے انہیں ہمیشہ صدق کی بدولت کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا۔

وفا اور حب اللہ کا ثبوت

خدا تعالےٰ کی محبت جس قدر آپ کے قلب مطہر پر مسلط تھی اس کا ثبوت اس قدر نمایاں ہے کہ اس کے انکار کی کسی کو گنجائش ہی نہیں ہو سکتی۔ محبت کی یہ گہرائی ہی تھی جو آپ کو ہر دم اور ہر گھڑی اس کے دین کی اشاعت کی طرف کشاں کشاں لئے جاتی تھی ہر وقت ایسی ہی تدابیر پر غور کرتے رہتے تھے۔ کہ اس کا دین کسی طرح دنیا میں پھیلے اور اس پر کئے ہوئے اعتراضات کسی طرح دور ہوں۔ اور کسی طرح لوگوں کے دل اُن سے صاف ہو جائیں۔ دین پر اعتراض سامنے آیا نہیں کہ اُس کے دفاع کے لئے فوراً تیار ہوتے نہیں اور دم نہیں لیا جب تک اس کا جواب لکھ کر پریس کے حوالہ نہیں کر دیا اس

کام ہیں نہ کبھی آپ نے اپنی صحت کا خیال رکھا اور نہ آرام کی طرف توجہ کی خدا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کے لئے ایسی غیرت رکھتے تھے جس کی نظیر دنیا کے کسی مسلمان میں ہمیں نظر نہیں آتی - اسی طرح خدا اور اس کے دین اور اس کے رسول کے ساتھ جس وفا کا ثبوت آپ نے دیا وہ بھی بے نظیر ہے مرتے دم تک اسی دین کے وقار کو قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف رہے - رسول کریم صلعم کی عزت کو دلوں میں بٹھانے کے لئے اور آنحضور صلعم کے دامن کو دشمنوں کے لگائے ہوئے ہر دھبہ سے پاک کرنے کے لئے آپ کی مساعی جمیلہ دن رات جاری رہیں - چنانچہ آخری پیغام جو آپ نے اپنے ہم وطن ہندو بھائیوں کو دیا جن کو لکھتے لکھتے آپ اپنے مولی حقیقی سے جا ملے اور جس کا نام پیغام صلح تھا - وہ یہی تھا کہ آپ لوگ ہمارے رسول کریم کو خدا کا رسول تسلیم کر لیں تو ہم اس کے بدلہ میں گائے کا گوشت چھوڑ دیں گے -

استقامت کا ثبوت استقامت کا ثبوت تو بالکل واضح ہی ہے - ہندوؤں مسلمانوں عیسائیوں غرضیکہ سب قوموں نے آپ کی استقامت کو آزمانے کے لئے مختلف قسم کی آزمائشوں سے آپ کا امتحان لیا مگر سب میں آپ کامیاب نکلے اقدام قتل جیسا خطرناک مقدمہ آپ پر قائم کیا گیا مگر اس میں بھی نہ تو آپ کے توکل علی اللہ میں ذرہ بھر فرق آیا اور نہ ہی استقامت کا دامن ہاتھ سے چھوٹا - تینوں قومیں آپ کو اس مقدمہ میں سزا دلوانے پر متحد ہو گئیں - جھوٹی شہادتیں بنائی گئیں مقدمہ بظاہر خطرناک صورت اختیار کر گیا تھا ایک شخص جو بظاہر مرید بنا ہوا تھا - اور قادیان میں رہائش رکھتا تھا وہ عدالت میں بیان دیتا ہے کہ اسے مرزا صاحب نے ایک پادری کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے حضرت مرزا صاحب نہ تو اس کے مرید ہونے سے انکار کرتے ہیں اور نہ اس کی رہائش قادیان کے منکر ہیں - یہ کیسی خطرناک صورت ہے - لیکن اس شخص کا توکل علی اللہ اس قدر زبردست ہے کہ اس کے چہرہ سے خوف کے آثار قطعاً نظر نہیں آتے اس کو یقین کامل ہے کہ جس خدا نے اسے بھیجا ہے - اور جس نے اس کو ہر ایک شر سے بچانے کا وعدہ کیا ہوا ہے - وہ ضرور اس کی حفاظت کرے گا اور اس کی بریت کے سامان وہ خود پیدا کر دے گا کوئی گھبراہٹ اس کے دل میں نہیں بلکہ دوسروں کو ڈھارس بندھواتا ہے آخر یہی ہونا تھا

کہ تمام دشمن ناکام و نامراد لوٹتے ہیں۔ اور وہ عزت کے ساتھ بری کیا جاتا ہے۔

مواقع ابتلاء کیا ثابت کرتے ہیں ایسے ہی مواقع ہوتے ہیں جن میں خدا کے بندوں کا تقوےٰ۔ ان کی استقامت۔ ان کی وفا ان کی اللہ سے محبت اور ان کے قلوب کی پاکیزگی اور طہارت آزمائی جاتی ہے۔ اور جب وہ ان عظیم الشان ابتلاؤں کی بھٹی سے کندن ہو کر نکلتے ہیں تو دنیا کو پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ وہ فی الحقیقت ان اوصاف حقہ کے مالک ہیں جن سے ان کو متصف کیا گیا ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کو جو یہ الہام ہوا کہ "انت من مائنا" وہ فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہی تھا اور مختلف قسم کے ابتلاؤں نے اس بات کا ثبوت بہم پہنچا دیا کہ وہ ان اوصاف کے حقیقی مالک تھے جن کا ذکر خدا تعالےٰ کے الہام میں کیا گیا ہے۔

یہ وہ پہلو ہے۔ جس کی طرف مخالفین کو الہام کی سچائی پرکھنے کے لئے غور کرنا چاہئے۔ جب واقعات نے اس الہام کی سچائی ثابت کر دی ہے تو اس کو تسلیم نہ کرنا عمداً حق سے انحراف کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ جا ضد کا مظاہرہ ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر مومن کو اس سے بچائے۔ آمین۔

الہام کی دوسری شق دوسری شق الہام مذکورہ بالا کی مخالفین کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ ان کے متعلق الہام کے الفاظ یہ ہیں "وھم من فشل" فشل کے معنی مقابلہ میں کمزوری اور بزدلی اور نامردی دکھلانے کے ہیں اب ہم نے دیکھنا ہے کہ الہام کا یہ جزو کیا مخالفین کے حق میں پورا ہوا یا نہیں ؟ کیا حضرت اقدسؑ کے مقابلہ میں ان کی طرف سے ہمیشہ کمزوری اور بزدلی کا ہی مظاہرہ ہوتا رہا ہے۔ یا نہیں۔ یہ تو ظاہر ہی ہے۔ کہ فریقین کے درمیان مقابلہ صرف روحانی امور میں ہی تھا۔ ظاہری جنگ کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔

روحانی مقابلہ انہی امور میں ہو سکتا ہے۔ جن میں حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء کے ماتحت علماء حقیقی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ پہلا امر جو علماء حقیقی کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے وہ خدا کی کتاب کے علم اور اس کی حکمتوں پر آگاہی حاصل کرنا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کا بھی یہی کام بتلایا گیا ہے یعلمھم الکتاب والحکمۃ کہ آنحضرت صلعم اپنے کامل متبعین کو کتاب اور حکمت سکھلاتے ہیں

اور سکھلاتے رہیں گے جس پر کہ قرآن کریم کے الفاظ لایمسہ الا المطہرون دلالت کر رہے ہیں۔ کہ امت کے مطہر لوگوں پر ہی قرآن شریف کے حقائق و معارف کا انکشاف ہوگا اور پھر دوسری جگہ قرآن شریف نے فرمایا ومن یؤت الحکمۃ فقد اُوتی خیراً کثیراً۔

اب ہم انبیاء کے اس ورثہ کو سامنے رکھ کر دیکھتے ہیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب کو اس ورثہ کا حصہ وافر عطا ہوا ہے یا حضور کے مخالفین کو؟ اور ان دونوں میں سے کون اس معیار پر صحیح اترتا ہے۔

بزدلی کے اظہار کا پہلا مظاہرہ

حضرت مرزا صاحبؑ نے بار بار مخالف علماء کو یہ کہہ کر للکارا کہ تم دعوے کرتے ہو کہ تم حضرت نبی کریم صلعم کے علوم کا حقیقی وارث ہو۴۔ میرے خدا نے مجھے الہام کے ذریعہ بتلا دیا ہے۔ الرحمان علم القرآن کل برکۃ من محمد صلعم تبارک من علّم و تعلّم یعنے رحمان خدا نے مجھے قرآن کا علم عطا کیا ہے۔ اور یہ سب برکت محمد صلعم کی ہے۔ بابرکت ہے یہ رسول جس نے مجھے سکھلایا اور بابرکت ہے۔ وہ شاگرد جس نے اس رسول پاک صلعم سے سیکھا فرماتے ہیں:۔

دیگر استاد را نامے ندانم ۔۔۔ کہ خواندم در دبستانِ محمد (صلعم)

اے میری مخالفت کرنے والے عالمو۔ گدی نشینو۔ مشائخ اور صوفی کہلانے والو میرے ساتھ قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کرنے میں مقابلہ کر لو مگر کسی عالم کسی گدی نشین کسی صوفی اور شیخ کو اس مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی مقابلہ میں "قتل" یعنی بزدلی کا یہ پہلا مظاہرہ تھا جو ان لوگوں کی طرف سے وقوع میں آیا یہ لوگ باوجود میدان مقابلہ میں نہ نکلنے کے شور یہی مچاتے رہے کہ حضرت مرزا صاحب قرآنی علوم سے ناواقف ہیں۔ ایسی صورت میں ایک طرف تو ان مخالف علماء کا عجز ظاہر کرنا ضروری تھا اور دوسری طرف ان پر حجت تمام کرنی بھی ضروری تھی۔ اس لیے خدا تعالےٰ نے ان دونوں غرضوں کو پورا کرنے کے لئے خود ہی ایسا انتظام کر دیا جس سے یہ دونوں غرضیں نمایاں طور پر پوری ہو گئیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے لاہور کے بعض لیڈروں کے دل میں یہ ڈال دیا کہ وہ ایک بہت بڑے مذہبی جلسہ کا انتظام کریں جس میں تمام مذاہب کے مشہور علماء کو پانچ اہم سوالوں پر اپنے خیالات کے اظہار کی دعوت دیں۔

۴ اور آنحضور صلعم کی گدی پر بیٹھے ہوئے ہو اور ادھر میرا دعویٰ بھی یہی ہے کہ میں آنحضور صلعم کے علوم کا حقیقی وارث ہوں

اور قید انہوں نے یہ لگا دی کہ ہر عالم اپنی اپنی مذہبی کتاب سے ان سوالوں پر روشنی ڈالے اس جلسہ میں شرکت کے لئے اسلام کے مشہور علماء کو بھی دعوت دی گئی جن میں حضرت مرزا صاحب بھی شامل تھے اور دوسری طرف مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی مدعو تھے اور دو عالم اور بھی مدعو تھے مگر وہ خود ہی پیچھے ہٹ گئے۔ اسلام کی طرف سے مندرجہ بالا تین عالم ہی اسلام کی نمائندگی کے لئے پیش ہوئے۔ علماء کے لئے بڑی مشکل پیش آگئی۔ اس دعوت کو قبول کرتے ہیں تو مرزا صاحب سے مقابلہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس دعوت کو رد کرتے ہیں تو مسلمانوں کی نظر سے گر جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ در حقیقت خود ان کو گھیر کر حضرت مرزا صاحبؑ کے مقابلہ میں لے آیا اس کا یہ قانون ہے جو اس نے سورۃ القلم میں بدیں الفاظ بیان فرمایا ہے۔ فذرنی ومن یکذب بھذا الحدیث سنستدرجھم من حیث لا یعلمون واملی لھم ان کیدی متین یعنے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں حق کے مخالفین کو ایک وقت تک تو مہلت دیتا ہوں لیکن پھر ان کو ایسا پکڑتا ہوں کہ وہ اس گرفت سے نکل ہی نہیں سکتے۔ مجھے اور ان مکذبین کو چھوڑ دے میں خود ان کا انتظام کر لوں گا اور ان کو مقابلہ میں لاکر ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے سامان خود ہی پیدا کر دوں گا چنانچہ اس قانون الٰہی کے ماتحت چوٹی کے مخالف علماء کو حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں آنا پڑ گیا اور یہ مقابلہ بھی قرآنی حقائق و معارف کو بیان کرنے میں تھا کیونکہ مقررہ سوالوں کے جواب اپنی اپنی الہامی کتابوں سے دینے کی قید اسلام کے تینوں عالموں کو مجبور کر رہی تھی کہ قرآن کریم سے ان سوالوں کے جواب دیں چنانچہ اس مقابلہ میں حضرت مرزا صاحب کی کامیابی اور ان کا غلبہ تین طریقوں سے ثابت ہو گیا۔

اوّل تیرہ سو برس سے جو پیشگوئی قرآن کریم کی آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ میں بیان کی گئی تھی۔ جس کے متعلق تمام مفسرین متفق تھے۔ اس بات پر کہ یہ غلبہ اسلام کا دیگر ادیان پر مسیح موعود کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور ادھر حدیث یہ بتلا رہی تھی کہ تھلک الملل کلھا فی زمنہ الا الاسلام یعنے مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب دلائل سے ہلاک ہوں گے چنانچہ دونوں پیشگوئیاں اس جلسہ مذاہب اعظم میں حضرت مرزا صاحب

کے ذریعہ پوری ہوئیں۔ کیونکہ حضورؑ کا مضمون سب مضمونوں پر غالب رہا جس کا اقرار مخالف موافق سب نے کیا اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ علماء جو بڑی ڈینگیں مارتے تھے کہ ہم ہی حقیقی عالم ہیں۔ ان کے علم کی بھی قلعی کھل گئی اور ثابت ہو گیا کہ وہ قرآنی علوم سے بالکل تہیدست ہیں۔ کیونکہ ان دونوں عالموں کے مضامین کو کسی وقعت کی نظر سے نہ دیکھا گیا۔

۲۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے پہلے سے ہی اپنے مضمون کے غالب رہنے کے متعلق اپنے الہامات شائع کر دیئے تھے جنہوں نے پورے ہو کر ان کی صداقت کو ثابت کر دیا۔

۳۔ وہ شروع سے ہی یہ الہام شائع کر رہے تھے کہ الرحمان علم القرآن اور اس بناء پر دوسرے علماء کو چیلنج کر رہے تھے کہ قرآن کریم کے حقائق بیان کرنے میں میرا مقابلہ کر لو۔ اس جلسہ میں یہ مقابلہ ہو گیا اور دیگر علماءؑ کا عجز نمایاں ہو کر ساری دنیا کے سامنے آ گیا۔

بزدلی کا دوسرا مظاہرہ

روحانی امور میں سے ایک قبولیت دعا ہے۔ یہ روحانی عالم میں بڑا مقام رکھتی ہے۔ قبولیت دعا کے مقابلہ میں بھی بار بار مخالف علماء کو مقابلہ کے لئے بلایا گیا مگر کسی کو بھی مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی اور اس مقابلہ میں بھی "فشل" یعنی بزدلی سے ہی کام لیا گیا۔

بزدلی کا تیسرا مظاہرہ

تیسرا روحانی امر مباہلہ ہے جب تک خدا کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کو مباہلہ کی اجازت نہیں ہوئی اس وقت تک مخالف علماء شور مچاتے رہے لیکن جب حضور کو اجازت مل گئی تو حضور نے باقاعدہ مباہلہ کے لئے مخالف علماء کو دعوت دی اور یہاں تک لکھ دیا کہ مباہلہ میں جتنی زیادہ تعداد میں علماء شریک ہوں گے میرے لئے اتنا ہی خوشی کا موجب ہے اگر ایک بھی اُن میں سے مباہلہ کے اثر سے بچ گیا تو میرا دعوےٰ جھوٹا ثابت ہو جائے گا مگر اس میدان مباہلہ میں آنے کی بھی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

بزدلی کا چوتھا مظاہرہ

حضرت اقدس نے مخالف علماءؑ کو اس طرف بھی توجہ دلائی کہ اگر تم میرے الہاموں کو افتراء یقین کرتے ہو تو طاعون کے متعلق میں نے خدا کا

الہام مدت سے شائع کیا ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے اس سے محفوظ رکھے گا اور تم یہ دیکھ رہے ہو کہ باوجود اس کے کہ تمہارے نزدیک یہ افتراء ہے۔ مگر پھر بھی خدا مجھے نہیں پکڑتا معلوم ہوا کہ خدا پر افترا کرنے والا کسی گرفت کے نیچے نہیں آتا تو تم بھی اپنے متعلق ایسی پیشگوئی خدا کی طرف منسوب کر کے اور اسے شائع کر کے دیکھ لو اگر تم بھی بچ جاؤ تو سمجھ لینا کہ میرا دعوے الہام بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

لیکن مخالف علماء میں سے کسی کو بھی اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اسی طرح جس روحانی مقابلہ میں مخالف علماء کو بلایا گیا اس مقابلہ کے لئے میدان میں آنے کی کسی کو بھی جرأت نہ ہوئی اور یہی "فنسل" کے معنی تھے کہ مقابلہ میں آنے سے بزدلی کا مظاہرہ کرنا پس مخالف علماء کا ہر موقعہ پر مقابلہ سے گریز کرنا الہام کے اس حصہ "وھم من فنسل" کی صداقت کو بھی ثابت کر رہا ہے۔

برق صاحب کی طرف سے کتمان حقیقت کی ایک اور مثال

جناب برق صاحب حضرت اقدس مسیح موعود کے ایک الہام کو زیر اعتراض لائے اور اس کو بے معنی قرار دینے کے لئے اپنی کتاب کے ص ۱۴۲ پر قارئین کو چند جملے پڑھنے کی ہدایت کرتے ہیں لکھتے ہیں:-

پہلے ان جملوں کو پڑھیے۔

۱۔ میں نے مغلوں کے زمانہ کا ارادہ کیا۔

۲۔ میں نے زمانہ ہجری کا ارادہ کیا۔

۳۔ میں نے شام کے وقت کا ارادہ کیا۔

۴۔ میں نے افغانی حملوں کے زمانے کا ارادہ کیا۔

۵۔ میں نے زلزلوں کے زمانہ کا ارادہ کیا۔

کوئی مطلب سمجھ میں آیا؟ اگر آیا ہے۔ تو سمجھایئے اگر نہیں آیا اور یقیناً نہیں آیا ہوگا تو مت بھولئے

کہ آخری فقرہ ایک الہام کا لفظی ترجمہ ہے۔ جو جناب مرزا صاحب پر نازل ہُوا تھا۔ اردت زمان الزلزلۃ "تتمہ حقیقت الوحی صـ۱۵۸ (میں نے زلزلوں کے زمانہ کا ارادہ کیا)

"زلزلوں کے زمانہ کا ارادہ کیا"

کیا آپ کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ "زلزلوں کے زمانہ" میں جانا چاہتے ہیں یا اس زمانہ کو کچھ لمبا کرنا چاہتے ہیں یا اس کو سزا دینا چاہتے ہیں آخر جو کچھ کرنا تھا اس کا ذکر تو اس الہام میں آنا چاہیئے تھا تاکہ ابہام نہ پیدا ہوتا"

برق صاحب کے تمسخرانہ لہجہ کو نظر انداز کرتے ہوئے میں قارئین کرام پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس ساری تحریر میں برق صاحب نے ایک دفعہ پھر حقیقت کو عمداً چھپانے کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ برق صاحب نے کئی پہلو زلزلہ کے زمانہ کا ارادہ کرنے کے اپنی طرف سے فرض کئے ہیں۔ اور ان کا ذکر کر کے الہام کو بے معنی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہیں تو یہ فرض کیا ہے۔ کہ کیا اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ آپ زلزلوں کے زمانہ میں جانا چاہتے ہیں یا اسے لمبا کرنا چاہتے ہیں یا اس کو سزا دینا چاہتے ہیں۔ پھر آخر میں لکھتے ہیں جو کچھ آپ نے کرنا تھا اس کا ذکر تو ہونا چاہیئے تھا اس آخری فقرہ کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے اس الہام کا کوئی مطلب بیان ہی نہیں کیا۔ اس کو بالکل مبہم ہی رکھا ہے۔ اور یہی وہ تاثر ہے۔ جو برق صاحب اپنے قارئین کے دلوں میں بٹھلانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے حضرت مرزا صاحب نے اپنے اس الہام کا مفہوم بڑی وضاحت سے بیان کیا ہوا ہے۔ جسے برق صاحب نے عمداً چھپایا ہے تعجب ہے برق صاحب نے اپنے ذہن سے معانی اختراع کر کے وہ تو بیان کر دیئے ہیں۔ لیکن اگر بیان نہیں کئے تو وہ معنی بیان نہیں کئے جو خود حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے ہیں۔ حالانکہ خود برق صاحب اپنی کتاب کے صـ۱۳ پر لکھ چکے ہیں:۔

"ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے۔ جو اس کے خلاف کہے"

پھر نہ معلوم برق صاحب کے لئے حضرت مرزا صاحب کے بیان کردہ معنی کے مخالف کہنے کا حق کس طرح پیدا ہو گیا۔ اور اس معنی کی موجودگی میں نئے نئے معانی تراشنے کی انہیں کیوں ضرورت پیش آئی۔

حضرت مسیح موعود کی بیان کردہ تشریح

اب میں تمام منصف مزاج قارئین کرام کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کی بیان کردہ تشریح رکھتا ہوں تا وہ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ جناب برق صاحب نے اپنے تمسخر اور اعتراض میں کہاں تک دیانتداری سے کام لیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح حسب ذیل ہے:۔

"۲۳ اپریل ۱۹۰۷ء سے چند روز پہلے مجھے یہ الہام ہوا کہ اردت زمان الزلزلۃ چنانچہ یہ الہام بدر اور الحکم دونوں اخباروں میں قبل از وقت شائع کر دیا گیا اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ اب میں پھر زلزلہ کا زمانہ لاؤں گا" کیوں برق صاحب الہام کے معنی صاف بتلائے ہوئے ہیں یا نہیں یا کیا اس کو ابہام کی حالت میں چھوڑا ہوا ہے؟ اس صاف اور واضح معنی کی موجودگی میں آپ کو نئے معانی اختراع کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی بجز اپنے قارئین کو مغالطہ میں ڈالنے کے کوئی اور ضرورت بھی آپ پیش کر سکتے ہیں۔ کیا دیانتداری اسی کا نام ہے۔ جس کا آپ نے اپنی کتاب میں بار بار اعلان کیا ہے۔ اس کے بعد یہ پیشگوئی جس صفائی سے پوری ہوئی اور الہام کے الفاظ جس شان و عظمت کے ساتھ وقوع میں آئے اس کا ذکر آگے کیا ہے۔ کاش آپ اسی سے فائدہ اٹھاتے سنئے اور غور سے سنئے آگے کیا لکھا ہے۔ ناقل) سو اس کے بعد ایک زلزلہ تو پنجاب میں آیا جس کی نسبت خیر آباد ضلع پشاور سے مجھے خبر ملی کہ وہ سخت زلزلہ اور قیامت کا نمونہ تھا ایسا ہی لارنس پور اور بہت سے مقامات سے اس زلزلہ کی خبر ملی اور بہت سے دوستوں نے خط لکھے اور اخبار سول اینڈ ملٹری میں بھی اس کی خبر شائع کی گئی۔ پھر انگریزی اخباروں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ایسا ہی اس الہام کے بعد امریکہ اور بعض حصہ یورپ میں تین سخت زلزلے آئے اور بعض شہر تباہ ہو گئے۔

لیکن چونکہ پیشگوئی میں عموم ہے۔ اس لئے سمجھا جاتا ہے۔ کہ اسی پر بس نہیں ہوگا بلکہ اور زلزلے بھی آئیں گے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ پھر میں زلزلوں کو زمین پر ظاہر کروں گا سو ان زلزلوں کا منتظر رہنا چاہیئے خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔"

کیوں جناب برقی صاحب! کیا آپ نے دیکھا یا نہیں کہ کس طرح دوبارہ الہام کے مطلب کو واضح کیا گیا ہے میں حیران ہوں کہ جس کتاب کے صفحہ پر آپ کو الہام اریدہ زمان الشم لہ لئہ نظر آگیا وہیں پر جو اس کا مفہوم ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ واضح الفاظ میں بیان کیا گیا تھا۔ وہ آپ کی نظر سے کیوں پوشیدہ رہا اس پر آپ کی نظر کیوں نہیں پڑی پھر اُن واقعات سے آپ نے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لیں جو واقعات کہ ایک اور ایک دو کی طرح اس بات کا یقینی ثبوت بہم پہنچا رہے تھے کہ الہام کے الفاظ فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہی تھے کیونکہ یہ کہہ دینا تو ہر انسان کی طاقت میں ہے کہ زلزلہ آئے گا لیکن یہ کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ وہ اپنے الفاظ کو عملی جامہ بھی پہنا سکے یہ صرف خدا کو ہی قدرت ہے کہ وہ جو کہے اُسے کر کے بھی دکھلا دے وہی فعال لما یرید ہستی ہے اور اسی کی یہ شان ہے کہ اپنے قول کو اپنے عمل سے سچا کر دکھلاوے چنانچہ اُس نے اپنے مسیح کو کہا کہ میں زلزلہ لاؤں گا تو اس نے لا کر دکھلا بھی دیا اور دنیا پر اس بات کو ثابت کر دیا کہ اس کا یہ بندہ جو مقرب الٰہی ہونے کا مدعی ہے۔ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ وہ جو یہ کہتا ہے کہ خدا نے اسے اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا ہے وہ اپنے اس کہنے میں راستباز ہے۔ کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ کیسے کیسے اسرار ارضی و سماوی پر اس کا خدا اُسے پیش از وقت مطلع کرتا ہے۔ اور وہ اپنے وقت پر صحیح نکلتے ہیں۔ حالانکہ وہ اسرار ایسے مخفی امور پر مشتمل ہوتے ہیں جن تک انسانی علم کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ایک مثال تو اس کی مندرجہ بالا الہام ہی ہے۔ ماہرین طبقات الارض کے علم کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکی۔ اور زمین کے اندر کے اس راز پر سے پردہ نہ اٹھا سکے جس راز پر سے پردہ ایک دور افتادہ گاؤں کے رہنے والے نے اٹھا دیا۔ اس کے پاس کونسا علم تھا جس سے وہ بتلا سکتا تھا کہ نہ صرف پنجاب کی زمین کے اندر زلزلہ کی تیاری ہو رہی ہے۔ بلکہ یورپ اور امریکہ کی زمینیں بھی اس کے لئے تیاری کر رہی ہیں یہ خدائے علیم و خبیر ہی تھا جس کا علم دنیا کے ذرہ ذرہ پر محیط ہے

اور جس میں غلطی کا قطعاً امکان نہیں وہی ایسی خبر پیش از وقت دے سکتا تھا ایسی پیش از وقت خبریں وقوع میں آکر ایک طرف تو خدا کی ہستی پر یقین پیدا کرا دیتی ہیں اور دوسری طرف خود ملہم کے متعلق یقین دلا دیتی ہیں کہ خدا سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ اور تیسرے یہ ثابت کر دیتی ہیں کہ تمام مذاہب میں سے اس وقت اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس کا سچا اور کامل پیرو خدا کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے۔ کہ خدا اس کو اپنی ہمکلامی کے شرف سے مشرف کرتا ہے۔

دوسری مثال

دوسری مثال اس کی وہ ہیبت ناک زلزلہ ہے۔ جو ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں آیا۔ زلزلوں کے علم کے کسی ماہر کو اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اس شدت کا زلزلہ پنجاب میں آئے گا جس شدت کا زلزلہ ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو آیا۔ لیکن خدائے علیم و خبیر نے اپنے اسی بندے یعنی حضرت مرزا صاحب کو اس سے پیش از وقت خبر دی اور ایسے الفاظ میں دی جو اس کی ہولناکی اور شدت کا صحیح نقشہ کھینچ رہے تھے۔

پہلا الہام

اس بارے میں سب سے پہلا الہام حضور کو ۹ر دسمبر ۱۹۰۳ء کو ہوتا ہے۔ جس کے الفاظ یہ تھے "زلزلہ کا ایک دھکہ"

پھر ۲۱ر اپریل ۱۹۰۴ء کو الہام ہوتا ہے۔

"اے بسا خانہ دشمن کہ تو ویران کردی"

یہ الفاظ صاف اشارہ کر رہے تھے کہ زلزلہ سے دشمنوں کے بہت سے گھر ویران ہو جائیں گے یاد رہے کہ آپ کے دشمن ہندو، عیسائی، مسلمان سب ہی تھے۔

پھر یکم جون ۱۹۰۴ء کو الہام ہوتا ہے۔

عفت الدیار محلھا و مقامھا

یعنی دیار میں عارضی رہائش کی جگہیں بھی مٹ جائیں گی اور مستقل رہائش کی جگہیں بھی مٹ جائیں گی۔ انہی الفاظ یعنی عفت الدیار محلھا و مقامھا میں ۸ر جون ۱۹۰۴ء کو دوبارہ الہام ہوتا ہے۔ الہام کے یہ الفاظ "زلزلہ کا ایک دھکہ" والے الہام کی تشریح کر رہے ہیں اور بتلا رہے ہیں

کہ زلزلہ کا یہ دھکہ معمولی نہیں ہوگا بلکہ ایسا تباہ کن ہوگا کہ کثیر التعداد مکانوں کو مٹا کر رکھ دے گا۔ اور یہ لازمی بات ہے کہ مکانوں کے گرنے سے کئی بھی لقمۂ اجل بنیں گے۔

پھر جب ۴ راپریل ۱۹۰۵ء کو مندرجہ بالا پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آتا ہے۔ تو ۳ راپریل ۱۹۰۵ء کو الہام ہوتا ہے :۔

"موت دروازے پر کھڑی ہے"

اس الہام کے دوسرے دن یعنی ۴ راپریل ۱۹۰۵ء کو وہ زلزلہ آجاتا ہے۔ اور الہامی الفاظ کے مطابق ہزاروں مکانوں کو مسمار اور ہزاروں جانوں کو موت کے گھاٹ اتار جاتا ہے۔

جن لوگوں نے اس زلزلہ اور اس تباہی کے آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ تو اب بھی اس کے تصور سے کانپ جاتے ہیں میں لاہور کی تباہی کا خود عینی شاہد ہوں۔ سارے شہر میں کہرام مچا ہوا تھا چاروں طرف سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں اور یہی شور تھا کہ فلاں مکان گر گیا اور فلاں کے نیچے اتنے آدمی دب گئے اور فلاں مکان کے نیچے اتنے آدمی دب گئے بڑی بڑی حویلیاں اور پختہ مکان زمین سے پیوست ہو گئے۔ سب لوگ سراسیمگی کی حالت میں پھر رہے تھے جو بچ رہے تھے وہ رات کو گھروں میں داخل ہونے سے ڈرتے تھے۔ یہ ایسا ہولناک اور تباہ کن زلزلہ تھا جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ صدی دو صدی پہلے تک ایسے شدید زلزلہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔

اس کے بعد ماہرین طبقات الارض نے یہ اعلان کیا کہ۔۔ ابھی تک اب پنجاب میں زلزلہ نہیں آسکتا، لیکن الہام الٰہی کی بناء پر خدا کا مامور اعلان کرتا ہے کہ ایک زلزلہ اور آنے والا ہے الہام کے الفاظ یہ تھے۔

"تتبعہا الرادفۃ۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

یہ الہام یکم فروری ۱۹۰۶ء کا ہے۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ پہلے زلزلہ کے بعد ایک اور زلزلہ آئے گا چنانچہ ۲۸ رفروری ۱۹۰۶ء کو پورے ایک ماہ کے اندر اندر وہ زلزلہ آگیا اور پیشگوئی کے مطابق بہار کے موسم میں ہی آیا۔ چنانچہ اس زلزلہ سے بھی کوہستانی علاقوں میں جانوں اور مالوں

کا کافی نقصان ہؤا۔

ایک علمی نکتہ

جناب برق صاحب کو الہام "اما بعد زمان الزلزلة" میں جو ابہام نظر آیا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے۔ کہ وہ عربی زبان کے قاعدہ فصاحت و بلاغت سے ناواقف ہیں۔ عربی زبان کے جملہ میں جس لفظ کا علم جملہ کے باقی الفاظ سے حاصل ہو جائے۔ فصاحت کا تقاضا یہ ہے کہ اسے حذف کر دیا جائے۔ اب اس الہام میں زلزلہ کے زمانہ کو لانا خود بخود سمجھ آ رہا ہے اس لئے "لانا" کا لفظ حذف کر دینا فصاحت کے تقاضا کے ماتحت ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے خود اس کو تشریح میں ظاہر فرما دیا ہے۔ ابہام تب ہوتا اگر لفظ "لانا" کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکتا۔ لیکن ملہم کا ذہن تو فوراً اس طرف منتقل ہو گیا جس سے ثابت ہو گیا کہ ابہام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

برق صاحب نے بالکل ایسی ہی غلطی کا ارتکاب حضورؑ کے دو اور الہاموں پر اعتراض کرتے وقت بھی کیا ہے۔ جس کی تشریح انشاء اللہ ان الہاموں پر بحث کرنے وقت کی جائے گی۔

عالمی جنگ کے متعلق پیشگوئی

حضورؑ نے ایک خطرناک زلزلہ کے متعلق پیشگوئی فرمائی جس کے متعلق ایک تو یہ خبر دی کہ وہ حضور کی وفات کے بعد ظہور میں آئے گا اور ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ ضروری نہیں کہ وہ ظاہری زلزلہ ہی ہو ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی اور آفت ہو۔ جو اپنی تباہی کے لحاظ سے بڑی ہولناک ثابت ہو بلکہ اس بارے میں ایک الہام تو صریح جنگ کی طرف اشارہ کر رہا تھا جس کے الفاظ یہ تھے:۔

"کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں"

اسی طرح جو نظم اس بارے میں حضورؑ نے شائع کی اس میں بھی جو علامات بیان کی ہیں۔ وہ بھی سب کی سب جنگ کی طرف ہی اشارہ کر رہی ہیں

ایک اہم علامت اور سویٹ گورنمنٹ پر اتمام حجت

ان علامتوں میں سے ایک علامت

حضورؑ نے ان الفاظ میں بیان کی۔

"زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار"

یعنی شہنشاہ روس جو زار کے لقب سے ملقب ہوتا تھا جو عالمی جنگ اول سے قبل سب سے زیادہ اقتدار کا مالک تھا اس کے متعلق حضور نے پیشگوئی فرمائی کہ اس عظیم الشان آفت کے آنے پر زار کا اقتدار بھی خاک میں مل جائے گا۔ اور اس پر اور اس کے خاندان پر جو بُرا اثر پڑے گا۔ وہ دوسروں کے لئے موجب عبرت ہوگا۔ اب دنیا جانتی ہے۔ کہ یہ آفت عالمی جنگ اول کی شکل میں دنیا پر آئی اور حضور کی وفات کے بعد ہی آئی۔ اور اس جنگ میں سمندری جہازوں سے بھی کام لیا گیا۔ اور ہر حکومت دوسری حکومت کے جہازوں کو ڈبونے میں مصروف نظر آرہی تھی۔ جنگ صرف خشکی پر ہی نہ لڑی گئی بلکہ سمندری بیڑے بھی برسرپیکار رہے۔ اور آخر زار اور اس کے خاندان کا جو بُرا حال ہوا اُس سے کون بے خبر ہے۔

روس جو خدا میں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے خدا کا پتہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا اُس نے تو خدا کی ہستی کا زبردست ثبوت زمین پر ہی اپنے ہاتھوں سے نصف صدی قبل قائم کر دیا تھا خدا کی اس خبر کو کہ "زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار" خود کمیونسٹوں نے جو آج خدا کی ہستی کا انکار کر رہے ہیں سچا ثابت کر کے دکھلا دیا۔ حالانکہ یہ خبر ایسے وقت میں خدا کے ایک بندے پر بذریعہ الہام نازل ہوئی تھی جس کے سچا نکلنے کی اس وقت کے حالات کے ماتحت کوئی توقع نہ تھی جس ڈرامائی انداز میں زار کا سقوط وقوع میں آیا ہے۔ اور جس ذلت اور رسوائی کے ساتھ اس کے خاندان کا نام و نشان حرفِ غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ کیا کسی کو اس کی توقع تھی؟ اتنی زبردست غیب کی خبر کا اس صفائی سے پورا ہونا کیا خدا کی ہستی اور اس کے عالم الغیب ہونے پر زبردست ثبوت نہیں اہل روس کو غور کرنا چاہئے کہ خدا کی ہستی کا اس سے واضح ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ اس نشان سے مجرد اس کی ہستی ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے نیک اور مخلص اور وفادار بندوں سے ہمکلام بھی ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس بات

کا ثبوت بھی مل جاتا ہے۔ کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے جس کی مکمل طور پر پیروی کرنے والا خدا کی ہمکلامی کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔ اس غلبۂ مادیت کے زمانہ میں مادہ پرست قوموں پر حجت قائم کرنے کے لئے خدا نے اپنے بندہ کو بھیجا اور اس پر اپنے الہامات کی بارش کی اور ہزاروں نشانوں کے ذریعہ ایک طرف مادہ پرستی کی روح کو کچل کر رکھ دیا اور دوسری طرف روحانیت کے علم کو بلند کر دیا اور دہریوں کے مقابلہ میں اہل مذاہب کا سر بلند کر کے دکھا دیا۔ اور روس کی سرزمین میں مندرجہ بالا زبردست نشان دکھلا کر اہل روس پر بھی خاص طور پر حجت تمام کر دی اسی طرح کے نشان انگلینڈ، امریکا اور دیگر تمام ممالک میں بھی ظاہر ہوئے جنہوں نے ان ملکوں پر زندہ خدا کی ہستی کا ثبوت بہم پہنچا کر اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے بارے میں اتمام حجت کیا ہوا ہے۔ کاش ان ملکوں کے باشندے آنکھیں کھولیں اور اسلام کی صداقت پر زندہ نشان دیکھ کر اسلام کی سچائی کو دل سے قبول کر کے اس کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں قبول کرنے کی توفیق دے اور ہمیں ان کے سامنے ان نشانوں کو اصلی شکل میں پیش کرنے کی ہمت عطا کرے۔ آمین۔

ایک مستقل پیشگوئی جو متواتر پوری ہوتی چلی جا رہی ہے

مندرجہ بالا پیشگوئیوں کے علاوہ دنیا پر زلزلوں کے مستقل طور پر وارد ہونے کی پیشگوئی بھی حضور اپنی وفات سے قبل کر گئے ہوئے ہیں۔ جو اس وقت تک مختلف شکلوں میں دنیا کے مختلف حصوں میں تباہی مچا رہے ہیں۔ اس پیشگوئی کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"کئی مرتبہ زلزلوں سے پہلے اخباروں میں میری طرف سے شائع ہو چکا ہے کہ دنیا میں، بڑے بڑے زلزلے آئیں گے۔ یہاں تک کہ زمین زیر و زبر ہو جائے گی۔ پس وہ زلزلے جو سانفرانسسکو اور فارموسا وغیرہ میں میری پیشگوئی کے مطابق آئے سب کو معلوم ہیں۔ لیکن حال میں ۱۶ر اگست ۱۹۰۶ء کو جو جنوبی امریکہ چلی کے صوبہ میں ایک سخت زلزلہ آیا وہ پہلے زلزلوں سے کم نہ تھا جس سے پندرہ چھوٹے بڑے شہر اور قصبے برباد ہو گئے

اور ہزارہا جانیں تلف ہوئیں۔ اور دس لاکھ آدمی اب تک بے خانماں ہیں۔ شاید نادان لوگ کہیں گے کہ یہ کیونکر نشان ہو سکتا ہے یہ زلزلے تو پنجاب میں نہیں آئے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ خدا تمام دنیا کا خدا ہے نہ صرف پنجاب کا اور اس نے تمام دنیا کے لئے یہ خبریں دی ہیں نہ صرف پنجاب کے لئے یہ بدقسمتی ہے کہ خدا تعالےٰ کی پیشگوئیوں کو ناحق ٹال دینا اور خدا کے کلام کو غور سے نہ پڑھنا اور کوشش کرتے رہنا کہ کسی طرح حق چھپ جائے مگر ایسی تکذیب سے سچائی نہیں چھپ سکتی۔

یاد رہے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر تباہی ہوگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے۔ کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے وہ دن نزدیک ہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت تک مخفی تھے ظاہر ہو گئے ہیں جیسا کہ فرمایا و ما کنا

معذبین حتّٰی نبعث رسولا۔ یعنی ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک کہ اپنا فرستادہ نہ بھیج لیں۔ ناقل) اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے ڈرتے ہیں۔ ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہو گا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ خدا کے نوشتے پورے ہوتے میں سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے۔ وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے۔ نہ کہ زندہ"

اس پیشگوئی کا صفائی سے پورا ہونا

ہر شخص جس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی نہیں بندھی ہوئی آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا ایک حصّہ تو دوسری عالمگیر جنگ کی صورت میں پورا ہوا اور اس کے بعد دنیا میں اس قدر انقلابات آئے کہ منکرین فی الحقیقت اضطراب کا شکار ہو گئے اور اس وقت تک اضطراب کا عالم ان پر طاری ہے۔ اور موجودہ تہذیب پر سے ان کا ایمان متزلزل ہو چکا ہے۔ اور وہ دن رات اس جستجو میں ہیں کہ دل کی راحت اور تسکین قلب کے سامان اُن کے ہاتھ آئیں۔ جو روحانیت ان کے اندر داخل کر کے مادیت کی محبت کو ان کے

دلوں سے باہر نکال پھینکیں نوح کا زمانہ ان طوفانوں کی شکل میں پھٹتے ہیں آتا رہتا ہے۔ جو ہر سال ملک کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتے ہیں آبادیاں تباہ ہوجاتی ہیں۔ کیا شہروں کا گرنا ہماری آنکھوں نے نہیں دیکھا کیا بستیوں کی تباہی ہمارے مشاہدہ میں نہیں آتی رہتی۔ خدارا غور کرو اس تباہی کی وجہ پر جو اس وقت تک دنیا کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی۔ دنیا کا کونسا ملک ہے۔ جو اس کے خطرناک حملہ سے محفوظ ہے۔ ہلاکت خیز آفتیں کبھی دنیا کے اس حصہ پر اور کبھی اس حصہ پر یلغار کرتی نظر آتی ہیں اُن سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ خدا کے مامور پر ایمان لا کر اپنے اعمال کی اصلاح کی جائے۔ اور بدی کو نیکی میں تبدیل کیا جائے لیکن حالت یہ ہے کہ قومیں قوموں پر ظلم کر رہی ہیں اور افراد افراد کو اپنی تعدیوں کا شکار بنا رہے ہیں۔ ان آفتوں سے بچاؤ کا ایک ہی شافی علاج ہے۔ اور وہ ہے سچی اور اخلاص سے بھری ہوئی توبہ اللہ تعالےٰ سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

کتاب "حرف محرمانہ" پر مزید تبصرہ اور بعض الہامات

کی

اصل حقیقت

اصلی و اصوم کے معنی

جناب برق صاحب اپنی کتاب کے ص۳۲۳ پر "عجیب الہامات" کے عنوان کے ماتحت ایک الہام ان الفاظ میں درج کرتے ہیں۔

"میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا۔"

الہام اردو زبان میں نہیں ہوا بلکہ الہام کے الفاظ عربی زبان میں ہیں یعنی اصلی و اصوم اور عربی

زبان کے لحاظ سے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے معنی میں ہی یہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے بلکہ ان کے اور بھی معنی ہیں صلّی کے معنی لغت میں برکت دینے اور ثنا کرنے کے بھی ہیں اور صوم کے معنی رکھنے کے ہیں پس الہام کے معنی ہوئے کہ میں اس شخص پر اپنی برکتیں نازل کرتا ہوں جو برکتوں کے لینے کا مستحق ہے یعنی خود حضرت مرزا صاحب اور ان لوگوں کو اپنی برکتوں کا مورد بنانے سے رُک جاتا ہوں جو ان برکتوں کے مستحق نہیں یعنی حضرت مرزا صاحب کے دشمن۔

خدا کی سنت اور یہی خدا تعالےٰ کی قدیم سے سنت ہے کہ وہ اپنے ماموروں پر اپنی برکتیں نازل کرتا ہے اور اپنے افضال کا انہیں مورد بناتا ہے۔ اور اُن کے دشمنوں کے مقابلہ میں وہ اپنی تائیدات اور نصرتوں سے انہیں نوازتا ہے۔ اور اُن کے مقابلہ میں اُن کے دشمنوں کو اپنے فضلوں اور اپنی برکتوں اور اپنی تائیدات سے محروم رکھتا ہے۔

دیگر الہامات چنانچہ اس الہام کے ساتھ جس قدر اور الہامات ہیں وہ سب اسی معنی کے مؤید ہیں۔ یاد رہے کہ الہام "اصلی واصوم" اکیلا نہیں بلکہ اس سے قبل بہت سے الہامات ہیں جو ایک ہی وقت میں ہوئے ہیں اور یہ الہام "اصلی واصوم" اس سلسلہ الہامات میں بطور ایک جزد کے واقع ہُوا ہے اور وہی معنی اس کے درست ہوں گے جو اس تمام سلسلہ کے ساتھ مطابقت اور مناسبت رکھنے ہوں گے۔

دشمنوں کی خطرناک سازش ان تمام الہامات کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے ان کا پس منظر جاننا ضروری ہے جو یہ ہے۔ کہ حضور کے دشمنوں نے ایک خطرناک سازش کو کام میں لاکر حضور کو عدالت کے ذریعہ سزا دلوانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ پس یہ تمام الہامات ایک طرف تو حضور کو اُن کے اس منصوبہ کے بد اثر سے محفوظ رکھنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ اور دوسری طرف دشمنوں کے متعلق یہ خبر دے رہے ہیں۔ کہ وہ اپنے اس منصوبہ میں ناکامی اور نامرادی سے دوچار ہوں گے۔

دس الہامات بہرحال وہ الہامات حسب ذیل ہیں جو تعداد میں دس ہیں۔

۱۔ سنجیك (یعنی ہم تمہیں ضروران کے شر سے نجات دیں گے چنانچہ یہ پیشگوئی کرم الدین کے مقدمہ کے متعلق تھی جو پوری شان سے وقوع میں آئی۔

۲۔ سنعلیك (یعنی ہم تیری شان کو بلند کریں گے یہ الہام دوطرح پورا ہُوا۔ ایک تو اس مقدمہ کے دوران سینکڑوں آدمی بیعت میں داخل ہوئے۔ دوسرے جب اس مقدمہ کا آخری فیصلہ ہوا۔ اور اس بارے میں جس قدر الہامات حضور کو پہلے ہو چکے تھے وہ سب کے سب پورے ہوئے تو دنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالےٰ کے دربار میں سیدنا حضرت مرزا صاحب کی کتنی بڑی عزت اور شان ہے)

۳۔ انی معك و مع اھلك (یعنی میری معیت تیرے بھی شامل حال ہے اور تیرے رفیقوں کے بھی شامل حال ہے۔ رفیقوں کا ذکر اس لئے کیا کہ حضور کے چند رفیقوں کو بھی دشمنوں نے اس مقدمہ میں ملوث کر لیا تھا۔ چنانچہ واقعات نے اللہ تعالےٰ کی معیت کا ثبوت بہم پہنچا دیا کہ دشمن اپنے مقدمہ میں ناکام رہا اور حضور مع اپنے رفیقوں کے کامیاب ہوئے۔

۴ ساکرمك اکرامًا عجبًا (یعنے میں تیرا ایسا اکرام کروں گا اور ایسی عزت دوں گا۔ جو لوگوں کو تعجب میں ڈالنے والی ہو گی اس مقدمہ میں صرف عام دشمن ہی حضور کو قید کروانے میں شریک نہ تھے بلکہ دو مجسٹریٹ جن کی عدالت میں مقدمہ پیش تھا وہ بھی بوجہ آریہ ہونے کے ایسا ہی ارادہ رکھتے تھے لیکن خدائی تصرف کے ماتحت وہ اپنے ارادہ میں بری طرح ناکام ہوئے۔ اور پیشگوئی کے مطابق وہ ذلت کا شکار ہو گئے اور ایک کو تو دو لڑکوں کی موت کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا اور یہ تصرف الٰہی ایسا نمایاں تھا کہ اس نے فی الحقیقت لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا اور ادھر اللہ تعالےٰ نے بڑی عزت کے ساتھ حضور کو بری کروایا۔ اور یہ امر بھی لوگوں کو حیرت میں ڈالنے والا تھا۔

۵۔ سمع اللہ دعا (یعنے تیری دعا قبول کر لی گئی قبولیت دعا کا یہ نشان بھی حضور کے مقرب الٰہی ہونے کی واضح دلیل تھا۔

۶۔ انی مع الافواج اتیک بغتۃً (یہ ایسا ہی وعدہ تھا جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم کو بدر احد وغیرہ جنگوں میں فرشتوں کے ساتھ آنے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ جس طرح وہاں دشمنان اسلام اپنے منصوبوں میں ناکام ہوئے اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم کے غلام کے ساتھ بھی خدا کا وعدہ پورا ہوا اور فرشتوں کی فوج نے ایسی مدد کی کہ دشمنوں کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے اور حضور کامیابی کے ساتھ بری ہو کر باعزت طور پر اس مقدمہ سے نکلے اور آنکھیں رکھنے والوں نے فرشتوں کی مدد کا مشاہدہ کر لیا۔)

۷۔ دعائے مستجاب (قبولیت دعا کے ذکر کو دوہرایا ہے۔ اول یہ بتانے کے لئے کہ خدا کی مدد کا نزول دعاؤں کے نتیجہ میں ہوا کرتا ہے۔ دوسرے یہ بتانے کے لئے کہ خدا کس طرح اپنے مقبول بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ تیسرے ان الفاظ میں یہ بشارت بھی ہے کہ اپنے مواقع پر ہمیشہ تیری دعائیں قبول ہوا کریں گی اور دشمن ہمیشہ تیرے مقابلہ میں ذلیل و خوار ہوا کریں گے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ

۸۔ انی مع الرسول اقوم (یعنے میں اپنے فرستادہ کے ساتھ کھڑا ہوں۔ اب یہ بات ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ اور کس طرح کوئی شخص خواہ وہ کتنی ہی بڑی طاقت کا مالک کیوں نہ ہو۔ کس طرح اس پر غالب آسکتا ہے۔ کیونکہ خدا کی طاقت سے بڑھ کر تو کسی کی طاقت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ واقعات نے ثابت کر دیا کہ فی الحقیقت خدا حضرت مرزا صاحب کے ساتھ کھڑا تھا جس نے آپ کو دشمن کے تمام حملوں سے محفوظ رکھا اور ان سب کو ناکامی کے ساتھ پسپا کر دیا۔

الہام اصلی و اصوم کی پہلے الہاموں سے مناسبت

(۹) مندرجہ بالا آٹھ الہاموں کے بعد نواں الہام اصلی و اصوم ہے۔ اب ہر منصف مزاج خود ہی غور کرے کہ مندرجہ بالا الہاموں کے ساتھ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کو کیا مناسبت ہے۔ سابق الہاموں کے ساتھ مناسبت انہی معنوں کی

ہوسکتی ہے۔ جو میں نے اوپر بیان کئے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ اے میرے بندے تجھے اپنی برکتوں اور اپنے افضال سے اسی طرح نوازتا رہے گا۔ جس طرح اب اس نے نوازا ہے۔ اور تمہارے دشمنوں کو تمہارے مقابلہ میں اسی طرح ناکام بناتا رہے گا جس طرح اب اس نے بنایا ہے۔ اور تمہارے خلاف ان کی سازشوں کو اسی طرح خاک میں ملاتا رہے گا جس طرح اب ملایا ہے۔

آخری الہام میں بشارت

(۱۰) واعطیک ما یدوم۔ (یعنی دنیا جان لے کہ میری ان برکتوں اور تائیدات کا تجھ پر یہ نزول صرف وقتی ہی نہیں بلکہ علی الدوام تجھ پر میری ایسی برکتوں کا نزول ہوتا رہے گا۔ چنانچہ دشمنوں کی ان کوششوں کے بعد جس قدر بھی کوششیں حضور کو گرانے اور ذلیل کرنے کے لئے عمل میں لائی گئیں ان سب کا وہی حشر ہوا جو اس وقت تک پہلی کوششوں کا ہو چکا تھا۔ یعنے سب مخالفین کو ناکامی کا ہی منہ دیکھنا پڑا۔ اور حضرت مرزا صاحب کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہوتی چلی گئی۔ اور اور آپ عزت کے آسمان پر سورج بن کر چمکتے گئے اور اس کی کرنوں سے ہزاروں دل منور ہوتے رہے۔ اور دن بدن ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے)۔

طالب حق کے لئے لمحہ فکریہ

اب ہر وہ شخص جس کے دل میں خشیۃ اللہ ہے اور جس کا دل حق کا طالب ہے دیکھ لے کہ یہ دس کے دس الہامات کتنی عظیم الشان پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں جن میں حضور؊ کے اکرام اور حضور کی کامیابی کی بشارتیں بھری ہوئی ہیں اور جن میں دشمنوں کی ناکامی اور ذلت و رسوائی کی خبر دی گئی ہے اور پھر کس طرح اُن کے ایک ایک نقطے نے واقعات کی شکل اختیار کی ہے۔ سوچو اور خدارا غور کرو کہ کیا ایسا تائیدات الٰہیہ پر مشتمل کلام کوئی انسان خود بنا سکتا ہے اور پھر اگر بنا بھی لے تو کیا اُس کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے دشمن انتہائی طاقت کا مالک ہے مجسٹریٹ جس کے ہاتھ میں سزا دینے کا اختیار ہے وہ سزا دینے پر تلا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ آریہ ہے۔ اور لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں انتقامی جذبہ موجزن ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کے

ہاتھ میں ایک سنہری موقعہ آیا ہے، جس سے فائدہ اٹھا کر وہ انتقام کی آگ کو بجھا سکتا ہے۔ لیکن باوجود ان مخالف حالات کے خدا کی پیشگوئیوں کا ایک ایک لفظ پورا ہوتا ہے۔ اور حیرت انگیز طور پر پورا ہوتا ہے۔ اپنے اس مصرعہ کے مطابق۔

"کوئی پا جائے گا عزت اور کوئی رسوا ہوگا"

حضورؑ عزت کے ساتھ بری ہوتے ہیں اور دشمن ذلیل و رسوا ہونے کے علاوہ ناکامی کی سیاہی اپنے چہرہ پر لئے ہوئے گھر واپس جاتا ہے۔ اور اس کی سزا قائم رہتی ہے اور عدالت عالیہ نے جو سخت الفاظ اس کے لئے استعمال کئے وہ ہمیشہ کے لئے اس کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ کا کام دیتے رہیں گے۔

جناب برق صاحب کی دیانتداری کا نمونہ

قارئین کرام جناب برق صاحب کی دیانتداری ملاحظہ فرمائیں کہ تمام الہامات کو چھوڑ کر صرف آخری سے پہلے الہام کو پیش کرتے ہیں۔ اور اس کا بھی صرف اردو ترجمہ کر دیا ہے۔ عربی الفاظ نہیں لکھے کہ شاید کہیں کسی عربیدان کا ذہن صحیح مفہوم کی طرف منتقل نہ ہو جائے۔ برق صاحب پر یہ بھی واضح ہو جانا چاہیئے کہ قرآن کریم کی آیت یضل اللہ من یشاء ویھدی من یشاء کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو اپنے اعمال کی لحاظ سے گمراہ ہونے کا مستحق ہوتا ہے اُسے خدا گمراہی کے راستہ پر لگا دیتا ہے۔ اور جو اپنے اعمال کے لحاظ سے ہدایت پانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اسے خدا ہدایت کے راستہ پر لگا دیتا ہے یہی مفہوم اصلی واصوم کا ہے۔ یعنی جو برکتوں کا مستحق ہے۔ اسے برکتوں سے نواز رہا ہے اور جو برکتوں سے محروم رہنے کا مستحق ہے۔ اسے اپنی برکتوں سے محروم رکھ رہا ہے جیسا کہ اُس نے حضرت مرزا صاحب اور حضور کے دشمنوں کے معاملہ میں اپنی اس سنت کو عملی جامہ پہنا کر اپنے اس قانون کی صداقت کو ثابت کر دیا۔

ایک دوسرے الہام کے پیش کرنے میں برق صاحب کی دیانتداری کا نمونہ

قارئین کرام خود ہی غور فرمالیں کہ الہام "اصلی واصدم" کو تمسخر کے طور پر عجیب الہام کا لقب دینا گیا خود لقب دینے والے کی عجیب و غریب ذہنیت پر دلالت نہیں کر رہا۔ عجیب الہامات میں سے ایک الہام برق صاحب نے یہ بھی پیش کیا ہے :-

"بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے" (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۲)

برق صاحب کا پیش کردہ یہ الہام بھی اردو میں نہیں بلکہ عربی میں ہے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ الہام مذکورہ بالا کو پیش کرتے وقت جناب برق صاحب نے دیانتداری کے تمام ضابطوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ اور اپنے اس پیش کردہ اصول کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ جسے وہ خود ہی اپنی کتاب کے ص۲۱۸ پر بیان کر چکے ہیں۔

"ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے۔ جو اس کے مخالف کہے"

لیکن برق صاحب کے پیش کردہ الہام کے جو معنی خود ملہم نے (یعنی سیدنا حضرت مرزا صاحب نے) بیان کئے ہیں اور جو تشریح اس الہام کی خود انہوں نے فرمائی ہے۔ اسے جناب برق صاحب نے قارئین کرام سے چھپا رکھا ہے دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ الہام کے ساتھ برق صاحب حضور کی بیان کردہ تشریح بھی درج کرتے تا الہام کے صحیح مفہوم سے قارئین آگاہ ہو جاتے۔

بابو الٰہی بخش کون تھے

اب میں ذیل میں اصل الہام اور حضور کی بیان کردہ تشریح درج کرتا ہوں تا قارئین کرام کو اصل حقیقت سے آگاہی ہو جائے۔ لیکن اس سے قبل یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ بابو الٰہی بخش کون تھا تا الہام کا پس منظر سامنے آجائے۔

بابو الٰہی بخش لاہور میں اکونٹنٹ تھا مسیح موعود کے دعوے سے قبل اس شخص کو حضور سے

عقیدت تھی لیکن دعوےٰ مسیح موعود کے اعلان پر حضور سے برگشتہ ہوگیا۔ اور حضور کی شان میں نعوذ باللہ بڑے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ نعوذ باللہ کذاب دجال اور مفتری تک کے الفاظ لکھے اور اپنے ملہم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور اپنے الہامات کی بناء پر خود کو موسیٰ کہنا شروع کر دیا۔ اور ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عصائے موسیٰ رکھا **اور** اس میں اپنی ترقی اور کامیابی اور حضور کی نعوذ باللہ ہلاکت کے متعلق الہامات شائع کئے۔ علاوہ ازیں **حضور** پر بڑے ناروا حملے بھی کئے۔ اس شخص کے متعلق حضرت مرزا صاحب کو بھی الہاماً بتلایا گیا کہ یہ شخص طاعون سے ہلاک ہوگا۔ چنانچہ پیشگوئی کے مطابق یہ شخص طاعون سے ہی ہلاک ہؤا اس شخص کے متعلق گو پیشگوئیاں بہت ہیں۔ لیکن اس وقت صرف اسی پیشگوئی کا ذکر کیا جائے گا جس کا ذکر جناب برقی صاحب کے پیش کردہ الہام میں ہے:۔

اصلی الہام اور اس کی تشریح

بابو الٰہی بخش کے مختصر حالات بیان کرنے کے بعد میں اب اصلی الہام اور اس کی تشریح درج کرتا ہوں۔ جو حضرت مرزا صاحب نے خود اس الہام کی فرمائی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

"بابو الٰہی بخش صاحب نے جب کتاب عصائے موسیٰ تالیف کی تو اس تالیف کا باعث بھی تھا کہ انہوں نے مجھے فرعون قرار دیا اور اپنے تئیں موسیٰ ٹھہرایا اور بار بار لکھا کہ مجھے خدا سے الہام ہوتے ہیں کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور مفتری ہے۔ تب میں نے ان کی کتاب پڑھ کر اپنے رسالہ اربعین ۴ کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی جس میں ایک پیشگوئی اور دعا ہے۔ اور وہ یہ ہے افسوس کہ انہوں نے (یعنی بابو الٰہی بخش صاحب نے) آیت ویل لکل ھمزۃ لمزۃ کے ویل کے وعید سے کچھ بھی اندیشہ نہیں کیا اور نہ انہوں نے آیت لا تقف ما لیس لک بہ علم کی کچھ بھی پرواہ کی وہ بار بار میری نسبت لکھتے ہیں کہ میں نے ان کو تسلی دے دی کہ میں آپ کے افتراء کی وجہ سے کسی انسانی عدالت میں آپ پر نالش نہیں کروں گا۔ سو میں کہتا ہوں کہ میں نہ صرف انسانی عدالت میں نالش نہیں کروں گا بلکہ میں خدا کی عدالت میں بھی نالش نہیں کرتا لیکن چونکہ آپ نے محض جھوٹے

اور نابل شرم الزام میرے پر لگائے ہیں۔ اور مجھے ناکردہ گناہ دکھ دیا ہے۔ اس لئے میں ہرگز
یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا خدا ان جھوٹے الزاموں
سے مجھے بَری کرکے آپ کا کاذب ہونا ثابت نہ کرے۔ الا ان لعنۃ اللہ علے
الکاذبین اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱ دسمبر ۱۹۰۰ء روز پنجشنبہ
کو یہ الہام ہوا۔

"بر مقام فلک شدہ یارب۔
گر امیدے دہم مدار عجب۔ بعد ۱۱۔

انشاء اللہ تعالے۔ مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو
سخت شرمندہ کرے گا۔ خدا کی کلام پر ہنسی نہ کرو۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں۔ دریا خشک ہو سکتے ہیں۔
موسم بدل جاتے ہیں۔ مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک پورا نہ ہولے۔

اسی طرح میری کتاب اربعین ۴ صفحہ ۱۹ میں بابو الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہے۔
یریدون ان یروا طمثک واللہ یرید ان یریک انعامہ۔ الانعامات المتواترۃ
انت منی بمنزلۃ اولادی۔ واللہ ولیک وربک فقلنا یا نار کونی بردا۔ یعنے
بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی یا ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالے
تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہوں گے۔ اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے
ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ یعنی حیض ایک ناپاک چیز ہے مگر بچہ کا جسم اسی سے تیار ہوتا ہے
اسی طرح جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے۔ تو جس قدر فطرتی ناپاکی اور گند ہوتا ہے۔ جو انسان کی فطرت کو
لگا ہوا ہوتا ہے۔ اسی سے ایک روحانی جسم تیار ہوتا ہے۔ یہی طمث انسانی ترقیات کا موجب ہے اسی
بنا پر صوفیہ کا قول ہے کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو انسان کوئی ترقی نہ کر سکتا۔ آدم کی ترقیات کا بھی یہی موجب ہوا
اسی وجہ سے ہر ایک نبی مخفی کمزوریوں پر نظر کرکے استغفار میں مشغول رہا ہے۔ اور وہی ترقیات
کا موجب ہوتا رہا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین پس ہر ایک

ابن آدم اپنے اندر ایک حیض کی ناپاکی رکھتا ہے۔ مگر وہ جو سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے وہی حیض اس کا ایک پاک لڑکے کا جسم تیار کر دیتا ہے۔ اسی بناء پر خدا میں فانی ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے۔ بلکہ وہ بیٹوں سے پاک ہے۔ بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا یعنے خدا کو اس کی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو جیسا کہ بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے اسی بناء پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اپ یا پتا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کو استعارہ کے رنگ میں ماں سے بھی ایک مشابہت ہے۔ اور وہ یہ کہ جیسے ماں اپنے پیٹ میں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے۔ ایسا ہی خدا تعالےٰ کے پیارے بندے خدا کی محبت کی گود میں پرورش پاتے ہیں اور ایک گندی فطرت سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے۔ سو اولیاء کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں یہ صرف ایک استعارہ ہے۔ ورنہ خدا اطفال سے پاک اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔

اور یہ جو مذکورہ بالا الہامات میں فقرہ ہے۔ فقلنا یا نار کونی بردا اس فقرہ سے یہ مراد ہے کہ جو کچھ بابو الٰہی بخش نے اپنی کتاب سے لوگوں میں فتنہ کی آگ بھڑکا دی ہے ہم اس آگ کو ٹھنڈی کر دیں گے۔ سو بابو الٰہی بخش کی موت نے ان تمام پیشگوئیوں کو پورا کر دیا۔ الحمد للہ علےٰ ذالک۔

دوسری پیشگوئی بابو الٰہی بخش صاحب کی موت کے بارے میں وہ ہے جو ماہ اپریل ۱۹۰۷ء میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو کر بدر اور الحکم میں شائع ہو چکی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

ایک موسےٰ ہے۔ میں اس کو ظاہر کروں گا اور لوگوں کے سامنے اس کو عزت دوں گا پر جس نے میرا گناہ کیا ہے۔ میں اس کو گھسیٹوں گا اور اس کو دوزخ دکھلاؤں گا میرے نشان روشن ہو جائیں گے میرا دشمن ہلاک ہو گیا یعنی ہلاک ہو جائے گا مبین اس دا ایلکھا خدا نال جا پیا ہے۔

خدا نے اس جگہ میرا نام موسےٰ رکھا جیسا کہ آج سے چھبیس برس پہلے براہین احمدیہ کے کئی مقامات میں میرا نام موسےٰ رکھا گیا۔ خلاصہ الہام یہ ہے کہ اس زمانہ میں موسےٰ ایک ہی ہے دو نہیں ہیں اور وہ جو دوسرا موسےٰ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ کاذب ہے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ جو میری طرف سے موسےٰ ہے۔ وقت آگیا ہے۔ کہ میں اس کو ظاہر کروں اور لوگوں میں اس کو عزت دوں پر جس نے میرا گناہ کیا ہے۔ یعنے محض دروغ گوئی کے طور پر موسےٰ بنا ہے، میں اس کو گھسیٹوں گا یعنے ذلت دکھلاؤں گا۔ اور ذلت کی موت دوں گا اور اس کو دوزخ دکھلاؤں گا یعنے وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مرے گا۔

یہ پیشگوئی پوری تصریح کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف سے تھی کیونکہ اس زمانہ میں میرے مقابل پر موسےٰ ہونے کا دعوےٰ کرنے والا بابو الٰہی بخش تھا، جس کو خدا نے طاعون سے ہلاک کیا اور ان کی بیماری اور موت سے پہلے عام طور پر اخبار بدر اور الحکم کے ذریعہ ہزاروں انسانوں میں یہ الہام الٰہی شائع کیا گیا۔ آخر ایسا ہی ظہور میں آیا۔ یاد رہے کہ میرے تمام الہامات میں جہنم سے مراد طاعون ہے۔ پس یہ عظیم الشان پیشگوئی تھی جس میں پیش از وقت بتلایا گیا تھا کہ بابو الٰہی بخش صاحب طاعون سے فوت ہوں گے۔"

قابل غور جملہ | جناب برقی صاحب اور ان کے ہمنوا مندرجہ بالا عبارت میں سب سے پہلے اس جملہ پر غور کریں۔

"لیکن چونکہ آپ نے محض جھوٹے اور قابل شرم الزام میرے پر لگائے ہیں۔ اور مجھے ناکردہ گناہ دکھ دیا ہے۔ اس لئے میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری کر کے آپ کا کاذب ہونا ثابت نہ کرے۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین"

اس کے متعلق حضور کو الہام ہوا:۔

"پر مقام فلک شدہ یارب۔ گر امیدے دہم مدار عجب بعد الا ان شاء اللہ تعالیٰ"

اب کیا یہ واقعہ نہیں کہ بابو الٰہی بخش صاحب اپنی تمام پیشگوئیوں کے باطل ہونے کو حسرت کے ساتھ

دیکھتا ہوا حضورؑ کی پیشگوئی کے مطابق طاعون کا شکار ہو کر اس دارفانی سے ہمیشہ کے لئے اپنے سینہ میں ناکامیوں کی تلخیوں کو لئے ہوئے رخصت ہو گیا۔

ایک حدیث کی صداقت حدیث میں آتا ہے کہ مظلوم کی آہ آسمان پہ پہنچ کر خدا کے عرش کو ہلا دیتی ہے۔ حضرت اقدس سخت مظلوم تھے آپ کی دعا بھی جیسا کہ الہام سے واضح ہوتا ہے۔ آسمان پہ پہنچی اور اس نے خدا کے عرش کو ہلا دیا اور خدا کی طرف سے قبولیت کی بشارت مل گئی۔ اور طاعون کی شکل میں خدا کے عذاب نے جھوٹے الزام لگانے والے کو پکڑ کر ہلاکت کے گڑھے میں ایسا دھکیل دیا کہ دوسروں کے لئے عبرت بن گیا اور دنیا پہ ہمیشہ کے لئے اس امر کو ثابت کر دیا کہ حضورؑ کا دامن ایسے تمام الزامات سے پاک تھا۔ جو بابو الٰہی بخش جیسے قماش کے لوگ حضورؑ پہ لگاتے رہتے تھے اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حدیث بھی بالکل سچی ہے۔ احادیث کے منکرین بھی اس پہ غور کریں۔

الہام میں لعبدًا کے الفاظ بھی قابل غور ہیں الہام کے وقت حضورؑ کو اس کا مفہوم سمجھ نہیں آیا لیکن بعد میں ایک اور الہام ہوا جس کے معنی یہ تھے کہ میں چودہ چارپایوں کو ہلاک کروں گا ان میں سے جب اشخاص دشمن پیشگوئیوں کے مطابق ہلاک ہو گئے تو بارھویں نمبر پہ بابو الٰہی بخش صاحب ہلاک ہوگئے اور دو اُن کے بعد ہلاک ہوئے اس سے "بعدًا" کے معنی بھی کھل گئے۔ اور ساتھ ہی اس حقیقت پہ سے بھی پردہ اُٹھ گیا کہ یہ الہامات نہ تو حضرت مرزا صاحب کے دماغ کا اختراع تھے۔ اور نہ ہی حدیث النفس تھے اور نہ ہی خیالات کا نتیجہ تھے بلکہ محض خدا کی وحی خفی جس نے اپنے وقت پہ پورا ہو کر اپنے مفہوم پہ سے پردہ اٹھا دیا۔ چنانچہ اسی کتاب کے صہ ۱۵۱ پر اس دوسرے الہام اور الٰہی بخش کے بارھویں نمبر پہ ہلاک ہونے کا ذکر موجود ہے،

طمث کی حقیقت اسی سلسلہ میں حضورؑ کا وہ الہام ہے۔ جو برق صاحب نے ادھورا پیش کیا ہے۔ اصل الہام یہ ہے :۔

"یریدون ان یروا طمثک واللہ یرید ان یریک انعامہ الانعامات

المتواترة انت منی بمنزلۃ اولادی واللہ ولیک وربك فقلنا یا نار کونی بردا"

طمث کے معنی صرف خون حیض ہی نہیں ہیں بلکہ ہر قسم کی پلیدی اور ناپاکی اور فساد پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ خود حضرت اقدس کے ترجمہ سے بھی واضح ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے"

برق صاحب الفاظ "یا کسی پلیدی اور ناپاکی" کو عمداً حذف کر گئے ہیں جو نہایت ہی قابل افسوس امر ہے۔

حضرت اقدس نے جو طمث کی تشریح فرمائی ہے، وہ کیسی ایمان افروز ہے اور عظیم الشان روحانی نکتہ پر مشتمل ہے برق صاحب غور فرمائیں کہ کیا تشبیہ اور استعارہ کا باب اب مسدود ہو چکا ہے۔ اگر نہیں تو پھر آپ نے الہام کے الفاظ پر تعجب کا اظہار کیوں کیا ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے بیٹے کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہے کہ چاند آگیا ہے۔ تو کیا برق صاحب یہ سمجھیں گے کہ چاند آسمان سے علیحدہ ہو کر زمین پر آگیا ہے اگر نہیں تو پھر کیوں انہوں نے اس فطرتی کمزوریوں کو جن کو ترک کرنے سے ہی انسان روحانی ترقیات کے منازل طے کرتا ہے۔ طمث قرار دینے کو قابل تمسخر سمجھا ہے برق صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ صرف حضرت مرزا صاحب کا ہی معاملہ نہیں بلکہ خدا کے تمام ماموریں کے ساتھ ان کے مخالفین کی یہی روش رہی ہے کہ وہ ان کے عیوب کی تلاش میں لگے رہتے تھے تا ان پر حرف گیری کر سکیں اور لوگوں کی نظر میں انہیں گرائیں۔ اسی طریق پر چل کر حضرت مرزا صاحب کے مخالفین بھی اسی ٹوہ میں ہمیشہ لگے رہے کہ کسی طرح حضرت مرزا صاحب کے کوئی نقائص نظر آئیں تو ان کو مشتہر کر کے انہیں بدنام کریں۔ جیسا کہ برق صاحب بھی اس بارے میں ناکام کوشش کر رہے ہیں حقیقی نقائص تو ان کو نہ مل سکے اس لئے انہیں جھوٹے الزامات ہی تراشنے پڑے جس کا جواب خدا نے ان کے ایڈووکیٹ الٰہی بخش کو عذاب طاعون میں گرفتار کر کے دے دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ یہ سب الزامات جھوٹے ہیں اور حضرت مرزا صاحب خدا کے مقرب بندے ہیں

جو کچھ اُن کے خلاف کہا جاتا ہے وہ سب ان پر افترا ہے۔

دیگر الہامات اور ان کا پورا ہونا

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ برق صاحب نے اس کے بعد کے الہامات کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے جن میں حضرت مرزا صاحب پر متواتر انعامات الٰہی کی بارشیں ہونے کا ذکر ہے۔ اور جن میں وعدہ موجود ہے کہ خدا ان کا ہمیشہ ولی اور مربی رہے گا اور جن میں یہ وعدہ بھی موجود ہے کہ الٰہی بخش اور ان کے ہمنواؤں کی بھڑکائی ہوئی آگ کو خدا بجھا دے گا۔ ان کے علاوہ یہ صریح پیشگوئی بھی موجود ہے کہ حقیقی طور پر موسیٰ ہونے کا مصداق حضرت مرزا صاحب ہی ہیں۔ اور بابو الٰہی بخش جو موسیٰ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یہ شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اور اس کے دعویٰ کا جھوٹا ہونا طاعون کے عذاب میں مبتلا کر کے ثابت کر دیا جاوے گا۔ چنانچہ یہ طاعونی موت کا اُسے شکار بنا کر اس کے جھوٹ کو ثابت بھی کر دیا گیا۔ اس کے مقابلہ میں الہام کے مطابق حضرت مرزا صاحب پر خدا تعالیٰ کے انعامات کی متواتر بارشیں ہوتی رہیں جس سے پیشگوئی دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے سچی ثابت ہو گئی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اب برق صاحب بتلائیں کہ ان الہامات میں کونسی بات قابل تمسخر تھی۔ جس نے انہیں ان پر "عجیب الہامات" کی سرخی جمانے پر مجبور کیا۔

کتاب "حرف محرمانہ" پر مزید تبصرہ

جناب برق صاحب کے پیش کردہ الہامات

کیا عجیب اور مہمل کہلانے کے مستحق ہیں یا ایمان افروز اور بصیرت افروز نوائیات عطا کرتے ہیں

"عجیب الہامات" کے عنوان کے ماتحت

مقربان الٰہی کی سنت اور خدا تعالیٰ کا اُن کے ساتھ سلوک

جناب برق صاحب نے ایک الہام حضور کا یہ بھی درج کیا ہے۔

"اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ"

برق صاحب نے صرف اس الہام کے الفاظ نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ حالانکہ اس کے بعد اس کا ترجمہ بھی حضور نے لکھا ہوا ہے۔ جو یہ ہے:۔

ترجمہ:۔ "اے ازلی ابدی خدا میری مدد کے لئے آ"

اب ہر منصف مزاج شخص خود ہی غور فرمائے کہ اس الہام میں کونسی عجیب بات ہے، جس نے برق صاحب کو تمسخرانہ لہجہ اختیار کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ کیا یہ تمام راستبازوں کی قدیم سے ہی سنت نہیں چلی آرہی کہ وہ اپنے دشمنوں کو ان سازشوں کے بد اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے جو ان کو گرانے اور ذلیل کرنے کے لئے عمل میں لائی جاتی رہی ہیں۔ خدا سے مدد کے طلبگار رہتے رہے ہیں اور کیا خدا ان مخالف حالات میں اپنے پیاروں کی طرف مدد کا ہاتھ نہیں بڑھاتا رہا اور ان کے دشمنوں کو ان کی سازشوں میں ناکام و نامراد نہیں کرتا رہا۔ اور کیا اللہ تعالیٰ اپنے ان پیاروں کی زبانوں پر ایسی دعائیں خود جاری نہیں کرواتا رہا۔

تعجب کرنا دینی ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے

اگر اللہ تعالیٰ کی یہ سنت قدیم سے اپنے مامورین کے ساتھ جاری چلی آرہی ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بھی اس نے اسی قدیم سنت کا ہی اعادہ کیا ہے تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ اس پر اظہار تعجب یا اس کے تمسخرانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے ایسے الہام کو عجیب الہام کا لقب دینے والا بجز اس کے کہ دینی علوم سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دے اور کوئی قابل قدر کارنامہ سرانجام نہیں دے رہا۔ اور اس کا یہ فعل علماء حقانی کی نظر میں کسی صورت میں بھی قابل استحسان قرار نہیں پا سکتا۔

تعجب خود محل تعجب ہے

برق صاحب کا اس الہام پر اظہار تعجب خود محل تعجب ہے کیونکہ وہ خود اپنی کتاب کے ص۱۳۱ پر لکھتے ہیں:۔

"ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے۔ جو اس کے مخالف کرے"

ظاہر ہے کہ جو معنی اپنے الہام کے خود ملہم نے کئے ہیں۔ اس پر اعتراض کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں کیونکہ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ مشکلات کے وقت خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرنا ہمیشہ سے مامورین الٰہی کا طریق چلا آرہا ہے۔ غالباً برق صاحب کے حافظہ سے حضرت نوح کے الفاظ انی مغلوب فانتصر (القمر) نکل نہیں گئے ہوں گے۔ اور غالباً یہ آیت قرآنی بھی آپ کے حافظہ سے محو نہیں ہو گئی ہو گی۔

وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب (البقرۃ ۲۶)

ایک یقینی معیار آیت کے الفاظ "الا ان نصر اللہ قریب" تبلا رہے ہیں۔ کہ ایسے الہامات کے بارے میں دیکھنے والی یہ بات ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی مدد مدعی نبوت یا ماموریت کے شامل حال ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ سو اس کسوٹی پر اگر الہام الٰہی پورا اترتا ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ اور مدعی ماموریت اپنے دعوے میں سچا ہے۔ پس ہم اس معیار کے مطابق حضرت مرزا صاحب کے الہام پر غور کرتے ہیں تو وہ اس پر پورا اترتا ہوا نظر آرہا ہے۔

پورا اترنے کی تفصیل تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ ماموریت کے بعد دشمنوں نے آپ کو گرانے کی ہر رنگ میں کوشش کی علمی میدان میں جب پچھاڑے گئے تو بائیکاٹ وغیرہ کے حربوں کو آزمایا ان میں بھی جب کامیابی نہ ہوئی تو قتل کے منصوبے کئے گئے وہ بھی جب ناکام ہو گئے تو ماننے والوں کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچانی شروع کیں۔ یہ حربہ بھی جب ماننے والوں کے قدموں کو نہ ڈگمگا سکا تو پھر عدالتوں کے ذریعہ سزا دلوانے کی مہم شروع کی گئی۔

پہلا مقدمہ چنانچہ پہلا مقدمہ پادری ہنری مارٹن کلارک سے اقدام قتل کا کروایا گیا۔ اور ہر ایک مسلمان کو ہی لالچ دے کر گواہ بنایا گیا۔ سب سے پہلے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر سے وارنٹ بلا ضمانت جاری کروائے گئے تا کہ حضور کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا عدالت میں کھڑا دیکھ کر دل کو خوش کریں۔ لیکن تصرف الٰہی کے ماتحت ایک طرف وہ وارنٹ راستہ میں غائب ہو گیا اور دوسری طرف ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو سمجھ آ گئی کہ ایسا وارنٹ جاری کرنا اُس کے اختیار سے باہر تھا چنانچہ اس نے ڈسٹرکٹ گورداسپور کو تار دے دی کہ اس وارنٹ کی تعمیل نہ کی جائے اور مقدمہ اس کی عدالت میں منتقل کر دیا۔ جس نے عام سمن کے ذریعہ حضور کو طلب کیا۔ اس مقدمہ میں بھی خدا تعالیٰ نے ان بیڑیوں کو اپنے زبردست ہاتھ سے پکڑ لیا اور حضور کے ہاتھوں اور پاؤں کو ان کے پہننے سے محفوظ کر لیا اور حضور کی بریت کے لئے سامان پیدا کر کے آیت الا ان نصر اللہ قریب کے مضمون کو اپنے مامور کی مدد کے ذریعہ درست ثابت کر دیا۔ چنانچہ حضور باعزت طور پر اس خطرناک مقدمہ میں بری قرار دیئے گئے نہ صرف بری قرار دیئے گئے بلکہ حضور کو اجازت دی گئی کہ اپنے دشمنوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں۔ حضور نے ازراہ ترحم ان سب کو معاف کر دیا۔ اس مقدمہ میں ہندو، مسلمان، عیسائی سب حضور کے خلاف اکٹھے ہو گئے تھے۔ اور سب نے مل کر کوشش کی تھی کہ حضور کے خلاف اُن کی سازش کامیاب ہو جائے۔ اور حضور اقدام قتل کے جرم میں سزا پا جائیں مگر جس کی حمایت میں خدا کھڑا ہو جس پہ کہ الہام انی مع الرسول اقوم و انی مع الرسول اجیب دلالت کر رہے ہوں اُسے کون گزند پہنچا سکتا ہے۔ اُلٹی ذلت کی سیاہی ان سب کے چہرہ پر مل گئی۔ اور حضور کے تمام ان الہامات نے جو اس مقدمہ میں بری ہونے کے متعلق تھے پورا ہو کر حضور کی صداقت کو چار چاند لگا دیئے۔

دوسرا مقدمہ دوسرا فوجداری مقدمہ حضور کے خلاف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے دائر کیا استغاثہ یہ تھا کہ مجھے مرزا صاحب سے جان کا خطرہ ہے

ان سے یا تو حفظ امن کی ضمانت لی جائے یا قید میں ڈال دیا جائے اس وقت بٹالہ میں ایک شخص محمد بخش نامی تھانیدار تھا جو حضرت مرزا صاحب کا سخت مخالف اور دشمن تھا اس کے الفاظ تھے کہ مرزا میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکے گا۔ چنانچہ اس نے رپورٹ کر دی کہ فریقین سے نقص امن کا اندیشہ ہے دونوں کی ضمانتیں لی جائیں۔

ایک زبردست نشان

حضور نے اس کے الفاظ سن کر فرمایا کہ یہ مجھ پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے۔ اس کا اپنا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اس مقدمہ میں بھی حضور بری کر دیئے گئے۔ ناکامی کا یہ صدمہ بھی اس کے لئے معمولی نہ تھا۔ لیکن عملاً بھی اُس کے ہاتھ پر ایسا پھوڑا نکلا جس نے اس کو سخت تکلیف میں مبتلا رکھا حتیٰ کہ اس کی جان لے کر ہی اس کا پیچھا چھوڑا اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جو احمدی ہو گیا۔ اور اس طرح اس کے خاندان سے ہمیشہ کے لئے احمدیت کی مخالفت کا پودا اُکھڑ گیا۔ کتنا زبردست یہ نشان ہے۔ کاش! کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ فوجداری مقدمہ بھی دشمنوں کی ناکامی اور ذلت پر ہی منتج ہوا اور حضرت مرزا صاحب کے حق میں نصرت الٰہی کا ایک مزید ثبوت دنیا کے ہاتھ آ گیا۔

تیسرا مقدمہ

تیسرا مقدمہ بھی فوجداری مقدمہ تھا۔ یہ مقدمہ مولوی کرم دین ساکن بھیں ضلع جہلم کی طرف سے دائر کیا گیا تھا جو پہلے جہلم میں چلا پھر گورداسپور کی عدالت میں منتقل ہو گیا اس مقدمہ میں بھی مسلمان علماء مل کر مولوی کرم دین کی مدد کرتے رہے تھے۔ اور ان کی تمنا بھی تھی کہ کسی طرح حضور سزا پا جائیں اور ہتھکڑیاں پہنا کر جیل میں بھیجے جائیں۔ ادھر جیسا کہ میں پہلے واضح کر چکا ہوں۔ جن دو مجسٹریٹوں کی عدالت میں یکے بعد دیگرے مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔ وہ بھی دونوں آریہ تھے۔ اور لیکھرام کے قتل کا انتقام لینا چاہتے تھے ان کی نیت جیل میں بھیجنے کی ہی تھی مقدمہ نہایت ہی معمولی نوعیت کا تھا۔ لیکن انہوں نے دو سال اس کی سماعت میں لگا دیئے جیل میں بھیجنے سے تو وہ خدائی تصرف کے ماتحت روک دیئے گئے لیکن ۵۰۰ روپیہ جرمانہ کی سزا دی اور مولوی کرم دین پہ ۵۰ روپیہ جرمانہ کیا اور یہ بالکل حضور کے الہامات کے مطابق تھا جن

میں یہی بتلایا گیا تھا کہ پہلی عدالت میں جرمانہ کی سزا ہو گی لیکن اپیل میں بری ہو جائیں گے۔ چنانچہ سشن جج کے پاس اپیل کی گئی جس نے حضور کو پہلی ہی پیشی میں بری کر کے جرمانہ واپس دلادیا۔ اور کرم دین کی سزا قائم رکھی اور فیصلہ میں لکھا کہ جو الفاظ اس کے حق میں استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ فی الحقیقت انہی کا مستحق تھا اور مجسٹریٹوں کے خلاف بھی ریمارکس دیئے۔

اس سے قبل الہام "اصلی واصوم" کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے جس قدر الہامات میں نے درج کئے ہیں، وہ سب اسی مقدمہ کے متعلق تھے اور یہ الہام "ازلی وابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ"۔ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

بیڑیوں کو پکڑنے کا مفہوم

غالباً الہام میں "بیڑیوں کے پکڑنے" کے الفاظ نے برق صاحب کو اس الہام کو عجیب الہامات کی فہرست میں داخل کرنے پر جرأت دلائی ہے۔ لیکن اس میں الہام کا کوئی قصور نہیں بلکہ اُن کی اپنی ناسمجھی یا تعصب اور عناد لدنی اس جسارت کا باعث بنا ہے۔

میں نے اوپر بتلایا ہے کہ اس قسم کے تمام مقدمات میں دشمنوں کی ایک ہی غرض ہوتی تھی کہ حضورؑ کو نعوذ باللہ ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا دیکھیں الہامی دعا چونکہ درحقیقت پیشگوئی ہوتی ہے۔ اس لئے ان الفاظ کا سیدھا سادا مفہوم یہی تھا کہ خدا ان کی مزعومہ ہتھکڑیوں کو پکڑے گا اور ان کو عملی صورت اختیار کرنے سے روکے رکھے گا اور اپنے مامور کو ہتھکڑیوں میں جکڑے جانے سے محفوظ رکھے گا اور دشمنوں کی اس خواہش کو بھی حسرت میں تبدیل کر دے گا اور اپنے بندے کی خاص مدد فرما کر اپنی تائید اور نصرت سے اسے نوازے گا۔

اس کے ساتھ کا الہام

چنانچہ اس کے ساتھ کا الہام جو پہلے الہام میں مذکورہ مدد کی تفصیل بیان کر رہا ہے۔ اس میں فرمایا یوم الاثنین و فتح الحنین چنانچہ اس مقدمہ کا دوشنبہ کے روز سے گہرا تعلق ہے۔ جس کی تفصیل میں اپنے ایک مضمون میں بیان کر چکا ہوں۔ اور فتح الحنین کے الفاظ تو صاف دلالت کر رہے ہیں کہ جس طرح حنین

کے مقام پر بظاہر شکست کی صورت پیدا ہو گئی تھی لیکن شکست کے بعد دوسرے حملہ میں یہ شکست فتح میں تبدیل ہو گئی۔ اور دشمن کی عارضی خوشی نے غم کی صورت اختیار کر لی۔

اسی طرح یہاں بھی ہو گا الہام "بلیة مالیة" کے ماتحت پہلی عدالت میں جرمانہ کی سزا ہو گی۔ جو دشمنوں کے لئے ایک گونہ خوشی کا موجب تھی لیکن دوسرے حملہ یعنی اپیل میں ان کی یہ خوشی خاک میں مل گئی۔ کیونکہ حضور کو بڑی عزت کے ساتھ بری کر دیا گیا اور جرمانہ بھی واپس دلوایا گیا۔ اور مدمقابل کی سزا نہ صرف قائم رہی بلکہ اس کو اس فیصلہ نے ذلیل سے ذلیل تر بنا دیا۔

برق صاحب کے لئے لمحہ فکریہ

برق صاحب اور ان کے ہمنوا دوست خدارا غور کریں۔ کہ الہام کے الفاظ "فتح الحنین" کتنا عظیم الشان غیب اپنے اندر لئے ہوئے تھے۔ اور کس شان کے ساتھ یہ الفاظ پورے ہوئے۔ کیا حضرت مرزا صاحب کے اختیار میں تھا کہ وہ اپنے اس مقدمہ کا فیصلہ جنگ حنین کی شکل میں کروائے کیا یہ ممکن تھا کہ اپیل بھی خارج ہو جاتی اور سیشن جج پہلی عدالت کے فیصلہ کو ہی بحال رکھتا لیکن حنین کی طرز پر فتح کی بشارت کا ملنا اور پھر اس کا اس طرح وقوع میں آنا کیا کھلی کھلی دلیل نہیں۔ اس بات پر کہ الہام کے الفاظ خدا تعالیٰ کے ہی الفاظ تھے۔ اور یہ کہ حضرت مرزا صاحب خدا تعالیٰ کے فی الحقیقت مقرب بندے تھے جن سے خدا ہمکلام ہوتا تھا۔ اور جو کچھ انہیں کہتا تھا۔ اسے پورا کر کے بھی دکھلا دیتا تھا۔ کیا کوئی ہے جو اس عظیم الشان نشان پر تعصب سے خالی ہو کر غور کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور خدا کے مامور کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر سعادت دارین حاصل کرے خدا تعالیٰ سب کو ہی ایسی توفیق عطا کرے (آمین)

ایک کشف کی حقیقت

برق صاحب نے عجیب الہامات کے ضمن میں اپنی کتاب کے صفحہ ۳۳۴ پر حضور کا ذیل کا کشف بھی درج کیا ہے:۔

"۲۴ر فروری ۱۹۰۵ء کو حالت کشفی میں جبکہ حضور کی طبیعت ناساز تھی ایک شیشی دکھائی گئی جس پر لکھا تھا خاکسار "پیپر منٹ""

معلوم نہیں اس کشف میں برقی صاحب کو کونسی عجیب بات نظر آئی ہے کیا سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض کے ماتحت کائنات کی ہر ایک چیز انسان کی خدمت کے لئے ہی پیدا نہیں کی گئی۔ کیا تمام جڑی بوٹیاں اور ان سے بنی ہوئی دوائیں انسان کی بیماری کو دور کرنے کے لئے ہی نہیں بنائی گئیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ اللہ تعالٰے اپنے مقرب بندوں کو بذریعہ الہام یا کشف بعض علاجوں پر مطلع کر دیتا ہے۔ کیا سورۃ ص ۴ع کی مندرجہ ذیل آیت برقی صاحب کو بھول گئی ہے۔

واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب
اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالٰے نے جو علاج حضرت ایوبؑ کو بتلایا اس کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں ہے:-

ارکض برجلک ھذا مغتسل بارد وشراب کیا اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالٰے بعض اوقات اپنے خاص بندوں کو ان کی بیماریوں کا علاج بھی بتلا دیا کرتا ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کو ان کی تکلیف دُور کرانے کے لئے پیپرمنٹ کا استعمال بتلا دیا تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا قول اذا مرضت فھو یشفین بھی مدنظر رکھیں اسی طرح اصلحنالہ زوجہ کو بھی نظر انداز نہ کریں۔ اس طرح حضرت زکریا کو جو نشان بتلایا گیا تھا۔ اس کو بھی نہ بھولیں۔ یہ امور اگر آپ کے مدنظر رہیں گے تو حضرت مرزا صاحبؑ کے کشف پر جو ہنسی اڑانے کی آپ نے کوشش کی ہے اُس پر آپ خود ہی نادم ہوں گے۔ اگر حضرت نبی کریم صلعم کی جدائی کے صدمہ کا اظہار درخت اپنی آواز سے کر سکتا ہے۔ تو پیپرمنٹ کیوں اپنی خدمات کو پیش نہیں کر سکتا۔ وہ بولا تو نہیں صرف لکھا ہوا ہی دکھلایا گیا ہے۔ خاکسار کا لفظ اس کے ساتھ محل تعجب اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس کی حیثیت آخر ایک خدمتگار کی ہی ہے۔ خدمتگار اگر اپنے آقا کے سامنے خاکساری کا اظہار نہ کرے تو اور کیا کرے۔ علاوہ ازیں ہر چیز کے بولنے کا طریق بھی الگ الگ ہوتا ہے۔ زمین کے متعلق قرآن شریف میں آتا ہے۔ یومئذ تحدث اخبارھا۔ زمین اور آسمان کے متعلق آتا ہے۔ اتینا طائعین

یہاں تو پیپر منٹ بولا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے علاج لکھا ہوا دکھلا دیا ہے۔ جب انسان تعصب کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے۔ تو اس کی عقل کی آنکھ ایسی اندھی ہو جاتی ہے کہ واضح حقائق بھی اس کو نظر نہیں آتے۔

ایک اور کشف اور اسے ادھورا پیش کرنا جناب برق صاحب اپنی کتاب کے اسی صفحہ پر حضور کے ایک کشف میں سے صرف ایک فقرہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے۔ اُسے عجیب الہامات کی فہرست میں داخل کرتے ہیں وہ فقرہ یہ ہے۔ "اتنے میں تین فرشتے آسمان سے آئے ایک کا نام خیراتی تھا"۔ (حیاۃ النبی جلد اول صفحہ ۹۵) فرشتوں کے نزول کا وعدہ:۔ نہ معلوم کہ برق صاحب کو تین فرشتوں کا آسمان سے آنا کیوں عجیب نظر آیا یا ایک فرشتہ کا خیراتی نام ہونا ان کے لئے موجب حیرانی ہوا ہے اگر فرشتوں کا نزول ان کے لئے محل تعجب ہے تو ان کو اور ان کے دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مومنوں پر فرشتوں کے نزول کا وعدہ تو قرآن شریف میں صریح الفاظ میں موجود ہے۔ تتنزل علیہم الملائکۃ یاد کر لیں پھر حضرت انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء پر بھی فرشتوں کے نزول کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہم السلام کی بیوی والدہ حضرت موسیٰ علیہم السلام ذوالقرنین وغیرہ اسی طرح جنگ بدر اور جنگ احد اور جنگ خندق میں فرشتوں کا نزول ثابت ہے اتنے نظائر کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا صاحب پر فرشتوں کا نزول برق صاحب کے لئے کیوں موجب تعجب ہوا ہے۔

کیا نام خیراتی محل تعجب ہے:۔ اگر برق صاحب کو یہ کشف اس لئے عجیب نظر آیا ہے کہ اس میں ایک فرشتہ کا نام "خیراتی" بتلایا گیا ہے۔ تو انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ فرشتوں کے نام صفاتی بھی ہوتے ہیں جس کام کے لئے کوئی فرشتہ دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔ اس کام کے لحاظ سے ہی اس کا نام رکھ دیا جاتا ہے۔ برق صاحب اگر میرے بیان سے متفق نہیں تو قرآن شریف میں جو دو فرشتوں کا نام ہاروت و ماروت آتا ہے۔ اُن کی وجہ تسمیہ پر روشنی ڈالیں "قرآنی"

نام اگر ان کو عجیب نظر آیا ہے تو ہاروت و ماروت نام ان کو کیوں عجیب نظر نہیں آتے کیا آپ ان کو بھی عجیب الہامات کی فہرست میں داخل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یا اگر کوئی غیر مسلم ان ناموں کو عجیب الہامات میں داخل کر دے۔ تو برق صاحب اس کو کیا جواب دیں گے۔ اور کس طرح اس کی تسلی کرائیں گے اصل بات یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے خلاف ان کا عناد ان کے قلب پر اس قدر تسلط جما چکا ہے کہ اچھی سے اچھی بات بھی ان کو بُری نظر آتی ہے۔ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو پڑھا ہی اس نیت سے ہے۔ کہ ان میں اعتراض کی گنجائش نکالیں جب انہیں حقیقی اعتراضات نہ مل سکے تو فرضی اعتراضات سے ہی کتاب کو پُر کر دیا۔

مکمل کشف اور خیراتی کے معنے: ۔مناسب یہی ہے کہ قارئین کرام کے سامنے مکمل کشف رکھ دیا جائے تا ان کے علم میں آجائے کہ کس صفائی سے یہ کشف پورا ہوا ہے۔ اور خیراتی فرشتہ نے کس خوبی سے اپنا مفوضہ کام سرانجام دیا ہے: حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"منجملہ نشانات کے ایک نشان یہ ہے کہ تخمیناً پچیس برس کے قریب عرصہ گذر گیا ہے کہ میں گورداسپور میں تھا۔ کہ مجھے خواب آئی کہ میں ایک جگہ چارپائی پر بیٹھا ہوں۔ اور اسی چارپائی پر بائیں طرف میرے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی بیٹھے ہیں جن کی اولاد اب امرتسر میں رہتی ہے۔ اتنے میں میرے دل میں محض اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک تحریک پیدا ہوئی۔ کہ مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں چنانچہ میں نے اپنی جگہ چھوڑ کر مولوی صاحب کی جگہ کی طرف رجوع کیا یعنی جس حصہ چارپائی پر وہ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی حصے میں میں نے بیٹھنا چاہا تب انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور وہاں سے کھسک کر پائنتی کی طرف چند انگلی کے فاصلے پر ہو بیٹھے۔ تب پھر میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ اس جگہ سے بھی میں ان کو اٹھا دوں پھر میں اُن کی طرف جھکا تو وہ اُس جگہ کو بھی چھوڑ کر پھر چند انگلی کے مقدار پر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس جگہ سے بھی ان کو اور زیادہ پائنتی کی طرف کیا جائے تب پھر وہ

چند انگلی پائنتی کی طرف کھسک کر ہو بیٹھے۔ القصہ میں ایسا ہی ان کی طرف کھسکتا گیا اور وہ پائنتی کی طرف کھسکتے گئے یہاں تک کہ ان کو آخر کار چارپائی سے اُترنا پڑا اور وہ زمین پر جو محض خاک تھی اور اُس پر چٹائی وغیرہ کچھ بھی نہ تھی۔ اتر کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان سے آئے ایک کا نام اُن میں سے خیراتی تھا۔ وہ بھی اُن کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے۔ اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا تب میں نے اُن فرشتوں اور مولوی عبداللہ صاحب کو کہا کہ آؤ میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ تب میں نے یہ دعا کی کہ **رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَهِّرْنِی تَطْهِیْرًا**۔ اس کے بعد وہ تینوں فرشتے آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور مولوی عبداللہ صاحب بھی آسمان کی طرف اُٹھ گئے۔ اور میری آنکھ کھُل گئی۔ اور آنکھ کھلتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طاقت بالا مجھ کو ارضی زندگی سے بلند تر کھینچ کر لے گئی اور وہ ایک رات تھی جس میں خدا نے بتمام و کمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں وہ تبدیلی واقع ہوئی کہ جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادے سے نہیں ہو سکتی۔ اور جیسا کہ میں نے مولوی عبداللہ صاحب کے خاک پر بیٹھنے اور آسمان پر جانے کی تعبیر کی تھی اسی طرح وقوع میں آ گیا۔ کیونکہ وہ بعد اس کے جلد تر فوت ہو گئے۔ اور ان کا جسم خاک میں اور اُن کی روح آسمان پر گئی۔ اور انہی دنوں میں شاید اس رات سے اوّل یا اس رات کے بعد میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں معلوم ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے اس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں۔ اور صاف کی ہیں۔ اور میل اور کدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور ایک مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔ اور میں اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گیا۔ میں نے اس خواب کی بہت سے لوگوں کو اطلاع دی تھی۔ چنانچہ اُن میں سے صاحبزادہ سراج الحق سرساوی اور میر ناصر نواب صاحب دہلوی ہیں۔"

اس کشف سے مندرجہ ذیل چار باتیں بالکل واضح ہیں۔

اوّل:- یہ کہ عام اولیاء کا دور اب ختم ہو گیا ہے۔ کیونکہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی پنجاب میں اولیاء اللہ اور صاحب حال لوگوں میں سے آخری ولی اور آخری صاحب حال انسان تھے ان کے بعد اب صرف پنجاب میں ہی نہیں بلکہ ساری اسلامی دنیا میں کسی ولی کی پیدائش مقدر نہ تھی کیونکہ اب مسیح موعود کا دور شروع ہونے والا ہے۔

دوم:- یہ کہ جس طرح حضرت نبی کریم صلعم کے قلب مطہر کو فرشتوں کے ذریعہ پاک وصاف کر دیا گیا تھا۔ اور اُسے معرفت سے بھر دیا گیا تھا۔ اسی طرح غلام کو بھی ہر قسم کے رجز سے پاک وصاف کر کے اسے مطہر بنا دیا گیا اور آنکھوں کو صاف کر کے اس میں نور بھر دیا گیا۔ جس سے قرآن کریم کے معارف اور حقائق صاف صاف نظر آنے لگ پڑے۔

سوم:- مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی جلد وفات کی طرف اس کشف میں صریح اشارہ موجود تھا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ جلد فوت ہو گئے۔

چہارم:- "خیراتی" کا لفظ اس بات پر دلالت کر رہا تھا کہ نیکیوں اور بھلائیوں اور نیک اعمال کا آپ سرچشمہ ہوں گے اور آپ کے ذریعہ نیکی بھلائی اور نیک اعمال پھیلیں گے۔ اور قرآن کریم کے حقائق کھلیں گے۔ اور ان کی اشاعت ہو گی۔ یہی خیرات کے معنے ہیں اور خیراتی منسوب الی الخیرات ہے۔ دیکھو "فیروز اللغات" یعنی فرشتہ جو نیکیوں بھلائیوں اور نیک اعمال کی تحریک کرنے اور انہیں پھیلانے پر مامور ہے۔ اس فرشتہ کے آنے کے یہ معنی تھے۔ کہ وہ حضور کے دل میں نیکیوں کی تحریک کرتا رہے گا اور ان کے دل کو نیکیوں کی اشاعت کرنے کے جذبہ سے بھر پور رکھے گا اور باقی دو فرشتے وہ ہیں جو مسیح موعود کی مدد پر ازل سے مامور تھے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ آنے والا مسیح دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نزول فرمائے گا۔ ایک فرشتہ کا نام اس کشف میں شیر علی بتلایا گیا ہے جس کے معنی بھی صاف ہیں کہ حضور کے اندر بہادری کا جوہر بھی اپنے کمال پر ہو گا۔

واقعات کی شہادت

ان واقعات پر نظر ڈالیں تو اس کشف کے ایک ایک لفظ کی صداقت صاف صاف دکھلائی دے رہی ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے ظہور کے بعد مسلمانوں میں اولیاء پیدا ہونے بند ہو گئے۔ چنانچہ جلسہ مذاہب اعظم میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے مضمون میں کھلے لفظوں میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ کہ جس قدر امت میں اولیاء تھے وہ سب اب زیر زمین ہیں اب ہمارے پاس کوئی ولی نہیں جسے ہم پیش کر سکیں لیکن حضرت مرزا صاحب نے اپنے مضمون میں ساری دنیا کے سامنے دھڑلے سے اپنے آپ کو بطور ولی کے پیش کیا اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ جن لوگوں نے حضور سے تعلق پیدا کیا ان کی نیکی اور تقوے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا تھا اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ کی زندگی نہایت ہی پاکیزہ اور ہر قسم کے رجس سے پاک تھی جس کی شہادت دشمنوں تک نے دی۔ اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضور نے ایسی جماعت تیار کی۔ جو قرآنی علوم کو دنیا میں پھیلانے میں سرگرم عمل ہے۔

اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ شدید سے شدید آزمائش کا مقابلہ حضور نے بے نظیر بہادری سے کیا ہے اور کسی موقعہ پر بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ پس ایسے کشف پر جس کا لفظ لفظ صحیح ثابت ہوا ہے ہنسی اڑانا کسی خدا ترس انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ خدا ترس تو بڑی بات ہے۔ کوئی معمولی سے معمولی انصاف پسند آدمی بھی اس کی جرأت نہیں کر سکتا۔

برق صاحب کے پیش کردہ الہامات ثابت شدہ حقائق کی روشنی میں

برق صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے جن الہامات کو عجیب اور مہمل الہامات کا لقب دے کر تمسخرانہ لہجہ میں ان کا ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر الہامات کے متعلق تو میں اوپر ناقابل تردید دلائل سے ثابت کر آیا ہوں۔ کہ وہ سب کے سب آئندہ زمانہ میں وقوع میں آنے والے واقعات کی خبر دے رہے تھے۔ اور ان غیب کی خبروں نے وقوع میں آکر اپنی صداقت پر آپ مہر لگا دی اور آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مصداق ثابت ہوئیں۔ اور ہزاروں انسانوں

کے لئے پختگی ایمان اور ہزاروں کے لئے ازدیادِ ایمان اور ہزاروں کے دِلوں میں شمع ایمان جلانے کا موجب بنیں۔ باقی ماندہ جن پر ابھی بحث کرنی ہے وہ بھی اسی طرح ایسی ہی زبردست پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں کہ جن کی طرف انسانی ذہن جا ہی نہیں سکتا تھا۔ صرف عالم الغیب والشہادۃ خدا کی طرف سے اطلاع دیئے جانے سے ہی ان پر اطلاع پائی جا سکتی تھی۔ ان میں سے سردست مزید ایک کے متعلق یہاں روشنی ڈالی جاتی ہے۔

الہام اور اس کے معنی

برق صاحب نے اس الہام کو مہمل الہامات کی فہرست میں رکھا الہام یہ ہے "ھوشعنا نعسا" ہے یہ الہام سنہ ۱۸۸۳ء کا ہے اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ پر درج ہے اس کے متعلق حضورؑ نے اُس وقت تحریر فرمایا:۔

"یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی تک اِس عاجز پر نہیں کھلے"

بعد میں اِس کے معنی حضور پر کھُل گئے۔ سو ان معنوں کا ذکر حضورؑ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵ میں کیا ہے۔ تعجب ہے کہ برق صاحب کی نظر سے یہ معنی کس طرح اوجھل رہے ان کا دعوے تو یہ ہے۔ کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی کتب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے یا تو ان کا یہ دعوے غلط ہے یا انہوں نے عمداً حق پوشی کا ارتکاب کیا ہے۔ بہرحال حضورؑ کے بیان کردہ معنی یہ ہیں۔

"اے خدا میں دُعا کرتا ہوں کہ مجھے نجات بخش اور مشکلات سے رہائی فرما"

یہ تو ھوشعنا کے معنے ہیں اِس کے بعد نعسا کے معنی بیان فرمائے ہیں "ہم نے نجات دے دی"۔

ان معنوں کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

یہ دونوں فقرے عبرانی زبان میں ہیں۔ اور یہ ایک پیشگوئی ہے جو دعا کی صورت میں کی گئی ہے اور پھر دعا کا قبول ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور اس کا حاصل مطلب یہ ہے۔ جو موجودہ مشکلات ہیں۔ یعنی انتہائی بیکسی۔ ناداری کسی آئندہ زمانہ میں دُور کر دی جائیں گی۔ چنانچہ ۲۵ برس کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اس زمانہ میں ان مشکلات کا نام و نشان نہ رہا۔

علاوہ ازیں الہام کے الفاظ شدید مشکلات پیدا ہونے اور ان سے نجات پانے کی پیشگوئی

بھی کر رہے ہیں۔ اب ہر منصف مزاج آدمی غور کرے کہ ۱۸۸۳ء میں جبکہ ایسے مصائب اور مشکلات کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ جن سے نجات حاصل کرنے کے لئے دعا کی جائے۔ آٹھ سال کے بعد حضور پر ایسی تکلیف دہ مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور ایسی خطرناک مشکلات پیش آجاتی ہیں کہ جن کو برداشت کرنا خدا کے خاص ماموروں کا ہی کام ہوتا ہے۔ ان مشکلات اور مصائب کی تفصیل پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ایسے الہام کو جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ اس وقت تو تم امن میں ہو۔ لیکن ایک وقت آنے والا ہے کہ تم مشکلات کے بھنور میں پھنس جاؤ گے اور جس سے سلامتی کے ساتھ نکلنا بجز خدا کی مدد کے ناممکن ہوگا مہمل قرار دینا حد درجہ کی جسارت ہے یا نہیں چنانچہ وہ وقت ۸ سال کے بعد آگیا اور پیشگوئی کا لفظ لفظ پورا ہوگیا کیا کوئی ذی ہوش انسان ایسے الہام کو مہمل اور لغو قرار دینے کی جرأت کر سکتا ہے۔

ایسے الہام کا کیا تقاضا ہے

مصائب کے وارد ہونے اور پھر ساتھ ہی ان سے نجات پانے کی بشارت بھی الہام میں دی جائے اور پھر وہ پورا بھی ہو جائے۔ تو ایسا الہام تو اس قابل ہے۔ کہ اس کی عظمت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ اور الہام کے نازل کرنے والے خدا کی ہستی پر بصیرت سے بھرا ہوا ایمان دلوں میں پیدا کیا جائے۔ اور اس کی صفت عالم الغیب اور بے انتہا قدرتوں کے مالک ہونے کو ٹھیک اسی طرح تسلیم کیا جائے جس طرح انسان اس چیز کو تسلیم کر لیتا ہے جو اس کے مشاہدہ میں آجاتی ہے۔ اور اس کا یقینی طور پر خدا کی طرف سے ہونا اس طرح مان لیا جائے جس طرح حق ہونا خدا نے اس آیت میں بیان کیا ہے۔ انہ لحق مثل ما انکم تنطقون۔

ماموروں کی بعثت کی غرض

اور یہی ماموروں کے آنے کی غرض ہوتی ہے۔ کہ وہ خدائی صفات کو پردۂ غیب میں نہیں رہنے دیتے بلکہ اپنی زبردست پیشگوئیوں کے ذریعہ ان کا مشاہدہ کروا دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں نے ان میں سے ہر صفت کا عملی ثبوت

ہم پہنچا دیا ہے اب یہ لوگوں کی اپنی بدقسمتی ہے کہ وہ اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اور صفات الٰہی کو دیکھنے سے اپنے آپ کو محروم کرلیں اب دیکھ لو کہ حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ الہام مذکورہ بالا نے اللہ تعالےٰ کی صفت عالم الغیب ہونے کا کیسا واضح ثبوت بہم پہنچایا ہے اور پھر قدرت کاملہ کا بھی کیسا بیّن ثبوت پیش کیا ہے۔ ایک طرف دشمن انتہائی طاقت کا مالک ہے خدا کا مامور انتہائی درجہ پر کمزور ہے۔ اور طاقتور دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ کمزور مامور پر حملہ آور ہوتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ وہ اسے پیس ڈالے گا۔ لیکن خدا اُسے تسلّی دیتا ہے۔ کہ میں اُن کی طاقت کو توڑ دوں گا۔ اور ان کے حملہ کو پسپا کر دوں گا۔ اور اپنے مامور کو جو کمزور سمجھا جاتا ہے۔ پوری طاقت سے مسلح کر دوں گا۔ اور اس کو طاقتور دشمن کے مقابلہ میں کامیاب کر کے دکھلا دوں گا۔ اور وہ ایسا ہی کرتا ہے یہ عمل اِس کا صاف دلالت کر رہا ہے۔ کہ فی الحقیقت وہ قوی اور عزیز صفت سے متصف ہے کیا اپنے مامور کے ساتھ یہ تائید اس کی صاف طور پر بتلا نہیں رہی کہ وہ اپنے ماموروں کے دشمنوں کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ھل اتاک حدیث الجنود فرعون وثمود بل الذین کفروا فی تکذیب واللہ من ورائھم محیط جو فوج گھیرے میں آجاتی ہے اُس کی شکست یقینی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کے مخالفین کی تمام کوششوں کا رائیگاں جانا اور ان کا زور ٹوٹ جانا اور حضرت مرزا صاحب کا اُن کے مقابلے میں کامیاب ہو جانا قرآن کریم کے مذکورہ بالا دعوے کی سچائی پر کیا کھلی کھلی دلیل نہیں جس کا انکار ناممکن ہے کیونکہ اس کا انکار واقعات کا انکار ہوگا جس کی توقع کسی بھی عقلمند انسان سے نہیں ہوسکتی۔

قرآن کریم کے دوسرے دعوے کی تصدیق

پھر حضرت مرزا صاحب اور اِن کے منکرین کے درمیان جو مقابلہ شروع ہُوا۔ اور جس میں باوجود حالات ناسازگار ہونے کے حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق نمایاں فتح حاصل ہوئی کیا حضور کی یہ فتح قرآن کریم کے دعوے کے

كتب الله لاغلبن انا ورسلي ان الله قوی عزیز یعنی اللہ تعالےٰ کا یہی قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اور اس کے فرستادے ضرور غالب رہیں گے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ایسی قوت کا مالک ہے جس پر کوئی دوسری قوت غالب نہیں آسکتی) کی تصدیق نہیں کر رہی کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مرزا صاحب فی الحقیقت خدا کے فرستادہ ہی تھے ورنہ اتنی زبردست طاقتوں کے مقابلہ میں کس طرح کامیاب ہو سکتے تھے۔ مفتری کا تو خدا بھی دشمن ہوتا ہے۔ اگر دنیاوی طاقتیں اس کو ہلاک کرنے کے لئے نہ بھی اُٹھیں تب بھی وہ اکیلا ہی اس کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل اُلٹ ہوتا ہے۔ وہ علماء جو اپنے آپ کو رسول کریم صلعم کی گدی پر بیٹھے ہوئے ہونے کا دعویٰ کرتے تھے وہ ہر میدان میں شکست کھاتے ہیں۔ اور وہ شخص جسے وہ نعوذ باللہ دجال ملحد۔ بے دین وغیرہ القاب سے پکارتے تھے اور اب بھی پکارتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تائید پر تائید حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ اور ہر مقابلہ میں ان علماء کو شکست پر شکست دیتا چلا جاتا ہے۔ علمی میدان میں وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آتے ہیں۔ دعاؤں کی قبولیت کے مقابلہ میں وہ منہ کی کھاتے ہیں۔ خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل کرنے میں اُن کی طرف سے عملاً تہیدستی کا اعلان ہوتا ہے۔

جیسا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو مسلمانوں کی طرف سے جلسہ مذاہب اعظم میں نمائندہ تھے صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ ہم میں اب کوئی دلی نہیں جس کو ہم پیش کر سکیں جو تھے اب وہ زیر زمین جا چکے ہیں خوارق دکھلانے کے مقابلہ میں اب وہ عاجز دکھلائی دے رہے ہیں۔ مباہلہ میں آنے کی ان کو جرأت نہیں ہوتی۔ غرضیکہ تمام روحانی امور میں جو قرب الٰہی کی علامات قرار دیئے گئے ہیں۔ وہ حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں پٹتے چلے جا رہے تھے کسی ایک امر میں بھی مقابلہ میں آنے کی جرأت اُن میں نہ تھی۔ اور جو ایک دو آئے انہوں نے ذلت رسوائی اور ہلاکت کا منہ دیکھا۔ میں حیران ہوں کہ اگر حضرت مرزا صاحب کی سچائی پر یہ تمام امور روشن دلائل کا کام نہیں دیتے تو پھر کون سے دلائل مخالفین کو تسلی دلا سکتے ہیں آخر قرآن کریم میں تمام مامورین الٰہی کی شناخت

کا معیار ایسے ہی دلائل کو قرار دیا گیا ہے۔ میری مخلصانہ اپیل ان لوگوں کی خدمت میں یہی ہے۔ کہ اپ ضد کو چھوڑ کر خدا کے مسیح کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو جائیں تا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے سعادت دارین کی نعمت سے وافر حصہ پائیں اللہ تعالیٰ سب کو سچائی قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قرآن کریم کی آیت۔ الا ان حزب اللہ ھم الغالبون میں بیان کردہ معیار بھی ان کی رہنمائی کا موجب بن کر ان کو راہ صواب دکھلا سکتا ہے اگر وہ غور اور تدبر سے کام لیں۔ پس یہ الہام جس کو برق صاحب نے اپنے زعم میں مہمل قرار دیا ہے۔ جس شان سے پورا ہوا ہے۔ وہ واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے کسی سے مخفی نہیں رہ سکتی اور واقعات ہی اصلی کسوٹی ہیں جس پر پیشگوئیوں سے تعلق رکھنے والے الہاموں کی صحت کو پرکھا جا سکتا ہے۔ بس اس معیار نے مندرجہ بالا الہام کی سچائی کو ایسا روشن کر کے دکھلایا ہے کہ اس کا انکار نصف النہار کے سورج کے انکار کے مترادف ہو گا خصوصاً جبکہ اس کے آگے کوئی بادل بھی نہ ہو۔

جناب برق صاحب کا قرآن کریم پر حملہ | جناب برق صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی کتاب صفحہ ۹۷ پر لکھتے ہیں:۔

"وھذا تذکرۃ۔ تذکرہ مؤنث ہے اس لئے ھذا کی جگہ ھذہ چاہیئے"

جناب برق صاحب کو دعوٰی تو قرآن دانی کا بڑا ہے یہاں تک کہ دوسرے علماء کو جو مسلمانوں میں مسلّم علماء ہیں خاطر تک میں نہیں لاتے لیکن حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض کرتے وقت شدت عناد کی وجہ سے یا تو قرآن شریف کو بالکل بھول جاتے ہیں اور یا حضرت مسیح موعودؑ کے پردہ میں درحقیقت قرآن کریم پر حملہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں لفظ تذکرہ کا استعمال۔ آیئے ہم دیکھیں کہ قرآن کریم میں لفظ "تذکرہ" کس طرح استعمال ہوا ہے۔

سورۃ المدثر ع۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فما لھم عن التذکرۃ معرضین کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ بل یرید کل امرئ منھم ان یؤتی صحفا منشرۃ کلا بل لا یخافون الاخرۃ کلا انہ تذکرۃ فمن شاء ذکرہ

اب دیکھ لیجئے کہ پہلے قرآن کریم کو تذکرہ کہا ہے پھر انّہ میں ضمیر اس کی طرف مذکر کی پھیری ہے۔ پھر دوبارہ ذکرہ میں بھی اس کے لئے ضمیر مذکر ہی استعمال کی ہے۔ جناب برق صاحب کے بیان کردہ قاعدہ کے مطابق انھا تذکرۃ ہونا چاہیئے تھا اور ذکرہ کی بجائے ذکرھا ہونا چاہیئے تھا اس کے علاوہ الحاقۃ میں بھی ضمیر مذکر کی ہی استعمال کی ہے فرمایا وانہ لتذکرۃ للمتقین دیکھ لیجئے وانھا نہیں فرمایا بلکہ انہ ہی فرمایا ہے۔ اب ہر منصف مزاج آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یا تو جناب برق صاحب قرآن کریم سے بالکل ناواقف ہیں یا دیدہ دانستہ حضرت مرزا صاحب پر نہیں بلکہ ان کو آڑ بنا کر قرآن کریم پر حملہ کر رہے ہیں۔

عربی زبان کے قواعد سے ناواقفیت

جناب برق صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام پر اعتراض کرتے ہیں

عربی زبان کے قواعد سے بھی اپنی لاعلمی کا ثبوت دیا ہے۔ یاد رہے کہ تذکرہ مصدر ہے اور مصدر مذکر اور مؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہو کے ساتھ بھی عدل ہی آئے گا کہیں گے ہو عدل اور ھی کے ساتھ بھی عدل ہی آئے گا۔ کہیں گے ھی عدل۔ یہی حال تذکرہ کا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں دونوں طریق پر اس کا استعمال آیا ہے مذکر کے ساتھ بھی تذکرہ آیا ہے۔ اور مونث کے ساتھ یعنی تذکرۃ ہی آیا ہے۔ اس لئے ھذا تذکرۃ بھی درست ہے اور ھٰذہ تذکرۃ بھی درست ہے۔ جناب برق صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ پر کم از کم ایسا اعتراض تو نہیں کرنا چاہیئے تھا جس کی زد میں قرآن کریم بھی آتا ہو۔ اگر ان کے اپنے دل میں قرآن کریم کی کوئی قدر و منزلت نہیں تو کم از کم مسلمانوں کے احساسات کا ہی احترام مدِنظر رکھتے جو قرآن کریم کو ہر قسم کی غلطی سے مبرا یقین کرتے ہیں۔

عربی زبان سے ناواقفیت کا ایک اور نمونہ

جناب برق صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۸۹ پر حضرت مسیح موعودؑ

کا ایک الہام نثری نخذٗ الیما درج کر کے لکھتے ہیں :۔

" عربی میں الیم اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے کو دکھ دے۔ مثلاً عذاب الیم ایسا عذاب جو دوسروں کے لئے تکلیف دہ ہو۔ المنجد میں درج ہے الالیم الموجع۔ الموجع اسم فاعل ہے اوجع یوجع سے اور متعدی ہے فعل متعدی کا اثر ہمیشہ فاعل سے مفعول تک جاتا ہے زید نے عمر کو مارا۔ مار عمر پر واقع ہوئی ہے۔ خالد نے مسافر کو پانی پلایا پینے سے فائدہ مسافر نے اٹھایا تو الیم کے معنے ہوں گے " درد رساں" " دوسرے کو دُکھ دینے والی" اس تحقیق کی رُو سے اِس الہام کے معنی یوں ہوں گے تو ایک درد رساں ران دیکھے گا۔ یعنی ایسی ران دیکھے گا جو کسی اور کو تکلیف دے رہی ہوگی۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ پورک ایڈیٹر یا باد کی وجہ سے خود ران میں تکلیف ہو رہی تھی نہ یہ کہ ران نے پورک ایڈیٹر کو کسی دکھ میں مبتلا کر رکھا تھا۔ بہرحال الیم کا یہ استعمال صحیح نہیں۔

مقام حیرت

میں حیران ہوں کہ دوسرے کو دکھ دینے سے جناب برقی صاحب کا کیا مطلب ہے کیا عذاب الیم اسی شخص کے لئے موجب تکلیف نہیں ہوتا جو مورد عذاب ہوتا ہے۔ یا وہ عذاب اس کی بجائے کسی دوسرے شخص کے لئے موجب تکلیف بن رہا ہوتا ہے۔ ہر شخص جس کو ادنیٰ سا شعور بھی ہے بخوبی جانتا ہے کہ عذاب الیم مورد عذاب کے لئے ہی باعث تکلیف ہوتا ہے۔ نہ کہ عذاب صرف اپنے آپ کو تکلیف پہنچا رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح فخذاً الیمًا میں فخذ یعنے ران صرف اپنے لئے ہی درد رساں نہیں ہوتی بلکہ صاحب ران کے سارے جسم کے لئے درد رساں ہوتی ہے۔ آج تک تو ہم یہی سنتے چلے آرہے تھے کہ انسان کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو انسان کے دیگر تمام اعضاء اس درد میں اس کے شریک ہوتے ہیں۔ لیکن آج پہلی دفعہ جناب برقی صاحب سے یہ سن رہے ہیں کہ درد سے صرف وہی عضو متاثر ہوتا ہے جو درد کا شکار ہوتا ہے۔ باقی اعضاء کو اس درد سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ وہ محض تماشا دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کیا برقی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ جس شخص کی ران میں درد تھا اس کی درد

والی ران باقی اعضاء کو درد میں مبتلا نہیں کر رہی تھی۔ اگر کر رہی تھی اور یقیناً کر رہی تھی تو کیا وہ **فخذ الیہ** متعدی فعل کا پارٹ ادا نہیں کر رہی تھی۔ کیا صاحب ران اپنی ران کی درد کی وجہ سے تڑپ نہیں رہا تھا کیا ان کی ران اس کے لئے موجب تکلیف نہیں بنی ہوئی تھی اگر بنی ہوئی تھی تو پھر آپ کا اعتراض کیا معنی رکھتا ہے۔ محترمی برق صاحب! معاف رکھیں اگر میں یہ کہوں کہ آپ کا یہ اعتراض تو محض طفلانہ اعتراض ہے۔

ایسے الہامات ایمان افروز ہوتے ہیں

جناب برق صاحب اگر آپ کی نیت کا رحجان محض اعتراض کرنے کی طرف نہ ہوتا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات پر محققانہ نظر ڈالنا مد نظر ہوتا تو آپ کو ہر ایک الہام میں اپنے ایمان میں ترقی کے سامان مل جاتے اور آپ کو یقین ہو جاتا کہ قرآن کریم فی الحقیقت خدا کی ہی کتاب ہے کیونکہ اس نے جو وعدے اپنے کامل متبعین سے کئے ہیں ان کو وہ پورا کرتی ہے۔ مثلاً اس نے اپنے کامل متبعین سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو غیب کی ایسی باتوں پر مطلع کرتا ہے جن تک انسانی علم کی رسائی ناممکن ہے۔ اگر یہ وعدہ الٰہی کسی ایسے مومن کے وجود میں پورا ہوتا ہمیں نظر آجائے تو یہ دونوں باتوں کو ثابت کر دے گا ایک تو یہ کہ وہ مومن فی الحقیقت خدا کی کتاب اور خدا کے رسول کا کامل متبع ہے۔ اور دوسرے یہ کہ قرآن کریم بھی فی الحقیقت خدا کی ہی کتاب ہے حضرت اقدس مرزا صاحب اسی حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے بطور مامور من اللہ مبعوث ہوئے اور حضورؑ کے الہامات اسی غرض کو ثابت کرکے دیگر مسلمانوں کے ایمانوں میں بصیرت پیدا کرنے کا موجب بنے اور بن رہے ہیں صرف یہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے متبعین پر بھی اتمام حجت کر رہے ہیں۔ کہ اُن کے مذاہب اسی قسم کے فضل الٰہی کا وارث بننے سے قاصر ہیں۔

جناب برق صاحب! آپ اس الہام پر غور کریں جس کو آپ زیر اعتراض لائے ہیں میں اس الہام کا پس منظر حضرت اقدسؑ کے اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔

الہام کا پسِ منظر

حضورؑ فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ میں اپنے اِس چوبارہ میں بیٹھا ہوا تھا جو چھوٹی مسجد سے ملحق ہے جس کا نام خدا تعالےٰ نے بیت الفکر رکھا ہے اور میرے پاس میرا ایک خدمتگار حامد علی پیر دبا رہا تھا۔ اتنے میں مجھے الہام ہُوا۔ تنزل الرحمة علیٰ ثلث العین و علیٰ الاخریین یعنے تو ایک دردناک ران دیکھے گا میں نے حامد علی کو کہا کہ اس وقت مجھے یہ الہام ہوا ہے اِس نے مجھے یہ جواب دیا کہ آپ کے ہاتھ پر ایک پھنسی ہے شاید اسی کی طرف اشارہ ہو۔ میں نے اس کو کہا کہ کجا ہاتھ اور کجا ران یہ خیال بیہودہ اور غیر معقول ہے اور پھنسی تو درد بھی نہیں کرتی اور نیز الہام کے یہ معنے ہیں کہ تو دیکھے گا نہ کہ اب دیکھ رہا ہے۔ بعد اس کے ہم دونوں چوبارہ پر سے اُترے تا بڑی مسجد میں جاکر نماز پڑھیں اور نیچے اُتر کر میں نے دیکھا کہ دو شخص گھوڑوں پر سوار میری طرف آرہے ہیں دونوں بغیر کاٹھی کے دو گھوڑوں پر سوار تھے۔

اور دونوں کی عمر بیس برس سے کم تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر وہیں ٹھہر گئے اور ایک نے اُن میں سے کہا کہ یہ میرا بھائی جو دوسرے گھوڑے پر سوار ہے درد ران سے سخت بیمار ہے اور سخت لاچار ہے (دیکھیں کہ ران کی درد نے صاحب ران کو سخت لاچار کیا ہوا ہے از ناقل) اس لئے ہم آئے ہیں۔ کہ آپ اُن کے لئے کوئی دوا تجویز کریں تب میں نے حامد علی کو کہا کہ الحمدللہ کہ میرا الہام اس قدر جلد پورا ہُوا کہ صرف اِس قدر دیر لگی کہ جس قدر زینہ پر سے اترنے میں دیر لگی ہے"۔

برق صاحب اور اُن کے دیگر ہمنواؤں کے لئے لمحہ فکریہ

جناب برقی صاحب اور اُن کے ہمنوا دوست غور فرمائیں کہ کس قدر عظیم الشان غیب پر یہ الہام مشتمل ہے دیکھیں کہ کسی گاؤں میں ایک شخص ران کی درد میں مبتلا ہوتا ہے ایک دوسرا شخص اِس گاؤں سے دُور اپنے مکان کے چوبارہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو کیا معلوم کہ اِس گاؤں میں کس شخص کی ران میں درد ہو رہا ہے۔ اور پھر یہ کہ اِس درد

میں مبتلا ہونے والے شخص کے دل میں خدا تعالےٰ یہ ڈالے گا کہ وہ اپنے درد کے علاج کے لئے اِس شخص کے پاس جائے جو اِن تمام واقعات سے بے خبر دور اپنے مکان کے چوبارہ میں بیٹھا ہُوا ہے۔ یہ شخص کس طرح اِس غیب سے مطلع ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص کی ران میں درد اُٹھے گا۔ اور وہ علاج کے لئے اِس کے پاس آئے گا۔ قرآن کریم ہمیں یہی بتلاتا ہے کہ ایسے غیب کو خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ ہاں اُس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی بتلاتا ہے کہ اِس قسم کے عظیم الشان غیب پر وہ اپنے برگزیدہ بندوں کو ہی مطلع کرتا ہے۔ اَب غور فرمائیں کہ حضرت مرزا صاحب کو اُن کے چوبارہ میں خدا ایسے غیب پر اطلاع دیتا ہے۔ جس تک انسانی علم کی رسائی ناممکن ہے۔ فرماتا ہے۔ نزی افخذاً الیما اور چند ہی منٹوں میں وہ ران اُن کے سامنے آجاتی ہے۔ جس نے صاحب ران کو لاچار بنایا ہُوا ہے اور الہام کا لفظ الیما اِس پر صادق آرہا ہے کیا اِس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ جاتی کہ قرآن کریم نے جو خدا کی صفت عالم الغیب والشہادۃ بیان کی تھی بالکل صحیح ہے اور پھر قرآن کریم نے جو یہ فرمایا ہے۔ وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ الانعام ع - کیا یہ عین واقع کے مطابق نہیں اور پھر یہ جو قرآن کریم میں آیا ہے عالم الغیب فلا یظہر علٰی غیبہٖ احداً الا من ارتضٰی من رسولٍ یعنی وہی غیب کا جاننے والا ہے اور اِس بات کا ثبوت کہ اِس میں یہ صفت پائی جاتی ہے یہ ہے کہ جن انسانوں کو وہ اپنا فرستادہ بنا کر بھیجتا ہے۔ اُن میں سے بعض کو اپنے اظہار علی الغیب کے لئے چُن کر ان پر اظہار علی الغیب کر کے اپنی ہستی اور اپنے عالم الغیب ہونے کا ثبوت بہم پہنچا دیتا ہے پس جناب برق صاحب اب غور فرمائیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب خدا کے ایسے ہی فرستادہ ثابت نہیں ہوتے کیا امت کے تمام مجددین میں سے جو وہ بھی خدا کے ہی فرستادہ تھے خدا نے اظہار علی الغیب کے لئے صرف انہیں ہی انتخاب کیا یعنی جس قدر غیب کا اظہار حضرت مرزا صاحب پر ہُوا ہے۔ کیا اِس کی نظیر کسی اور مجدد میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت میں آنے والے مسیح کے لئے حضرت نبی کریم صلعم

کی زبان مبارک پر لفظ نبی جاری ہوا ہے۔ یعنی کثرت سے پیشگوئیاں کرنے والا نہ کہ شرعی اصطلاح میں نبی اور حضرت مرزا صاحب جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ان کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اس کثرت سے پیشگوئیاں پوری کرائیں کہ اس کی نظیر ۱۳۰۰ برس میں نہیں ملتی۔ اس سے اگر ایک طرف حضرت مرزا صاحبؑ کے صادق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ تو دوسری طرف حدیث نبوی کی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے تیسرے قرآن کریم میں خدا تعالےٰ کی بیان کردہ صفات بھی درست ثابت ہوتی ہیں جو خدا تعالےٰ کی ہستی پر بین ثبوت ہیں۔ ان پیشگوئیوں میں سے ایک یہ مندرجہ بالا پیشگوئی بھی ہے جس کی حقیقت پر غور کرنے کی بجائے آپ نے اس کے الفاظ پر اعتراض کرنے کی جرأت کی ہے اور وہ بھی غلط اور بیجا طور پر کاش آپ اس بات کو دیکھتے کہ اس الہام میں کتنا بڑا غیب ہے اور وہ کس صفائی سے پورا ہوا ہے اگر آپ اس نقطہ نظر سے اس الہام کو دیکھتے تو لیقینًا الایمان یزداد کے ماتحت آپ کے ایمان میں زیادتی ہوتی۔

یاد رکھیں کہ خدا ان مادی آنکھوں سے تو دیکھا نہیں جا سکتا۔ لا تدرکہ الابصار صریح ارشاد الٰہی ہے وہ اپنا وجود ایک ہی طریق سے دکھلاتا ہے اور وہ طریق یہی ہے کہ وہ اپنی صفات کو اپنے کامل مامورین کے ذریعہ دنیا کے سامنے نمایاں کر دیتا ہے۔ جس سے اس کی ہستی پر کامل یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے جس قدر اپنی صفات بیان کی ہیں حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں ان سب کا عملی ثبوت موجود ہے کاش مخالفت کرنے والے دوست حضورؑ کے الہامات پر اس نقطہ نظر سے نگاہ ڈالیں تو ان کے دل نور سے بھر جائیں اور اللہ تعالےٰ ان کے سامنے کھڑا ہوا نظر آ جائے گا یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے مامورین عظام مظہر الٰہی کہلاتے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ خدا ان کے ذریعہ سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اگر مجھے توفیق دی۔ تو حضرت اقدس مرزا صاحب کے الہامات سے اللہ تعالیٰ کی تمام ان صفات کا ثبوت پیش کروں گا۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ بہر حال زیر بحث الہام بھی ایک عظیم الشان غیب پر مشتمل ہے جس کا پورا ہونا دل کو روشنی سے بھر رہا ہے کاش اس پر اعتراض کرنے کی

بجائے اِس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی جاتی۔

ایک اور الہام اور اس پر چار لایعنی اعتراضات

جناب برق صاحب اپنی کتاب کے ص۳۹۹ و ص۴۰۰ و ص۴۰۱ پر حضرت اقدسؑ کے ایک اور الہام پر مندرجہ ذیل جرح کرتے ہیں۔ جو چار اعتراضات پر مشتمل ہے۔

"ایک مرتبہ جناب مرزا صاحب درد قولنج سے شفایاب ہوئے تو فوراً یہ الہام ہوا۔

اِن کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا فاتوا بشفاءٍ من مثلہ۔

(حقیقۃ الوحی ص۲۳۵)

(اگر تمہیں اس وحی کے متعلق کچھ شک ہے جو ہم اپنے بندے پر نازل کر رہے ہیں تو ذرا ایسی شفاء تو دکھلاؤ)

لفظ شفاء کے بغیر باقی ساری آیت قرآن سے لی گئی ہے (حضرت مرزا صاحب نے نہیں لی بلکہ اِس کا ایک ایک لفظ وحی الٰہی ہے افسوس آپ نے اس وحی الٰہی کے معنے بھی غلط کئے ہیں اور ساتھ ہی کتمان حقیقت کے بھی مرتکب ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ابھی ثابت ہو جائے گا از ناقل) اللہ نے عرب کے فصحاء اور بلغاء کو چیلنج دیا تھا کہ اگر تمہیں قرآن کے الہامی ہونے میں کوئی شک ہے تو ذرا چند ایسی آیات تو بنا لاؤ تیرہ سو برس کے بعد اللہ نے وہی چیلنج ان الفاظ میں دوہرایا۔" اگر جناب مرزا صاحب کی وحی میں شک ہے تو ایسی شفاء لے آؤ" وحی سے شفاء کا تعلق؟ اچھا تعلق سہی سوال یہ ہے۔ کہ کیا آج تک کسی غیر رسول کو قولنج سے شفا نہیں ہوئی اگر ہوئی ہے اور یہ بیسیوں ایسے مریض آپ نے بھی دیکھے ہوں گے۔ تو پھر اس چیلنج کا مطلب! آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے حضور علیہ السلام نے تمام دنیا کو چیلنج دیا تھا کہ قرآن جیسی ایک آیت ہی بنا لاؤ تیرہ سو تیرہ برس گذر گئے اور کوئی ماں کا لال مقابلے

پر نہ اُترا لیکن دوسری طرف دنیا میں ہر روز قولنج کے سینکڑوں مریض شفایاب ہوتے ہیں یہ عجیب چیلنج ہے جس کی دھجیاں دن میں بیس مرتبہ اڑائی جاتی ہیں۔
فاتوا۔ لاؤ) اس فعل اتی اتیانا کا تعلق محسوسات ومشہودات سے ہوتا ہے۔
اور شفاء کا تعلق محسوسات سے نہیں شفاء اعتدال مزاج کا نام ہے۔ اور اعتدال کو محسوس نہیں کیا جا سکتا جسم کا گرم و سرد ہونا علامات مرض و شفاء ہیں خود مرض و شفاء نہیں اس لئے فعل کا استعمال اس الہام میں صحیح نہیں"
میں نے اس اعتراض کے متعلق جناب برق صاحب کی ساری عبارت من وعن نقل کر دی ہے اس میں مندرجہ ذیل چار اعتراضات ہیں۔
۱۔ وحی سے شفاء کا کیا تعلق ہے۔
۲۔ قولنج سے تو غیر رسول بھی شفاء حاصل کرتے رہتے ہیں پھر اس چیلنج کا کیا فائدہ؟
۳۔ قرآن کریم جیسی تو ایک آیت بھی آج تک کوئی نہیں بنا سکا لیکن اس چیلنج کی دھجیاں تو بیس (۲۰) دفعہ دن میں اُڑائی جاتی ہیں۔
۴۔ الہام میں لفظ اتی کا استعمال غلط ہے پہلے اعتراض کا جواب تو بہت سیدھا سادا ہے الہام کے معنے یہ ہیں کہ اب ہم نے اپنے اس بندہ پر جو علاج اس کی مہلک مرض کا بذریعہ وحی نازل کیا ہے، اور اس کے نتیجہ میں جو بے نظیر شفاء اُسے حاصل ہوئی ہے اس جیسا علاج اور اس جیسی شفاء لا کر دکھلاؤ الہام الٰہی میں مطلق وحی کے نزول کا ذکر نہیں بلکہ اس خاص وحی کا ذکر ہے، جس میں ایک خاص مہلک مرض کا علاج بتلایا گیا ہے اور جو اس مرض کے دُور کرنے کا ذریعہ ثابت ہوا۔ پس اس خاص وحی کو جو اس خاص شفاء سے گہرا تعلق ہے وہ بالکل ظاہر ہے افسوس ہے آپ نے ترجمہ میں مطلق وحی کا لفظ رکھ کر الہام الٰہی کو قابل ہنسی بنانے کی جو مذموم کوشش کی ہے وہ آپ جیسے محقق ہونے کے مدعی کے شایان شان نہ تھی۔

کتمانِ حقیقت باقی رہا دوسرا اور تیسرا سوال۔ سو اس کے متعلق میری اتنی گذارش ہے۔ کہ جس طرح ۱۴۰۰ برس سے کوئی ماں کا لال قرآن جیسی آیت نہیں بنا سکا۔ اسی طرح اس جیسی شفا کی نظیر بھی کوئی پیش نہیں کر سکا اور نہ کوئی کر سکے گا۔ جس قسم کی شفا حضرت اقدس مرزا صاحب کو حاصل ہوئی۔ یہ چیلنج قائم ہے۔ اگر برق صاحب کو ہمت ہے تو اسے توڑ کر دکھلائیں۔

جناب برق صاحب! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ آپ نے اس بارے میں لکھا ہے اس میں تقوے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آپ نے عمداً حق کو چھپانے کی نہایت گھناؤنی حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔ چیلنج وہ نہیں جیسے آپ نے ظاہر کیا ہے بلکہ چیلنج وہ ہے جو خود حضرت اقدس مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

حضرت اقدسؑ کے الفاظ ایک مرتبہ میں قولنج زحیری سے سخت بیمار ہوا۔ اور سولہ دن پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا اور سخت درد تھا۔ جو بیان سے باہر ہے۔ اُنہیں دنوں میں شیخ رحیم بخش صاحب مرحوم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کے والد ماجد بٹالہ سے میری عیادت کے لئے آئے اور میری نازک حالت انہوں نے دیکھی اور میں نے سُنا کہ وہ بعض لوگوں کو کہہ رہے ہیں کہ آج کل یہ مرض وبا کی طرح پھیل رہی ہے۔ بٹالہ میں ابھی ایک جنازہ پڑھ کر آیا ہوں جو اسی مرض سے فوت ہوا ہے۔ اور ایسا اتفاق ہُوا کہ محمد بخش نام ایک حجام قادیان کا رہنے والا اِسی دن اسی مرض سے بیمار ہُوا۔ اور آٹھویں دن مر گیا اور جب سولہواں دن میری مرض پر گذر گئے۔ تو آثار ناامیدی کے ظاہر ہو گئے۔ اور میں نے دیکھا کہ بعض عزیز میرے دیوار کے پیچھے روتے تھے۔ اور مسنون طور پر تین مرتبہ سورۃ یٰسٓ سنائی گئی جب میری مرض اس نوبت پر پہنچ گئی تو خدا تعالیٰ نے میرے دل پر القا کیا کہ اور علاج چھوڑ دو اور دریا کی ریت جس کے ساتھ پانی بھی ہو اور درود کے ساتھ اپنے بدن پر ملو تب بہت جلدی دریا سے ایسی ریت منگوائی گئی اور میں نے اِس کلمہ کے ساتھ کہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اور

درود شریف کے ساتھ اِس ریت کو بدن پر ملنا شروع کیا ہر ایک دفعہ جو جسم پر وہ ریت پہنچتی تھی تو گویا آگ میں سے نجات پاتا تھا صبح تک وہ مرض دُور ہو گئی اور صبح کے وقت الہام ہوا۔ "وَاِن کُنتُم فِی رَیبٍ مِّمَّا نَزَّلنَا عَلٰی عَبدِنَا فَاتُوا بِشِفَاءٍ مِّن مِّثلِہٖ"۔

چیلنج کی اصل حقیقت

جناب برق صاحب! آپ خود ہی انصاف سے تبلائیں کہ کیا آپ نے عمداً کتمان حق سے کام نہیں لیا۔ کیا حضورؑ کے الہام میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ کسی قولنج کے مریض کا شفایاب ہونا ثابت کرو کہ آپ نے یہ لکھ دیا کہ بیسوں مریض قولنج شفایاب ہو جاتے ہیں۔ چیلنج تو اس بات کا ہے۔ کہ قولنج زحیری کا ایک ایسا مریض ہے۔ کہ اِس کی مرض کو دُور کرنے میں کوئی دوائی کامیاب ثابت نہیں ہو رہی ہر علاج بیکار ہوا جا رہا ہے۔ علاج سے بالکل مایوسی ہے۔ تمام رشتہ داروں پر یاس کا عالم طاری ہے۔ اور وہ شفاءُ سے بالکل مایوس ہو چکے ہیں۔ اور اپنے عزیز کی موت کا یقین کئے بیٹھے ہیں۔ اور بجائے علاج کرنے کے سورۃ یاسین پڑھ کر اُسے آخری سفر کے لئے تیار کر رہے ہیں اور رونے پر زور دے رہے ہیں ایسی حالت میں جبکہ تمام رشتہ دار ملک الموت کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک علاج مریض کے دل میں القا کیا جاتا ہے اور وہ علاج بھی انوکھا علاج ہے جس کا بظاہر مرض سے کوئی مادی تعلق نہیں نہ دریا کی ریت اور اس کا پانی مرض کی علت کو دُور کرنے کا ذریعہ ہے اور نہ ہی تسبیح اور درود مادی دواؤں میں شامل ہیں۔ اور اس مریض کو خدا کے کلام کی سچائی پر اس قدر یقین کامل ہے کہ وہ ایک آن بھی اس کو عملی جامہ پہنانے میں تاخیر سے کام نہیں لیتا اور اِدھر خدا کا یہ بتلایا ہوا علاج بھی اس قدر زود اثر ثابت ہوتا ہے۔ اور ایسا تیر بہدف بیٹھتا ہے کہ اِس کے استعمال سے فوراً شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی علاج کے متعلق اللہ تعالےٰ چیلنج کرتا ہے کہ ہم نے اپنے اس بندہ کو بذریعہ وحی جس طریقہ علاج سے آگاہ کیا ہے اور جس کے نتیجہ میں اسے ایسی خطرناک مہلک مرض سے شفا حاصل ہوئی ہے تمہیں اگر اس علاج کے خدا کی طرف سے ہونے کے بارے میں شک ہے تو تم اس کی مثل پیش کر دو کسی زحیری قولنج کے مریض کا علاج اس طریقہ سے کر کے اس کا شفایاب ہونا ثابت کر دو تو ثابت

ہو جائے گا کہ ریت اور دریا کے پانی میں یہ تاثیر ہے اور یہ دونوں چیزیں اس کا حتمی علاج ہیں اگر ایسا ثابت نہ کر سکو تو پھر یقین کر لو کہ یہ سب کچھ خدائی تصرف کے ماتحت ہی وقوع میں آیا ہے۔ اور بدیں وجہ یہ ایک خارق عادت نشان ہے جو خدا اپنے برگزیدہ بندوں کے ہاتھ پر ہی ظاہر کرتا ہے۔ غور کریں کیا یہ نشان ایک مردہ کو زندہ کرنے سے کم ہے کیونکہ دنیا تو اسے مردہ ہی سمجھ چکی تھی مریض علاج کی حدود سے تو باہر نکل چکا تھا کیا یہ وحی الہیٰ ثابت نہیں کرتی کہ اللہ تعالےٰ کا یہ دعوےٰ کہ اسے ہر چیز پر تصرف تام حاصل ہے اور ہر چیز پر اسے کامل حکومت حاصل ہے کس قدر سچا دعوےٰ ہے۔

حقیقت کو بگاڑنا

اب پھر قارئین کرام خود ہی از روئے انصاف فیصلہ کرلیں کہ کیا جناب برقی صاحب نے اصل حقیقت کو بگاڑ کر پیش نہیں کیا دعوےٰ تو ان کا یہ ہے۔ کہ انہوں نے مصنف یعنے حضرت مرزا صاحب کے منشاء کو بالکل نہیں بگاڑا لیکن عمل ان کا یہ ہے۔ جو قارئین کرام کے سامنے ہے میں اس بات کو پھر دوہراتا ہوں کہ برقی صاحب یا کوئی اور مخالف اگر اس چیلنج کو قبول کر سکتا ہے تو وہ کر کے دکھلائیں برقی صاحب تو بیسیوں مریضوں کے شفایاب ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ وہ ایک ہی مثال پیش کر کے اس چیلنج کو توڑ کر دکھلاویں ورنہ خدا سے ڈریں اگر خدا کے مامور کو قبول کرنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ تو ان کے متعلق لوگوں کو دیدہ دانستہ مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش سے تو اجتناب کریں۔

اعتراض چہارم کا جواب

اعتراض چہارم جناب برقی صاحب کا یہ ہے کہ فعل اتی کا تعلق محسوسات و مشہودات سے ہوتا ہے اور تشفار کا تعلق محسوسات سے نہیں میں اس وقت محسوسات و مشہودات کی بحث میں جانا نہیں چاہتا صرف قرآن کریم کی چند مثالوں سے یہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جناب برقی صاحب خدا کے مامور کی عداوت میں جو عربی زبان کے متعلق نئے سے نئے قواعد مرتب کرنے میں مشغول ہیں وہ کس قدر خدا تعالےٰ کی کتاب کے مخالف ہیں پس پھر حضرت اقدس مرزا صاحب کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کی طرف جناب برقی صاحب کی توجہ منعطف کراتا ہوں کہ وہ دیکھیں کہ کس طرح

ان کو ہر دفعہ ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔

اب ذیل میں چند مثالیں قرآن کریم سے پیش کر کے جناب برق صاحب سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ ان پر غور کر کے بتلائیں کہ ان کا یہ دعوے کہ فعل اٰتی صرف محسوسات اور مشہودات سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ کہاں تک خدا کی کتاب قرآن شریف سے تصدیق حاصل کر رہا ہے۔

پہلی مثال | یُؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولوا الالباب (البقرہ ع ۳۷)

دوسری مثال | فوجدا عبدا من عبادنا اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما (الکھف ع ۹)

تیسری مثال | ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا (الکھف ع ۱۲)

چوتھی مثال | قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (آل عمران ۔ ۸)

پانچویں مثال | واعبد ربک حتی یاتیک الیقین (الحجر ع ۶)
کیا حکمۃ رحمۃ فضل یقین محسوسات اور مشہودات میں سے ہیں۔

قرآن کریم اور قواعد زبان عربی سے جناب برق صاحب کی ناواقفیت کے مزید ثبوت تین خطرناک غلطیاں!

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام پر اعتراض کرتے ہوئے جناب برق صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۹۴، ۳۹۵ پر لکھتے ہیں۔

" طاعون کے زمانے میں قادیان کے متعلق یہ الہام نازل ہوا تھا۔ لولا الاکرام لھلک المقام

(اگر تیری عزت منظور نہ ہوتی تو یہ مقام قادیان تباہ ہو جاتا) اکرام کے معنی ہیں عزت کرنا" تیری عزت قطعاً نہیں "تیری" کے لئے عربی میں "ك" ہے اگر ہم یہاں لَ [illegible] تصور کر لیں۔ تو پھر عبارت ہوگی۔ لولا الاکرامك جو صریحاً غلط ہے اس لئے کہ اکرام مضاف ہے اور مضاف پر اِل داخل نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم اِل کو بھی حذف کر دیں تو فقرہ بنے گا لولا اکرامك جس کے معنی ہوں گے اگر تیرا عزت [illegible] نہ ہونا ظاہر ہے کہ اس فقرہ میں بھی کوئی مفہوم موجود نہیں ۔"

پہلی غلطی جناب برق صاحب لکھتے ہیں۔ اکرام کے معنی عزت نہیں بلکہ صرف عزت کرنا ہوتے ہیں۔ ایسا لکھنا ان کا قرآنی محاورہ سے ناواقفیت کا ثبوت ہے اللہ تعالیٰ سورۃ رحمان میں دو جگہ لفظ اکرام کو عزت کے معنی میں ہی استعمال [illegible]

(۱) ویبقٰی وجه ربك ذوالجلال والاکرام (۲) تبارك اسم ربك ذی الجلال والاکرام۔ اصل بات یہ ہے کہ جناب برق صاحب عربی زبان کے اس قاعدہ سے ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ کہ مصدر عربی زبان میں کبھی اسم فاعل اور کبھی اسم مفعول کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں آیتوں میں مصدر "اکرام" اسم مفعول کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو جلال والا ہے اور ایسی ہستی ہے جو عزت کئے جانے کے قابل ہے اردو محاورہ میں عام طور پر اس حقیقت کا اظہار جلال والا اور عزت والا کے الفاظ سے ہی کیا جائے گا۔

دوسری غلطی جناب برق صاحب نے دوسری غلطی یہ کی ہے کہ اردو لفظ "تیری" کے لئے عربی لفظ كِ بتلا کر اور پھر لَ کو بطور احسان حذف تصور فرما کر لکھتے ہیں۔ کہ عبارت یوں بن جائے گی۔ لولا الاکرامك عبارت کو یہ شکل دے کر فرماتے ہیں۔ کہ یہ صریح غلط ہے کیونکہ مضاف پر اِل داخل نہیں ہو سکتا لیکن یہاں الاکرام پر جو مضاف ہے اِل داخل ہوا ہے۔ اِس ساری تنقید نے تو بالصراحت ثابت کر دیا کہ جناب

برقی صاحب کو عربی زبان سے ذرہ بھر بھی مس نہیں۔

جناب برقی صاحب غور سے سنیں کہ عربی زبان میں بعض اوقات اِل قائم مقام ضمیر کے ہوا کرتا ہے اگر آپ الاکرامہ کے ساتھ ضمیر ک لگائیں گے تو پھر اِل اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ اصل اور اس کا قائم مقام دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے جب اصل یعنی ضمیر ظاہر ہو جائے گی تو اس کا قائم مقام اِل خود بخود حذف ہو جائے گا۔ اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ فقرہ لولا الاکرامک بن جائے گا۔ بالکل غلط اور آپ کی زبان عربی سے ناواقفیت پر کھلی کھلی دلیل ہے۔ لولا الاکرامک کا نہیں بنے گا۔ بلکہ لولا اکرامک ہی بنے گا اگر ضمیر کو ظاہر کیا جائے گا۔ تو پھر اِل کو اڑانا پڑے گا ہمارا خدا قواعد سے واقف ہے وہ اپنے الہام میں صحیح الفاظ ہی استعمال کرتا ہے وہ آپ جیسے کسی ناواقف کے احسان کا مرہون منت نہیں ہوا کرتا آپ غور فرمائیں کہ کیا کہیں اس تنقید میں آپ اس مشہور مقولہ کے مصداق تو نہیں بن گئے الزام ان کو دیتے تھے۔ قصور اپنا نکل آیا۔

تیسری غلطی تیسری غلطی کا ارتکاب جناب برقی صاحب نے اپنی مندرجہ ذیل عبارت پیش کیا ہے:۔

"اگر ہم اِل کو بھی حذف کر دیں تو فقرہ بنے گا لولا اکرامک جس کے معنی ہوں گے۔ اگر تیرا عزت کرنا نہ ہوتا ظاہر ہے کہ اس فقرہ میں بھی کوئی مفہوم موجود نہیں"

جناب برقی صاحب اگر وگر کی کوئی ضرورت نہیں اِل تو جیسا کہ میں نے اوپر بتلایا ہے خود بخود ہی حذف ہو جائے گا حذف ہونے میں وہ آپ کے اگر کے احسان کا محتاج نہیں عربی زبان کا اپنا قاعدہ ہی اس کو حذف کر رہا ہے اب آگے چلئے یہاں آپ نے عربی زبان سے ناواقفیت کا ایک اور ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ لولا اکرامک بے معنی فقرہ ہے کیونکہ اس کے معنے ہوں گے تیرا عزت کرنا اور یہ کوئی مفہوم اپنے اندر نہیں رکھتا۔

مصدر کا فاعل اور مفعول بہ کی طرف مضاف ہونا

جناب برق صاحب آپ کی یہ تنقید بتلا رہی ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مصدر ہمیشہ فاعل کی طرف ہی مضاف ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو اتنا بھی علم نہیں کہ مصدر کبھی فاعل کی طرف اور کبھی مفعول بہ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ آپ اپنے بیان کردہ قاعدہ کی رُو سے تو آیت قرآنی وللہ علی الناس حج البیت میں بیت کو فاعل بنانے پر مجبور ہوں گے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ لوگ بیت اللہ کا حج کرنے والے نہیں ہوں گے بیت اللہ خود حج کرنے والا ہو گا دیکھئے کہ آیت میں حج جو مصدر ہے وہ مفعول بہ کی طرف مضاف کیا گیا ہے نہ کہ فاعل کی طرف۔

اسی طرح سورۃ الفتح کی آیت اِنا فتحنا لک فتحاً مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر میں لفظ ذنب جو "ک" کی طرف مضاف ہے وہ بھی فاعل کی طرف نہیں بلکہ مفعول بہ کی طرف مضاف ہے اگر آپ کے بیان کردہ قاعدہ کو مد نظر رکھ کر ضمیر ک کو فاعل قرار دیں تو اس صورت میں نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلعم کو فاعل مان کر آنحضور صلعم کو گنہ گار تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور عیسائی اور آریہ آیت کے یہی معنی کر کے حضرت نبی کریم صلعم کو نعوذ باللہ گنہ گار ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اور اب بھی کرتے ہیں۔ اب تو آپ کے بیان کردہ قاعدہ سے اِن کو خوب مدد مل جائے گی۔ لیکن اگر ضمیر ک کو مفعول بہ قرار دیں۔ تو معنی آیت کے یہ ہوں گے۔ کہ لوگوں نے جو اندھی مخالفت کے نتیجہ میں آپ کے گناہ کئے ہوئے ہیں وہ اللہ تعالے معاف کر دے گا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد آنحضور صلعم نے مکہ والوں کے تمام گناہ معاف کرنے کا اعلان کیا وہ اسی معنی کی تائید کرتا ہے قرآن کریم کی اسی آیت سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ مصدر کے مضاف الیہ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ فاعل ہی ہو۔ بلکہ فاعل بعض اوقات محذوف رہتا ہے۔ اور اس کا مضاف الیہ مفعول بہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

حضرت اقدس کے الہام میں اللہ تعالےٰ کا فاعل ہونا

اسی طرح حضرت اقدس سیدنا حضرت مرزا صاحب کے الہام میں بھی فاعل محذوف ہے جو اللہ تعالےٰ ہے۔ جیسا کہ دوسرے الہام میں صراحت سے مذکور ہے۔ وہ الہام یہ ہے۔ سَاُكْرِمُكَ اِكْرَامًا عَجَبًا وَسَاُكْرِمُكَ اِكْرَامًا حَسَنًا تذکرہ صفحہ ۴۹ اب دیکھ لو ان دونوں الہاموں میں اکرام کو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ جو صریح قرینہ ہے اس بات پر کہ الہام لولا الاکرام میں بھی اللہ ہی فاعل ہے اور ك ضمیر جو مضاف الیہ ہے وہ مفعول یہ ہے عبارت اسی طرح ہوگی لولا اکرام الله ایاك یعنی اگر اللہ تعالےٰ کا منشا تیری عزت کا اظہار نہ ہوتا تو قادیان تباہ ہو جاتا (تباہ ہو جانے کا کیا مفہوم ہے یہ آگے چل کر بتلایا جائے گا) اب اگر اس مفہوم کو مختصر الفاظ میں یوں بیان کر دیا جائے اگر تیری عزت منظور نہ ہوتی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر الہام کا ترجمہ یوں کر دیا جائے۔ کہ اگر تیری عزت کرنا مقصود نہ ہوتا یا یوں کر دیا جائے۔ کہ اگر تیری عزت مقصود نہ ہوتی تو ان دونوں فقروں کے مفہوموں میں کسی عقلمند کو بھی کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ جناب برق صاحب! آپ کو جو فرق نظر آ رہا ہے اس کی وجہ آپ کی وہی غلطی ہے کہ آپ نے اپنے ذہن میں ضمیر ک کو فاعل قرار دیا ہوا ہے۔ اگر آپ عربی زبان کے قواعد سے واقف ہوتے تو فوراً سمجھ لیتے کہ الہام میں ضمیر ک فاعل نہیں مفعول بہ ہے۔ امید ہے کہ اب آپ سمجھ جائیں گے کہ لولا اکرامك میں کیسا زبردست مفہوم موجود ہے جو زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے آپ کی نظروں سے اوجھل رہا۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قادیان اس خطرناک تباہی سے محفوظ رہا جس خطرناک تباہی سے اُسے محفوظ رکھنے کی پیشگوئی کی گئی تھی جس کی تفصیل آگے چل کر آئے گی اور یہ مقام محض اس لئے محفوظ رکھا گیا کہ خدا کا مامور اس میں موجود تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کے دربار میں وہ قابل عزت تھا اور خدا کو یہ بھی منظور تھا کہ سب دنیا کے سامنے اس کی عزت کو ظاہر کیا جائے جو خدا کے ہاں اس کو حاصل تھی۔ کیونکہ وہ مامور قرآن کریم کی سورۃ یونس ع کی آیت وبشر الذین امنوا ان لهم قدم صدق

عندہ بھو اور سورت القمر کی آیت اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ کا کامل طور پر مصداق تھا۔

جناب برق صاحب کا الہام مندرجہ بالا پر دوسرا اعتراض

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام "لو لا الاکرام لھلک المقام" میں لفظ الاکرام پر جو اعتراضات جناب برق صاحب نے کئے ہیں۔ ان کے بودا پن کو واضح کرنے کے بعد اب میں اس اعتراض کا بودا پن بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ جو لفظ "مقام" پر انہوں نے کیا ہے۔ اور بتلاتا ہوں کہ اِس اعتراض میں بھی انہوں نے عربی زبان کے محاورہ سے ناواقفیت کا ہی ثبوت دیا ہے لکھتے ہیں۔

"علاوہ ازیں مقام کے لفظی معنی ہیں۔ وہ جگہ جو دو پاؤں کے نیچے ہو یا وہ جگہ جہاں آپ دوران سفر میں قیام کریں۔ مستقل جائے قیام کو بیت یا دار کہتے ہیں۔ لغت کے لحاظ سے ہر جگہ مقام کہلاتی ہے۔ لیکن اصطلاحاً عرب کی بستی کو مقام نہیں کہتے اس کے لئے قریۃ کا لفظ ہے۔"

مَقام اور مُقام میں فرق اور برق صاحب کا صحیح کو پوشیدہ رکھ کر غلط معنے سے استدلال کرنا

جناب برق صاحب نے اپنے اس بیان میں کہ مَقام عربی زبان میں مستقل جائے قیام کو نہیں کہتے قرآن شریف اور عربی زبان دونوں سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے چنانچہ قرآن کریم کی سورۃ الدخان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ظاہر ہے کہ آیت میں فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ کا بدل ہے اور یہ مُسَلَّم ہے کہ متقی لوگ جن جنت اور عیون میں رکھے جائیں گے وہ ان کی عارضی نہیں بلکہ مستقل رہائش گاہ ہوگی اور اسی مستقل رہائش گاہ کو آیت میں "مقام" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے برق صاحب لکھتے ہیں گو لغت میں ہر جگہ مقام کہلاتی ہے لیکن اصطلاحاً نہیں کہلاتی گویا بالفاظ دیگر برق صاحب خدا تعالیٰ پر بھی معترض ہیں کہ اس نے اپنی آخری کتاب کی وحی میں وہ لفظ

اختیار کیا جو عربوں کی اصطلاح میں ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا تھا دیکھئے برق صاحب تفسیر مدارک التنزیل میں جو مشہور تفسیر ہے اسی آیتہ کی تفسیر میں لکھا ہے ان المتقین فی مقام امین بالفتح وھو موضع القیام والمکان وھو من الخاص الذی وضع مستعملًا فی معنی العموم کیا اس مفسر نے آپ کے اس نظریہ کی دھجیاں نہیں اڑا دیں کہ اصطلاحًا یہ لفظ مستقل رہائشگاہ کے لئے استعمال نہیں ہوتا کیا عربوں کی اصطلاح سے آپ زیادہ واقف ہیں یا مفسرین زیادہ واقف تھے فتدبر۔

اگرچہ الہام میں مُقام ہے مقام نہیں دیکھو تذکرہ صفحہ ۶۵۵ اگر کسی جگہ مَقام چھپ گیا ہے۔ تو یہ کتابت کی غلطی ہے لیکن اگر ہم مقام ہی تسلیم کر لیں تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ بھی مستقل جائے قیام کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ برق صاحب کا دعوٰے تو یہ ہے کہ انہوں نے تمام تذکرہ پڑھا ہے جس میں حضور کے تمام الہامات درج ہیں۔ اس میں انہوں نے صفحہ ۶۵۵ و صفحہ ۶۵۹ پر المُقام یعنی "م" کی پیش کے ساتھ بھی بہر حال دیکھا ہوگا۔ اس کو پوشیدہ رکھنا کیا کسی دیانت دار آدمی کا فعل ہو سکتا ہے۔

عربی زبان سے ناواقفیّت کا مزید ثبوت

برق صاحب لکھتے ہیں کہ مُقام مستقل جائے قیام کو نہیں کہتے بلکہ مستقل جائے قیام کو بیت یا دار کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی محاورہ میں آپ بالکل ہی ناواقف ہیں غالبًا حضرت لبیدؓ کے نام سے تو آپ ناواقف نہیں ہوں گے۔ آپ زمانہ جاہلیت کے اُن مشہور شعراء میں سے تھے جن کا کلام سند اور حجت قرار پاتا ہے آپ کا مشہور قصیدہ سبع معلقات میں بھی شامل ہے اور سبع معلقات کی فصاحت و بلاغت کے آپ بھی قائل ہیں اسلام کے ظہور کے بعد حضرت لبیدؓ مسلمان ہو گئے آپ کا ایک مشہور شعر ہے اور آپ نے خود اپنی اسی کتاب میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو یہ ہے۔ عفت الدیار محلھا ومقامھا۔ اس شعر میں محل کے معنی عارضی رہائش کی جگہ اور مقام کے معنی مستقل رہائش کی جگہ ہی کئے گئے ہیں۔

اس شعر کی موجودگی میں آپ کا یہ لکھنا کہ مستقل جائے قیام کو مقام نہیں کہتے کیا آپ کے دامن علم پر سیاہ دھبہ کا کام نہیں دیتا۔

پھر لغت میں اقام بالمکان کے معنی لکھے ہیں دام فیہ واتخذہ وطناً اور مقام اسی کا ظرف مکان ہے۔ علاوہ ازیں دیار بھی دار کی ہی جمع ہے۔ اور دار صرف گھر کو ہی نہیں کہتے بلکہ بلدة پر بھی دار کا اطلاق ہوتا ہے دیکھو اپنی معتبر کتاب منجد عربی زبان کی مشہور لغت کی کتاب اقرب الموارد میں لکھا ہے "المَقام والمُقام" الاقامۃ وموضعھا وزمانھا کیوں برق صاحب ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر باقی ہے۔

مَقام اور مُقام کا استعمال قرآن کریم میں

اب قرآن شریف پر جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں یہ دونوں لفظ مستقل جائے قیام کے معنوں میں استعمال شدہ ملتے ہیں۔ سورۃ ال عمران ۱۰ع اور سورۃ البقرہ ۱۵ع میں بیت اللہ کو مقام کہا گیا ہے۔ تو کیا بیت اللہ وہاں کے باشندوں کے لئے مستقل سکونت کی جگہ ہے۔ یا عارضی سکونت کی جگہ غور فرمائیں۔ جنگ احزاب میں جب بظاہر یہ نظر آ رہا تھا۔ کہ مسلمان اب پس جائیں گے۔ اور ان کے بچاؤ کا اب کوئی ذریعہ نہیں تو منافقوں کی ایک جماعت نے مسلمانوں کو ان الفاظ میں مخاطب کیا۔ واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا یعنی اے یثرب میں آ کر ٹھہرے ہوئے مسلمانو اب یثرب میں تمہارے لئے مستقل طور پر ٹھہرنے کی جگہ نہیں اب اسلام کو چھوڑ کر مکہ میں ہی واپس چلے جاؤ اب دیکھ لو اس آیت میں بھی مقام کا لفظ مستقل رہائش گاہ کے مفہوم میں ہی استعمال ہوا ہے پھر الدخان ۱ع والشعراء ۴ع میں فرعونیوں کے متعلق فرمایا کم ترکوا من جنت وعیون وزروع ومقام کریم فاخرجناھم من جنت وعیون وکنوز ومقام کریم تفسیر مدارک التنزیل میں مقام کریم کے معنی منازلھم الحسنۃ ہی کے ہیں کیا مصر فرعونیوں کے لئے مستقل جائے مقام تھی یا عارضی۔ غور فرمائیں۔ علاوہ ازیں جنت کے لئے بھی مقام کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اور یہ تمام مسلمانوں کے ہاں مسلم ہے کہ مومنوں کے لئے

وہ مستقل رہنے کی جگہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ الدخان ع۳ میں فرمایا ان المتقین فی مقام امین فے جنت وعیون اس آیت میں مقام امین کو جنت قرار دیا ہے۔ اور جنت مسلمہ طور پر مستقل رہنے کی جگہ ہے۔ جس کے متعلق مذکور ہے۔ وما ھم منھا بمخرجین۔

مُقام کا استعمال

آیات مذکورہ بالا میں تو مَقام کا استعمال دکھلایا گیا ہے۔ اب مُقام کا استعمال بھی ملاحظہ فرمالیں۔ سورۃ الفرقان ع۶ اور سورۃ فاطر ع۴ میں اللہ تعالیٰ جنت کے متعلق فرماتا ہے۔ خالدین فیھا حسنت مستقراً ومقاماً الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ۔

پھر سورۃ بنی اسرائیل ع۹ میں حضرت نبی کریم صلعم کو بشارت دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً گیا وہ جگہ جو آنحضور صلعم کو عطا کی جائے گی۔ وہ عارضی ہو گی یا مستقل۔ اس آیۃ میں مقام بالفتح ہی استعمال کیا گیا ہے۔

الہام مسیح موعود میں لفظ مقام کیا محل اعتراض بن سکتا ہے

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں جو لفظ مقام وارد ہوا ہے۔ کیا اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ ہر منصف مزاج خود ہی غور کرے کیا قادیان وہاں کے باشندوں کے لئے مستقل رہائشگاہ نہیں تھی اور کیا وہ ان کا مستقل وطن نہ تھا۔ اگر تھا اور یقیناً تھا تو پھر اس کو مَقام یا مُقام کے لفظ سے پکارنا کس طرح محل اعتراض بن سکتا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف خود معترض کی اپنی علمی پردہ دری کا موجب بن جاتا ہے۔

جناب برق صاحب کا اضطراب

معلوم ہوتا ہے جناب برق صاحب لکھنے کو تو لکھ بیٹھے کہ عربی میں مقام مستقل جائے قیام کو نہیں کہتے لیکن بعد میں ان کے دل نے خود ہی کھٹکا محسوس کیا اس لئے ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا۔

"لغت کے لحاظ سے ہر جگہ مقام کہلاتی ہے لیکن اصطلاحاً عرب کسی بستی کو مقام نہیں

کہتے اس کے لئے تویۃ کا لفظ ہے"۔
جناب برق صاحب غور فرمائیں آپ نے یہ کیا لکھ دیا ہے کہ لغت تو ہر جگہ کے لئے خواہ وہ مستقل جائے قیام ہو۔ یا عارضی لفظ مقام استعمال کرتی ہے۔ لیکن عربوں کی اصطلاح میں اسے مقام نہیں کہتے سوال یہ ہے کہ اگر عرب مستقل جائے قیام کے لئے مقام کا لفظ استعمال نہیں کرتے تھے تو کتب لغات کے مصنفین نے کہاں سے یہ استعمال لے لیا لغت والوں نے عربوں کو چھوڑ کر اہل ہند سے اس لفظ کا استعمال لیا ہے (آپ نے لکھا ہے کہ مقام کا یہ استعمال عربی نہیں بلکہ ہندی ہے از ناقل) کیا اس میں ذرہ بھر بھی معقولیت ہے۔ آخر عربوں میں مقام کا لفظ اس مفہوم میں استعمال ہوتا ہی ہوگا تو لغات والوں نے اس کا استعمال اس مفہوم میں درج کیا ہے۔ ورنہ وہ کیوں درج کرتے۔ دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ کیا قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ یا کسی اور زبان میں اگر عربوں کی اصطلاح میں مقام کا لفظ مستقل جائے قیام کے لئے استعمال ہی نہ ہوتا تھا تو خدا نے کیوں اسے مستقل جائے قیام کے لئے استعمال کیا عرب نہیں کہہ سکتے تھے۔ کہ یہ استعمال غیر فصیح ہے ان کی طرف سے تو ایسا اعتراض ثابت نہیں آپ خود بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی فصاحت عربوں کو بھی مسلم تھی۔ تو کیا یہ بات ثابت نہیں کرتی کہ مقام کا یہ استعمال عربوں کے نزدیک بھی غیر فصیح نہیں تھا پھر آپ کا یہ لکھنا کہ اصطلاحاً عرب اس لفظ کو اس مفہوم میں استعمال نہیں کرتے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے علاوہ ازیں اس بات پر بھی غور کریں کہ جب لغت کے لحاظ سے لفظ مقام کا استعمال مستقل جائے قیام کے لئے جائز ہے۔ تو کیا خدا کو اس بات کا پابند کیا جا سکتا ہے۔ کہ لغت کی رُو سے جو استعمال صحیح ہے۔ اس کو وہ ضرور ترک کر دے۔ سب زبانوں اور سب استعمالوں کا وہی مالک ہے۔ وحی کے وقت جس لفظ اور جس استعمال کو چاہے وہ اختیار کرے۔ اسے کون روک سکتا ہے۔ کیا خدا نے صلوٰۃ کے لفظ کو اس کے لغوی معنی میں استعمال کرنا ترک کر دیا ہے باوجود اس کے کہ اسلامی اصطلاح اور لغوی اصطلاح میں فرق ہے اور اسلامی اصطلاح اب زیادہ مقبول ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اور جناب برق صاحب کے لفظ ہلاکت کے متعلق متضاد خیالات

موعودؑ کے الہام لولا الاکرام لھلک المقام میں جو لفظ ھلک وارد ہُوا ہے اِس کو بھی جناب برق صاحب نے نشانہ اعتراض بنایا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"پھر اہل عرب کی لغت میں ہلاکت کا لفظ جاندار اشیاء کے لئے مخصوص ہے انسان جانور اور پرندے ہلاک ہوتے ہیں۔ نہ کہ پتھر دریا صحرا اور درخت"

قارئین کرام برق صاحب کے اِس نظریہ کو مدنظر رکھیں کہ ہلاک صرف جاندار اشیاء ہی ہوتی ہیں مثلاً انسان، پرندے، وغیرہ پتھر وغیرہ پر ہلاک ہونے کا اطلاق نہیں ہوتا لیکن اس کے معاً بعد جو کچھ آپ نے لکھا اُس پر بھی قارئین کرام غور فرمائیں اور دیکھیں کہ کیسی متضاد بات آگے لکھتے ہیں۔

"جب عرب یہ کہتے ہیں۔ کہ فلاں بستی ہلاک ہوگئی تو اِن کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس گاؤں کی اینٹیں اور مکان فوت ہو گئے ہیں بلکہ یہ کہ بسنے والے تباہ ہو گئے ہیں"

جناب برق صاحب غور فرمائیں یہ آپ نے کیا لکھ دیا ایک طرف تو آپ لکھتے ہیں کہ ہلاکت کا لفظ صرف جاندار اشیاء کے لئے مخصوص ہے اور اینٹوں اور مکانوں کے لئے ہلاکت کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ اور دوسری طرف یہ لکھتے ہیں۔ کہ عرب لوگ بستیوں کے لئے بھی ہلاکت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ کیا بستیوں کی اینٹیں وغیرہ بھی جاندار اشیاء ہیں کیا یہ دونوں بیان متضاد نہیں پھر اس تضاد کو دُور کرنے کے لئے آپ بستیوں کی ہلاکت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد ان میں بسنے والے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کی یہ تاویل درست ہے اور یقیناً درست ہے تو پھر حضورؑ کے الہام پر جو اعتراض آپ نے کیا ہے۔ اس کی کیا کوئی حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔ کیا آپ اسی تاویل سے الہام کے معنی کرنے میں کام نہیں لے سکتے تھے کس کو آپ نے کہا ہے الہامی لفظ المقام میں قادیان کی اینٹیں وغیرہ مراد ہیں وہاں بھی لھلک المقام کے معنی بھی لھلک اھل المقام کر لیں تو اِس میں آپ کو کیا استبعاد عقلی یا نقلی نظر آتا ہے۔ فتدبر یا اخی ولا تکن من المستعجلین۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ مقام کے لئے ھلک کا لفظ استعمال نہیں ہوتا سنئے اور غور سے سنئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کل شیئ ھالک الا وجھہ یعنی خدا کی ذات کے سوا دنیا کی ہر شیئ ہلاکت کی زد میں ہے تو کیا اس کلیہ قاعدہ سے مقام کو خدا نے کہیں مستثنیٰ کیا ہے اگر نہیں کیا اور ہرگز نہیں کیا تو لازمًا مقام پر بھی ھلک کے لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے مراد تو بہر حال اہل المقام ہی ہوں گے جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے۔

برق صاحب کے خلاصہ پر نظر آخر میں جناب برق صاحب نے اپنی تمام تحریر کا خلاصہ ان الفاظ میں نکالا ہے۔ "تو گویا اس الہام میں مندرجہ ذیل خامیاں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ الاکوام کا استعمال غلط اور بے معنی ہے (ثابت کر دیا گیا ہے کہ الاکوام کا استعمال بالکل صحیح اور بامعنی ہے از ناقل)

۲۔ مقام کا استعمال ہندی ہے (عربی زبان اور قرآن کریم کی مثالوں سے مدلل طریق سے یہ ثابت کر کے دکھلا دیا گیا ہے۔ کہ مقام کا استعمال ہندی نہیں بلکہ خالص عربی ہے۔ از ناقل)

۳ ہلاکت کی نسبت مقام کی طرف عربی محاورہ کے خلاف ہے" جب قریہ اور مقام ایک ہی مفہوم کے حامل ہیں تو ہلاکت کا لفظ دونوں کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم کی آیت کل شیئ ھالکٌ الّا وجھہٗ سے ثابت کیا گیا ہے کہ خدا کی ہستی کے سوا باقی تمام اشیاء جن میں مقام بھی داخل ہے ہلاکت کی زد میں ہیں۔

قادیان کے متعلق اصل پیشگوئی قادیان کے متعلق الہام۔ انہ آوی القریۃ پاک جو درحقیقت الہام لولا الاکوام لھلک المقام کی تشریح ہے، حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:۔

"آوی عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون جو سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہو گی۔"

(دافع البلاء صفحہ ۵ حاشیہ)

اسی کے متعلق کشتی نوح صفحہ ۲ پر فرمایا :۔

"خدا تعالےٰ نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی۔ جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں۔ یہاں تک بھی فرمایا کہ۔ اگر طاعون ستر برس تک بھی رہے تب بھی قادیان ایسی بربادی افگن طاعون سے محفوظ رہے گا۔"

جناب برق صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹۵ و صفحہ ۲۹۶ پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ قادیان کے متعلق مطلق طاعون سے محفوظ رہنے کی پیشگوئی کی گئی تھی۔

جناب برق صاحب کا تصرّف بے جا

حضرت اقدس مرزا صاحب کی مندرجہ بالا عبارتوں کو پڑھنے کے بعد ہر منصف مزاج خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ جناب برق صاحب نے حقائق کو بگاڑنے کی کس قدر شرمناک کوشش کی ہے۔ باوجود اس دعوےٰ کے کہ حضرت مرزا صاحب کے منشاء کو بالکل نہیں بگاڑا گیا جناب برق صاحب ہر موقع پر حضور کے منشاء کو بگاڑ کر پیش کرنے کی کوشش کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس قسم کی مطلق پیشگوئی کرنا خدا تعالےٰ کی سنّت ہی کے خلاف ہے۔ چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ انہ آوی القریۃ میں انتشار ادر حل شدید سے بچنے کا وعدہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسا امر نہیں کرتا جس سے لوگوں کو جرأت پیدا ہو جائے۔ اور گناہ کی طرف جھکنے لگیں۔ اب دنیا جانتی ہے کہ پنجاب میں طاعون کی یلغار کئی سال تک رہی اور اس کا خاتمہ بھی حضورؑ

کے ایک الہام کے ماتحت ہی ہوا جس کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ لیکن اِس تمام عرصہ میں قادیان طاعون جارف کے حملہ سے محفوظ رہا۔

ہر ذی شعور کے لئے لمحہ فکریہ

ہر ذی شعور آدمی کو غور کرنا چاہیئے کہ کیا حضرت مرزا صاحب کے اختیار میں تھا کہ آپ قادیان کو طاعون جارف سے بچائے رکھتے اگر حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ مفتری علی اللہ ہوتے اور یہ الہام انہوں نے بطور افتراء شائع کیا تھا۔ تو کیا خدائے تعالےٰ کو یہ قدرت حاصل نہ تھی کہ ایک مفتری کے افتراء کا پردہ چاک کرنے کیلئے قادیان کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتا اور طاعون کا ایسا زبردست وار کرواتا کہ اہل قادیان کتوں کی طرح مرنے لگ پڑتے اور لوگوں میں اس قدر سراسیمگی پھیلتی کہ لوگ قادیان چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ اور تو اور خود حضرت مرزا صاحب کے خاندان میں ہی تباہی مچ جاتی اور یکے بعد دیگرے وہ سارا خاندان موت کا شکار ہو جاتا۔

خاندان کی حفاظت کا وعدہ

لیکن وہاں تو قادیان کے بربادی افگن طاعون سے محفوظ رہنے کے ساتھ ہی یہ بھی پیشگوئی تھی۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے گھر کا کوئی بھی فرد طاعون سے ہلاک نہیں ہوگا۔ اور ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہ پیشگوئی بھی کیسی زبردست پیشگوئی ہے کہ سالہا سال تک طاعون کا حملہ جاری رہتا ہے۔ لیکن ایک فرد بھی حضور کے گھر میں اِس کا شکار نہیں ہوتا۔ حضور کی صداقت پر اس سے بڑھ کر بھی کیا کوئی نشان ہو سکتا ہے غور کرو کیا مفتریوں کے ساتھ خدا کا ایسا ہی سلوک ہوا کرتا ہے کہ اِن کی پیشگوئیوں کو جو وہ بطور افتراء علی اللہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ سچا کر کے دکھلاتا چلا جائے کیا خدا تعالےٰ کا یہ فعل عمداً اپنی مخلوق کو گمراہی میں ڈالنے کے مترادف نہیں۔ کیا کوئی اہل دل ہے جو اسی ایک نشان پر تعصب اور عناد سے علیحدہ ہو کر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ اور اس سے فائدہ اُٹھائے۔

پیشگوئی کی عظمت ایک اور نقطہ نگاہ سے

قادیان کے متعلق طاعون جارف سے محفوظ رہنے کی جو پیشگوئی

کی گئی ہے اِس کی عظمت اِس امر سے بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے دیگر تمام قوموں کو بھی چیلنج کیا کہ وہ بھی اپنے اپنے مقدس مقامات کے متعلق اعلان کر دیں کہ خدا اِن کو بھی طاعون جارف سے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ آپ نے امروہہ۔ لاہور۔ امرتسر بنارس کلکتہ وغیرہ کا نام بھی لکھ دیا۔ اور فرمایا اگر اعلان کے بعد یہ شہر طاعون جارف سے محفوظ رہیں تو میرا دعوے جھوٹا ہے۔ یہ شرف صرف قادیان کو ہی بطور نشان بخشا گیا ہے کیونکہ اس میں خدا کا فرستادہ موجود ہے۔ لیکن اگر کسی اور شہر کے متعلق ایسا دعوے کیا جائے گا۔ تو وہ ضرور طاعون جارف کا نشانہ بن کر رہے گا۔ لیکن کسی کو بھی اس چیلنج کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کاش کوئی ہندو یا مسلمان یا عیسائی اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کسی ایک شہر کے متعلق ہی ایسا اعلان کر دیتا تو دنیا خدا کی دوسری قدرت کا نظارہ بھی دیکھ لیتی یعنی اگر خدا کی حفاظت کرنے والی قدرت کو دنیا نے دیکھ لیا تھا تو ہلاک کرنے والی قدرت کا بھی مشاہدہ کر لیتی۔

نذیر ہونے کا الہام اور عام عذابوں کی پیشگوئی

پیشتر اس کے کہ میں خاص طاعون کے متعلق پیشگوئیوں کا ذکر کروں اس الہام کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ جس میں حضور کے اصل مقام اور حضورؑ کے مبعوث ہونے کی وجہ بتلائی گئی ہے وہ الہام یہ ہے:۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اِس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

عذاب سے قبل مامور کا آنا ضروری ہے

جب کسی قوم پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے ہاں عذاب بھیجنے کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ عذاب نازل کرنے سے قبل اپنے کسی بندے کو مامور کرتا ہے۔ کہ وہ قوم کو عذاب آنے سے قبل آگاہ کر دے کہ تمہاری بداعمالیوں نے تمہیں خدا کے نزدیک مستحق عذاب بنا دیا ہے اگر تم ان بداعمالیوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اور اپنی زندگی کو تقوےٰ کے قالب میں

ڈھال لو تو یہ عذاب ٹل جائے گا ورنہ تم کو عذاب کا ہدف بننا پڑے گا۔ جیسا کہ حضرت نوحؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا ارسلنا نوحًا الی قومہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیھم عذاب الیم قال یقوم انی لکم نذیر مبین ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون یغفر لکم ذنوبکم ویؤخرکم الی اجل مسمی ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر لو کنتم تعلمون۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ قوم نوح گناہوں میں اس حد تک غرق ہوئی ہوئی تھی۔ کہ وہ عذاب الٰہی کو دعوت دے رہی تھی۔ خدا تعالیٰ نے عذاب بھیجنے سے قبل حضرت نوح کو حکم دیا کہ وہ قوم کو انذار کریں کہ وہ بدیوں کو ترک کر دیں۔ اور نیکی اور تقویٰ کو اختیار کریں قوم نے ان کی بات پر کان نہ دھرا بلکہ اُلٹا انہیں ایذاء دینی شروع کر دی جس کے نتیجہ میں وہ الٰہی عذاب کا نشانہ بن گئی۔

اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم نے بھی مامور ہو کر تمام قبائل عرب کو جمع کر کے یہی کہا کہ عذاب کا لشکر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے توبہ کرو اور زندگیوں کو پاک بناؤ قوم نے اس تنبیہہ کو ہنسی میں اُڑا دیا آخر عذاب میں مبتلا ہوئی۔

حضرت مرزا صاحب کی بعثت کے وقت لوگوں کی حالت

حضرت مرزا صاحب کی بعثت کے وقت بھی لوگوں کی بداعمالیاں حد سے تجاوز کر چکی تھیں۔ جو تقاضا کر رہی تھیں کہ خدا کا غضب عذاب کی شکل میں ان پر نازل ہو لیکن سنت اللہ کے ماتحت عذاب نازل کرنے سے قبل کسی بندہ کو نذیر بنا کر بھیجنا چونکہ ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو اس غرض کے لئے مبعوث فرمایا لیکن جیسا کہ الہام کے الفاظ "دنیا نے اسے قبول نہ کیا" بتلا رہے ہیں کہ یہاں بھی اس نذیر کی آواز پر کان نہیں دھرا جائے گا۔ بلکہ اُلٹا دنیا اس کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو جائے گی۔ اور اپنی بدیوں میں اضافہ کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ الہام میں خدا تعالیٰ نے یہ بھی صاف بتلا دیا تھا کہ جب نوبت یہاں تک پہنچے گی تو خدا کا غضب بھڑک اُٹھے گا اور عذاب بھیجنے کے متعلق اس کا

فیصلہ عملی صورت اختیار کرے گا۔ اور یہ عذاب مختلف شکلیں اختیار کرے گا جیسا کہ اُس نے حضرت موسیٰؑ کے وقت میں مختلف شکلیں اختیار کی تھیں۔ اور عذاب کے یہ حملے اس قدر زور آور ہوں گے کہ لوگوں کے دلوں کو ہلا دینے کا موجب ہوں گے اور بالآخر بہت سی سعید روحوں کو اس مامور کے قائم کردہ سلسلہ حقہ میں داخل کرانے کا ذریعہ بن جائیں گے ان عذابوں نے اس مامور کی پیشگوئیوں کے ماتحت دنیا کا ابھی تک پیچھا نہیں چھوڑا اور نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک کہ دنیا کی آنکھیں نہیں کھلتیں اور وہ خدا کے اِس مامور کو شناخت کر کے اِس کے حلقہ اطاعت میں داخل نہیں ہو جاتی۔

میں اِس وقت دیگر عذابوں کا ذکر تو نہیں کروں گا صرف طاعون کے عذاب پر ہی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کیونکہ اسی پر اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے۔

طاعون کے متعلق دوسری پیشگوئی

جب حضرت اقدسؑ کے دعوے کی تصدیق کے لئے احادیث کی پیشگوئی کے مطابق مقررہ تاریخوں پر آسمان پر سورج اور چاند گرہن ہوا اور یہ نشان ایسا تھا جس کے سامنے لوگوں کی گردنیں جھک جانی چاہیئے تھیں لیکن اِس امن کے نشان کی بھی لوگوں نے تکذیب کر دی اور اپنے اِس عمل سے انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ عذاب کے ڈنڈے سے ہی جانیں گے، تب خدا تعالیٰ نے اپنے مامور سے یہ کہلوایا:۔

"جان کہ خدا تعالیٰ نے میرے دِل میں پھونکا کہ یہ خسوف اور کسوف جو رمضان میں ہوا ہے۔ دو خوفناک نشان ہیں جو ان کے ڈرانے کے لئے ظاہر ہوئے ہیں۔ جو شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ جنہوں نے ظلم اور بے اعتدالی کو اختیار کر لیا اور اگر نافرمانی کی تو یاد رکھیں کہ عذاب کا وقت آ گیا ہے۔"

اس تنبیہ کو بھی لوگوں نے ٹھکرا دیا اور مامور الٰہی کو دکھ دینے اور ایذا رسانی میں حد سے بڑھ گئے تب خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق عذاب طاعون بھیجنے کی اپنے مامور کو ایک خواب کے ذریعہ

اطلاع دی وہ خواب یہ ہے:۔

طاعون پھیلنے کے متعلق سچا خواب "آج جو ۶ فروری ۱۸۹۸ء روز یک شنبہ ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالے کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے "

اب یا تو یہ خواب اضغاث احلام میں داخل کی جاسکتی ہے۔ یا خود ہی بنائی گئی ہے۔ یا حدیث النفس ہے یا شیطانی القاء اس کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن ان سب صورتوں میں اس کے پورا ہوتے کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس خواب کے دیکھنے کے جلد ہی بعد طاعون کا ملک میں پھیل جانا بتلاتا ہے۔ کہ یہ خواب خدا کی طرف سے ہی تھی اور خدا کی رحمت سے پُر نشانوں کی تکذیب ہی خواب میں بیان کردہ طاعون کو کھینچ کر لائی تھی۔

اب جناب برق صاحب اور اُن کے ہمنوا دوست جو اس عظیم الشان نشان الٰہی پر ہنسی اُڑانے کی جرأت کرتے ہیں۔ از راہ انصاف بتلائیں کہ کیا طاعون کی وبا کو مہلک شکل میں سارے پنجاب میں پھیلا دینا حضرت مرزا صاحب کے اختیار میں تھا یا اس کا پھیلانا خالص خدا کے قبضہ میں تھا۔ کیا اس خواب کا اسی طرح پورا ہونا جس طرح دیکھا گیا تھا حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر کھلا کھلا نشان نہیں ؟۔

طاعون کے متعلق دوسری پیشگوئی ابتدائی الہام میں یہ واضح کیا گیا تھا۔ کہ خدا تعالے کی طرف سے عذابوں کے جو زور آور حملے ہونگے۔ وہ حضرت مرزا صاحب کی سچائی کو ظاہر کرنے کا موجب ہوں گے چنانچہ ہم اس معیار پر طاعون کے حملہ کو پرکھتے ہیں۔

طاعونی حملہ کا اثر اور اس کے متعلق پیشگوئی

تو واقعات ہمیں بتلاتے ہیں کہ اس حملہ نے لوگوں کے دلوں کو ہلا دیا۔ اور ہزاروں کے دلوں کو حضور کی بیعت میں داخل ہونے کی طرف مائل کر دیا۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ طاعون کے زمانہ میں جماعت کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوا اب اس کے متعلق اس پیشگوئی کو دیکھیں جو قبل از وقت کی گئی تھی الہام ہوتا ہے۔ یامسیح الخلق عدوانا لن ترمن بعد موادنا وفسادنا پھر آپ فرماتے ہیں۔ کہ کشف میں زمین میرے سامنے کی گئی اور وہ کہتی ہے۔ یاولی اللہ کنت لا اعرفک۔ زمین سے مراد اہل زمین ہی ہیں گویا لوگ کہہ رہے ہیں۔ اے اللہ کے ولی ہم تجھے نہیں پہچانتے تھے۔ اب اس الہام اور کشف کا مطلب صاف ہے کہ لوگ احمدیوں کو بالعموم طاعون سے محفوظ دیکھ کر حضرت اقدس کو مسیح تسلیم کر لیں گے۔ اور یہ کہتے ہوئے حضور کے ہاتھ پر توبہ کریں گے۔ کہ اب آپ ہمارا گندہ مادہ ہرگز نہیں دیکھیں گے۔ اور جو فساد ہم نے آپ کے خلاف برپا کر رکھا تھا اس کو بھی آپ اب مشاہدہ نہیں کریں گے۔ یعنے ہم کلیتہً اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اور حضور کو سچا مسیح یقین کرتے ہوئے آپ کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں۔ افسوس ہم نے آپ کو پہلے شناخت نہ کیا چنانچہ اس کے متعلق حضور کی مندرجہ ذیل تحریر میں مزید وضاحت پائی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں :۔

حضور کی تحریر میں وضاحت

"اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے"

پھر فرماتے ہیں :۔

"میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تعالے اس پیشگوئی کو ایسے طور سے ظاہر کرے گا کہ ہر ایک طالب حق کو کوئی شک نہیں رہے گا۔ اور وہ سمجھ جائے گا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے معاملہ کیا ہے۔ بلکہ بطور نشان الہٰی کے نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ طاعون کے ذریعہ

سے یہ جماعت بہت بڑھے گی اور خارق عادت ترقی کرے گی اور ان کی ترقی تعجب سے دیکھی جائے گی"۔ کشتی نوح صہ۵

مردم شماری کی کتاب کا اقتباس واقعات کے خلاف ہے

جناب برق صاحب نے اپنی کتاب کے صہ۳۲ پر مردم شماری کی کتاب سے ایک عبارت نقل کر کے قارئین کرام کے دلوں میں یہ غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب احمدی بھی طاعون کا شکار ہونے لگے۔ تو لوگوں کا اعتقاد حضرت اقدس کے اعلان کے متعلق متزلزل ہونا شروع ہو گیا۔

برق صاحب کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مردم شماری کے ریکارڈ کو مرتب کرنے والے بھی احمدیوں کے دشمن اور حضور کے خلاف تعصب رکھنے والے لوگ ہوتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ احمدیت اور اس کے بانی کے خلاف تعصب کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ اور ان کے خلاف غلط بیانی کرنے اور لوگوں کو بھڑکانے کا جوش اپنے انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ ان حالات کی موجودگی میں اگر کسی نے ایسا لکھ دیا تو واقعات کے مقابلہ میں اس قسم کے بیان کو سند قرار دے دینا کسی منصف مزاج آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔ واقعات کی شہادت کے مقابلہ میں کس کی شہادت سچی ہوسکتی ہے۔ واقعات جب یہ بتلا رہے ہیں۔ کہ ہر جگہ مقابلتہً احمدی بہت ہی کم فوت ہوئے تو لوگوں کے اعتقاد میں کس طرح تنزلزل واقع ہوسکتا تھا۔ اور تنزلزل واقع نہ ہوتے کا ثبوت یہی ہے کہ لوگ اس زمانہ میں جماعت در جماعت احمدیت میں داخل ہوئے جنہوں نے داخل ہو کر خدا کے الہام اور حضور کے بیان کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

طاعون کے متعلق تیسری پیشگوئی

قادیان کا طاعون جارف سے محفوظ رہنا ہے اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اس نشان کو بھی مشتبہ بنانے کے لئے جناب برق صاحب نے اپنی کتاب کے صہ۲۹۷ پر اخبار اہل حدیث امرتسر سے قادیان میں طاعون سے مرنے والوں کی مبالغہ آمیز تعداد درج کی ہے۔ جو بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ کون

نہیں جانتا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو اخبار اہل حدیث کے مالک اور ایڈیٹر تھے حضرت مرزا صاحب کے کس قدر شدید دشمن تھے ان کے بیان کو حضرت مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے سند قرار دینا صداقت کا خون کرنا ہے۔

طاعون کے متعلق چوتھی اور پانچویں پیشگوئی

الہام الٰہی انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا من استکبار واحافظک خاصۃ سلام قولاً من رب رحیم۔ اس پیشگوئی کے دو حصے ہیں ایک گھر والوں کی حفاظت کے متعلق اور دوسرا حضرت اقدس کی اپنی ذات کے متعلق ہے پہلے حصہ کے متعلق جناب برق صاحب نے صفحہ ۲۹۵ پر جو عبارت حضرت کی نقل کی ہے وہی میں نقل کر دیتا ہوں:

"آج سے ایک مدت پہلے وہ خدا جس کے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں اس نے مجھ پر وحی نازل کی کہ میں ہر ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چاردیواری میں ہوگا بشرطیکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔" کشتی نوح صفحہ ۲

جناب برق صاحب کی اپنی نقل کردہ عبارت سے واضح ہے کہ گھر کی چاردیواری کے اندر رہنے والوں کے متعلق یہ پیشگوئی ہے۔ کہ وہ طاعون کی موت سے بچائے جائیں گے۔ لیکن باوجود اس عبارت کے خود ہی نقل کرنے کے جناب برق صاحب تو ایک عورت کا نام لکھ کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ حضور کے گھر کے اندر رہتی تھی۔ لیکن باوجود اس کے اس کو طاعون ہو گئی اول تو اسی عبارت میں جسے برق صاحب نے نقل کیا ہے۔ اس عورت کے متعلق طاعون کی نفی موجود ہے کیا یہ صریح دھوکہ دہی نہیں پھر یہ بھی اس عبارت سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عورت حضرت اقدس کے گھر میں رہتی تھی اس میں صرف گھر سے باہر نکال دینے کا ذکر ہے۔ ممکن ہے اس کو اس کے اپنے گھر سے باہر میدان میں بھیج دیا گیا ہو۔ کیونکہ ان دنوں میں جس کے متعلق ذرہ بھی شبہ ہوتا تھا اسے کھلے میدان میں خیمہ میں بھیجدیا جاتا تھا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ پیشگوئی تو موت سے بچانے کے متعلق تھی جیسا کہ آپ نے خود نقل کیا ہے کیا وہ عورت طاعون سے مر گئی تھی۔ پیشگوئی کو جھٹلانے کے لئے تو آپ کو اس کی موت ثابت کرنا چاہئے

تھی۔ دوسرا نام آپ نے ایک مرد کا لیا ہے جس کے متعلق ہر احمدی جانتا ہے۔ کہ وہ کبھی بھی حضرت اقدس کے گھر میں نہیں رہا لیکن خدا تعالےٰ نے اس کو بھی طاعون کی موت سے بچالیا اور وہ اب تک زندہ ہے ان کا اسم گرامی ماسٹر محمد دین صاحب ہے انہوں نے برق صاحب کی تکذیب میں اپنا مفصل بیان اخبار الفضل میں شائع کر دیا تھا کہ وہ کبھی بھی حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں نہیں رہے۔

جناب برق صاحب! اس قسم کی مغالطہ دہی آپ کی شان کے لائق نہیں۔ اب سنیں اور کان کھول کر سنیں کہ یہ پیشگوئی جیسا کہ ایک دوسرے الہام میں اس کی وضاحت موجود ہے زبردست نشان ہے۔ اور وہ الہام یہ ہے:۔

دوسرا الہام انی احافظ کل من فی الدار ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امراً مقضیا عندی معالجات"۔ یقیناً میں ہر اس شخص کو جو اس گھر میں ہے طاعون کی موت سے بچاؤں گا اور لوگوں کے لئے اسے نشان بناؤں گا۔ یہ ہماری طرف سے بطور رحمت کے ہے اور یہ ہماری طرف سے فیصلہ شدہ امر ہے۔ یاد رکھو کہ تمام علاج میرے ہی قبضہ میں ہیں۔

برق صاحب اور ان کے ہمنوا سب غور فرمائیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب کے گھر کی اینٹیں اس کا چونا اس کا لوہا اس کی لکڑی وغیرہ سب طاعون پروف تھیں کیا اس گھر کے چوہے بھی جو اس بیماری کو پھیلانے کا موجب ہوتے ہیں۔ طاعون پروف تھے۔ اس گھر میں کیا چیز تھی جو اس گھر کے رہنے والوں کو طاعون سے محفوظ رکھنے کا موجب بن رہی تھی۔ اور سالہا سال تک محفوظ رکھتی رہی کیا خدا کی حفاظت کے سوا کوئی اور بھی حتمی اور یقینی حفاظت کا ذریعہ آپ کو نظر آتا ہے کتنا زبردست وعدہ الٰہی ہے اور کس شان سے پورا ہوا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق وعدہ الٰہی پھر اس سے بڑھ کر خدا کے اس وعدہ پر نظر ڈالیں واحافظك خاصۃ سلام قولا من رب رحیم یعنی تیری حفاظت خاص طور پر کی جائے گی۔ تیرے لئے یقینی طور پر سلامتی ہے یہ قول رب رحیم کی طرف سے ہے جسے کوئی جھوٹا ثابت نہیں کر سکتا اب آپ ہی برق صاحب انراہ

انصاف بتلائیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب کا جسم طاعون پروف تھا کیا یہ نشان خدا تعالےٰ کی ہستی پر زبردست ثبوت نہیں کیا یہ نشان اس امر پر کھلی کھلی دلیل نہیں کہ ہر چیز پر تصرف الٰہی ہی کام کر رہا ہے۔ طاعون کے کیڑے کی کیا مجال ہے کہ وہ بغیر اذن الٰہی حضرت مرزا صاحب کے جسم میں داخل ہو سکے اس کو اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ تم نے حضرت مرزا صاحب کے جسم میں داخل نہیں ہونا سو وہ سالہا سال تک داخل نہیں ہوتا طاعون ہر سال آتی ہے۔ اور ہزاروں جانوں کو شکار بنا لیتی ہے۔ ہزاروں گھروں کو ویران کر جاتی ہے۔ ہزاروں بچوں کو یتیم اور ہزاروں عورتوں کو بیوہ بنا جاتی ہے لیکن وہ اگر داخل نہیں ہوتی تو حضرت مرزا صاحب کے گھر میں داخل نہیں ہوتی وہاں کسی ایک فرد کو بھی گزند نہیں پہنچا سکتی۔ مخالفت کرنے والے احباب خدارا ذرا غور سے تو کام لیں کہ آخر یہ کیا راز ہے۔

وعدۂ الٰہی پر حضرت مرزا صاحب کا یقین

گورنمنٹ لوگوں کو طاعون سے بچانے کے لئے ٹیکا تجویز کرتی ہے لیکن یہ شخص اپنے خدا کے وعدہ پر اس قدر مستحکم یقین رکھتا ہے۔ کہ ٹیکا لگوانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیتا ہے۔ کہ خدا نے چونکہ ہمیں اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اس لئے میں اس نشان کو ٹیکا لگوا کر مشتبہ نہیں بنانا چاہتا نہ خود ٹیکہ لگواتا ہے اور نہ اپنے گھر کے کسی فرد کو لگواتا ہے۔

اے لوگو خدا کے لئے سوچو تم اسے نعوذ باللہ جھوٹا مفتری، کذاب کے نام سے پکارتے ہو لیکن خدا اسے سچا مسلمان کر کے دکھلا رہا ہے۔ طاعون کی آگ لوگوں کو بھسم کرتی جاتی ہے کئی لاکھ لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ ملک میں اس قدر افراتفری پڑی ہوئی ہے کہ مردوں کو اٹھانے والے نہیں ملتے صبح اگر ایک شخص زندہ ہے تو شام اس کی لاش ملتی ہے۔ شام اگر زندہ ہونے کی حالت میں سویا ہے تو صبح مردہ پایا جاتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی انوکھی حالت اور ایک زبردست چیلنج

لیکن حضرت مرزا صاحب ہر سال اپنا الہام سناتے ہیں کہ خدا نے میری اور میرے گھر کی چار دیواری میں رہنے

والوں کے لئے حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اور ہر سال وہ وعدہ پورا ہوتا ہے۔ طاعون کی گرفت سے ہر سال وہ محفوظ رہتے ہیں اب بتلاؤ کہ اگر خدا کی تائید اس شخص کے ساتھ نہیں تو اور کیا ہے کیا اللہ تعالیٰ اس شخص کو مع اس کے خاندان کے طاعون کا شکار بنانے پہ قادر نہ تھا کیوں اس نے اسے یہ کہنے کا موقعہ دیا کہ اگر میں مفتری ہوتا تو کیا خدا مجھے ہلاک نہ کر دیتا پھر طرہ یہ کہ یہ شخص ساری دنیا کو چیلنج دیتا ہے۔ کہ کوئی مخالف یہ اعلان کر کے دیکھ لے کہ خدا نے اس کے ساتھ بھی اسے طاعون سے بچانے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر وہ بچ جائے۔ تب بھی میں جھوٹا ہوں۔ کسی شخص کو ایسا اعلان کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اگر یہ لوگ فی الحقیقت یہ یقین رکھتے تھے۔ کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب خود ہی الہام بنا لیتے ہیں۔ تو لامحالہ ان کو یہ بھی یقین ہوگا کہ اس قسم کے الہام بنانے کی وجہ سے انسان خدائی گرفت میں نہیں آتا تو پھر ان کو ایسا اعلان کرنے میں کیا روک ہو سکتی تھی۔ وہ حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ایسا اعلان کر دیتے لیکن نہیں ان کے دل حضرت مرزا صاحب کی سچائی کے متعلق یقین سے بھرے ہوئے تھے وہ جانتے تھے کہ ایسا اعلان ہم نے کیا تو ہم مارے جائیں گے۔

وہ درحقیقت آیت جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم کے مصداق تھے۔

طاعون کے متعلق چھٹی پیشگوئی

چھٹی پیشگوئی حضور کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہے فرماتے ہیں:۔

"اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کرالیتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا۔ وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا۔ تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے لیکن جو کامل طور پہ پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے۔ اس کے لئے مت دلگیر ہو۔ یہ حکم الٰہی

ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں ٹیکا کی کوئی ضرورت نہیں۔" (کشتی نوح صـ۲)

پھر کشتی نوح صـ۱ پر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ کے کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنے ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہتا ہے اس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں۔ جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں۔ میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔"

گویا چھٹی پیشگوئی ہوئی کہ کامل طور پہ پیروی کرنے والے سب کے سب طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا جس قدر جماعت میں مشہور مخلص تھے ان میں سے کوئی بھی طاعونی موت سے نہیں مرا حضور کا الہام لا یموت احد من رجالکم بھی غالباً اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

حضرت مولوی محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کا واقعہ

اس پیشگوئی کی صداقت کا ایک ناقابل تردید ثبوت ذیل کا واقعہ ہے حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کو طاعون کے ایام میں بخار آگیا۔ بخار تیز تھا۔ چونکہ طاعون کے ایام تھے۔ اس لئے آپ کو شبہ ہوا کہ کہیں طاعون نہ ہو۔ آپ نے مفتی محمد صادق صاحب کو بلا کر دفتر کا کام سمجھا دیا۔ مفتی صاحب نے حضرت اقدس کو فوراً اطلاع دی، حضور فوراً تشریف لائے۔ اور حضرت مولوی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا مولوی صاحب! اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو میرا سارا کاروبار ہی عبث ہے یہ آپ نے اسی لئے فرمایا کہ حضور کو مولوی صاحب مرحوم و مغفور کے اخلاص اور تقوےٰ کے کمال پر پورا یقین تھا۔ چنانچہ یہ فرما کر حضرت مولوی صاحب مرحوم کی نبض پہ ہاتھ رکھا، ہاتھ رکھتے ہی فرمایا کہ آپ کو تو بخار بھی نہیں مفتی صاحب کہتے ہیں کہ میں دیکھ کر گیا تھا کہ بخار کافی تیز تھا۔ لیکن حضور کے ہاتھ رکھنے کے بعد فوراً کافور ہو گیا۔

ساتویں پیشگوئی جماعت کے بالعموم طاعون سے بچے رہنے کے متعلق تھی جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ چنانچہ یہ بھی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

آٹھویں پیشگوئی مخالفت کرنے والوں کا کثرت سے سلسلہ کی طرف رجوع کرنے کے متعلق تھی یہ بھی نمایاں طور پر پوری ہوئی اس کا ذکر بھی اُوپر گذر چکا ہے۔

نویں پیشگوئی اس بارے میں یہ تھی کہ بالآخر طاعون کا خاتمہ ہوجائے گا الہام کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں۔ یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد چنانچہ ایک مدت کے بعد طاعون کا خاتمہ ہو گیا۔ اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خاتمہ اسی وقت ہوا۔ جب قوم میں سے کافی لوگ حضورؑ پر ایمان لے آئے اور یہی منشاء تھا حضورؑ کے مندرجہ ذیل الفاظ کا جنہیں برق صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹۴ پر نقل کیا ہے:۔

"طاعون دنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ دکھ دیا گیا۔ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہو گی جب لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کریں گے۔

(دافع البلاء صفحہ ۹)

جناب برق صاحب نے ان الفاظ سے یہ مراد لی ہے کہ تمام لوگوں کو قبول کر لینا چاہیئے تھا حالانکہ یہ معنے قرآن کریم کے صریح خلاف ہیں منکرین کا گروہ تو قیامت تک رہے گا خود حضرت مرزا صاحبؑ کا اپنا الہام ہے۔ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ چونکہ اس پیشگوئی کے اعلان کے وقت مخالفت کا زور تھا تو لوگ بجائے ماننے کے گالیاں دیتے تھے اور مولویوں کے اثر کے ماتحت ماننے کو تیار نہ ہوتے تھے اس لئے خدا نے طاعون کو بھیج کر اور جماعت کی معجزانہ طور پر حفاظت کر کے لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ مولوی صاحبان مخالفت کرنے میں حق بجانب نہیں اس لئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ بیعت میں داخل ہو گئے پس الہام الٰہی کا مطلب پورا ہو گیا۔ اسی لئے اس کے پورا ہونے کے بعد عذاب کو اٹھا لیا گیا۔ اور اس کے متعلق پہلے سے ہی الہام موجود تھا۔

دسویں پیشگوئی اس بارے میں یہ تھی کہ طاعون کے عذاب کو ایک عرصہ کے لئے اُٹھا بھی لیا

جائے گا۔ سنت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ لوگوں کو اصلاح کا موقعہ دینے کے لئے عذاب اٹھا بھی لیا جائے اس مہلت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے لوگ بالعموم شرارت کی طرف لوٹتے ہیں تو پھر عذاب بھیج دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ طاعون کو ایک وقت کے لئے روک کر پھر بھیج دیتا رہا ہے اور یہ سب کچھ پیشگوئی کے مطابق ہوتا رہا۔

جناب برقی صاحب نے پیشگوئی کو پانچ مندرجہ ذیل اجزاء میں تقسیم کیا ہے :۔

۱۔ قادیان طاعون کی تباہی سے محفوظ نہ رہا۔ افسوس ہے کہ یہ برقی صاحب کی غلط بیانی ہے صرف طاعون جارف سے محفوظ رکھنے کا وعدہ تھا جو پورا ہوا۔ جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔

۲۔ آپ کے گھر کی چار دیواری میں طاعون داخل نہیں ہوگی۔ گو پیشگوئی موت سے بچانے کے لئے تھی۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ طاعون آپ کے گھر میں داخل نہیں ہوئی۔ جس آدمی کا نام آپ نے لیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ وہ آپ کے گھر میں رہتا تھا وہ تو حضورؑ کے گھر میں کبھی رہا ہی نہیں افسوس آپ نے اس میں بھی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

۳۔ آپ کے پیرو محفوظ رہیں گے افسوس یہ بھی آپ نے غلط کہا ہے۔ مطلق پیرو کے محفوظ رہنے کا کوئی وعدہ نہیں تھا بالعموم جماعت کے مقابلتہً محفوظ رہنے کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور یہ پیشگوئی نمایاں طور پر پوری ہوئی۔ اگر ایک احمدی بھی کہلانے والا نہ مرتا تو پردہ غیب ہی اٹھ جاتا اور یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔

۴۔ آپ کو نہ ماننے والے طاعون کا شکار ہو جائیں گے۔ ایسی کوئی پیشگوئی قطعاً نہیں کی گئی کہ نہ ماننے والے سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے نہ ہی آپ ایسے الفاظ دکھا سکتے ہیں یہ بھی قرآنی تعلیم کے صریح خلاف ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔

۵۔ طاعون دُور نہ ہوگی۔ جب تک لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول نہ کر لیں آپ کا اس سے سب لوگوں کو مراد لینا شرعی اصولوں اور سنت الہیہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے اس لئے حقیقی

مراد میں نے اوپر بتلا دی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح فہم و فراست عطا کرے تا آپ سچائی کو شناخت کر کے اسے قبول کر سکیں۔

کاش برق صاحب اور ان کے ہمنوا الہام کے اصلی مغز پر غور کریں

جناب برق صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام لولا الاکرام لهلك المقام پر جو اپنے زعم میں علمی اعتراض کئے تھے ان کا شافی جواب کے ذریعہ بودہ پن نمایاں کیا جا چکا ہے۔ مندرجہ بالا الہام اور طاعون کے متعلق دیگر الہامات کس شان سے پورے ہوئے ہیں۔ جناب برق صاحب اور اسی قسم کے دوسرے معترضین بجائے لفظی بحثوں میں الجھنے کے اگر الہام کی اصل غرض و غایت پر غور کریں اور اس عظیم الشان غیب پر نظر ڈالیں جس پر الہام مشتمل ہے اور جس کو وقوع میں لانا یقیناً انسانی حدود سے باہر ہے تو ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر تازہ اور بصیرت سے بھرا ہوا ایمان پیدا ہو جائے اور ان کو یقین آ جائے کہ قرآن کریم نے جیسا کہ بیان کیا ہے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر تصرف تام حاصل ہے اور ہر چیز اسی کے حکم کے ماتحت کام کرتی ہے۔ اگر طالبِ حق ان تمام الہامات پر انکی مجموعی حیثیت سے نظر ڈالیں گے تو ان پر انہیں ان الہامات کے خدائی ہونے پر یقین تام حاصل ہو جائے گا اور ان کے لئے یہ الہامات ازدیاد ایمان اور بصیرت پیدا کرنے کا موجب ہونگے۔

برق صاحب کا نرالا اصول

جناب برق صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲۵ پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مندرجہ ذیل الہام کو درج کر کے اسے بھی مہمل الہامات میں شمار کیا ہے "بڑے تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں اس دن خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا جائے گی یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا پھر تیسرا واقعہ ہوگا۔ تمام حوادث و عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئیگا"

معلوم ہوتا ہے کہ جس الہام کی حقیقت تک برق صاحب کے ذہن کی رسائی نہ ہو سکے یا جسکی حقیقت تک پہنچنے کیلئے وہ کوشش کرنا ہی پسند نہ کریں ان کے نزدیک وہ الہام مہمل کہلائے

کا مستحق ہوتا ہے یہ ایک نرالا اصل ہے۔ جو برق صاحب نے الہامات کی سچائی کو پرکھنے کیلئے قائم کیا ہوا ہے۔ معلوم نہیں کہ اپنے اس اصل کی روشنی میں مقطعات قرآنی کے متعلق برق صاحب کیا رائے رکھتے ہیں کیا آپ اس کی وضاحت کر کے ممنون فرمائیں گے۔

برق صاحب اگر ذرا غور کرنے کی تکلیف گوارا فرماتے تو مندرجہ بالا الہامات سے (یاد رہے کہ برق صاحب کا پیش کردہ الہام ایک نہیں بلکہ چند متفرق الہامات کا مجموعہ ہے۔ از ناقل) انہیں تاریکی سے روشنی میں آنے میں مدد ملتی ۔ اور قرآن کریم پر ان کا ایمان محض رسمی رہنے کی بجائے مبنی بر بصیرت بن جاتا۔

قرآن کریم کا دعوےٰ اور اس کا عملی ثبوت

کون نہیں جانتا کہ قرآن مجید کا دعوےٰ ہے کہ موت اور حیات خدا تعالےٰ کے قبضہ میں ہے اور انسان کی موت کے وقت کا علم صرف اسی کو ہے۔ مندرجہ بالا الہامات میں اسی دعوے کا عملی ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ ایسا ثبوت ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی اور قرآن کریم کے الہامی ہونے پر قطعی دلیل اور منکرین ہستی باری تعالےٰ پر اتمام حجت کرنے کیلئے برہانِ ساطع کا کام دے سکتا ہے اور ایسے زمانہ میں جس میں کہ مادہ پرستی اپنے انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور دہریت دلوں پر اپنا پورا تسلط جماتی چلی جا رہی تھی۔ ایسے ہی الہامات کی ضرورت تھی جو پورے ہو کر عملی طور پر قرآنی وعدوں کو سچا کر کے دکھا دیں تا دنیا پر واضح ہو جائے کہ قرآن کریم فی الحقیقت اللہ تعالےٰ کی ہی کتاب ہے بلکہ یہی ایک کتاب ہے جس کی کامل پیروی سے انسان خدا تعالےٰ کے اتنا قریب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اسرار وقتاً فوقتاً اس پر کھولتا رہتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی بعثت کی غرض

یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب کی بعثت کی اہم غرض یہی تھی کہ آپ قرآنی وعدوں کی سچائی پر عملی ثبوت بہم پہنچا کر لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلعم کے خاتم النبیین ہونے پر بصیرت سے بھرا ہوا ایمان پیدا کر دیں اور اسی اہم غرض کو پورا کرنے کیلئے آپکو کثرت سے

غیب کی خبروں پر مشتمل الہامات عطا کئے گئے جو ایک طرف تو قرآن کریم کے دعاوی کی سچائی کو ثابت کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف قرآن کریم میں بیان کردہ صفاتِ الٰہی کے متعلق اس بات کا ثبوت بہم پہنچا رہے تھے۔ کہ وہ فی الحقیقت موجود ہیں اور عملی طور پر دنیا میں اپنا اپنا دہ کام سرانجام دے رہی ہیں۔ جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

چنانچہ مندرجہ بالا الہامات میں اللہ تعالےٰ کی صفت محی اور ممیت کا عملی ثبوت بہم پہنچایا گیا ہے۔ اور دکھلایا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم کا یہ دعوےٰ کہ انسان کی موت کا علم صرف خدا تعالےٰ کو ہی ہے۔ بالکل سچا دعوےٰ ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی زندگی اور موت کے متعلق الہامات

۱۸۶۵ء میں یعنی وفات سے قریباً ۴۴ سال قبل حضرت اقدس مرزا صاحب کو الہام میں بتلایا گیا کہ حضور کی عمر ۸۰ سال کے قریب یعنی چار پانچ کم یا چار پانچ سال زیادہ ہوگی۔ (کم و زیادہ بتلانے میں جو حکمت تھی اس پر ایک علیحدہ مضمون میں انشاء اللہ روشنی ڈالی جائے گی۔ جب عمر کے سوال کو زیر بحث لایا جائے گا از ناقل)

اب یہ واقعہ ہے کہ مندرجہ بالا الہام کے مطابق حضور کی عمر ۷۶ برس کی ہوئی ہر ایک انسان سمجھتا ہے کہ ۴۴ برس قبل عمر کا تعین کر دینا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ انسان تو ایک دن کے متعلق بھی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ وہ ضرور زندہ رہے گا۔ خصوصاً ایسا انسان جو دائمی طور پر مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار رہتا ہو۔ جیسا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب تھے پھر خصوصاً ایسا انسان جس کی دشمنی اس انتہا تک پہنچی ہوئی ہو۔ کہ لوگ اس کے قتل کے درپے رہتے ہوں اور اس کے قتل کو ایک کار ثواب یقین کرتے ہوں یہ خدا تعالےٰ کا ہی کام ہے۔ جس کے قبضہ میں ہر انسان کی اجل مسمی ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ واجل مسمی عندہ ثم انتم تمترون شک دور ہو کر اجل مسمی کے قبضہ الٰہی میں ہونے کا یقین دلوں میں تبھی پیدا ہو سکتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالےٰ کسی اپنے بندہ پر اس کی اجل مسمی کا انکشاف کر دے۔ جیسا کہ اس نے حضرت مرزا صاحب پر ان کی اجل مسمی کا انکشاف کر کے اور

اسے پورا کرکے اس بارے میں تمام اُن شکوک کا قلع قمع کر دیا کہ انسانوں کی اجل مسمی کا قبضہ الٰہی میں ہونے کا دعوے قرآنی محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے عملی ثبوت اس کا کوئی نہیں۔

۱۹۰۵ء میں موت کے متعلق متواتر الہامات

چونکہ حضورؑ کی تاریخ پیدائش کے متعلق حضورؑ کی زندگی میں کسی کو علم نہیں تھا اس لئے حضورؑ کی وفات پر اس امر کے متعلق شبہات پیدا ہونے کا قوی امکان تھا کہ آیا حضورؑ کی عمر الہام الٰہی کے مطابق ہوئی ہے یا نہیں اللہ تعالےٰ نے ۱۹۰۵ء میں خود ہی متعدد الہاموں کے ذریعہ حضورؑ پر واضح کر دیا کہ عمر کی جو تعیین ہم نے ۴۰ سال قبل کی تھی اس کے ختم ہونے کا وقت اب آگیا ہے جس سے ایسے شبہات کا امکان معدوم ہوگیا۔

پہلا الہام

چنانچہ اِس کے متعلق سب سے پہلا الہام ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو ہوا فرماتے ہیں:۔

"خدا نے مجھ پر ظاہر فرمایا ہے کہ آخری حصہ زندگی کا یہی ہے جو اب گزر رہا ہے جیسا کہ عربی میں وحی الٰہی یہ ہے قَرُبَ اَجَلُكَ المقدر ولا نبقی لك من المخزیات ذکراً"

اس وحی الٰہی کے معنے صاف ہیں کہ تیری عمر کا جو اندازہ ہم نے ۱۸۶۵ء میں بتلایا تھا اب اس کے ختم ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ گویا حضورؑ کی عمر کے متعلق مخالفین نے جس قدر شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اِن سب کا اس وحی الٰہی نے قلع قمع کر دیا۔ اگرچہ اس وقت تک دوسرے لوگوں کو تو کیا خود حضورؑ کو بھی اپنی پیدائش کی تاریخ کا صحیح علم نہ تھا۔ لیکن خدا تعالےٰ کے علم سے تو حضورؑ کی تاریخ پیدائش مخفی نہ تھی اس لئے اس نے جو ۴۰ سال قبل عمر کا اندازہ بتلایا تھا اس کے ختم ہونے کا جب وقت آیا تو حضورؑ کو اپنے الہام کے ذریعہ اطلاع کر دی جس کی بناء پر حضورؑ نے جماعت کے لئے وصیت بھی لکھ دی۔ بعد میں تحقیق سے بھی یہی ثابت

ہوا۔ کہ حضور کی پیدائش ۱۲۵۰ھ میں ہوئی تھی۔ اور وفات ۱۳۲۶ھ میں گویا عمر ۷۶ سال کی تھی۔

وقت کی تعیین کے متعلق ایک کشف

اس کے بعد ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو حضورؑ کو مندرجہ ذیل کشف کے ذریعہ جتنے دن زندگی کے باقی تھے۔ ان سے بھی مطلع کر دیا گیا فرماتے ہیں۔

"چند روز کا رؤیا ہے کہ ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اس میں رہ گیا ہے۔ لیکن بہت مُصفّٰی اور مُقطّر پانی ہے اس کے ساتھ الہام تھا "آب زندگی" یہ کشف صاف بتلا رہا ہے۔ کہ ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۰۵ء سے دو اور تین سال کے درمیان حضورؑ کی وفات وقوع میں آئے گی چنانچہ اس کشف کے بعد دو سال، ماہ اور آٹھ دن کے بعد حضورؑ اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ کیا تعصب سے خالی دل رکھنے والوں کے لئے یہ ایمان افروز نشان نہیں۔"

تیسرا الہام

چنانچہ اس کشف کے ساتھ ہی مندرجہ ذیل دو الہام بھی تھے۔ پہلا یہ ہے۔
"قَلَّ میعادُ ربِّک"

یعنی ۴۴ سال قبل زندگی کی بتلائی ہوئی مدت اب تھوڑی رہ گئی ہے۔ یعنی اس مدت میں اب صرف دو تین سال رہ گئے ہیں۔

دوسرا یہ ہے۔ "خدا کی طرف سے سب پر اُداسی چھا گئی"۔

ماننے والوں کے دلوں پر اُداسی کا چھا جانا تو طبعی امر تھا۔ اور ایسا ہی وقوع میں آیا لیکن حضور کی وفات پر نہ ماننے والوں میں سے بھی اس طبقہ پر اُداسی چھا گئی تھی۔ جو قوم کا بہی خواہ طبقہ تھا اور حضورؑ کی اسلامی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا جیسا کہ ان خیالات سے نمایاں ہے جن کا اظہار انہوں نے حضورؑ کی وفات پر کیا۔ موت کے متعلق الہامات کا یہ سلسلہ تو ۲۰؍ مئی

۱۹۰۰ء تک چلا جاتا ہے۔ لیکن اِن تمام الہامات کے ذکر کا یہ موقعہ نہیں عمر کے متعلق جب مستقل بحث کی جائے گی اُس وقت اُن کا ذکر کیا جائے گا۔

الہام کے زیر اعتراض حصہ کا سیاق و سباق

اس وقت تو میں صرف الہام کے اس حصہ کی صحیح تشریح پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جس حصہ کی بناء پر برقی صاحب نے اس الہام کو نعوذ باللہ مہمل قرار دیا ہے وہ حصہ یہ ہے :۔

"یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا پھر تیرا واقعہ ہوگا تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔"

پیشتر اس کے کہ مندرجہ بالا الہامی الفاظ کی تشریح پیش کی جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حقیقۃ الوحی کے جس صفحہ سے برقی صاحب نے مندرجہ بالا الہام نقل کیا ہے اِس کے سیاق و سباق کو بھی نقل کر دیا جائے۔ تا قارئین کرام کے سامنے یکجائی طور پر تمام الہامات آجائیں اور یہ الہامات مندرجہ ذیل ہیں :۔

"قرب اجلک المقدر۔ ان ذا العرش یدعوک۔

تیرا مقدر وقت مقرب آگیا۔ صاحب عرش خدا تجھے اپنے پاس بلا رہا ہے۔

ولا نبقی لک من المخزیات ذکرا۔

ہم تیرے لئے کوئی رسوا کنندہ امر نہیں چھوڑیں گے۔

قل میعاد ربک ولا نبقی لک من المخزیات شیئا۔

تیرے رب کی مقرر کردہ میعاد اب تھوڑی رہ گئی ہے اور ہم تیرے لئے کوئی رسوا کنندہ امر نہیں چھوڑیں گے۔ بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔

اُس دن خدا کی طرف سے سب پر اُداسی چھا جائے گی یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا پھر تیرا واقعہ ہوگا۔ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔

جاء وقتك ونبقی لك الآيات باهرات۔
تیری وفات کا وقت آگیا ہے۔ اور ہم تیرے لئے روشن نشان باقی رکھیں گے۔
(چنانچہ حضورؑ کی وفات کے بعد بھی حضورؑ کی صداقت پر دلالت کرنے والے کافی تعداد میں روشن نشانات ظاہر ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔ از ناقل)

جاء وقتك ونبقی لك الآيات بیّنات
تیرا وقت آگیا ہے۔ اور ہم تیرے لئے کھلے کھلے نشان باقی رکھیں گے۔ چنانچہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ آئے دن ایسے نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔

ربّ توفنی مسلمًا والحقنی بالصالحین آمین۔
اے میرے ربّ مجھے مسلم ہونے کی حالت میں وفات دیجیو اور صالحین کے ساتھ ملا دیجیو۔
(اپنے تو اپنے غیروں نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ حضورؑ کی زندگی نہایت پاکیزہ زندگی تھی۔ اور ایک سچے مسلمان کی طرح دین کی خدمت میں حضورؑ نے اپنی زندگی کے دن بسر کئے۔ از ناقل)

قبل اور بعد کے الہامات کا مطلب جن الفاظ کے نیچے میں نے خط کھینچ دیا ہے اور جو برق صاحب کے نزدیک اس الہام کو نعوذ باللہ مہمل قرار دینے کا موجب ہیں۔ اُن کے قبل اور بعد کے الہامات صاف بتلا رہے ہیں۔ کہ ان تمام الہامات کا مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہ حضورؑ کی وفات کا وقت اب قریب آگیا ہے۔ اور یہ کہ حضورؑ خدا تعالےٰ کے مقبول بندے اور قرآن کریم کی آیت ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے صحیح مصداق ہیں اور یہ کہ آیت یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة حضورؑ پر پوری طرح چسپاں ہو رہی ہے۔ جیسا کہ الہام کے الفاظ ان ذا العرش یدعوك اور الفاظ ونبقی لك الآيات باهرات ونبقی لك الآيات بیّنات سے واضح ہے:۔

الہام کے زیرِ اعتراض الفاظ کی صحیح تشریح

اب ذیل میں الہام کے الفاظ "یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ پھر تیرا واقعہ ہوگا۔

تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئیگا" کی حقیقی تشریح پیش کی جاتی ہے۔ الہام کے الفاظ "یہ ہوگا" پر طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کیا ہوگا؟ ایسے سوال کو عرف میں سوال مقدر کے نام سے پکارا جاتا ہے بعد کے الفاظ میں اسی سوال مقدر کا جواب مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا گیا ہے یعنی تیرا واقعہ ہوگا یعنی تیری وفات وقوع میں آئے گی اور وہ بھی تمام حوادث اور قدرت دکھلانے کے بعد۔ اس کے بعد دوبارہ فرمایا "یہ ہوگا" یہاں بھی وہی سوال مقدر ہے۔ اور مندرجہ بالا ہی اس کا جواب ہے۔ پھر تیسری بار فرمایا "یہ ہوگا" یہاں بھی وہی سوال مقدر اور مندرجہ بالا ہی اس کا جواب ہے

یہ ہوگا یہ ہوگا پھر تیرا واقعہ ہوگا

ان الفاظ کو تین دفعہ دہرانے میں حکمت

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان الفاظ کو تین دفعہ کیوں دہرایا گیا ہے۔ سو اس اعادہ کی حکمت اور غرض بالکل بلکہ واضح ہے حضورؑ کو یہ الہام ۱۹۰۵ء کے آخری مہینہ یعنی دسمبر کے آخر میں ہوا خدا عالم الغیب کو تو علم تھا۔ کہ حضورؑ کی زندگی پر اس الہام کے بعد صرف تین سال ہی آئیں گے۔ یعنی ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء کا کچھ حصہ اور ان تین سالوں میں قدرت الٰہی کے وہ تمام نشانات دکھلائے جائیں گے جن کا دکھلایا جانا حضورؑ کی زندگی میں۔۔۔ حضورؑ کے ہاتھ پر دکھلانا بحیثیت مسیح موعود ہونے کے خدا کے ہاں مقدر ہو چکا تھا چنانچہ ان حوادث اور عجائبات قدرت کی تعداد بھی ایک دوسرے الہام میں بتلا دی گئی جس کے الفاظ یہ ہیں:۔ میں پچاس یا ساٹھ نشان دکھلاؤں گا۔ گویا اس کے قبل کے زمانوں میں دکھلائے ہوئے نشانوں میں قریبًا ساٹھ مزید نشانوں کے اضافہ سے حضورؑ کی زندگی میں دکھلائے جانے والے نشانوں کی تعداد مکمل ہو جائے گی۔

اب پہلے الہام کے مطابق ان میں سے کچھ نشان ۱۹۰۶ء میں دکھلائے جائیں گے اور کچھ

نشان ۱۹۰۷ء میں اور کچھ ۱۹۰۸ء میں اسی بناء پر الہام الٰہی میں "یہ ہوگا" کو تین دفعہ دہرایا گیا ہے تا آنے والے تین مختلف سالوں کے مختلف نشانوں پر دلالت کریں جو ان سالوں میں دکھلائے جانے والے تھے۔

اب برقی صاحب اور ان کے ہمنوا دوست غور کریں کہ الفاظ "یہ ہوگا" کو تین دفعہ دھرایا گیا ان کے مہمل ہونے پر دلالت کرتا ہے یا خدا تعالےٰ کے عالم الغیب ہونے پر زبردست دلیل کا کام دے رہا ہے یاد رہے کہ پیشگوئیوں پر مشتمل الہاموں کا حقیقی مفہوم اسی وقت کھلتا ہے جب وہ پورے ہوتے ہیں۔ اب مندرجہ بالا الہام کے الفاظ نے واقعات کی شکل اختیار کر کے کیا اس امر کو یقینی طور پر ثابت نہیں کر دیا کہ خدا فی الحقیقت عالم الغیب ہے۔ اس کو علم تھا کہ میرے اس الہام کے بعد میرے اس بندہ کی عمر تین سال سے متجاوز نہیں ہوگی اور اس کا یہ علم واقع کے بالکل مطابق نکلا۔ کاش مخالفین ایسے زبردست نشانوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ برقی صاحب کے مزعومہ مہمل الہام پر روشنی ڈالتے ہوئے تبلایا گیا ہے کہ وہ الہام ایک طرف تو قرآنی دعوے کو کہ موت اور حیات صرف خدا تعالےٰ کے ہی قبضہ میں ہے اور انسانوں کی موت کے مقررہ وقت کا سرف اسی کو علم ہے صحیح ثابت کرتا ہے اور دوسری طرف خدا تعالےٰ کے عالم الغیب ہونے اور اس کے کامل علم اور کامل قدرت کا یقینی ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ اب حسب وعدہ ذیل میں تینوں سالوں یعنی ۱۹۰۶ء و ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء میں ظاہر ہونے والے ان نشانات کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ جن کے ظاہر کرنے کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے ساتھ اسی الہام میں کیا تھا جس کو جناب برقی صاحب نے اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے نعوذ باللہ مہمل قرار دیا۔

۱۹۰۶ء کے نشانات

(۱)۔ ۱۵ر جنوری ۱۹۰۶ء کو حضورؑ پر اللہ تعالےٰ کی وحی مندرجہ ذیل الفاظ میں نازل ہوتی ہے: ۔

"تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد"

چنانچہ اسی الہام کے بعد جلد ہی شاہ ایران تخت شاہی سے معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ ملک میں پارلیمنٹری حکومت قائم کر دی گئی۔

۲۔ یکم فروری ۱۹۰۶ء کو حضورؑ کو الہام ہوا۔

"تتبعها الرادفة پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

یعنی پہلے زلزلہ کے بعد جو ۴ راپریل ۱۹۰۵ء کو آیا تھا ایک اور زلزلہ آنے والا ہے۔ جو موسم بہار میں آئے گا۔ چنانچہ ۲۸ رفروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ سے یہ پیشگوئی پوری ہو گئی جس سے کوہستانی علاقوں میں جان اور مال کا کافی نقصان ہوا۔

۳۔ بنگالہ کی تقسیم کے بعد حضورؑ کو ۱۱ رفروری ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا:۔

"پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہو گی۔"

اہل بنگالہ پر تقسیم کا یہ فیصلہ سخت شاق گذرا اس وقت کے لفٹنٹ گورنر صاحب کو یہ لوگ سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ سو الہام کے مطابق پہلی دلجوئی تو ان لوگوں کی یہ ہوئی کہ اس گورنر کو مستعفی ہونا پڑا۔ چنانچہ اس کے مستعفی ہونے پر اہل بنگال نے بڑی خوشی منائی اور اپنی دلجوئی کا اقرار کیا۔ پیشگوئی کا یہ حصہ تو ۱۹۰۶ء میں ہی پورا ہو گیا۔ لیکن مکمل دلجوئی ۱۹۱۱ء میں ہوئی جب جارج پنجم نے ہندوستان میں آکر بنگالہ کی تقسیم کی منسوخی کا اعلان کیا۔

۴۔ ریاست جموں کے ایک شخص مسمی چراغدین نے ۱۹۰۲ء میں اعلان کیا کہ وہ خدا کا رسول ہے اور حضرت اقدس مرزا صاحب کے متعلق دعوےٰ کیا کہ نعوذ باللہ ان کو ہلاک کرنے کے لئے حضرت عیسےٰؑ نے انہیں عصا دیا ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کو جب اطلاع ملی تو حضورؑ نے خدا سے الہام پا کر اس کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع کی۔ چنانچہ یہ شخص حضورؑ کی پیشگوئی کے مطابق ۴ راپریل ۱۹۰۶ء کو طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ اور اپنی ہلاکت سے حضرت اقدس مرزا صاحب کی صداقت پر مہر لگا گیا۔

۵۔ ۲۵ر فروری ۱۹۰۶ء کو حضور پر یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی بیوی عنقریب فوت ہو جائے گی۔ حالانکہ اس وقت ان کی بیوی بالکل تندرست اور مکمل صحت کی مالک تھی۔ کسی بیماری کا شکار نہ تھی اس کی موت کی خبر کے ساتھ ہی الہام ہوا:۔

"دردناک دکھ اور دردناک واقعہ"

چنانچہ اس الہام کے چھ ماہ بعد وہ مرض سل میں مبتلا ہو گئی اور باوجود علاج میں پوری کوشش کے شفایاب نہ ہو سکی آخر رمضان ۱۳۲۴ھ کو وفات پا گئی۔

۶۔ ۳۰ر جولائی ۱۹۰۶ء کو حضور پُرنور پر بذریعہ وحی الٰہی ظاہر کیا گیا کہ حضور کی جماعت کا ایک شخص ایک دم میں دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ اور پیٹ پھٹ جائے گا اور شعبان کے مہینہ میں اس کی موت واقعہ ہو گی۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق جماعت کا ایک شخص صاحب نور نامی جو کابل سے ہجرت کر کے قادیان آیا ہوا تھا اور بظاہر جوان اور خوب مضبوط اور توانا تھا شعبان کے مہینہ میں ہی ایک دم فوت ہو گیا۔ ایک دن بالکل اچانک یک دفعہ اس کے پیٹ میں درد اٹھا اور کہنے لگا کہ میرا پیٹ پھٹ گیا اس کے ساتھ ہی وہ اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملا معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ میں رسولی تھی جسے اس نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ اس کے اچانک پھٹنے سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

۷۔ قبولیت دعا کا ایک زبردست نشان۔ مدارس کے ایک تاجر سیٹھ عبدالرحمان نامی حضرت مرزا صاحبؑ کے نہایت مخلص اور صادق مرید تھے وہ کاربنکل یعنی سرطان کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ انہیں ذیابیطس کی بھی شکایت تھی اور عمر بھی پیرانہ سالی تھی۔ انہوں نے اپنی اس خطرناک اور لاعلاج بیماری کے متعلق حضور کو بذریعہ تار اطلاع دی اور دعا کے لئے درخواست کی۔ حضورؑ نے خاص توجہ سے دعا کی الہام ہوا۔ "آثار زندگی"

اس کے بعد سیٹھ صاحب کی طرف سے شفایابی کی تار آگئی جسے انہوں نے معجزہ سے تعبیر کیا۔

۸۔ ۸؍مئی ۱۹۰۶ء۔ رؤیا میں دیکھا کہ کوئی شخص طاعون کے متعلق کہتا ہے:۔

"اب تک پیچھا نہیں چھوڑتی"

چنانچہ حضورؑ کی زندگی یعنی ۱۹۰۸ء تک طاعون نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء میں طاعون سے تین لاکھ بتیس ہزار ۳۳۲۰۰۰۔ اموات ہوئیں اور ۱۹۰۷ء میں دس لاکھ ساٹھ ہزار اور ستاسٹھ ۱۰۶۰۰۶۷۔ اموات ہوئیں۔ ماخوذ از الذکر الحکیم نمبر ۶ صفحہ ۹۶۔ ۱۹۰۸ء میں بھی کافی اموات ہوئیں تھیں لیکن مجھے اس وقت ان کی صحیح تعداد میسر نہیں آسکی۔

۹۔ ادھر اگر طاعون کی تباہ کاریوں کا ذکر ہوتا رہا تو ساتھ ہی گھر میں رہنے والوں کے متعلق اس موذی مرض کی ہلاکت سے محفوظ رکھنے کا وعدہ بھی دہرایا جاتا رہا چنانچہ ۲۸؍مئی ۱۹۰۶ء کو الہام ہوتا ہے۔ اِنّی احافظ کل من فی الدار جس کے ماتحت گھر کے تمام افراد طاعون کا شکار ہونے سے محفوظ رہے۔

۱۰۔ نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ مع اپنے بھائیوں کے سخت مصیبت میں پھنس گئے یعنی یہ کہ وہ ریاست مالیر کوٹلہ کے ولی عہد کے ماتحت رعایا کی طرح قرار دیئے گئے اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے تمام کوششیں ناکام ہو گئیں آخری کوشش یہی باقی رہ گئی تھی۔ کہ گورنر جنرل سے دادرسی چاہیں لیکن بظاہر ان کو وہاں سے بھی کامیابی کی امید نہ تھی اس حالت میں انہوں نے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ سے دعا کی درخواست کی اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ کامیابی کی صورت میں تین ہزار روپیہ حضورؑ کے لنگر خانہ کے اخراجات کے لئے پیش کریں گے۔ چنانچہ حضورؑ نے دعا فرمائی الہام ہوا:۔

"اے سیف! اپنا رُخ اس طرف پھیر لے"

چنانچہ الہام کے ماتحت ان کی اپیل منظور ہو گئی اور یہ لوگ اس مصیبت سے ہمیشہ کے لئے نجات پا گئے۔

۱۲ مدراس کے تاجر سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب کو اپنے کاروبار میں سخت نقصان ہوا جس سے ان کی مالی حالت بہت خراب ہو گئی انہوں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دعا کیلئے عرض کی دُعا کے بعد حضورؑ کو ۵ ار نومبر ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا: "قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بناوے۔ بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے"

چنانچہ اس الہام کے بعد ان کی تجارت چمک اُٹھی اور مالی حالت بہت اچھی ہو گئی جس سے الہام کی پہلی جزو مکمل طور پر پوری ہو گئی۔ لیکن اسکے تھوڑے عرصے بعد پھر حالات بگڑ گئے اور انکی تجارت خسارہ کا شکار ہو گئی اور اس طرح الہام کا دوسرا جزو یعنی "بنا بنایا توڑ دے کوئی اِس کا بھید نہ پاوے" بھی پورا ہو گیا گویا یہ ایک نشان دو نشانوں پر مشتمل ہے۔

۱۳ حیدر آباد دکن سے ایک احمدی نے اپنے لڑکے مسمی عبدالکریم کو قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیجا۔ اس کو ایک دفعہ سگ دیوانہ نے کاٹ لیا۔ علاج کیلئے کسولی بھیجا گیا وہاں سے وہ اچھا ہو کر آ گیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس میں دیوانگی کے آثار ظاہر ہونے لگے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں کسولی تار دی گئی اور علاج دریافت کیا گیا۔

جواب آیا افسوس اب عبدالکریم کے لئے کچھ نہیں ہو سکتا یہ لڑکا اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا اور بڑی دُور سے آیا تھا حضورؑ کے دل میں اس کے لئے بڑا درد پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں حضورؑ نے بڑے الحاح سے اس کی شفاء کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ایک دوا حضورؑ کو القاکی جس کے دینے سے فوراً شفا ہو گئی اور دیوانگی کے تمام آثار بالکل معدوم ہو گئے یہ نشان گویا مردہ زندہ کر دینے کے برابر نشان ہے کیونکہ اس کا علاج اس وقت تک بالکل ایجاد نہیں ہوا تھا اور اس لئے کسولی کے ڈاکٹروں نے صاف لکھ دیا تھا افسوس عبدالکریم

کے لئے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

۱۴۔ ایک دفعہ حضورؑ کے دانتوں میں سخت درد ہؤا جس نے حضورؑ کو سخت بے چین کر دیا کسی حالت میں بھی چین نہ آتا تھا کسی سے اس کا علاج پوچھا تو اس نے کہا علاج دندان اخراج دندان اِس سے حضورؑ گھبرائے اس وقت حضورؑ زمین پر ہی سخت بیتابی کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے پاس ہی چارپائی پڑی ہوئی تھی اس پر حضورؑ نے سر رکھ دیا کچھ نیند آ گئی اُٹھے تو درد کا نام و نشان نہ تھا۔ ساتھ ہی الہام ہؤا۔ "اذا مرضت فھو یشفی" یعنی جب تو بیمار ہوتا ہے تو خدا ہی شفا دیتا ہے۔ یہ ستمبر ۱۹۰۶ء کے آخر کا واقعہ ہے۔

۱۵۔ حضورؑ کو ذیابیطس کی بیماری وفات تک قریبًا ۲۲ برس رہی پیشاب میں شکر بھی پائی جاتی تھی اور یہ بیماری درحقیقت حسب پیشگوئی حدیث نبویؐ مسیح موعود کے لئے بطور ایک علامت کے تھی۔ بہرحال اس بیماری کے نتیجہ میں نزول الماء کا خطرہ لاحق رہتا تھا اور ساتھ ہی کاربنکل یعنی سرطان کی بیماری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ بھی دامنگیر تھا۔ ان دونوں ہی خطرناک بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضورؑ کو مندرجہ ذیل وحی کے ذریعہ بشارت دی ہوئی تھی:۔

"نزلت الرحمت علےٰ ثلاث علی العین وعلی الاخریین۔ یعنی تین پر خدا کی رحمت نازل رہے گی۔ ایک آنکھ پر یعنی نزول الماء وغیرہ سے بکلی محفوظ رہے گی اور دو اور اعضاء کی تشریح گو نہیں کی گئی۔ لیکن حالات سے یہی معلوم ہوتا ہے ایک تو وہ عضو محفوظ رہے گا جو سرطان کے حملہ کا محل بن سکتا ہے اور دوسرے سر کو اس قدر کمزور ہونے سے محفوظ رکھا جائے گا۔ کہ وہ غور و فکر سے عاری ہو کر خدمت دین کو بجالانے سے محروم ہو جائے

چنانچہ یہ پیشگوئی جس طرح پہلے سالوں میں پوری ہوتی رہی۔ اسی طرح اِن آخری تین سالوں یعنی ۱۹۰۶ئہ اور ۱۹۰۷ئہ اور ۱۹۰۸ئہ میں بھی پوری ہوئی یعنے اِن آخری سالوں میں بھی حضورؑ اِن بیماریوں سے محفوظ رہے اور فرائض دینیہ کو سرانجام دینے میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا ایسے مریض کا جیسا کہ حضرت مرزا صاحبؑ تھے۔ اس قسم کی بیماریوں اور کمزوریوں سے محفوظ رہنا اور خدا کے وعدہ کے مطابق محفوظ رہنا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ کاش غور کرنے والے اور ایسے نشانوں سے فائدہ اٹھانے والے دل پیدا ہوں۔

۱۷۔ دوران سر کی تکلیف بھی ذیابیطس کے ساتھ ہی چلی جاتی تھی اور یہ بھی درحقیقت حدیث نبویؐ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود کی علامتوں میں سے ایک علامت تھی اور یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں بیماریاں باوجود خطرناک ہونے کے حضورؑ کی دینی خدمت میں حائل نہیں ہوئیں۔ دورانِ سر جب کبھی شدت اختیار کر جاتا تھا۔ اور حضورؑ سخت کمزوری اور ضعف محسوس کرنے لگ جاتے تھے۔ تو حضورؑ کو فکر لاحق ہو جاتی تھی کہ شاید اب میں دین کی خدمت سے محروم ہو جاؤں گا۔

حضورؑ کے اس فکر کو دُور کرنے کے لئے فوراً خدا تعالےٰ کی طرف سے مندرجہ ذیل وحی کے ذریعہ تسلی دی جاتی رہی۔

"تُرَدُّ الیکَ انوارُ الشباب"

یعنے جوانی کے انوار تیری طرف لوٹائے جائیں گے۔

"سیاتی علیک زمن الشباب"

یعنی جس طرح جوانی کے زمانہ میں صحت کی حالت میں انسان کام کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اسی طرح باوجود ان بیماریوں کے تجھے بھی خدمت دین کرنے کی طاقت عطا کی جائے گی

چنانچہ مئی ۱۹۰۶ء میں بھی حضورؑ پر دوران سر کا شدید حملہ ہوا اور وہی فکر حضورؑ کو لاحق ہوا تو۔۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء کو اس الہام "تردالیک انوار الشباب سیاتی علیک زمن الشباب" نے حضورؑ کو تسلی دی اور اس الہام کی صداقت کا عملی ثبوت یہ ہے کہ حضورؑ نے اسی سال حقیقۃ الوحی جیسی ضخیم کتاب تصنیف فرمائی جس میں ایسے اہم مضامین پر بحث کی گئی ہے جو کافی غور و فکر کے متقاضی تھے۔

یہ بات تو واضح ہو گئی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زندگی کے آخری تین سالوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۵۶ مزید نشانات حضور کے ہاتھ پر ظاہر کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا اور الہام یہ ہوگا۔ یہ ہوگا، یہ ہوگا تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا یعنی واقعہ وفات پیش آئے گا۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔۔۔۔۔ [حضورؑ کے ہاتھ پر] اور ان ۵۶ مزید نشانوں کے دکھلائے جانے سے ان تمام نشانوں کی تکمیل ہو جائے گی جو حضورؑ کی زندگی میں دکھلائے جانے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر تھے۔ اور حضورؑ کے الہام امّا نرینّک بعض الذی نعدھم او نتوفینّک کے ماتحت دنیا کو باقی نشانات دکھلانے کا سلسلہ حضورؑ کی وفات کے بعد شروع ہونا تھا۔ اس ضمن میں ۱۶۱ وہ نشانات پیش کئے جا چکے ہیں۔ جو ۱۹۰۶ء میں دکھلائے گئے۔

ان نشانوں کی افادیت

اگر مخالفین غور سے کام لیں تو ان کو ان میں سے ہر نشان ایمان افروز نظر آئے گا اور وہ علیٰ وجہ البصیرۃ یقین کریں گے کہ روئے زمین پر قرآن کریم ہی فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس کی کامل پیروی سے انسان خدا تعالیٰ کے اس حد تک قریب ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے یقینی مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ حضرت نبی کریم صلعم فی الحقیقت خاتم النبیین ہیں اور اس کا

عملی ثبوت یہ ہے کہ آنحضور صلعم کے فیض کا چشمہ صافی اب تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

۱۹۰۶ء کے مزید نشانات

اب ذیل میں ۱۹۰۶ء کے مزید نشان درج کئے جاتے ہیں۔ (۱) حضور نے ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد جو وہ بھی حضور کی پیشگوئی کے ماتحت آیا تھا پھر ۹ر اپریل ۱۹۰۵ء کو منجملہ اور الہامات کے اپنا یہ الہام بھی شائع کیا۔

"لک نری آیات ونہدم مایعمرون"

اس الہام کی تشریح میں حضور ؑ نے فرمایا:۔

"ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے اور وہ عمارتیں جن کو غافل انسان بناتے ہیں یا آئندہ بنائیں گے۔ گرادیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے ہوں گے جو عمارتوں کو وقتاً فوقتاً گرائیں گے"

اس پیشگوئی کے ماتحت ایک تو ۲۰ر مئی ۱۹۰۵ء کو دھرم سالہ میں پھر سخت زلزلہ آیا اور نئے مکانات جو ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کی تباہی کے بعد رہائش کے لئے بنائے گئے تھے۔ ان میں سے بھی بہت سے گر گئے۔ حالانکہ ۴ر اپریل کے زلزلہ کے بعد طبقات الارض کے ماہرین نے یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ اب سو سال تک یہاں کوئی زلزلہ نہیں آسکتا۔

خبر زلزلہ کا یہ نشان تو ۱۹۰۵ء سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا ذکر ضمناً آگیا ہے ورنہ اصل مقصود تو ۱۹۰۶ء کے نشانوں کا ذکر کرنا ہے۔ حضور ؑ کی مندرجہ بالا تشریح سے معلوم

ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے آنے کی پیشگوئی کی جارہی ہے۔ اس الہام کے بعد زلزلوں کے متعلق اسی سال اور بھی کئی الہامات ہوئے جن کا اِس جگہ ذکر کرنا نشانوں کی اہمیت کے مدنظر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۵ اراپریل ۱۹۰۵ء کا خواب:۔ "آج رات خواب میں دیکھا کہ سخت زلزلہ آیا ہے۔ جو پہلے سے زیادہ سخت معلوم ہوتا تھا"

پھر ۸ اراپریل کو فرمایا:۔ "اِس کے بعد کیا دیکھتا ہوں۔ کہ بڑے زور سے زلزلہ آیا ہے اور زمین اِس طرح اڑ رہی ہے جیسے روئی دھنی جاتی ہے"

پھر ۲۳ راپریل کو الہام ہُوا:۔ "بھونچال آیا اور بڑی شدت سے آیا"۔

پھر ۲۵ راپریل کو الہام ہُوا:۔ قل مالك حيلة یعنے کہہ دو اے انسانو تم اپنی کسی تدبیر سے ان تباہ کن زلزلوں کو روک نہیں سکتے۔

پھر ۲۸ راپریل کو الہام ہُوا:۔ "فتح نمایاں۔ ہماری فتح۔ صداقت الرؤیا" یعنے یہ خوابیں سچی ثابت ہو کر ہماری فتح کے لئے بطور نشان کے ہوں گی۔

پھر ۲۳ رمئی ۱۹۰۵ء کو الہام ہوا۔ "زمین تہ و بالا کر دی گئی"

پھر ۳ ارستمبر ۱۹۰۵ء کو الہام ہوا:۔ "عفت الديار كذكرى" یعنی شہر مٹ جائیں گے کذکری کی تشریح میں فرمایا "کذکری سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے پیشگوئی ہو چکی ہے"

نشانات کا عالمگیر ہونا

اس جگہ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ ساری دنیا کے لئے بطور امام مبعوث کئے گئے تھے اس لئے حضورؑ کے نشانات بھی عالمگیر تھے مختلف ممالک میں ان کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ نہ افریقہ ان نشانوں سے خالی رہا نہ یورپ نہ امریکہ نہ جاپان نہ افغانستان نہ پنجاب ہندوستان نہ عرب۔ غرضیکہ کوئی قطعہ ارض بھی ایسا نہیں جہاں اتمام حجت کے لئے حضور کا کوئی نہ کوئی

نشان ظاہر نہ ہوا ہو۔ پس مندرجہ بالا الہاموں میں بیان کردہ اوصاف والا زلزلہ دنیا کے جس علاقہ میں بھی آئے وہ پیشگوئی کو پورا کرنے والا قرار پائے گا۔

تین زبردست زلزلے

چنانچہ مندرجہ بالا الہامات کی صداقت کو ثابت کرنے والے اس جگہ تین ہولناک اور تباہی افگن زلزلوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو ۱۹۰۶ء میں آئے اُن میں سے ایک سان فرانسسکو میں آیا اور ایک فارموسا میں آیا اور ان دونوں زلزلوں نے کافی تباہی مچائی اور ان سے جان و مال کا بھی کافی نقصان ہُوا۔

تیسرا زلزلہ ۱۶ / اگست ۱۹۰۶ء کو امریکہ کے جنوبی حصہ یعنی چِلّی میں آیا جس سے زمین تہ و بالا کر دی گئی الہام مکمل طور پر پورا ہو گیا چنانچہ اس زلزلہ میں پندرہ چھوٹے بڑے شہر اور قصبے برباد ہو گئے اور ہزارہا جانیں تلف ہو گئیں اور دس لاکھ آدمی بے خانماں ہو گئے۔

اس زلزلہ کی خصوصیّت

اس زلزلہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس کا وقت بھی متعیّن کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ۲۵ / مئی ۱۹۰۶ء کو حضور کو الہام ہوتا ہے:۔ "ھل اتاک حدیث الزلزلۃ بل یاتیھم بغتۃ" "دو چار ماہ۔"

چنانچہ چِلّی کا زلزلہ ۱۶ / اگست ۱۹۰۶ء کو آیا یعنے الہام کے دو ماہ اور ۲۳ دن بعد جس نے "دو چار ماہ" والے الہام کو بھی پورا کر دیا۔ جس سے پتہ لگ گیا کہ الہام "ھل اتاک حدیث الزلزلۃ" میں اسی زلزلہ کی طرف اشارہ تھا۔ مندرجہ بالا زلزلے جو تین مختلف شہروں میں آئے درحقیقت تین نشان ہیں اس لئے اگلا نشان نمبر ۲ سے شروع کیا جاتا ہے

۲۰ - ۲۳ / اگست ۱۹۰۶ء کو حضور کو الہام ہوتا ہے "آجکل کوئی نشان ظاہر ہوگا"۔ ۶ / ستمبر ۱۹۰۶ء کو یہ نشان پورا ہو گیا تفصیل اس کی یہ ہے ۵ / ستمبر ۱۹۰۶ء کو حضور نے مندرجہ ذیل رؤیا دیکھا:۔

"میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان (جو سلسلہ سے الگ ہو کر سخت دشمنی پر اُتر آئے تھے۔ از ناقل) ہمارے مکان کے پاس کھڑا ہے۔ اور والدہ محمد اسحاق (محمد اسحاق حضور کا نسبتی بھائی تھا اور حضورؑ کے مکان میں ہی رہتا تھا از ناقل) اس کو اپنے گھر میں بلاتی ہیں مگر میں نے اسے اندر نہیں آنے دیا اور میں نے کہا کہ میں نہیں آنے دیتا اس میں ہماری بے عزتی ہے۔"

اس رؤیا کی تعبیر میں فرمایا دشمن کے گھر میں داخل ہونے سے مراد کوئی مصیبت یا موت ہوتی ہے اور وہ اندر نہیں آسکا یعنے خدا نے اس بلا کو ٹال دیا پھر الہام ہوا۔

"انّی احافظ کل من فی الدار"

ترجمہ:۔ میں اُن سب کی حفاظت کروں گا جو اس گھر میں ہیں یہ الہام حضورؑ کے گھر میں رہنے والوں کو طاعونی موت سے محفوظ رکھنے کے متعلق تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوابوں میں جو کچھ حضورؑ کو دکھایا گیا اس سے مراد گھر میں کوئی واقعہ طاعون کا یا طاعون سے مشابہ کسی بیماری کا پیش آنے والا ہے لیکن وعدۂ الٰہی کے مطابق حفاظت رہے گی اور آنے والی بلا ٹل جائے گی۔ علاوہ اس کے ایک گوشت کا ٹکڑا خواب میں دیکھا گیا جو کسی غم کی طرف دلالت کرتا تھا۔ اور یہ بھی کہ ایک انڈا میرے ہاتھ میں ہے جو کہ ٹوٹ گیا ہے یہ بھی کسی کی موت کی طرف اشارہ تھا۔ لیکن خواب کے تمام امور معلق ہوتے ہیں دُعا سے ٹل سکتے ہیں قطعی حکم نہیں ہوتا۔"

چنانچہ محمد اسحاق کے والد یعنی حضورؑ کے خُسر میر ناصر نواب صاحب جو اس دن لاہور جانے والے تھے ان کو حضورؑ نے یہ کہہ کر لاہور جانے سے روک دیا کہ خوابیں دلالت کرتی ہیں کہ آپ کے گھر پر کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مصیبت سفر میں آکر شماتت اعداء کا موجب ہو۔ چنانچہ میر صاحب لاہور جانے سے رُک گئے یہ خوابیں ۵ ستمبر ۱۹۰۶ء کی تھیں اس کے دوسرے دن یعنی ۶ ستمبر ۱۹۰۶ء کو یہ پوری ہو گئیں تفصیل اس کی یہ ہے

کہ دوسرے دن ہی محمد اسحاق کو سخت بخار ہو گیا اور اس بخار کے ساتھ رانوں میں دو گلٹیاں نکل آئیں جس سے سب گھر والے دہشت زدہ ہو گئے۔ اور حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی جو معالج تھے دہشت زدہ ہو گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر حضورؑ نے نہایت تضرع سے دعا کی جس کے نتیجہ میں دو تین گھنٹے میں ہی بخار اتر گیا۔ اور گلٹیاں بھی غائب ہو گئیں اور الہام "آج کل کوئی نشان ظاہر ہو گا" پورا ہو گیا چنانچہ یہ نشان تین طریقوں سے پورا ہوا۔ ایک تو قبولیت دعا کے ذریعہ سے دوسرے خوابوں کے سچا نکلنے کے ذریعہ سے تیسرے الہام اِنّی احافظ کل من فی الدار کے پورا ہونے کے ذریعہ سے ظاہر ہوا۔

۲۱۔ ذیل میں ان چند آدمیوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ جو مباہلہ کے رنگ میں نشان طلب کرنے کے نتیجہ میں یا سخت بدزبانی اور شدید مخالفت کے نتیجہ میں طاعون سے ہلاک ہوئے۔

۱۔ موضع بھڑی چٹھہ تحصیل حافظ آباد کے ایک باشندہ مسمی نور احمدؐ نے اپنے بھتیجے منشی محبوب عالم صاحب احمدی کو ایک دن کہا کہ مرزا صاحب اپنی مسیحیت کے دعوے پر کیوں کوئی نشان نہیں دکھلاتے منشی صاحب نے اسے جواب دیا کہ ان کے نشانوں میں سے ایک نشان طاعون ہے جو پیشگوئی کے بعد آئی اور دنیا کو کھاتی جاتی ہے۔ اس بات کو سن کر نور احمد بول اٹھا کہ طاعون ہمیں نہیں چھوٹے گی بلکہ یہ طاعون مرزا صاحب کو ہی ہلاک کرنے کے لئے آئی ہے۔ اور اس کا اثر ہم پر ہرگز نہیں ہو گا۔ مرزا صاحب پر ہی ہو گا۔ (اس شخص کا یہ طرز کلام صاف مباہلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے از ناقل) چنانچہ اس گفتگو کے ایک ہفتہ بعد شخص مذکور نور احمد خان طاعون سے ہلاک ہو گیا کیا اس کی یہ موت حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پر زبردست نشان نہیں۔ ان فی ذالک لعبرۃ لمن یخشیٰ۔

۲۲۔ ایک شخص مولوی زین العابدین مولوی فاضل ومنشی فاضل نے ایک احمدی مولوی

محمد علی صاحب سیالکوٹی سے حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پر مباہلہ کیا اس مباہلہ کے تھوڑے دنوں بعد ہی طاعون سے ہلاک ہوگیا کیا یہ کھلا کھلا ثبوت نہیں اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ کی تائید ہمیشہ حضرت مرزا صاحبؑ کے ساتھ ہی رہی اور حضورؑ کے مخالفین ہمیشہ الٰہی قہر و غضب کا ہی نشانہ بنتے رہے۔

۲۳۔ اسی طرح سیالکوٹ میں ایک شخص مسمی حافظ سلطان حضورؑ کا سخت مخالف تھا۔ اور مخالفت میں اس حد تک پہنچ گیا تھا۔ کہ حضورؑ جب سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ تو اس نے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ کہ حضورؑ کی سواری پر راکھ ڈالے اس کے گھر کے افراد بھی اس کی مخالفت میں شریک تھے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء میں وہ خود بھی طاعون سے ہلاک ہوگیا اور اس کے ساتھ اس کے گھر کے نو یا دس افراد بھی طاعون سے ہلاک ہوگئے۔

۲۴۔ اسی طرح سیالکوٹ میں ہی ایک شخص محمد شفیع نامی احمدیت کو چھوڑ کر مخالفوں میں جا ملا اور کھلم کھلا شدید مخالفت اور دشمنی پر اُتر آیا اور شدید دشمنوں کی مدد سے مدرستہ القرآن کی بنیاد ڈالی۔ آخر جب اس کی مخالفت اور شرارت حد سے بڑھ گئی تو طاعون نے اس کو بھی لقمہ اجل بنا لیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی بیوی اس کی والدہ اور اس کا بھائی اور مدرسہ کے کام میں اس کی مدد کرنے والے دشمن بھی طاعون کا شکار ہوگئے جس سے ان سب کی صف ہی لپیٹ دی گئی۔

۲۵۔ اسی طرح ایک شخص مرزا سردار بیگ سیالکوٹی اپنی گندہ زبانی اور شوخی میں بہت بڑھ گیا۔ اور ہر وقت استہزاء اور ٹھٹھا اس کا کام تھا اور ہر ایک بات طنز اور شوخی سے کرتا تھا۔ ایک دن نہایت شوخی سے اُس نے ایک احمدی کو کہا کہ کیوں ہر وقت طاعون طاعون کرتے ہو ہم تو تب جانیں کہ ہمیں طاعون ہو۔ چنانچہ اپنے اس قول کے دو دن بعد ہی طاعون سے ہلاک ہوگیا۔

اس قسم کی مثالیں تو بہت ہیں لیکن عبرت حاصل کرنے اور صداقت کو قبول کرنے

کے لئے اتنی ہی کافی ہیں۔

۱۹۰۷ء کے نشانات

ڈوئی کا دعوےٰ (۲۶) امریکہ میں ایک شخص ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی نامی پیدا ہؤا۔ جس نے نبی اور رسول ہونے کا دعوےٰ کیا اور بڑے زور شور سے یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ (نعوذ باللہ) اسلام کا خاتمہ کرنے کے لئے مبعوث ہؤا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اور گندی گالیوں سے کام لینا اس کا شیوہ تھا۔ اپنے اخبار میں اس نے یہ الفاظ شائع کئے:۔

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جاوے اے خدا تو ایسا ہی کر اے خدا اسلام کو ہلاک کر دے۔"

حضرت مرزا صاحب کا چیلنج

سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے اس کی تعلّی اور گندہ زبانی کو دیکھ کر اسے مباہلہ کی طرف بلایا جس کا مضمون حضور ہی کے الفاظ میں یہ تھا:۔

"اسلام سچا ہے اور عیسائی مذہب کا عقیدہ جھوٹا ہے اور میں خدا تعالےٰ کی طرف سے وہی مسیح ہوں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا۔ اور نبیوں کے نوشتوں میں اس کا وعدہ تھا۔ ڈاکٹر ڈوئی اپنے دعوےٰ رسول ہونے میں جھوٹا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرے تو میری زندگی میں ہی بہت سی حسرت اور دکھ کے ساتھ مرے گا اور اگر مباہلہ نہ بھی کرے تب بھی وہ خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔"

اخباروں میں چیلنج کی اشاعت

حضورؑ ...... کے مندرجہ بالا مضمون کو امریکہ کے ۳۲ نامی اخباروں نے شائع کیا اور ڈوئی کو مقابلہ میں نکلنے کے لئے اُکسایا ڈوئی نے ان کے مطالعہ سے تنگ آکر جو جواب دیا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

ڈوئی کا جواب "ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس شخص کا جواب کیوں نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔"

ڈوئی کی زندگی اور اپنے شہر کے متعلق اس کا دعوے پھر اپنے شہر صیحون جسے اُس نے آباد کیا تھا اور جس میں وہ شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے مالدار ہزاروں کی تعداد میں اِس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ جو ہزاروں روپیہ سے اِس کی امداد کر رہے تھے۔ اپنے اِس شہر کے متعلق اس نے لکھا:۔

"میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دِن آجائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹ جائے لے خدا ہمیں وہ وقت دکھلا۔"

اس کا یہ دعوے تھا:۔

"میری دُعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام نابود ہو جائے گا اور خانہ کعبہ ویران ہو جائے گا۔"

حضرت مرزا صاحبؑ کا اعلان اِس کے مقابلہ میں حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے خدا سے الہام پاکر اس کے متعلق صاف الفاظ میں اعلان کیا:۔

"خواہ ڈوئی میرے ساتھ مباہلہ کرے۔ یا نہ کرے وہ خدا کے عذاب سے نہیں بچے گا اور خدا جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کرکے دکھا دے گا۔"

۲۳ر اگست ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابلہ میں جو اشتہار انگریزی میں شائع ہُوا اس کے

مندرجہ ذیل فقرے قابل غور ہیں جن کا اُردو ترجمہ حسب ذیل ہے :۔

"میں عمر میں ۷۰ برس کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے لیکن میں نے اپنی بڑی عمر کی پروا نہیں کی کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا بلکہ خدا جو احکم الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کرے گا اور اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے اب میں اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے کامل اور قادر خدا جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے اور ظاہر ہوتا رہے گا یہ فیصلہ جلد کر اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی سے تو نے مجھے وعدہ دیا ہے وہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اے قادر خدا میری دُعا سُن لے تمام طاقتیں تجھ کو ہیں"

اس بارے میں حضورؑ کے الہامات

مندرجہ بالا اشتہار جن الہامات کی بناء پر شائع کیا گیا وہ مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء کو الہام ہُوا۔ "الم تر کیف فعل ربّک باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل"

جس طرح ابرہہ نے خانہ کعبہ کو ویران کرنے کی مہم چلائی تھی اسی طرح ڈوئی نے بھی دعوے کیا کہ اس کی دُعا سے خانہ کعبہ ویران ہو جائے گا۔ اسلام نابود ہو جائے گا۔ تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے۔ جس طرح ابرہہ خانہ کعبہ کو ویران کرنے کی کوشش میں خود ہی ہلاک ہو گیا اسی طرح ڈوئی کے متعلق بھی خدا نے سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کو بتلایا کہ خانہ کعبہ کو ویران دیکھنے کی تمنا رکھنے والے ڈوئی کا اپنا شہر صیحون ویرانی کا شکار ہو جائے گا۔ اسلام کو نابود اور مسلمانوں کو ہلاک دیکھنے کی آرزو رکھنے والا خود ہی ہلاکت کے اتھاہ گڑھے میں گر کر نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

۲۔ اس سے چند روز قبل یہ الہام ہو چکا تھا :۔

"انی انا الرحمان حل غضبه علی الارض"

الارض کے لفظ میں اگرچہ عمومیت ہے۔ لیکن شان نزول کے لحاظ سے اس سے مراد خصوصیت سے ارض صیحون ہی ہے۔

۳۔ پھر ۲۰ر اگست کو الہام ہوا : "کتب الله لاغلبن انا ورسلی"

یعنے خدا کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ وہ اور اُس کے فرستادہ ہی غالب آیا کرتے ہیں اس لئے ڈوئی کے مقابلہ میں حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کو ہی غلبہ حاصل ہو گا۔

۴۔ پھر ۲۲ر اگست کو الہام ہوا :۔

"خدا کی پناہ میں عمر گذارو"

یعنی تم اللہ تعالےٰ کی پناہ میں ہو اس لئے ڈوئی کی دعاؤں کا تم پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ بناء بریں تم پورے اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ مندرجہ بالا الہامات کے بعد حضورؑ نے ۲۳ر اگست کو وہ اشتہار شائع کر دیا جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

مہلت کا قانون

قرآن کریم ہمیں بتلاتا ہے کہ سرکش لوگوں کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ڈھیل ملا کرتی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ویمدهم فی طغیانهم یعمهون یعنی خدا تو اپنے قانون کے ماتحت ایسے سرکش لوگوں کو مہلت دیتا ہے۔ لیکن وہ اس سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے اپنی سرکشی میں حد سے بڑھتے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ آخر الٰہی گرفت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی قانون الٰہی کے ماتحت جب ڈوئی کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور وہ بجائے اس مہلت سے فائدہ اٹھانے کے گستاخ سے گستاخ تر ہوتا چلا گیا تو اشتہار مندرجہ بالا کے ½ ۳ سال بعد الٰہی گرفت نے اپنا رنگ دکھلایا اور مارچ ۱۹۰۷ء کے پہلے ہفتہ میں اللہ تعالےٰ کے تمام الہاموں کو سچا ثابت کرتے ہوئے واصل جہنم ہو گیا چنانچہ اس کی تباہی سے قبل حضورؑ کو مندرجہ ذیل الہامات ہوئے :۔

مزید الہامات

(۵) یکم فروری ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا :۔ روشن نشان ۔ ہماری فتح ہوئی پھر ۹ / فروری کو الہام ہوا :۔

"انک انت الاعلیٰ" یعنے ایک روشن نشان ظاہر ہونے والا ہے جس میں تمہاری فتح ہو گی اور اس شخص کے مقابلہ میں تمہیں ہی غلبہ حاصل ہو گا، پھر الہام ہوا۔

۶۔ "ان اللہ مع الابرار" یعنی خدا کی معیت ہمیشہ ابرار کے ہی شامل حال ہوا کرتی ہے

۷۔ پھر الہام ہوا۔ "انت من الابرار"

یعنے تو ابرار میں سے ہے اس لئے خدا کی معیت تیرے ہی شامل حال ہو گی۔

۸۔ پھر اس کے ساتھ الہام ہوا :۔ "تمام دنیا میں سے ایک"

اس الہام میں حضورؑ کے بلند مقام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس وقت دنیا میں تم ہی ایک شخص ہو جس کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے ہاتھ پر خدا کے عظیم الشان نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور جس کی دعا اور توجہ سے دشمنان اسلام زک پر زک اُٹھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اور جس کے ذریعہ حضرت نبی کریم صلعم کی وہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے جو مسیح موعود کے متعلق آنحضور صلعم نے ان الفاظ میں فرمائی۔ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الا مات ونفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ

اب دیکھ لو کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی نظر امریکہ پر جا پڑی تو حضورؑ کی دعا نے وہاں پہنچ کر اپنا اثر دکھلایا اور ایک دشمن اسلام مفتری علی اللہ کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ اس سے بڑھ کر حضورؑ کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے جتنے شخصوں کی طرف حضورؑ نے توجہ کی وہ سب کے سب ہلاک ہوئے۔ ویسے بھی ڈوئی جیسے دشمن اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کو گالیاں دینے والے کے خلاف اگر کسی نے غیرت دکھلائی اور اسے روحانی مقابلہ کے لئے للکارا تو وہ تمام مسلمانوں میں حضورؑ ہی ایک شخص تھے۔

۹۔ پھر ۱۲ر فروری کو الہام ہوا:۔ "ایک اور خوشخبری"
اس سے بڑھ کر اور کیا خوشخبری ہو سکتی ہے۔ کہ ڈوئی جیسے دشمن اسلام نے جو اسلام کی تباہی کو دیکھنے کا متمنی تھا خدا تعالےٰ کی پیشگوئیوں کے مطابق انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم کی راہ لے۔

۱۰۔ اس کے ساتھ ہی الہام ہوا:۔ "نثنی علیک"
ہم تیری ثنا کا سامان کر دیں گے ڈوئی کے متعلق حضورؑ کی پیشگوئی نے پورا ہو کر حضورؑ کو فی الحقیقت قابل ثنا بنا دیا۔

۱۱۔ اس کے ساتھ ہی الہام ہوا:۔ "الخیر و البرکۃ"

اسلام کی برتری دیگر مذاہب پر

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ڈوئی کی پیشگوئیوں کے ماتحت ذلت آمیز موت اسلام اور اہل اسلام کے لئے یقیناً خیر و برکت کے سامان اپنے اندر لئے ہوئے تھی جیسا کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے لکھا تھا کہ:۔

"اسلام سچا ہے اور عیسائی مذہب کا عقیدہ جھوٹا ہے"

ڈوئی کی موت نے اسلام کی سچائی اور عیسائی مذہب کے عقائد کے غلط ہونے پر مُہر لگا دی اس کے ساتھ ہی حضورؑ نے یہ بھی لکھا تھا:۔

"میں خدا تعالےٰ کی طرف سے وہی مسیح ہوں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا اور نبیوں کے نوشتوں میں اس کا وعدہ تھا"

پس ڈوئی کی موت نے اگر ایک طرف سیّدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے سچا مسیح ہونے کو ثابت کر دیا تو ساتھ ہی اس بات کو بھی پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا۔ کہ خدا کا پسندیدہ مذہب اسلام ہی ہے جس کی کامل پیروی کے نتیجہ میں انسان اس بلند روحانی مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے کہ وہ مسیح موعود کے عالی منصب پر کھڑا کیا جائے پس مسیح موعود کا اُمت مسلمہ میں ظاہر

ہونا بھی اسلام ہی کی سچائی پر زبردست دلیل ہے۔ پس اس پیشگوئی سے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام
کی سچائی بھی نمایاں طور پر ثابت ہو جاتی ہے ۔

۱۲۔ پھر ۹ رفروری کو یہ بھی الہام ہوا :۔ العید الآخر تنال منہ فتحاً عظیماً چنانچہ
حضورؑ نے اس الہام کے متعلق جو تفہیم ہوئی اسے ان الفاظ میں لکھا :۔

"۹ رفروری ۱۹۰۷ء کو مجھے یہ الہام ہوا۔ انک انت الاعلٰی۔ یعنی غلبہ تجھی کو ہوگا اور اسی تاریخ کو مجھے یہ الہام ہوا۔ العید الآخر تنال منہ فتحاً عظیماً یعنی ایک اور خوشی کا نشان تجھ کو ملے گا جس سے ایک بڑی فتح تیری ہوگی۔ جس میں یہ تفہیم ہوئی کہ ممالک شرقیہ میں تو سعد اللہ لدھیانوی میری پیشگوئی اور مباہلہ کے بعد جنوری کے پہلے ہفتے میں ہی نمونیا پلیگ سے مرگیا یہ تو پہلا نشان تھا اور دوسرا نشان اس سے بہت ہی بڑا ہوگا سو وہ ڈوئی کی موت ہے جو ممالک غربیہ میں ظہور میں آئی ۔

اس کے علاوہ ۲۰ رفروری ۱۹۰۷ء کو حضورؑ نے ایک اشتہار میں مندرجہ ذیل الفاظ شائع فرمائے :۔

۱۳۔ "خدا فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی وہ تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا (یعنے ظہور اس کا صرف ہندوستان تک محدود نہیں ہوگا) اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا چاہیئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے مبارک ہے وہ جو اس سے فائدہ اُٹھائے گا اس اعلان کے پندرہ دن بعد ہی ڈوئی کی موت کا نشان ظاہر ہو گیا۔ اور ڈوئی جو عالمگیر شہرت کا مالک تھا اس لئے اس کی موت کا نشان عالمگیر نشان کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس ذلت و رسوائی سے اس کی موت وقوع میں آئی اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔ اور دیکھیں

کہ کس صفائی سے خدا کے الفاظ اِس کے حق میں پورے ہوئے ہیں۔

ڈوئی کی موت سے قبل کی ذلتیں

موت سے قبل ڈوئی کا خائن ہونا ثابت ہوگیا وہ شراب کو اپنی تعلیم میں حرام قرار دیتا تھا لیکن اس کا اپنا شراب خوار ہونا ثابت ہوگیا۔ یہ شخص بڑی حسرت کے ساتھ اپنے شہر صیحون سے نکالا گیا جس کو اس نے کئی لاکھ روپے صرف کرکے آباد کیا تھا۔ اس شہر کی رونق بھی جاتی رہی آبادی ویرانی میں تبدیل ہوگئی، عروج زوال میں منتقل ہوگیا جو شخص کعبہ کو ویران دیکھنا چاہتا تھا اِس کو اپنا شہر ویران دیکھنا پڑ گیا۔

پھر اس شخص کے پاس سات کروڑ روپیہ نقد موجود تھا وہ بھی اس سے چھین لیا گیا اس کی بیوی اور بیٹا اس کے دشمن ہوگئے اور اِس کے باپ نے اعلان کر دیا کہ "ولد الزنا ہے" ان سب ذلتوں اور رسوائیوں کے بعد اِس پر فالج گرا اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اِسے اٹھائے پھرتے تھے ان غموں کے باعث آخر پاگل ہوگیا اور اسی حالت میں مارچ ۱۹۰۷ء کے پہلے ہی ہفتہ میں بڑی حسرت اور دکھ اور درد کے ساتھ خس کم جہاں پاک کا مصداق بن کر لقمہ اجل بن گیا۔

حضورؑ کے دو مزید الہام

۱۰ فروری ۱۹۰۷ء کو حضورؑ کو اس کے متعلق دو الہام ہوئے۔

۱۔ "دعنی اقتل من اذاک" (۲) "ان العذاب مربع مدور"

یعنی مجھے چھوڑ دے کہ میں اس شخص کو ہلاک کر دوں جس نے تجھے اذیت پہنچائی ہے سیّدنا حضرت مرزا صاحبؑ کو اس سے بڑھ کر اذیت پہنچانے والا کوئی امر نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ حضورؑ کے آقا نامدار حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں گستاخی کی جائے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جائیں چنانچہ لیکھرام کی موت کی پیشگوئی بھی اسی بناء پر کی گئی تھی چنانچہ اس الہام کے بعد ایک ماہ کے اندر ڈوئی موت کا شکار ہو گیا۔

دوسرے الہام میں بتایا گیا ہے کہ موت سے قبل اس کی زندگی کا ہر پہلو عذاب کا نشانہ بنے گا اور دائرہ کی طرح عذاب الٰہی اس کو اپنے گھیرے میں لے لے گا جس پر کہ مربع اور مُدَوَّرٌ کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں۔ اس الہام کی صداقت ان ذلّتوں اور رسوائیوں سے ثابت ہو رہی ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جو عذاب الٰہی کا نشانہ نہ بنا ہو۔

یہ نشان مجموعہ نشانات ہے یہ نشان درحقیقت ۵ ارنشانوں کا مجموعہ ہے۔ کیونکہ ۵ ار الہامات اس سے پورے ہوئے ہیں

جس طرح ۱۹۰۶ء کے الہام "ھل اتاک حدیث الزلزلۃ دو چار ماہ" عظیم الشان غیب پر مشتمل تھا جس کے معنی تھے کہ حیرت ناک تباہ کن زلزلہ کی پیشگوئی متعدد الہامات میں کی گئی ہے۔ اس کی خبر یقینی طور پر دو چار ماہ میں تجھ تک پہنچ جائے گی۔ چنانچہ چلّی کے تباہ کن اور قیامت خیز زلزلہ کی خبر اسی مدت مقررہ میں اخباروں کے ذریعہ حضورؑ تک پہنچ گئی جس میں ہزاروں آدمی ہلاک اور لاکھوں بے خانماں ہو گئے۔ اور کئی شہر اور قصبے بالکل تباہ ہو کر برباد ہو گئے۔ اسی طرح ڈوئی کے متعلق الہامات بھی عظیم الشان غیب پر مشتمل تھے ان الہامات میں بھی تین زبردست پیشگوئیاں کی گئی تھیں۔

اوّل:۔ ڈوئی کا ہر چہار طرف سے الٰہی عذاب کے گھیرے میں آجانا جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

دوم:۔ اس کا بالآخر بڑے دکھ اور حسرتوں کے ساتھ موت کا شکار ہونا۔

سوم:۔ اس کے شہر صیحون کا ویران ہو جانا یہ تینوں نشان اس صفائی سے پورے ہوئے کہ ہر شخص کی روحانی آنکھ کو روشن کرنے کے لئے کافی سامان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ان تینوں کے پورا ہونے سے نشانوں کی تعداد ۲۸ تک پہنچ گئی اس لئے اگلا نشان نمبر ۲۹ سے شروع کیا جاتا ہے۔

۲۹۔ لدھیانہ میں فرقہ اہل حدیث سے تعلق رکھنے والا ایک مولوی سعد اللہ لدھیانوی نامی تھا حضرت مولوی نورالدین اعظمؓ کے ایک لڑکے کی وفات پر اُس نے تمسخرانہ لہجہ میں طنزیہ طور پر حضرت مسیح موعودؑ کو خطاب کرتے ہوئے لکھا کہ مسیحائی کے دعوے کے باوجود اپنے اس نہایت ہی مخلص اور مقرب مرید کے لڑکے کی جان کو نہ بچا سکے اس پر حضورؑ کے دِل میں دُعا کے لئے خاص تحریک پیدا ہوئی جس کو قبولیت کا شرف عطا کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے ایک طرف تو مخدومی حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دی اور ساتھ ہی یہ علامت بھی بتلائی کہ اِس کے بدن پر پھوڑے نکل آئیں گے۔ اور آنکھیں موٹی ہوں گی چنانچہ انہی علامات والا لڑکا پیدا ہوا جس کی الہام میں بتلائی ہوئی علامات کے مطابق پیدائش نے قرآن کریم کے دعویٰ وَیُصَوِّرُکُم فی الارحام کیف یشاء۔ کا عملی ثبوت بہم پہنچا دیا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضرت مولانا کو تین اور لڑکے اور ایک لڑکی عطا فرمائی۔ گویا چار زندہ رہنے والے لڑکے اور ایک لڑکی کی نعمت سے نوازا اور اس کے بالمقابل دوسری طرف مولوی سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق الہام ہوا۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر“ یعنی یقیناً تیرا دشمن ہی مقطوع النسل رہے گا اس قسم کا فقرہ مقابلہ کے موقعہ پر ہی استعمال ہوتا ہے۔ سعد اللہ جن کو مقطوع النسل دیکھنے کا متمنی تھا۔ ان میں مولانا مولوی نورالدین اعظمؓ کے علاوہ خود سیدنا حضرت اقدس مرزا صاحبؑ بھی تھے جن کی جماعت کے منتشر ہونے اور اولاد کی تباہی و بربادی کی وہ پیشگوئی بھی کر چکا تھا۔ اِس کی اِن جھوٹی اور خیالی آرزوں کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ نے سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کو بذریعہ وحی اطلاع دی کہ تیرا یہ دشمن ہی مقطوع النسل رہے گا اس الہام کے وقت اس کا ایک لڑکا موجود تھا اس الہام کے بعد وہ بارہ سال زندہ رہا اور اولاد کے لئے خدا سے

دعائیں بھی مانگتا رہا اور بڑے الحاح سے خدا کے حضور التجائیں بھی کرتا رہا لیکن خدا کے مامور کی مخالفت کی وجہ سے تو وہ راندۂ درگاہ الٰہی تھا اس لئے اس کی یہ دُعا کس طرح قبول ہو سکتی تھی اسی اثناء میں اس کے لڑکے کی عمر ۳۰ سال کی ہو گئی اس لڑکے کے متعلق بھی حضورؑ نے پیشگوئی فرما دی کہ خدا نے اس کو نامرد بنا دیا ہے اس کے ذریعہ بھی اس کی نسل قطعاً نہیں چلے گی۔ چنانچہ جب اس لڑکے کی شادی کا سب انتظام مکمل ہو چکا تو موتیہ (سعید اللہ) پلیگ کا شکار ہو کر ہزاروں حسرتوں کو سینے میں لئے ہوئے ناکامی اور نامرادی کی متاع اپنی جھولی میں ڈالے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کا اس طرح دنیا سے اولاد کی خواہش کے باوجود بے اولاد جانا کیا حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پر عظیم الشان نشان نہیں کیا قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت اللہ یعلم ما تحمل کل انثی وما تغیض الارحام وما تزداد وکل شیئ عندہ بمقدار عالم الغیب والشہادہ الکبیر المتعال۔ صریح طور پر نہیں بتلا رہی کہ ارحام پر بھی خدا کا کامل تصرف ہے جس رحم کو وہ چاہے اولاد پیدا کرنے سے بیکار کر دیتا ہے۔ کیا سیدنا حضرت مرزا صاحب کے مندرجہ بالا الہام نے قرآن کریم کے اس دعوے کی صداقت کو چار چاند نہیں لگا دیئے۔ اور کیا اس الہام نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ خدا فی الحقیقت موجود ہے۔ اور دنیا کی ہر چیز پر اس کو کامل تصرف حاصل ہے کاش کوئی سعید روح ایسے نشانوں سے فائدہ اٹھانے کی طرف متوجہ ہو کر خدا کے مامور کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر سعادت دارین حاصل کرے۔

لڑکے کا بے اولاد ہونا

(۳۰) اس سلسلہ میں دوسرا نشان سعد اللہ کے لڑکے کے متعلق ہے۔ اس کے متعلق بھی یقینی طور پر اعلان کیا گیا تھا کہ وہ بھی اولاد پیدا کرنے کے ناقابل رہے گا اگر اس کی اولاد کا سلسلہ چل پڑتا تب بھی

سعد اللہ مقطوع النسل نہیں کہلا سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے پیشگوئی کو مکمل طور پر پورا کرنے کے لئے اسے بھی بے اولاد ہی رکھا شادی اس کی ہوئی لیکن وہاں بھی تصرف الٰہی نے اپنا پورا رنگ دکھلایا۔ یہاں تک کہ وہ بے اولاد ہی مرا اور اس کے بے اولاد مرنے سے سعد اللہ کے مقطوع النسل رہنے کی پیشگوئی مکمل طور پر پوری ہوگئی یاد رکھنا چاہیئے ایسی ہی پیشگوئیاں حقیقی معیار ہوتی ہیں ماموروں کی صداقت کو پرکھنے کے لئے۔

۳۱۔ الٰہی بخش کی موت کا نشان

لاہور میں ایک شخص الٰہی بخش نامی اکونٹنٹ تھا اس کو ملہم ہونے کا دعویٰ تھا۔ اس شخص نے اپنے الہاموں کی بناء پر جو بعد میں سب شیطانی ثابت ہوئے یہ دعوےٰ کیا کہ وہ موسےٰ ہے اور سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق لکھا کہ نعوذ باللہ وہ فرعون ہے اور میرے ہاتھ سے ہلاک ہو جائے گا اور اس کی موت مجھ سے پہلے ہوگی۔ اور وہ بذریعہ طاعون ہوگی۔ اور اس کی جماعت تتر بتر ہو جائے گی اور سارا کاروبار اس کا تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو ۱۵ر مارچ ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا:۔

"ایک موسےٰ ہے میں اس کو ظاہر کروں گا اور لوگوں کے سامنے اس کو عزت دوں گا پر جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اُس کو گھسیٹوں گا۔ اور اس کو دوزخ دکھلاؤں گا میرے نشان روشن ہو جائیں گے۔ میرا دشمن ہلاک ہو گیا یعنے ہلاک ہو جائے گا ہُن اس دا ایکھا خدا نال جا پیا ہے۔"

گویا الہام میں صاف بتا دیا گیا کہ موسےٰ کا مثیل تو ایک ہی ہے اور وہ نہ ہوا الٰہی بخش کا دعوےٰ موسےٰ ہونے کا جھوٹا ہے اس قسم کا دعوےٰ کرنے میں وہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے میں اس کو اب دوزخ دکھاؤں گا یعنی طاعونی عذاب سے اس پر موت وارد کروں گا۔ کیونکہ

دوزخ کا لفظ حضورؑ کے الہاموں میں طاعون کے لئے ہی بار بار استعمال ہوا ہے۔ اور اس کی طاعون سے موت روشن نشان کا کام دے گی۔ اب اس کے اس اقرار کی وجہ سے اس کا معاملہ خدا کے ساتھ جا پڑا ہے خدا خود اس سے نپٹ لے گا چنانچہ حضورؑ کے اس الہام کے ۲۲ دن بعد الٰہی بخش طاعون کا شکار ہو کر ۷/اپریل ۱۹۰۷ء کو اپنے معتقدین کو داغ مفارقت دیتے ہوئے اور انہیں ذلت و خواری کے گڑھے میں پھینکتے ہوئے اس جہان سے رخصت ہو گیا اور اپنی اس ذلت آمیز موت کو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر بطور ایک روشن نشان کے چھوڑ گیا فاعتبروا یا اولی الابصار! الٰہی بخش کے متعلق الہام تو بہت ہیں جو سب پورے ہوئے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ایک الہام کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

۳۲-۳۳-۳۴۔ تین آریوں کی موت

قادیان میں تین آریہ باہر سے آئے ہوئے تھے اور انہوں نے "ایک شبھ چنتک" نامی اخبار جاری کیا ان میں سے ایک کا نام اچھر چند، دوسرے کا نام سومراج اور تیسرے کا نام بھگت رام تھا ان کا یہ اخبار نہایت ہی گندی گالیوں سے پُر ہوتا تھا اور بیرونی لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکا دینے کی کوشش کرتے تھے کہ ہم پندرہ سال سے مرزا صاحب کی ہمسائیگی میں رہنے کی وجہ سے ان کے حالات سے خوب واقف ہیں اس لئے جو کچھ ہم ان کے متعلق لکھ رہے ہیں۔ وہ بالکل صحیح ہے ان کے اس قسم کے بیانوں سے چونکہ عوام میں حضورؑ کے متعلق غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے حضورؑ نے ان کے فتنہ سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور اس سے فیصلہ چاہا چنانچہ خدا سے علم پاکر حضورؑ نے ایک کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" تصنیف فرمائی جس میں ان کی ہلاکت کی پیشگوئی کی گئی۔ نیز اپنی کتاب نسیم دعوت میں صریح الفاظ میں لکھا:-

"کیا قادیان کے آریہ خیال کرتے ہیں کہ وہ طاعون کے پنجہ سے رہائی پا کر ہو گئے ہیں۔"

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق یہ تینوں شخص یکے بعد دیگرے تین دن میں ہلاک ہوگئے ہلاک ہونے سے قبل اُن میں سے اچھر چند کی ایک دن شیخ یعقوب علی صاحب مرحوم ایڈیٹر الحکم کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اثناء گفتگو میں شیخ صاحب موصوف نے کہا کہ طاعون حضرت مرزا صاحبؑ کا نشان ہے۔ ان کا دعوٰے ہے کہ طاعون اِن کو ہرگز نہیں ہوگی۔ اس پر اچھر چند نے کہا میں بھی دعوٰے کرتا ہوں کہ مجھے بھی طاعون نہیں ہوگی۔ اس کے چند دن بعد ہی یہ شخص طاعون کا شکار ہوگیا اور اس کے بعد اس کے دونوں ساتھی بھی طاعون سے ہلاک ہوگئے ان کی ہلاکت کے بعد آریوں کو پھر جرأت نہیں ہوئی کہ قادیان میں آکر اخبار نکالیں۔

۳۵ پانچ آدمیوں کی مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاکت

ایک شخص مولوی عبدالمجید صاحب ساکن دہلی۔

۳۶ - نے زبانی بھی اور اپنی کتاب بیان للناس میں۔

۳۷ - تحریری بھی مباہلہ کے رنگ میں سچے کی زندگی میں۔

۳۸ - جھوٹے کی موت کی خواہش کی۔ سو ۹ / فروری ۱۹۰۷ء

۳۹ - میں بمقام دہلی ہیضہ سے مرگیا۔

(۲) ایک شخص محمد جان نامی المعروف مولوی محمد ابوالحسن مؤلف شرح صحیح بخاری المعروف بفیض الباری نے ایک کتاب تصنیف کی اس کا نام "بجلی آسمانی برسر دجّال قادیانی" رکھا اس میں کئی مقامات پر کاذب کی موت کے لئے دُعا کی اور حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ فرضی طور پر مردہ قرار دے کر حضورؑ کا نعوذ باللہ سیاپا بھی لکھ مارا۔ اسی کتاب میں اس کا دوسرا حصّہ بھی لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جس میں حضورؑ کے خلاف زیادہ زہر اُگلنے کا اعلان کیا لیکن ابھی دوسرے حصہ کے لکھنے کی نوبت ہی نہ آئی تھی کہ مولوی صاحب موصوف کو طاعون نے آدبوچا اور ۱۹ دن تک جان کندنی کی حالت میں رہ کر ہلاکت کا شکار ہوگیا اور اپنے پیچھے حضورؑ کی صداقت کا نشان چھوڑ کر چل بسا اور وہ بجلی

جو وہ نعوذ باللہ حضورؑ پر گرانی چاہتا تھا خود اسی پر ہی آگری۔

۳۔ ایک شخص عبدالکریم خاں نامی نے مولوی مذکور کی کتاب کو دوبارہ چھپوایا وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوگیا۔

۴۔ ایک شخص امداد علی نامی نے ایک کتاب :۔ "درہ محمدی" تصنیف کی اس میں لعنت اللہ علے الکاذبین لکھتے ہوئے حضور کی جلد موت کی تمنا کی کتاب شائع کرنے کے جلد بعد ہی طاعون کے ذریعہ لقمہ اجل بن گیا۔ عذاب کی شدت اس قدر تھی کہ اپنا گوشت اپنے دانتوں سے کاٹتا تھا۔

۵۔ ایک شخص فیض اللہ خان نے ایک احمدی منشی مہتاب علی صاحب سے مباہلہ کیا مباہلہ کی عبارت جو فیض اللہ خان نے لکھی حسب ذیل ہے۔

"الحمد للہ الذی لا یضرّ مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔ بعد حمد و صلوٰۃ بر رسول رب العالمین کے میں قاضی فیض اللہ خان بن قاضی ظفرالدین احمد مرحوم ایک مسلمان حنفی سنت نبویہ کا پورا تابعدار اس بات کا قائل ہوں کہ حضرت محمد صلعم کی وفات کے بعد جو کہ خاتم النبیینؐ ہو چکے ہیں۔ وحی کا نازل ہونا خلاف مذہب قرآن و حدیث ہے اور مرزا صاحب کے اس دعوے کی تردید کرتا ہوں۔ کہ وہ مثیل و مسیح موعود ہیں اور منشی مہتاب علی صاحب خلف الرشید منشی کریم بخش صاحب سکنہ شہر جالندھر جو کہ مرزا صاحب موصوف کے تابع ہیں دعوے کرتے ہیں۔ کہ جو شخص ان کے دعوے کی تردید کرے اس پر عذاب الٰہی نازل ہوگا لہٰذا میں یہ دعا کرتا ہوں۔ کہ ہم دونوں فریقوں میں سے جو شخص جھوٹا ہے اُس پر عذاب الٰہی نازل ہو۔ مثل موت یا بیماری طاعون یا مقدمہ میں گرفتاری اور میں بمطابقت سنت نبویؐ کے ایک سال کی میعاد ٹھہراتا ہوں اور یہ شرط کرتا ہوں کہ اگر یہ عذاب میرے یا منشی مہتاب علی کے بغیر کسی اور شخص

قرابتی پر ہو تو یہ شرط میں داخل نہ ہوگا۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالےٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین قاضی فیض اللہ خان سکنہ جنڈیالہ باغوالہ ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۲۱ر جون ۱۹۰۶ء اس کے بالمقابل منشی جناب علی صاحب احمدی نے بھی حضرت اقدس مرزا صاحب کی صداقت پر یقین سے بھری ہوئی تحریر لکھ دی اور اس میں بھی اسی طرح جھوٹے پر ایک سال کے اندر عذاب الٰہی نازل کرنے کی دُعا کی ان تحریروں کے شائع ہونے کے بعد ۱۳ر اپریل ۱۹۰۷ء کو یعنی سال کے اندر ہی قاضی فیض اللہ خان جموں میں بمرض طاعون فوت ہو کر حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت اور اپنے عقیدہ کے غلط ہونے پر مہر لگا گئے اس کی اس موت نے ثابت کر دیا کہ بعد رسول اللہ صلعم امت کے کاملین پر وحی ولایت کا نزول برحق ہے۔

حضرت مرزا صاحب یا حضورؑ کے مریدوں سے مباہلہ کرنے والوں میں سے ایک شخص بھی ہلاکت سے نہیں بچا پھر نا معلوم کہ مخالفت پر اصرار کرنے والے لوگ کیوں ان سے عبرت نہیں پکڑتے اس سے بڑھ کر حضورؑ کی صداقت کا اور کیا نشان ہو سکتا ہے۔ کہ جو مقابلہ میں آتا ہے وہ حدیث من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ للحرب کی وعید کے نیچے آ کر ہلاکت کا ہی منہ دیکھتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

۴۰۔ قبولیت دُعا کا ایک نشان

حضورؑ کے ایک مخلص مرید سیّد ناصر شاہ نامی تھے وہ ریاست کشمیر میں ملازم تھے ان کی تبدیلی گلگت میں کر دی گئی گلگت میں جانا ان کے لئے بعض وجوہ سے دشوار تھا۔ وہ سخت پریشان تھے تبدیلی کے احکام جاری ہو چکے تھے۔ ان احکام کی منسوخی کا قطعاً کوئی امکان نہ تھا۔ وہ سخت گھبرائے اور حضورؑ کے پاس دعا کی درخواست کی حضورؑ نے

دعا کی الہاماً بتلایا گیا کہ سید ناصر شاہ کی تبدیلی ملتوی کی گئی۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ خدا نے اُن کے بارے میں میری دُعا قبول کی۔ اور نیز اس وجہ سے بھی خوشی ہوئی کہ خدا کے فضل اور رحمت کا بڑا نشان یہ ہے کہ وہ دعا قبول کرے فی الفور میں نے اُن کو اطلاع دے دی کہ تمہاری نسبت میری دُعا قبول ہو گئی ہے پھر بعد اس کے شاید تیسرے دن یا چوتھے دن ریاست کے کسی اہلکار کا اُن کو خط آگیا کہ آپ کی تبدیلی ملتوی کی گئی تب وہ چند روز بعد مجھ سے رخصت ہو کر جموں چلے گئے۔

۱۹۰۷ء کے مزید نشانات

۴۱۔ ۲۸ر فروری ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا:۔ "سخت زلزلہ آیا اور آج بارش ہوگی"

چنانچہ اس الہام کے ماتحت اسی دن بارش ہوگئی حالانکہ بارش کے کوئی آثار نہ تھے۔ دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی یکایک آسمان ابر آلود ہو گیا اور الہام کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے بارش بھی ہو گئی اور اس کے بعد ۲ر مارچ کے بعد کی رات کو سخت زلزلہ بھی آگیا۔ چنانچہ اس کی شدت کا ذکر اس وقت کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ اور اخبار عام میں موجود ہے۔

۴۲۔ ۵ر مئی ۱۹۰۶ء کو حضور کو الہام ہوا:۔ "پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن۔"

چنانچہ اس الہام کے تحت فروری ۱۹۰۷ء میں شدید برف باری ہوئی کشمیر میں برف تین گز تک زمین پر چڑھ گئی۔ وہاں کے لوگوں نے موسم بہار میں اس قدر برف باری کو خارق عادت قرار دیا اس وقت کے مندرجہ ذیل اخباروں میں ۱۹۰۷ء کے موسم بہار میں چاروں طرف برف باری کی شدت کا ذکر موجود ہے صرف ہندوستان تک ہی یہ برف باری محدود نہیں رہی بلکہ یورپ بھی اس سے متاثر ہوا۔ اخباروں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ اخبار عام لاہور۔

۲۔ جاسوس آگرہ۔
۳۔ اہلحدیث امرتسر۔
۴۔ رسالہ حکمت لاہور۔
۵۔ نیّرِ اعظم مرادآباد۔
۶۔ آزاد انبالہ۔
۷۔ پیسہ اخبار لاہور۔
۸۔ پبلک میگزین امرتسر۔
۹۔ سماچار لاہور۔
۱۰۔ وکیل امرتسر۔
۱۱۔ نورافشاں لدھیانہ۔

جو لوگ اِس پیشگوئی کی عظمت پر اطلاع حاصل کرنا چاہیں وہ مندرجہ بالا اخباروں کا ضرور مطالعہ کریں۔

۴۳۔ ۲۱ رفروری ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا:۔ ''آسمان ٹوٹ پڑا اسارا''

یہ الہام بھی انہی شدید بارشوں کے ذریعہ پورا ہوا جن کا ذکر مندرجہ بالا اخباروں میں کیا گیا ہے چنانچہ مولوی ثناءاللہ امرتسری نے تو اپنے اخبار اہل حدیث کے ۲۲ رفروری ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں شدید بارشوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ الفاظ بھی لکھے ہیں ''کرشن جی قادیانی کو الہام ہوا ہے آسمان ٹوٹ پڑا اسارا۔ گویا ایک شدید دشمن بھی اس الہام کے پورا ہونے کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گیا۔

۴۴۔ ۹ اپریل کو الہام ہوا:۔ ''امید زمان الزلزلۃ'' اس الہام کے بعد ایک زلزلہ تو پنجاب میں آیا جو اس قدر شدید تھا کہ اس کو قیامت کا نمونہ قرار دیا گیا۔ اسی طرح امریکہ اور یورپ کے بعض حصوں میں بھی تین شدید زلزلے آئے جس کے نتیجہ میں

بعض شہر تباہ ہو گئے۔

۴۵۔ ۷؍ مارچ ۱۹۰۷ء کو الہام ہؤا: ”۲۵ دن یا یہ کہ ۲۵ دن تک“ اس کے متعلق تفہیم یہ ہوئی کہ ۳۱؍ مارچ ۱۹۰۷ء تک کوئی نیا واقعہ ظاہر ہوگا۔ اور ضرور ہے کہ اس وقت تک تقدیر الٰہی اس واقعہ کو روکے رکھے۔ چنانچہ ٹھیک ۳۱؍ مارچ ۱۹۰۷ء کو ایک بڑا شعلہ آگ کا جس سے دل کانپ اُٹھے آسمان پر ظاہر ہؤا اور ایک ہولناک چمک کے ساتھ کئی سو میل کے فاصلہ تک جا بجا زمین پر گرتا دیکھا گیا اس کی ہولناکی سے کئی لوگ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اس ہولناک نشان کی خبریں ہندوستان کے چاروں اطراف سے آئیں اور اخباروں میں بھی شائع ہوئیں تفصیل کے لئے دیکھو تتمہ حقیقۃ الوحی از صلا تا صلا۹۶)

۴۶۔ سعد اللہ لدھیانوی کے مقطوع النسل رہنے کا ذکر گو پہلے گذر چکا ہے لیکن اس کے بیٹے کے متعلق مزید ایک عظیم الشان نشان ہے۔ جس کا ذکر ضروری ہے۔ کیوں کہ یہ نشان قارئین کرام کے ازدیاد ایمان کا موجب بن سکتا ہے۔ جیسا کہ بتلایا جا چکا ہے کہ جب سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق حضورؑ کو الہام ہؤا ان شانئک ھوالابتر تو اس وقت اس کا ایک لڑکا ۱۵ ۱/۲ سال کی عمر کا موجود تھا۔ اس لڑکے کے متعلق حضورؑ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صلا۳۶۲ پر لکھتے ہیں ”پہلا لڑکا اس کا بموجب الہام موصوف کے اس قابل نہیں کہ اس سے نسل جاری ہو سکے پس ابتر کی پیشگوئی کا ثبوت ظاہر ہے اور قطع نسل کی علامات موجود اس پر حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

”اگر سعد اللہ کا پہلا لڑکا نامرد نہیں جو الہام ان شانئک ھوالابتر سے پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ جس کی عمر تقریباً ۳۰ برس کی ہے۔ تو کیا وجہ کہ باوجود اس قدر عمر گذرنے اور باوجود استطاعت کے اب تک اس کی شادی نہیں ہوئی اور نہ اس کی شادی کا کچھ فکر ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے

سعداللہ پر فرض ہے کہ اس پیشگوئی کی تکذیب کے لئے یا تو اپنے گھر اولاد پیدا کر کے دکھلا دے اور یا پہلے لڑکے کی شادی کر کے اور اولاد کو حاصل کر کے اس کی مردمی ثابت کرے اور یاد رکھے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات اس کو ہرگز حاصل نہیں ہو گی کیونکہ خدا کے کلام نے اس کا نام ابتر رکھا ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کا کلام باطل ہو۔ یقیناً وہ ابتر ہی مرے گا جیسا کہ آثار نے ظاہر بھی کر دیا ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ حضورؑ کو اپنے الہامات کے من جانب اللہ ہوتے اور ان کی سچائی پر کس قدر یقین تھا۔ مخالفین انصاف سے کام لے کر بتلائیں کہ ایک جھوٹے فریبی آدمی کے کلام میں کیا اس قدر پر زور تحدی ہو سکتی ہے اور پھر واقعات بھی اس کی اس تحدی کو پورا کر کے دکھلا دیں۔ جب سعد اللہ لدھیانوی کے لڑکے کے متعلق مندرجہ بالا الفاظ کہ وہ نامرد ہے۔ حقیقۃ الوحی میں لکھے گئے اور جماعت کے ایک قابل وکیل نے طبع ہونے سے قبل انہیں دیکھ لیا تو عرض کیا کہ ان الفاظ کو کاٹ دینا چاہیئے کیونکہ سعد اللہ ان کی بناء پر مقدمہ کر سکتا ہے اور عدالت میں اس امر کو ثابت کرنا مشکل ہے حضورؑ نے یہ کہہ کر ان کو کاٹنے سے انکار کر دیا کہ اگر وہ نامرد نہیں تب بھی خدا اسے نامرد کر دے گا۔ وکیل صاحب نے اپنی سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یا تو سعد اللہ مر جائے۔ اور یا یہ عبارت کاٹ دی جائے تبھی میری تشویش دُور ہو سکتی ہے۔ اس پر حضورؑ نے خاص دعا کی تو خدا تعالےٰ نے اس کے شر سے محفوظ رہنے کی بشارت دی چنانچہ وہ اس کے تین دن بعد ہی نمونیا پلیگ سے ہلاک ہو گیا۔

۴۷۔ ۹ر اکتوبر ۱۹۰۶ء کو حضورؑ کو الہام ہوتا ہے:۔

"اے عبدالحکیم! خدا تعالےٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچاوے اندھا ہونے اور مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے سے" اس الہام کو درج کرنے کے بعد حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"میرے دل میں ڈالا گیا کہ عبدالحکیم میرا نام رکھا گیا ہے فرمایا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ ان بیماریوں میں سے کوئی بیماری میرے لاحق حال ہو کیونکہ اس میں شماتت اعداء ہے۔"

اب ہر منصف مزاج شخص خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ کیا کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ وہ حتمی طور پر کہہ دے کہ فلاں فلاں قسم کی بیماری اسے لاحق نہیں ہو گی۔ مگر حضرت مرزا صاحب دھڑلے سے لکھتے ہیں اور ساری دنیا میں شائع کر دیتے ہیں کہ خدا قادر مطلق کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ مندرجہ بالا بیماریوں میں سے ہر ایک سے مجھے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ اس الہام کی صداقت ۱۹۰۶ء پھر ۱۹۰۷ء میں بھی ظاہر ہوئی اور پھر ۱۹۰۸ء میں بھی ظاہر ہوئی۔ کیونکہ حضورؑ اپنی وفات تک الہام میں مذکورہ تینوں بیماریوں سے محفوظ رہے اس لحاظ سے یہ تین نشان ہیں۔

۴۸۔ حضورؑ کے چوتھے لڑکے مبارک احمد کے متعلق ۱۹۰۷ء میں چار نشان پورے ہوئے۔

اوّل۔ اس لڑکے نے پیدا ہونے سے قبل رحم مادر میں ہی مندرجہ ذیل کلام کیا "انی اسقط من اللہ و اصیبہ" اس کی تشریح حضورؑ نے یہ فرمائی کہ یا یہ لڑکا خدا رسیدہ ہوگا۔ اور یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ سوا سات سال کی عمر میں یہ لڑکا فوت ہو گیا ۱۴ رجون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوا اور ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو فوت ہو گیا حضورؑ کا یہ الہام اس حدیث کو بھی سچا ثابت کر دیتا ہے جس میں بعض نومولود بچوں کے بولنے کا ذکر آتا ہے۔ دوسرا نشان اس لڑکے کے متعلق مندرجہ بالا الہام کے بعد الہام ہوا "کفی ھذا" یعنی اس لڑکے کے بعد اور کوئی لڑکا حضورؑ کے گھر میں پیدا نہیں ہوگا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا ۱۸۹۹ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک مبارک احمد کے بعد کوئی لڑکا حضورؑ کے گھر میں پیدا نہیں ہوا۔

تیسرا نشان:۔ وفات کے قبل جب اس کو بخار ہوا تو الہام ہوا "نو دن کا بخار ٹوٹ گیا"

چنانچہ بخار ٹوٹ گیا اور لڑکا باہر کھیلنے کے لئے جاتا رہا لیکن پہلے الہام کے پورا ہونے کا وقت چونکہ آگیا تھا اس لئے دوبارہ بخار کا حملہ ہُوا جو جان لیوا ثابت ہُوا۔

چوتھا نشان: ۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا: "لاعلاج ولا یُحفظ" چنانچہ کوئی علاج کارگر نہ ہُوا اور ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو لڑکا اپنے مولا سے جاملا۔

۴۹۔ ۱۹۰۸ء کے نشانات

حضور کی ایک صاحبزادی کا نام مبارکہ بیگم ہے۔ ان کی پیدائش مارچ ۱۸۹۷ء کی ہے پیدائش سے قبل اُن کے متعلق الہام ہوا "تنشاء فی الحلیۃ" اس الہام کے متعلق حضور تحریر فرماتے ہیں یعنی نہ خوردسالی میں فوت ہوگی اور نہ تنگی دیکھے گی۔ یہ الہام ایک تو یہی بتلا رہا تھا کہ لڑکی پیدا ہوگی دوسرے یہ کہ کسی امیر گھرانے میں بیاہی جائے گی۔ پھر ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء کو اسی لڑکی کے متعلق الہام ہُوا "نواب مبارکہ بیگم" جس کے معنے صاف تھے کہ اس لڑکی کی شادی کسی ایسے شخص سے ہوگی جو نواب کہلاتا ہوگا۔ حضورؑ کی جماعت میں ایک ہی شخص ایسا تھا جس کے نام کے ساتھ نواب کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ اور وہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ تھے لیکن وہ شادی شدہ تھے اور اُن کی بیوی بالکل تندرست اور صحت مند تھی لیکن اچانک ۱۹۰۶ء میں مرض سل کا حملہ اُن کی بیوی پر ہوا۔ اور وہ باوجود علاج میں پوری کوشش کے جانبر نہ ہو سکی۔ چنانچہ نواب صاحب موصوف نے ۱۹۰۸ء میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حضورؑ کی صاحبزادی مبارکہ بیگم کے رشتہ کے لئے درخواست دی جو منظور کر لی گئی۔ چنانچہ ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء کو مبارکہ بیگم کا نکاح نواب صاحب موصوف سے ہوگیا اور اس طرح سے ۱۸۹۶ء کا الہام "تنشاء فی الحلیۃ" اور ۱۹۰۱ء کا الہام "نواب مبارکہ بیگم" دونوں پورے ہو گئے۔

اب دیکھ لو کہ کس طرح ۱۱ سال اور ۶ سال قبل کے دونوں الہام صفائی سے پورے ہوئے ہیں۔

کیا یہ خدا کی ہستی اس کے عالم الغیب ہونے اور حضورؑ کی صداقت پر کھلی کھلی دلیل نہیں۔ باقی رہی عمر پانے کی پیشگوئی سو وہ بھی جس صفائی سے پوری ہوئی۔ وہ بھی عیاں ہے اس وقت حضورؑ کی اس صاحبزادی صاحبہ کی عمر تقریباً ۷۵ سال ہے اور یہ عرصہ انہوں نے حسب پیشگوئی نہایت آسودگی اور عزت کے ساتھ بسر کیا ہے اب غور فرمائیں کہ کسی کے جلد فوت ہو جانے اور کسی کے لمبی عمر پانے کے متعلق سالہا سال پہلے اطلاع دے دینا کیا انسان کی طاقت میں ہے۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

۵۰۔ ۲۹ مارچ ۱۹۰۶ء کو حضورؑ کو الہام ہوا: "رعایا میں سے ایک کی موت" ظاہر ہے کہ ایسا الہام کسی ایسے شخص کے متعلق ہی ہو سکتا ہے جو حضورؑ کی جماعت میں سے بھی ہو اور حضورؑ کو اس کے ساتھ خاص لگاؤ بھی ہو چنانچہ اس الہام کے ڈیڑھ سال بعد یعنی ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو بابو شاہدین صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر کی وفات وقوع میں آئی۔ بابو صاحب موصوف کے ساتھ حضورؑ کو جو دلی تعلق تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور جب اپنے آخری سفر میں لاہور تشریف لے گئے تو بابو صاحب موصوف کو اپنے مکان میں ہی رہنے کے لئے جگہ دے گئے تھے۔ اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم کو ان کے علاج کے لئے خاص تاکید کر گئے تھے کیونکہ بابو صاحب مرحوم بیمار تھے پھر حضورؑ کو ان کے متعلق اتنی فکر تھی کہ لاہور سے خلیفہ صاحب مرحوم کو دو خط لکھے جن میں بابو صاحب کی تیمارداری اور ان کے علاج کے لئے خاص طور پر توجہ دینے کی تاکید کی تھی یہاں تک لکھا کہ بابو صاحب موصوف کی خدمت کا ثواب میں خود لینا چاہتا تھا۔ لیکن بامر مجبوری مجھے لاہور آنا پڑ گیا ہے اس لئے میری جگہ اس ثواب کو آپ حاصل کریں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ زندگی اور موت صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کسی شخص کی موت کا وقت بھی اسی کے ہی علم میں ہوتا ہے۔ پس حضورؑ کو جو علم ہوا اس کے متعلق ماننا پڑے گا کہ خدا کے بتلانے سے ہی ہوا اور یہ حضورؑ کے تعلق باللہ

۵۱۔ ۱۹۰۶ء کا ایک الہام درج کرنے سے رہ گیا تھا جسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ مارچ ۱۹۰۶ء میں حضورؑ کو الہام ہوتا ہے۔ **انا نبشرک بغلام نافلۃ لک۔**

چنانچہ اس الہام کے بعد حضورؑ کے فرزند میاں محمود احمد صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس سے اس الہام کے متعلق واضح ہوگیا کہ فی الحقیقت یہ خدا کی طرف سے ہی تھا۔

۵۲۔ ۱۹۰۷ء کا ایک اور نشان

۱۹۰۷ء کے نشانوں میں مندرجہ ذیل نشان کا ذکر کرنا رہ گیا تھا۔ اس نشان کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اس جگہ اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو حضور کو ایک الہام ہوتا ہے جس کا ذکر حضور نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صـ۲۱۹ پر بدیں الفاظ کیا ہے "الہام کی رو سے خدا تعالےٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص مخالف میری نسبت کہتا ہے ذرونی اقتل موسیٰ یعنی مجھ کو چھوڑ دو تا میں موسےٰ کو یعنی اس عاجز کو قتل کر دوں۔"

اِس الہام کے قریباً آٹھ سال بعد لاہور میں ایک شخص الٰہی بخش اکونٹنٹ نامی جو مدعی الہام تھا اپنے الہاموں کی بنا پر جو بعد میں سب شیطانی ثابت ہوگئے یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ خدا نے موسےٰ مجھے قرار دیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب جو موسےٰ ہونے کے مدعی ہیں۔ (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں۔

بلکہ یہ فرعون ہیں اور میری دُعا سے یہ مجھ سے پہلے طاعون سے ہلاک ہونگے۔ اور ان کا تمام کاروبار تباہ ہو جائیگا لیکن جیسا کہ پہلے وضاحت سے بیان کیا جاچکا ہے حضرت اقدس مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو سچا ثابت کرتے ہوئے ۱۹۰۷ء میں یہ شخص خود ہی طاعون کا شکار ہوگیا۔ جس سے آٹھ سال قبل کا الہام پورا ہوگیا۔ اِس نشان کی عظمت اِس سے بھی عیاں ہے کہ الہام کے مطابق موسیٰ نام کی بنا پر ہی دشمن تباہی کی پیشگوئی کرتا ہے۔

۵۳۔ یہ ایک عظیم الشان نشان ہے جو ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء میں مشترک ہے اسکی ابتداء ۱۹۰۷ء کے آخر میں ہوئی اور خاتمہ اس کا ۱۹۰۸ء میں ہوا۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ ۱۹۰۷ء کے ماہ نومبر میں آریہ سماج وچھووالی لاہور کے بعض شر پسند آریوں کو اسلام کے خلاف زہر اگلنے کا خیال پیدا ہوا اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کیلئے انہوں نے ایک ایسے جلسہ کے انعقاد کی تجویز سوچی جس میں شرکت کیلئے بعض دیگر مذاہب کے لیڈروں کو بھی مدعو کیا۔ ان میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دعوت دی اور یقین دلایا کہ اس جلسہ میں کسی مذہب پر حملہ نہیں کیا جائیگا اور نہ خلاف تہذیب کوئی کلمہ استعمال کیا جائے گا صرف اپنے اپنے مذہب کی تعلیم پیش کی جائے گی۔ اس کے ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ اپنی جماعت کو بھی اس جلسہ کی شرکت کیلئے ہدایت کریں۔اس تحریری یاددہانی کے علاوہ انہوں نے لاہور کے احمدی اکابر کو زبانی بھی یقین دلوایا کہ کسی خلاف تہذیب کا ارتکاب نہیں ہوگا اس جلسہ کی کاروائی نہایت شائستگی اور تہذیب سے سرانجام پائے گی آپ حضور کو اس میں شرکت کیلئے ضرور آمادہ کریں چنانچہ مکرمی ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب مرحوم و مغفور نے حضور کو یقین دلا کر شرکت پر راضی کر لیا۔ لیکن حقیقتاً ان کا ارادہ نہایت بد تھا ان کا منصوبہ یہی تھا۔ کہ مسلمانوں کو بلا کر حضرت نبی کریم صلعم کو خوب گالیاں دے کر انکے دلوں کو دکھائیں انکی اس نیت کا علم بغیر خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا تھا۔ پس خدا عالم الغیب نے اپنے بندہ پر ۲۹ر نومبر ۱۹۰۷ء کو الہام نازل کیا" انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی "

اس الہام کی تشریح میں حضورؑ نے فرمایا:۔

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قوم یا گروہ اپنے دقیق مکر سے میدان مقابلہ میں سلسلہ کی عظمت کو مٹانا چاہتا ہے مگر خدا تعالیٰ اسے با مراد نہیں کرے گا بلکہ

حق کی عظمت ظاہر ہو گی "

ظاہر ہے کہ جس وقت مندرجہ بالا الہام ہوتا ہے۔ اس وقت حضورؑ کو کوئی علم نہیں کہ آریہ قوم حضرت نبی کریم صلعم کی ذات مبارک پر نہایت ہی گندے حملے کرنے کے منصوبے تیار کر رہی ہے۔ اور مسلمانوں کو اپنی گند سے بھری ہوئی تقریر سنانے کے لئے دعوت دے رہی ہے۔ لیکن خدا جو عالم الغیب ہے وہ تو ان لوگوں کی بری نیتوں اور ارادوں سے خوب واقف تھا اس لئے اس نے اپنے مامور کو اس سے مطلع کر دیا کہ ایک قوم ایسا گندہ ارادہ رکھتی ہے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے اس الہام کی سچائی کو ثابت کر دیا۔ کیوں کہ جو مضمون اس جلسہ میں پڑھا گیا وہ حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں گالیوں اور بے جا اور سراسر جھوٹے الزاموں سے پُر تھا اور آنحضرت صلعم کی توہین و تحقیر کے ذریعہ مسلمانوں کے دلوں کو دکھ پہنچانا ان کے مدنظر تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کو اس سے سخت دکھ ہوا۔ حالانکہ اس جلسہ میں سنانے کیلئے جو مضمون حضورؑ نے تحریر فرمایا وہ حضورؑ کی کتاب چشمہ معرفت میں درج ہے جسے پڑھکر ہر منصف مزاج شخص یہی فیصلہ دے گا کہ وہ مضمون تہذیب و شائستگی اور متانت کے تمام ضوابط کو ملحوظ رکھ کر لکھا گیا تھا۔ اور اسلام کی صداقت کو پرزور اور ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا گیا تھا۔ بہر حال اس مضمون کو جب حضورؑ نے ختم کیا تو مندرجہ ذیل الہامات حضورؑ پر نازل ہوئے :۔

۱۔ انت منی بمنزلة النجم الثاقب ۔

۲۔ انھم ما صنعوا ھو کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتیٰ ۔

۳۔ انت منی بمنزلة روحی ۔

۴۔ انت منی بمنزلة النجم الثاقب ۔

۵۔ جاء الحق وزھق الباطل ۔ یہ تمام الہامات اس مجمع میں سُنا دیئے گئے تھے اور سب سے آخر میں آریوں کی طرف سے جو تقریر پڑھی گئی۔ اس نے اس الہام کی

صداقت کو پوری طرح ثابت کر دیا کہ جلسہ کی جو تجویز انہوں نے کی تھی وہ محض اسلام کی عظمت کو دلوں سے مٹانے اور حضرت نبی کریم صلعم کو نعوذ باللہ بدنام کرنے کا ایک منصوبہ تھا۔ لیکن حضورؑ کے مضمون نے جو اسلام کی تائید میں پڑھا گیا اس نے ان کے اس منصوبہ کو خاک میں ملا دیا اور حضورؑ کا یہ مضمون ان کے اس گندے منصوبے پر شہاب ثاقب کی طرح پڑا جس نے ان کے طلسم کو پاش پاش کر دیا اور اس مضمون نے ثابت کر دیا۔ کہ فی الحقیقت یہ مضمون روح القدس کی تائید ہی سے لکھا گیا تھا۔ جس سے حق کا غلبہ ہوا اور باطل کا سر کچلا گیا۔ مندرجہ بالا الہامات کی صداقت تو حضورؑ کے مضمون اور آریوں کی عہد و پیمان کے خلاف گندہ دہانی سے ہی ثابت ہو گئی تھی۔ لیکن الہامات میں چونکہ الہام ہوا انت منی بمنزلۃ النجم الثاقب کو دوہرایا گیا ہے اس لئے ضروری تھا کہ اس الہام کی صداقت کا ظہور دو دفعہ ہو چنانچہ ایک دفعہ تو خود اس جلسہ میں حضورؑ کے مضمون سے ہی ہو گیا اور دوسری دفعہ کتاب چشمہ معرفت کی تصنیف سے ہو گیا۔ کیونکہ اس کتاب میں آریہ مضمون پڑھنے والے کے تمام اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے جو اس نے اس جلسہ میں اسلام پر اور حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی پر کئے تھے۔ اس کے ان اعتراضوں کو احباب جماعت نوٹ کر کے لے آئے تھے۔ "آریوں نے نہایت چالاکی سے اپنے مضمون کا سنایا جانا سب سے آخر میں رکھا تھا۔ تاکہ کسی اور کو ان کے خیالات کی تردید کا موقعہ ہی نہ مل سکے۔ کتاب چشمۂ معرفت نے الہام جاء الحق و زھق الباطل کی سچائی کو اور مبرھن کر کے دکھلا دیا کیونکہ جس باطل کو آریوں کے نمائندہ نے پھیلانا چاہا تھا ایک طرف اس کا اس کتاب کے ذریعہ قلع قمع ہو گیا اور دوسری طرف اسلام کی سچائی بھی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک اٹھی اور ثابت ہو گیا کہ حضور کی قلم اسلام کی تائید میں روح القدس کی مدد سے ہی چلتی ہے یہ نشان جیسا کہ میں نے لکھا ہے ۱۹۰۷ء کے دسمبر میں جلسہ کے موقعہ پر مضمون سُنانے

سے شروع ہوا اور ۱۹۰۸ء میں کتاب چشمہ معرفت لکھنے سے ختم ہوا۔
اب جناب برق صاحب اور ان کے ہمنوا دوست خوب غور کریں کہ کیا یہ نشان حضرت نبی کریم صلعم کے نشان کے مشابہ نہیں جو اس وقت ظاہر ہوا جب مدینہ کے یہودیوں نے آنحضور صلعم کو قتل کرنے کے مخفی منصوبہ کی بناء پر ایک مکان کی دیوار کے نیچے آنحضور کو اس غرض سے بٹھلا دیا کہ اُوپر سے ایک بڑا پتھر آنحضور صلعم کے سر پر پھینک کر آنحضور کی زندگی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیں۔ لیکن اللہ تعالٰے نے آنحضور صلعم کو الہام کے ذریعہ اطلاع کر دی اور آنجناب صلعم وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔
آپ غور فرمائیں کہ وہاں حضرت نبی کریم صلعم کی جسمانی زندگی ختم کرنے کا ایک مخفی منصوبہ بنایا گیا تھا۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کو ان کی بُری نیت کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا اور یہاں بھی ایک قوم نے حضرت نبی کریم صلعم کی روحانی زندگی کو ختم کرنے کے لئے مخفی منصوبہ تیار کیا جس کا حضرت مرزا صاحب کو قطعاً کوئی علم نہ تھا اور نہ ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن خدائے عالم الغیب نے جس طرح وہاں حضرت نبی کریم صلعم کو بذریعہ الہام یہود کے مخفی منصوبہ سے اطلاع دے کر حضور کی جان کو بچا لیا اسی طرح یہاں بھی اللہ تعالٰے نے بطور پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کو بذریعہ اپنے الہام کے یہ اطلاع دی کہ ایک قوم ایسا منصوبہ تیار کر رہی ہے لیکن اللہ تعالٰے اسے ناکام بنا دے گا۔ چنانچہ وہ پیشگوئی چند دن بعد ہی پوری ہو گئی اور آریہ قوم کا مخفی منصوبہ منصہ ظہور پر آگیا اور حضرت اقدسؑ کے مضمون نے ان کے بد ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے روک دیا اور حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت کم ہونے کی بجائے جو آریوں کا اصلی مقصد تھا حضرت مرزا صاحبؑ کے مضمون سے وہ عظمت مسلمانوں کے دلوں میں اور بھی بڑھ گئی اور اسلام کی تعلیم کی برتری پر دل یقین سے بھر گئے۔
کیا یہ نشان ایسا نہیں کہ خدا ترس انسانوں کے دلوں کو اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دے اور یقین دلا دے کہ حضرت مرزا صاحب کا فی الحقیقت اللہ تعالٰے سے گہرا تعلق تھا۔ اور وہ اپنے دعوے

مامور من اللہ ہونے اور مسیح موعود اور مہدی معہود کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہونے کے بارے میں حق اور صداقت پر تھے کاش آپ کو غور کی توفیق ملے۔ اور بجائے مخالفت پر کمربستہ ہونے کے حضورؑ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر حقیقی خدمت اسلام میں لگ جائیں۔

۵۴۔ ۱۹۰۸ء کے نشان

۹ راکتوبر ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا کہ :۔
"اے عبدالحکیم! خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچاوے اندھا ہونے اور مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے سے" یہ الہام جیسے ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۷ء میں پورا ہوا۔ اسی طرح ۱۹۰۸ء میں بھی پورا ہوا اس لئے ۱۹۰۸ء کے نشانوں میں بھی اس کا ذکر کر دیا گیا ہے اس سال بھی حضورؑ وعدہ الٰہی کے مطابق مذکورہ بالا بیماریوں سے محفوظ رہے۔

۵۵۔ ۱۰ رنومبر ۱۹۰۷ء کو حضورؑ کو الہام ہوا :۔
"ایک وبا پڑے گی" فرمایا یہ معلوم نہیں کہ یہ کس قسم کی وبا ہو گی" میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ چونکہ ساری دنیا کے لئے امام ہیں اس لئے حضورؑ کے نشانات بھی عالمگیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ الہام ہندوستان کے شہر ناگپور میں پورا ہوا جس کی تفصیل اخباروں میں اس طرح آئی :۔
"ناگپور میں ایک نیا وبائی مرض نمودار ہوا ہے اور اب تک کئی لوگ اس کا شکار ہو چکے ہیں پہلے ٹانگیں سوجھ جاتی ہیں پھر ابتدا میں ہلکا بخار شروع ہو کر آخر میں سخت شدت تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ساتھ ہی زکام اور کھانسی بھی شروع ہو جاتی ہے۔ سانس تنگی سے آنے لگتی ہے اور آخر میں دل کی حرکت بند ہو کر مریض راہی ملک عدم ہوتا ہے۔"

ہر شخص کے لئے مقام غور ہے کہ ناگپور میں دو ماہ بعد ایک خاص قسم کی وبا پڑنے والی کا علم قادیان کے گاؤں میں رہنے والے ایک شخص کو کس طرح ہو گیا۔ جبکہ دنیا کے تمام ڈاکٹر مل کر بھی پیش از وقت

ایسی خبر نہیں دے سکتے تھے۔ اور نہ کسی نے دی خدائے عالم الغیب کے بتلائے بغیر حضرت اقدسؑ مرزا صاحب کو اس کی اطلاع کیسے ہو سکتی تھی۔ تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے اُتار کر ہر شخص خدا کے لئے سوچے کہ جس شخص کو نعوذ باللہ دجّال کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ خدا اس کے مقرب الٰہی ہونے کو کیسے کیسے زبردست نشانوں کے ذریعہ ثابت کرتا چلا جاتا ہے سعادت اسی میں ہے کہ ان نشانوں کو مشاہدہ کرنے کے بعد ہر شخص خدا کے مقرب کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔ تا خدا کی برکات اور افضال کا مورد بن سکے۔

۵۶۔ دو مزید زلزلے تتمہ حقیقت الوحی

کے صفحہ ۱۵ پر حضور تحریر فرماتے ہیں:-

"۳/اپریل ۱۹۰۷ء سے چند روز پہلے مجھے یہ الہام ہوا۔ اس وقت تو ماں الزلزلۃ اس الہام کے یہ معنی تھے کہ اب میں پھر زلزلہ کا زمانہ لاؤں گا سو اس کے بعد ایک زلزلہ تو پنجاب میں آیا جس کی نسبت خیر آباد ضلع پشاور سے مجھے اطلاع ملی کہ وہ سخت زلزلہ اور قیامت کا نمونہ تھا۔ اور اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں بھی اس کی خبر شائع ہوئی پھر انگریزی اخباروں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ایسا ہی اس الہام کے بعد امریکہ اور بعض حصہ یورپ میں تین سخت زلزلے آئے اور بعض شہر تباہ ہو گئے۔ لیکن چونکہ پیشگوئی میں عموم ہے اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ اسی پر بس نہیں ہوگا بلکہ اور بھی زلزلے آئیں گے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ وہ زمانہ آگیا ہے۔ کہ پھر میں زلزلوں کو زمین پر ظاہر کروں گا۔ سو ان زلزلوں کا منتظر رہنا چاہیئے۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں"

حضورؑ کے مندرجہ الہام اور اس کی تشریح کی رو سے ۱۹۰۸ء کے بعد بھی زلزلوں کا آنا ضروری تھا۔ چونکہ اس جگہ صرف ان نشانوں کا ذکر کرنا میرے مدنظر ہے جو حضورؑ کی وفات تک ظاہر ہوئے اس لئے اس جگہ میں صرف ان زلزلوں کے ذکر پر اکتفا کروں گا جو ۱۹۰۸ء میں حضورؑ کی وفات

تک دنیا کے مختلف حصّوں میں آئے اگرچہ اس الہام کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اس کے بعد بھی زلزلے آتے رہے۔

۵۷۔ چنانچہ پہلا زلزلہ مندرجہ بالا پیشگوئی کے ماتحت جنوری ۱۹۰۸ء میں کوئٹہ میں آیا جو ایک سخت زلزلہ تھا جس سے وہاں کے مکانات بید کی طرح لرز گئے۔ سخت گھبراہٹ طاری تھی اس سے شریع کے ریلوے اسٹیشن کی عمارت مسمار ہو گئی۔

۵۸۔ دوسرا زلزلہ اپریل ۱۹۰۸ء میں میکسیکو کے قصبہ چیلی میں آیا جس سے یہ قصبہ برباد ہو گیا۔ اس کی آبادی بارہ ہزار کی تھی۔

۵۹۔ ۱۹ ار دسمبر ۱۹۰۷ء کو حضورؑ کو الہام ہوا۔ سنریھم آیاتنا فی الافاق وفی انفسھم یعنے خود ہندوستان میں بھی اور ہندوستان سے باہر بھی ہم نشان دکھلائیں گے۔ چنانچہ اس الہام کے ماتحت دونوں جگہوں میں ظاہر ہونے والے بعض نشانات کا اُوپر ذکر کیا جا چکا ہے اور بعض کا ذیل میں کیا جاتا ہے یہ نشان کس قسم کے ہیں اس کا ذکر ذیل کے الہامات میں پایا جاتا ہے :۔

۱۔ الامواض تشاع والنفوس تضاع۔

۲۔ آفتوں اور مصیبتوں کے دن ہیں ۱۹۰۸ء میں جو آفتیں اور مصیبتیں دنیا پر آئیں جو نفوس ضائع ہوئے انہی کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے کچھ کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے اور کچھ کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

جنوری ۱۹۰۸ء میں مدارس میں اس شدّت کی سردی پڑی کہ اس کی شدّت سے وہاں کثرت سے بچے ہلاک ہوئے اسی ماہ ہندوستان اور ایران میں شدید قحط نے کثرت سے لوگوں کو مصیبت میں مبتلا کر دیا چنانچہ ہندوستان میں قحط کی وجہ سے امداد حاصل کرنے والوں کی تعداد ۲ لاکھ ۲۳ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

اس مہینہ میں تمام انگلستان میں اس قدر سردی پڑی اور تیز و تند مشرقی ہوائیں اس

قدر چلیں کہ ان سے بہت سے لوگ موت کا شکار ہو گئے۔

اپریل ۱۹۰۸ء میں کشمیر میں ۶۰ گھنٹہ تک سخت بارش اور برف باری کی وجہ سے کئی جانیں ضائع ہو گئیں۔ لوسٹن (امریکہ) کے مضافات میں سے کیفیا کے علاقے میں سخت آتشزدگی کی وجہ سے ایک مربع میل کے بقدر وہاں کی آبادی جل گئی۔ اور عمدہ عمدہ عمارتیں تباہ ہو گئیں۔ ۷۰ لاکھ اور ایک کروڑ کے مابین نقصان ہوا اور دس ہزار آدمی بے خانماں ہو گئے۔

اسی ماہ چین میں تباہ کن سیلاب آیا جس سے دو ہزار آدمی غرق ہو گئے۔

اسی ماہ نتاؤنگا (نشیبی بنگال) میں ایک سن کے کارخانے میں آتشزدگی کی واردات ہوئی جس سے تین ہزار گٹھے سن کے جل گئے ۱۴ ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔ اسی طرح سیرامپور کی انڈیا جوٹ ملز آتشزدگی سے تباہ ہو گئی ۴ لاکھ روپے کا نقصان ہوا۔

اسی سال جنوری میں جدہ میں شدید آتشزدگی کے نتیجہ میں کئی دوکانیں جل گئیں اور دو لاکھ روپے کا نقصان ہوا۔

۶۰۔ جولائی کے آخری دہا کہ میں حضورؑ کو الہام ہوتا ہے "ہیضہ کی آمد ہونے والی ہے" اس الہام کے چھ ماہ بعد یعنی جنوری ۱۹۰۸ء میں مکہ مدینہ جدہ اور ینبوع میں سخت ہیضہ پھوٹ پڑا تفصیلی اعداد و شمار جو اس وقت کے اخباروں میں شائع ہوئے ان کی رُو سے حجاز میں ہیضہ کے ۲۲۶۰ کیس ہوئے اور ۹۶۰ آدمی ہلاک ہوئے مکہ معظمہ میں ۶۷۳ اشخاص ہلاک ہوئے اس کے بعد ہیضہ نے اس قدر شدت اختیار کی کہ ۵۰۰ حاجی روزانہ ہیضہ سے مرتے رہے ہیں۔ کیا کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ ایسی خطرناک اور مہلک وبا کی چھ ماہ قبل اطلاع دے سکے کیا یہ الہام حضورؑ کی صداقت پر بیّن دلیل کا کام نہیں دے رہا۔ میں بتلا چکا ہوں۔ کہ حضورؑ کی پیشگوئیاں عالمگیر حیثیت رکھتی ہیں۔

۶۱۔ آخری ایام میں جب حضورؑ لاہور تشریف رکھتے تھے تو جناب خواجہ کمال الدین صاحب

مرحوم نے چند معزز تعلیم یافتہ رؤساء لاہور کو اپنے ہاں دعوت پر مدعو کیا اور حضور اقدس کی خدمت میں تقریر کرنے کیلئے درخواست کی جسے حضورؑ نے منظور فرما لیا لیکن رات کو حضورؑ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور چند اسہال آ جانے کی وجہ سے سخت ضعف ہو گیا جس کی وجہ سے تقریر کرنا بھی ناممکن تھا۔ لیکن ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوتا ہے "انی مع الرسول اقوم" اور یہی دن تقریر کیلئے مقرر تھا۔ الہام کا مطلب واضح تھا کہ تم تقریر کیلئے کھڑے ہو جاؤ میری طرف سے طاقت بھی دیدی جائیگی اور میری تائید بھی تمہارے شامل حال ہوگی۔ چنانچہ اس الہام سے تسلی پاکر حضورؑ نے کھڑے ہوکر ہی تقریر فرمائی اور پورے اڑھائی گھنٹہ تک کھڑے رہے نہایت ہی مدلل اور مؤثر تقریر فرمائی گویا الہام کی صداقت اسی دن ظاہر ہو گئی۔ اور دیکھنے والوں کے دل نور ایمان سے منور ہو گئے۔

اب برق صاحب اور انکے ہمنوا دوست ذرا غور فرمائیں کہ جس الہام کو وہ مہمل قرار دے رہے ہیں وہ کس صفائی سے بیان کر رہا تھا کہ موت سے قبل یہ نشان دکھلائے جائیں گے اور کس صفائی سے وہ وعدہ الٰہی پورا ہوا ہے کیا ان تمام نشانوں کا پورا ہونا اور پھر ساٹھ کے عدد کے مطابق پورا ہونا بیّن طور پر ثابت نہیں کر رہا کہ حضورؑ اپنے دعوے ماموریت میں سچے ہیں۔

آیت لو تقوّل الخ سے جناب برق صاحب کا عجیب و غریب استدلال

میرے ایک معزز بھائی نے آیت زیر عنوان پر روشنی ڈالنے کی طرف مجھے توجہ دلائی ہے کیونکہ برق صاحب نے بھی اس آیت پر بہت کچھ لکھا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس آیت کا اصل مفہوم بیان کرنے سے قبل برق صاحب کے استدلال کا بھی جائزہ لیا جائے۔

برق صاحب کے نزدیک علماء کا عجز | برق صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱ پر

زیر عنوان :۔

"دیں افزاء" لکھتے ہیں :۔

"جناب مرزا صاحب پورے بیس برس تک آیت (یعنی آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ ناقل) سے استدلال فرماتے رہے (یعنی اپنے دعویٰ کی صداقت پر۔ ناقل) اس استدلال کو ہر تصنیف میں بار بار دہراتے رہے اور لطف یہ کہ آپ کے مخالفین یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ مولوی عبد الحق غزنوی و دیگر سینکڑوں علماء میں سے کوئی ایک بھی اس استدلال کا جواب نہ دے سکا"

پھر ص۱۰۶ پر لکھتے ہیں :۔

"اس استدلال کے سلسلہ میں جناب مرزا صاحب نے مخالف علماء کو بار بار چیلنج دیا کہ اگر اسلام کی طویل تاریخ میں کوئی جھوٹا نبی ہلاک نہ ہوا ہو تو اس کا نام بتاؤ لیکن کوئی عالم گذشتہ ستر برس میں ایک مثال بھی پیش نہ کر سکا"

پھر ص۱۱۱ پر لکھتے ہیں :۔

"بات یہ ہے کہ آیت زیر بحث کا مفہوم ہمارے علماء پر آج تک مخفی رہا قرآن مفسر قرآن ہے اس آیت کی تفسیر ایک اور آیت میں موجود ہے یہاں قابل حل صرف یہ سوال ہے کہ رسول کریم کون ہے اگر اس سے مراد حضور صلعم ہوں تو جناب مرزا صاحب کا استدلال درست ہے اور اگر کوئی اور ہو تو درست نہیں"

برق صاحب کی علماء کے خلاف ڈگری

برق صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے عیاں ہے کہ تمام کے تمام علماء سیدنا حضرت مرزا صاحب کے استدلال کو توڑنے میں ناکام رہے جو حضور بقول برق صاحب اپنے دعوے کی صداقت پر آیت مندرجہ بالا سے کیا کرتے تھے۔ اور جس استدلال کو حضور بقول برق صاحب

برابر بیس برس تک بار بار علماء کے سامنے پیش کرکے انہیں چیلنج کرتے رہے کہ میرے اس استدلال کو توڑ کر دکھلاؤ۔ آیت مندرجہ بالا میری صداقت پر کھلی کھلی دلیل ہے۔ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی یہ دلیل اس قدر وزنی پتھر تھا۔ کہ تمام کے تمام علماء بقول برق صاحب اس کو اُٹھانے سے عاجز رہے۔ برق صاحب کے اس اقرار کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ تمام کے تمام علماء صداقت کو قبول کرنے سے پہلوتہی کرتے تھے۔ جبکہ قرآن کریم کی واضح آیت سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کو ثابت کر رہی تھی۔ اور علماء سب کے سب اس ثبوت کے خلاف لب کشائی کرنے سے بالکل عاجز تھے۔ تو اس صورت میں قرآن کریم کی اتباع کا دعوےٰ اُن پر یہ فرض قرار دیتا تھا کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر ایمان لے آتے تقوےٰ اور دیانتداری کا اوّل تقاضا تو بیشک یہی تھا کہ وہ حضرت مرزا صاحبؑ کے دعوےٰ کو صحیح تسلیم کرکے حضورؑ کے ساتھ ہو کر اُن کی ہدایت کے ماتحت خدمت دین میں مصروف ہو جاتے کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم کا یہی ارشاد ہے ۔ الامام جُنّۃٌ یقاتل من ورائہ ۔ لیکن اگر وہ اتنی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تھے۔ تو کم از کم وہ اس زبردست دلیل کے سامنے عاجز آنے کی صورت میں مخالفت سے ہی کنارہ کشی اختیار کر لیتے لیکن ان دونوں صورتوں میں سے کسی کو بھی اختیار نہ کرنا ثابت کر رہا ہے۔ کہ یہ علماء تقویٰ کے مقابلہ میں بے جا ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے رہے۔ خوب غور کر لو کہ برق صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے اُس کے سوا کیا کوئی اور نتیجہ نکل سکتا ہے۔

برق صاحب کی علماء پر دوسری حجت

اپنی مندرجہ بالا تحریر میں برق صاحب اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا میں اگر لفظ رسول کریم سے مراد حضرت نبی کریم صلعم ہیں تو جناب مرزا صاحب کا استدلال درست ہے اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ علماء آیت میں لفظ رسول کریم سے مراد حضرت نبی کریم صلعم کو ہی لیتے رہے ہیں اس صورت میں جناب برق صاحب کا فتوےٰ یہی ہے

کہ علماء کو سیدنا حضرت مرزا صاحب کے استدلال کو درست تسلیم کر لینا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں پس دونوں صورتوں میں برقی صاحب کے نزدیک علماء زیر الزام آتے ہیں اوّل استدلال کو توڑنے سے عاجز آنے کی صورت میں دوم حضرت نبی کریم صلعم کو ہی آیت کا مصداق سمجھنے کی صورت میں۔

علمائے سلف صالحین کس کو آیت کا مصداق سمجھتے رہے

صرف علمائے زمانہ ہی حضرت نبی کریم صلعم کو آیت مذکورہ بالا کا مصداق نہیں سمجھتے رہے بلکہ پہلے مفسرین بھی ایسا ہی سمجھتے رہے ہیں تمام مفسروں نے "تقول" کی ضمیر کا مرجع حضرت نبی کریم صلعم کو ہی قرار دیا ہے۔ صرف ایک نے احتمالی طور پر یہ لکھا ہے کہ اس ضمیر کا مرجع یا نبی کریم صلعم ہو سکتے ہیں۔ یا جبرئیل تعین وہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس مفسّر کا یہ قول محض نحوی اعتبار سے ہے اس سے زیادہ اس قول کی کچھ بھی حقیقت نہیں اور ایک نے تقول کا فاعل متقول محذوف مانا ہے۔ یہ مفسر حضرت نبی کریم صلعم کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضور صلعم کو متقولین کے دائرے سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب ہر متقول کا اس کی زد میں آنا مسلم ہو تو پھر حضرت نبی کریم صلعم کس طرح باہر رکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اگر حضرت نبی کریم صلعم تقول علی اللہ کریں تو آنحضور صلعم تو الٰہی گرفت میں نہیں آ سکتے البتہ اگر کوئی دوسرا کرے تو الٰہی گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ اس سے بھی بہرحال حضرت مرزا صاحبؑ کے استدلال کی صداقت تو ثابت ہو جاتی ہے۔

اس بارے میں اہل سنت والجماعت کا مذہب

شرح عقائد نسفی جو اہل سنت والجماعت کے عقائد کے بارے میں مسلمہ کتاب ہے اس میں بھی سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے ہی استدلال کی تصدیق ہوتی ہے۔ اِس کی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے حضرت نبی کریم صلعم کے کمالات

کے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے :۔

"جس شخص کے متعلق اللہ تعالےٰ جانتا ہو کہ وہ مجھ پر افترا کر رہا ہے یہ ناممکن ہے کہ اس کو اللہ تعالےٰ ۲۳ برس تک مہلت دے اور اس کے دین کو دوسرے ادیان پر غالب کرے اور اس کے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی مدد کرے۔ اور اس کی موت کے بعد بھی اس کے آثار کو قیامت تک زندہ رکھے"

اس آیت کے متعلق سرسیّد صاحب کا مکتب فکر

سرسیّد صاحب کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے احباب بھی آیت مذکورہ بالا میں وارد شدہ الفاظ انہ لقول رسول کریم میں "رسول کریم" سے مراد حضرت نبی کریم صلعم کو ہی لیتے ہیں البتہ لفظ قول سے یہ استدلال ضرور کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے الفاظ حضرت نبی کریم صلعم کے ہیں صرف مفہوم آنحضور صلعم کے دل میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے القا کیا جاتا تھا اس مفہوم کو الفاظ کا جامہ خود حضرت نبی کریم صلعم پہنایا کرتے تھے۔ اِن کے نزدیک قول کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔

جناب برق صاحب کا عجیب و غریب مذہب

تمام علماء تمام مفسرین تمام اہل سنت والجماعت اور تمام نئی روشنی کے دلدادہ حضرات کے خلاف برق صاحب نے اس آیت کے متعلق بالکل نیا اور انوکھا مذہب اختیار کیا ہے جو انہی کے الفاظ میں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"جس طرح مختلف مظاہر کونی کا انتظام مختلف فرشتوں کے سپرد کیا جاتا ہے اسی طرح ایک فرشتہ وحی کے کام پر مامور ہے۔ وہ منشائے ایزدی سے اطلاع پاکر اور اس منشاء کو اپنے الفاظ میں ڈھال کر کسی رسول کی طرف بھیج دیتا ہے"

اس کے بعد اپنے نظریہ کو درست ثابت کرنے کے لئے جو دلیل برق صاحب نے پیش کی ہے وہ یہ ہے :۔

"تنزیل و ترسیل (آتارنا) کا کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور مشیت کی ترجمانی وہ فرشتہ کرتا ہے جسے قرآن میں دو مرتبہ رسول کریم کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کو از اوّل تا آخر پڑھ جائیے یہی نظر آئے گا کہ تنزیل کا کام تو اللہ تعالیٰ کر رہا ہے لیکن کتاب رسول کریم کا قول ہے اور یزدان کو معاملات انسانی پر قیاس کرنا درست نہیں تاہم تفہیم کی خاطر ہم اس مثال سے اس مسئلہ کو واضح کرتے ہیں آج کل آپ دیکھتے ہیں کہ حکومت پلے پلے احکام جاری کرتی ہے۔ یہ سب کے سب گورنر کی طرف سے ہوتے ہیں لیکن ان احکام کے الفاظ گورنر کے نہیں ہوتے بلکہ کوئی سیکرٹری ڈرافٹ (مضمون حکم) کرتا ہے جو گورنر کی مشیت یا منشا کا پوری طرح ترجمان ہوتا ہے بس یہی حال صحائف الہامیہ کا ہے کہ الفاظ رسول کریم کے اور ترجمانی خدائی مشیت کی ہوتی ہے۔"

عبارت مندرجہ بالا کا ملخص عبارت مندرجہ بالا کا ملخص یہ ہے کہ برق صاحب کے نزدیک ایک فرشتہ ایسا مقرر ہے جس کو اللہ تعالیٰ صرف اپنے منشاء سے آگاہ کرتا ہے اپنے منشاء اور مشیت پر اطلاع دینے کا نام برق صاحب تنزیل رکھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک خدا کا کام ایک فرشتہ کو صرف اپنے منشاء سے آگاہ کرنا ہے وبس آگے اس منشاء کو الفاظ میں ادا کرنا اس فرشتہ کا کام ہے جس نے خدا کے منشاء کو رسول تک پہنچانا ہوتا ہے۔ گویا برق صاحب کے نزدیک جس قدر صحف الہامی دنیا میں آئے ہیں۔ اُن کے الفاظ خدا کے نہیں بلکہ فرشتہ کے ہیں حتیٰ کہ آخری کتاب یعنی قرآن کریم بھی خدا کے الفاظ میں نہیں بلکہ اس فرشتہ کے ہی کے الفاظ میں اترا ہے جس نے خدا کے منشاء کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔

دو فریق اس وقت ہمارے سامنے دو فریق ہیں۔ ایک فریق تو کہتا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ حضرت نبی کریم صلعم کے ہیں اور دوسرا فریق یعنی برق صاحب اور اُنکے

ہمنوا یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ فرشتہ کے ہیں بہرحال دونوں فریق اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے الفاظ خدا کے الفاظ نہیں ہیں اور دونوں کے استدلال کی بنیاد آیت "انہ لقول رسول کریم" ہیں لفظ قول پر ہے ایک فریق کہتا ہے کہ رسول کریم سے مراد محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں اور دوسرا اسی لفظ سے وحی لانے والا فرشتہ مراد لیتا ہے۔ واضح ہو کہ ان ہر دو فریق کی بنیادِ استدلال نہایت بودی ہے۔ کیونکہ یہ قرآن کریم کے صریح خلاف ہے جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو جائے گا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن کریم کے الفاظ خدا کے ہی ہیں تو ان کی بنیاد گرنے سے وہ ساری عمارت بھی دھڑام سے نیچے آ گرے گی جو اس بنیاد پر انہوں نے استوار کی ہے۔

برق صاحب کا ترجمہ

رسول کریم سے فرشتہ مراد لینے کے بعد برق صاحب آیت کا ترجمہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں :۔

"اگر یہ رسول کریم (یعنی فرشتہ) کوئی غلط بات ہماری طرف منسوب کرے تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ جان کاٹ ڈالیں"

"دیکھ لیا آپ نے کہ رگِ جان کاٹنے" کی وعید اس فرشتے سے تعلق رکھتی ہے۔ نہ کہ حضور علیہ السلام سے جب بنیاد ہی نہ رہی تو پھر وہ قصر استدلال کیسے قائم رہ سکتا ہے جو مرزا صاحب نے صرف اسی بنیاد پر اُٹھایا تھا کہ رگ جان والی وعید کا تعلق حضور علیہ السلام سے ہے"

برق صاحب کے دعویٰ کی تردید قرآن کریم سے

برق صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن کریم میں تنزیل کا فعل صرف خدا تعالےٰ کا ہی فعل قرار دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور اس کا مفہوم صرف فرشتہ کو اپنے منشاء سے آگاہ کرنا ہے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ برق صاحب نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کوئی دلیل قطعاً پیش نہیں کی۔ نہ عقلی اور نہ نقلی صرف دعوے پیش کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے ہاں اپنے قارئین کو قرآن شریف شروع سے آخر تک پڑھنے کی تلقین

ضرور کی ہے۔ سو ہم نے اُن کی فرمائش پر قرآن کریم کو بار بار پڑھا ہے ہمیں تو اس میں ان کے دعوے کی تصدیق میں ایک بھی آیت نہیں ملی بلکہ ان کے اس نظریہ کے خلاف ذیل کی آیات ملی ہیں جو ان کے غور کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) قل من کان عدواً لجبریل فانه نزّله علیٰ قلبك باذن الله مصدقا لما بین یدیه وھدی وبشریٰ للمؤمنین۔ (البقرہ ۴۲ع ۱۲)

جناب برقی صاحب اور اُن کے ہمنوا دوست دیکھ لیں کہ اس آیت میں تنزیل کا فعل خدا کی طرف نہیں بلکہ صریح لفظوں میں جبریل کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۲۔ اور سنیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل نزّله روح القدس من ربّك بالحق لیثبت الذین آمنوا وھدی وبشریٰ للمؤمنین اس آیت میں بھی تنزیل کا فعل روح القدس کی طرف ہی منسوب کیا گیا ہے۔

۳۔ نزل به الروح الامین علےٰ قلبك لتکون من المنذرین۔ اس آیت میں بھی انزال کا فعل الروح الامین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

خدا اور فرشتہ کی طرف تنزیل کے فعل کو منسوب کرنے کا صحیح مطلب

مندرجہ بالا تینوں آیتیں اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ تنزیل کا فعل قرآن کریم میں جس طرح اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ آیت اِنّهٗ لتنزیل من ربّ العلمین سے ظاہر ہے۔ اسی طرح یہ فعل فرشتہ جبریل کی طرف بھی منسوب ہوتا ہے۔ جسے قرآن کریم میں اس کی مختلف تجلیات کے اعتبار سے روح القدس اور روح الامین کے ناموں سے بھی پکارا گیا ہے دونوں کی طرف منسوب کرنے کا فلسفہ بالکل سیدھا سادا ہے خدا بولتا ہے اور اس کے الفاظ جبریل کے واسطہ سے بشر رسول تک پہنچ جاتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ہمارے الفاظ ہوا کے ذریعہ ہمارے مخاطب تک پہنچ جاتے ہیں ہوا ہمارے الفاظ کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ضرور ہے۔

لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ الفاظ ہمارے نہیں بلکہ ہوا کے ہیں پس جس طرح مادی عالم میں انسانوں کے الفاظ کو ایک دوسرے تک پہنچانے کے لئے ہوا کو بطور ذریعہ اور واسطہ پیدا کیا گیا ہے اسی طرح عالم رُوحانی میں خدا کی آواز اور اس کے الفاظ کو رسولوں تک پہنچانے کے لئے فرشتوں کو بطور واسطہ کے پیدا کیا گیا ہے اس لئے ان دونوں کی طرف اس فعل کو منسوب کرنے میں کوئی نقصان نہیں باقی فرشتوں کو بطور واسطہ پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے یہ موقع اس پر بحث کرنے کا نہیں کسی اور موزوں موقعہ پہ اس پر بھی روشنی ڈال دی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

فرشتہ خدائی وعید کا مصداق ہو ہی نہیں سکتا

اگر جناب برق صاحب وعید کا تعلق فرشتہ سے ثابت کرنے سے قبل ادنیٰ غور سے بھی کام لیتے تو کبھی ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے افسوس آپ نے اتنا بھی نہ سوچا کہ انسانوں کو یہ بات بتانے کا کیا فائدہ کہ میں فرشتہ کی رگ جان کاٹ دیتا۔ اگر ایسا فی الحقیقت وقوع میں آجائے تو انسانوں کو اس واقعہ سے کیسے اطلاع مل سکتی ہے نہ تو انسان فرشتہ کو ہلاک ہوتے دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی اور ذریعہ سے ان کو اس کا علم حاصل ہوسکتا ہے پھر آیت میں تو صاف لکھا ہے۔ فما منکم من احدٍ عنہ حاجزین۔ سوچیں انسان اور فرشتوں کو ہلاک ہونے سے بچانے کا آپس میں کیا تعلق ہوسکتا ہے انسان انسان کو بچانے کی تو کوشش کرسکتا ہے۔ مگر خدا کے پاس جاکر فرشتہ کو بچانے کی کوشش کس طرح کرسکتا ہے۔ کیا یہ بالکل بے معنی جملہ نہیں ہوگا اور کیا ایسے بے معنی جملے خدا کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں۔ ذرا سوچ کر فیصلہ کریں۔

مثال بھی قیاس مع الفارق کا مصداق ہے

آپ نے گورنر اور سیکرٹری کی جو مثال دی ہے۔ وہ بھی بالکل بے محل ہے کہاں عاجز انسان اور کہاں بے انتہاء قدرتوں کا مالک خدا جس کی طرف ایک ذرّہ بھر عجز بھی منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ گورنر آخر انسان ہے وہ تمام کام

خود بخود کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔ وہ سہاروں اور مددگاروں کا محتاج اور خدا کی ذات غنی اور صمد ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں جس کی شان میں وارد ہے لم یکن له ولی من الذل۔ پھر سیکرٹری بھی گورنر کی منظوری بغیر احکام جاری نہیں کرسکتا یہ گورنر کے احکام اس لئے کہلاتے ہیں کہ گورنر دیکھ کر ان کی منظوری دے دیتا ہے۔ اس لئے آپ کی یہ مثال قیاس مع الفارق کے نیچے آئے گی۔

پھر اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ خدا آخر اپنا منشاء فرشتہ کو کس طرح بتلائے گا بول کر یا بغیر بولے اگر آپ کہیں بغیر بولے تو بولنے کے بغیر تو فرشتہ بھی نہیں سمجھ سکتا اگر بول کر بتلاتا ہے تو ماننا پڑے گا۔ کہ فرشتہ کے ذریعہ رسول تک وہی الفاظ پہنچتے ہیں جو خدا بولتا ہے۔ جس کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ فرشتہ خدا کے الفاظ پہنچانے میں ہوا کی طرح محض ایک ذریعہ اور واسطہ ہی ہے وبس۔

پھر قرآن شریف کی مندرجہ ذیل دو آیتوں پر بھی غور کریں۔ (۱) واتخذ قوم موسیٰ من حلیهم عجلاً جسداً له خوار الم یروا انه لا یکلمهم ولا یهدیهم سبیلا اتخذوه وکانوا ظالمین۔ الاعراف ع ۱۸ پھر سورۃ طه ع ۴ میں فرمایا کہ سامری نے بچھڑا بنا کر موسےٰ کی قوم کو کہا هذا الهکم واله موسیٰ فنسی افلا یرون الا یرجع الیهم قولا بچھڑے کے اللہ ہونے کی نفی خدا نے یہ کہہ کر کی کہ یہ تو تم سے نہ کلام کرتا ہے اور نہ ہی تمہاری باتوں کا جواب دیتا ہے برق صاحب! کیا آپ دنیا سے ایسا خدا منوانا چاہتے ہیں جو بچھڑے کی طرح کلام کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اور نہ اپنے پرستاروں کی باتوں کا جواب دے سکے اگر آپ کا خیال خدا کے متعلق یہی ہے تو پھر وہ اس آیت قرآنی کی رُو سے الٰه نہیں ہوسکتا۔

ملائکہ کی بناوٹ

وحید الٰہی کو فرشتوں سے متعلق کرتے وقت برق صاحب نے فرشتوں کی بناوٹ پر بھی غور نہیں کیا وہ تو لا یعصون الله ما امرهم و یفعلون ما یؤمرون کے مصداق ہونے کی وجہ سے مشین کی طرح کام کرتے ہیں ان کی تدبیر بھی

شہد کی مکھی وغیرہ جانوروں کی طرح فطرتی مادہ کے ماتحت ہے۔ جس سے وہ اِدھر اُدھر ہو ہی نہیں سکتے اس لئے تقول کا ارتکاب اُن سے ممکن ہی نہیں کیونکہ تقول علینا بعض الاقاویل کے معنی تو یہ ہیں کہ اپنی طرف سے عمداً کوئی قول بنانا اور پھر اسے منسوب خدا کی طرف کر دینا انسان سے تو اِس کا امکان ہوسکتا ہے۔ لیکن فرشتوں سے اس کے امکان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ فرمانبرداری اور نافرمانی دونوں کی طرف جھکنے کا مادہ صرف انسان میں ہی ہے نافرمانی کی طرف جھکنے کے مادہ کو دبائے رکھنے اور فرمانبرداری کے مادہ کی طرف جھکے رہنے سے ہی انسان ترقیوں کی راہ پر گامزن ہوتے ہوتے اپنے انتہائی کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم جو نوع انسان میں سب سے زیادہ خدا کے فرمانبردار تھے اور مکمل طور پر انسانی کمالات کو حاصل کرنے والے تھے اُن کے متعلق بھی آتا ہے۔ انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم اور پھر آتا ہے لولا ان ثبتنٰک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو زیر کر لیا تھا۔ اس لئے بوجہ بشر ہونے کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تقول منسوب کیا جاسکتا ہے۔ گو امکانی اور احتمالی طور پر کیا جائے لیکن کیا جاسکتا ہے۔ لیکن فرشتوں کی طرف تو امکانی طور پر بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے تقول کی ضمیر کا مرجع حضرت نبی کریم صلعم ہی ہوسکتے ہیں فرشتہ کو مرجع بنانا محض تحکم ہے۔

کیا بشر کو رسول کریم اور رسول امین اور مطاع کے لقب سے ملقب کرنا ممنوع ہے

برق صاحب نے سورۃ تکویر اور سورۃ الحاقہ میں جو نبی کریم صلعم کے متعلق رسول کریم اور امین کے الفاظ آئے ہیں ان کو خدا جانے کیوں فرشتہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ کیا بشر رسول کے لئے ان الفاظ کا استعمال ممنوع ہے اگر برق صاحب کا یہ خیال ہے تو افسوس سے کہنا پڑے گا کہ انہوں نے قرآن کریم کو غور سے مطالعہ نہیں کیا دیکھئے قرآن کریم کی سورۃ الدخان میں حضرت موسےٰ کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولقد فتنا قبلھم قوم فرعون وجاءھم رسول

کریم ان ادوا الی عباد اللہ انی لکم رسول امین ۔ پھر حضرت نوحؑ ۔ حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ ۔ حضرت لوطؑ ۔ اور حضرت شعیب علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے قوم کو کہا ۔ انی لکم رسول امین دیکھو سورۃ الشعراء از ۶ تا ۱۰ پھر حضرت نبی کریم صلعم کو کریم اور امین کے لقب سے پکارے جاتے سے آپ کو کیوں حیرانگی لاحق ہو گئی ۔ باقی رہا مطاع کا استعمال سو تمام رسولوں کو ہی خدا نے مطاع قرار دیا ہے ۔ جہاں فرمایا وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اس آیت کی موجودگی میں حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں مطاع کا لفظ دیکھ کر آپ اس قدر کیوں گھبرا گئے کہ اس لفظ کو فرشتہ کی طرف منسوب کرنے پر مجبور ہو گئے ۔ یاد رہے کہ آپ کی پیش کردہ آیات میں رسول کریم بھی حضرت نبی کریم صلعم کو ہی کہا گیا ہے مطاع اور امین یہ دونوں لفظ بھی حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں ہی وارد ہوئے ہیں اس کا ثبوت انشاء اللہ ان آیات کا صحیح مفہوم بیان کرتے وقت پیش کیا جائے گا ۔

تقول میں ضمیر کے مرجع کے متعلق حتمی فیصلہ

لو تقول علینا بعض الاقاویل میں تقول کی ضمیر کے مرجع کے متعلق ذیل کی آیت قطعی طور پر فیصلہ کر دیتی ہے سورۃ طور ع۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ فذکر فما انت بنعمت ربک بکاھن ولا مجنون ام یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون قل تربصوا فانی معکم من المتربصین ام تامرھم احلامھم بھذا ام ھم قوم طاغون ام یقولون تقولہ بل لا یؤمنون فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین ۔ جس طرح سورۃ تکویر اور الحاقہ میں کاہن ، شاعر اور مجنون ہونے کی نفی کی گئی ہے لیکن اس سورۃ میں ان امور کی نفی کے علاوہ ایک زائد الزام کا ذکر بھی کیا گیا ہے ۔ جو کفار مکہ حضرت نبی کریم صلعم پر لگاتے تھے ۔ اور وہ یہ کہ محمد صلعم نے اپنے پاس سے یہ کتاب بنالی ہے اور منسوب اس کو خدا کی طرف کر رہا ہے ۔ پس سورہ الحاقہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اسی الزام کا جواب دیا ہے فرمایا کفار کہتے ہیں (ام یقولون تقولہ) یعنی محمد (صلعم) تو متقول علی اللہ ہے ۔

[illegible] ان امور کی نفی کی گئی ہے

جواب دیا کہ لو تقول علینا بعض الاقاویل یعنے اے کفار اگر تمہارا یہ الزام صحیح ہو کہ محمد صلعم اپنے پاس سے قول بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتا ہے تو ہمارا جواب سن لو کہ اگر یہ چند قول بھی اپنے پاس سے بنا کر ہماری طرف منسوب کر کے تمہارے سامنے پیش کرتا تو ہم اسکا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے یعنے اسے ذلیل و خوار کر دیتے اور پھر اسی ذلّت و رسوائی کی حالت میں ہی اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے اور تم میں سے کوئی شخص بھی اس کو ہماری اس سزا سے نہ بچا سکتا کیوں کہ متقولین کے متعلق ہمارا یہی قانون ہے اب اے کفار تم خود ہی دیکھ لو کہ یہ شخص ذلّت کا شکار ہو رہا ہے یا دن بدن خدائی تائیدیں اس کے شامل حال ہو رہی ہیں اور اس پر ایمان لانے والوں کی اخلاقی اور روحانی حالت دن بدن سدھر رہی ہے یا خراب ہو رہی ہے خلاصہ کلام یہ کہ لو تقول علینا درحقیقت جواب ہی کفار کے قول ام یقولون تقولہ کا ہے اس سے لو تقوّل کی ضمیر کا مرجع معین ہو جاتا ہے۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلعم کا وجود ہی ہو سکتا ہے۔ نہ کہ فرشتہ جیسا کہ برق صاحب تجویز کرتے ہیں۔ برق صاحب غور فرمائیں کہ کیا یہ بات مضحکہ خیز نہیں بن جاتی کہ کفار کی طرف سے متقول علی اللہ ہونے کا الزام تو حضرت نبی کریم صلعم کی ذات بابرکات پر لگایا جائے اور جواب میں اس الزام میں بریت فرشتہ کی کی جائے کیا یہ جواب اس مشہور ضرب المثل کا مصداق نہیں ہو گا سوال از آسمان جواب از ریسمان۔

قرآن کریم سے خدا کا براہ راست بندوں سے کلام کرنے کا ثبوت

پہلی آیت۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات یعنی یہ رسول ہیں جن کو ایک دوسرے پر ہم نے فضیلت دی ہے ان میں بعض ایسے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ نے کلام کیا اور کلام کے علاوہ بعض کے درجات اور لحاظ سے بھی بلند کئے۔ اب برق صاحب از روئے انصاف بتلائیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ گورنر نے فلاں شخص سے کلام کیا یا فلاں شخص سے گفتگو کی تو کیا اس سے یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ گورنر کے سیکرٹری سے گفتگو کی اگر نہیں اور ہرگز

نہیں تو پھر جب یہ کہا جائے کہ اللہ نے فلاں رسول سے کلام کیا تو اس سے مراد فرشتہ کے ساتھ کلام کرنا کس طرح مراد لیا جا سکتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا خود ہی اپنے رسولوں سے کلام کرتا ہے ہاں اس کی آواز اور اس کے الفاظ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں بالکل اسی طرح فرشتہ کے ذریعہ رسول کے دل کے کانوں تک پہنچ جاتے ہیں جس طرح انسانوں کے الفاظ ایک دوسرے کے کانوں تک ہوا کے ذریعہ پہنچ جاتے ہیں بہر حال الفاظ فرشتہ کے نہیں بلکہ خدا کے ہی ہوتے ہیں اگر الفاظ فرشتہ کے ہوں تو کلّم اللہ کا استعمال کسی صورت میں بھی درست نہیں قرار دیا جا سکتا۔

دوسری آیت سورۃ النساء ۶ ۲۳ ر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے کے متعلق صریح الفاظ آتے ہیں وکلّم اللہ موسیٰ تکلیما یعنے موسے سے اللہ تعالےٰ نے بار بار کلام کیا اسی کا نام مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے اور قرآن کریم میں متعدد جگہ حضرت موسیٰ کے ساتھ سوال و جواب کی طرز پر کلام کرنے کا ذکر موجود ہے۔

تیسری آیت ولمّا جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلّمہ ربّہٗ قال ربّ ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی اس آیت کے الفاظ کلّمہ ربّہٗ پر غور فرمائیں نیز دیکھ لیں کہ خدا اور موسےٰ کے درمیان براہِ راست مکالمہ کا تذکرہ بھی اسی آیت میں موجود ہے۔

چوتھی آیت قال یا موسیٰ انی اصطفیتک علی النّاس برسالاتی وبکلامی خدا نے حضرت موسےٰ کو مخاطب کر کے فرمایا میں نے تجھے برگزیدہ کر لیا ہے اپنے پیغامات کے ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ پیغامات کی تاویل تو ممکن ہے۔ برق صاحب کر لیں لیکن بکلامی کی تاویل کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں یہ الفاظ تو بالصراحت براہ راست کلام کرنے پر ہی دلالت کر رہے ہیں۔

پانچویں آیت سورۃ طٰہٰ کے رکوع ۱ و ۲ میں اللہ اور موسےٰ کے درمیان کس قدر لمبا مکالمہ

درج ہے ذرہ اسے بھی غور سے مطالعہ فرمائیں ۔ دوسروں کو تو آپ قرآن کریم کے مطالعہ کی تلقین کرتے ہیں آپ خود بھی اس پر عمل کریں اور دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ حضرت موسےٰ کو کس طرح خطاب کرتا ہے جب حضرت موسیٰ مشاہدہ کردہ آگ کے پاس پہنچے تو اُن کو آواز آئی یقیناً میں ہی تیرا رب ہوں اپنے جوتے اُتار دے یقیناً تو مقدس وادی طوی میں ہے میں نے تجھے چن لیا ہے پس تو غور سے سُن اس وحی کو جو تیری طرف کی جارہی ہے اور وہ یہ ہے کہ یقیناً یقیناً میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی اور معبود نہیں پس میری ہی عبادت کر اور میرے ذکر کے لئے نماز کو قائم کر یقیناً الساعۃ آنے والی ہے قریب ہے کہ میں اس کے خفا کو دُور کردوں تا ہر نفس اپنی کوششوں کی جزا دیا جائے ۔ پس اس "الساعۃ" سے تجھے وہ لوگ نہ روک دیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور اپنی سفلی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے ہیں اگر اِن کے پیچھے لگو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اس کے بعد کلام کا رُخ دوسری طرف پھیرتے ہوئے فرماتا ہے اے موسےٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے عرض کیا یہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں ۔ اور بکریوں کے لئے اس کے ذریعہ درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی کئی کام اس سے لیتا ہوں ۔ فرمایا اے موسیٰ اس عصا کو زمین پر رکھ دو ۔ موسےٰ نے اسے رکھ دیا ۔ دیکھتے دیکھتے وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا فرمایا اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم اسے اس کی پہلی حالت میں ہی منتقل کر دیں گے ۔ ساتھ ہی فرمایا اپنے ہاتھ کو اپنے جناح کے ساتھ ملاؤ یہ بغیر کسی بیماری کے سفید نکل آئے گا ۔ یہ دوسرا نشان ہے ہم اور کئی بڑے نشان دکھلائیں گے ۔ فرعون کی طرف جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے ۔ اسی طرز پر یہ مکالمہ مخاطبہ لمبا چلا جاتا ہے ۔

اب غور کرو کہ جس طرح گورنر کے کہنے کو کہ میں گورنر ہوں سیکرٹری کا کہنا نہیں کہا جا سکتا ۔ اسی طرح خدا کا کسی کو بلانا اور اس کا کہنا کہ میں خدا ہوں ۔ فرشتہ کا کہنا نہیں قرار دیا جا سکتا ۔ پس جو ہدایات بعد میں موسیٰ کو دی گئی ہیں ان کے متعلق ماننا پڑے گا کہ وہ بغیر واسطہ کے براہ راست اسی طرح ہی دی گئی ہے جس طرح کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں ۔

یہی مضمون سورۃ النمل ع ۱ سورۃ القصص ع ۴ اور سورۃ النازعات ع ۱ میں بھی پایا جاتا ہے
اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بھی آتا ہے ۔ وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت
الرءيا اسی طرح آدم اور حوا کو انہی الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے ۔ وناداهما ربهما ان
کے رب نے ان کو آواز دی آواز دے کر کہا الم انهكما عن تلكما الشجرة واقل لكما ان
الشيطان لكما عدو مبين قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن
من الخاسرين ان کے اس اعتراف کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے
فرمایا قال اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولكم في الارض مستقر ومتاع الى حين
قال فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون (الاعراف ع ۲) سورۃ البقرہ ع ۴
میں انسان کے لئے گرنے کے بعد اٹھنے کا ذریعہ کلمات اللہ کو ہی قرار دیا ہے فرمایا ۔ فتلقى
آدم من ربه كلمات فتاب عليه انه هو التواب الرحيم یعنے آدم نے اپنے رب سے
کلمات حاصل کئے پس خدا نے اس پر رجوع برحمت کیا وہ بار بار انسانوں پر رجوع برحمت
کرنے والا اور رحیم ہے قلنا اهبطوا منها جميعا ہم نے کہا ان کلمات کے ذریعہ ہی اپنی
موجودہ بگڑی ہوئی حالت کو درست کرو تمہارے پاس میری ہدایت آتی رہے گی ۔ جو اس
ہدایت کی پیروی کرے گا وہ خوف و حزن سے آزاد رہے گا اس کا انکار کرنے والے اور
تکذیب کرنے والے دوزخ میں جائیں گے ۔

انسان اور فرشتہ میں فرق

سورۃ البقرۃ کے رکوع ۴ کے شروع میں ہی انسان
اور فرشتہ کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے ۔ اس
سے واضح ہو جاتا ہے کہ فرشتہ انسان سے علم میں کمتر ہے وہ انسان کو تمام علوم سکھلانے
کا ذریعہ بن ہی نہیں سکتا فرمایا ۔ وعلم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملائكة
فقال انبئوني باسماء هؤلاء ان كنتم صادقين ۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی تمام صفات
کا علم دیا ۔ اور فرشتوں کو جب ان صفات کے بارے میں خبر دینے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے

ان سے اپنی لاعلمی ظاہر کی لیکن آدم نے سب صفات بتلا دیں اصل بات یہ ہے کہ تمام فرشتے خدا کی بعض بعض صفات کے حامل ہیں کوئی ایک فرشتہ بھی تمام صفات الٰہی کا مظہر نہیں تمام صفاتِ الٰہی کا مظہر صرف انسان ہی ہے اور انسانوں میں سے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکمل مظہر ہیں یہی وجہ ہے کہ شب معراج میں جبریل آخر تک نبی کریم صلعم کا ساتھ نہیں دے سکا۔ آخر حضرت نبی کریم صلعم اکیلے ہی خدا سے ملاقی ہوئے جس سے پتہ لگا کہ انسان کا بغیر فرشتہ کے واسطہ کے بھی خدا سے براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ فرشتے تمام صفات کے حامل ہی نہیں اور انسان کے اندر تمام صفات الٰہی بطور بیج کے موجود ہیں جن کو نشو و نما دینا انسان کا فرض ہے جب ان صفات کو نشو و نما دینے میں مدد کرنے والی تعلیم انسان پر نازل ہوگی تو وہ فرشتہ اس تعلیم کو کس طرح الفاظ کا جامہ پہنا سکتا ہے جس کے اندر وہ صفات ہی موجود نہیں وہ تو ایسی تعلیم کو سمجھ ہی نہیں سکے گا۔ کیونکہ وہ اس کے احاطہ علم سے باہر ہے۔ فرشتے تو انسانی پیدائش کی غرض کو ہی نہیں سمجھ سکے جیسا کہ قرآن کریم کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ پس برق صاحب کا نظریہ کہ فرشتے خدا کے ارشاد کو اپنے الفاظ میں پہنچاتے ہیں۔ قرآن کریم کی ابتدائی آیات سے ہی باطل ہو جاتا ہے۔

برق صاحب کے نظریہ کی نمایاں غلطی الفاظ قرآن خدا کے ہی الفاظ ہیں!

اس امر کو دلائل قویہ ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود الفاظ میں ہی کلام کیا اور مثال کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خدا کے کلام کو پیش کیا گیا جس پر آیت فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ واضح دلیل ہے جس کے معنی صاف ہیں کہ آدم نے کلمات حاصل کئے وہ کلمات کس کے تھے خدا کے یا فرشتہ کے آیت میں من ربہ کے الفاظ صاف

بتلا رہے ہیں کہ وہ کلمات فرشتہ کے نہیں بلکہ آدم کے ربّ کے کلمات تھے اگر فرشتہ نے گورنر کے سیکرٹری کی طرح اللہ تعالےٰ کے منشار کو معلوم کرکے اسے اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر آدم کو خدائی منشار سے اطلاع دی تھی۔ تو اُن الفاظ کو کلمات من ربّہ کہنا بالکل خلاف واقع ہوتا بلکہ کلمات من ربّہ کہنے کی بجائے بقول برق صاحب کلمات من رسول کریم یا من الملک کہنا چاہئیے تھا اگر سورۃ الحاقہ میں بقول برق صاحب خدا انہ لقول رسول کریم کہہ کر الفاظ کو فرشتہ کی طرف منسوب کرکے حقیقت کا اقرار کرسکتا تھا۔ تو یہاں اس کے لئے اس حقیقت کے اقرار سے کونسی چیز مانع تھی۔ یہاں اس نے فرشتہ کے الفاظ کو اپنی طرف کیوں منسوب کیا۔ اسی طرح سورۃ الاعراف میں حضرت آدم اور حضرت موسےٰ کے ساتھ براہ راست خدا کے مکالمہ کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح سورۃ طٰہٰ اور سورۃ النازعات میں بھی حضرت موسیٰ کے ساتھ خدا کا براہ راست مکالمہ مذکور ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ بھی کلمات اللہ کے ذریعہ ہی آزمائے گئے پھر حضرت مریمؑ نے بھی اپنے رب کے کلمات ہی کی تصدیق کی گویا سب جگہ وحی کے الفاظ کو کلمات اللہ سے ہی تعبیر کیا گیا ہے۔

وہ آیات جو قرآن کریم کے کلمات اللہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں

پہلی آیت :۔ اللہ تعالےٰ حضرت نبی کریم صلعم کو حکم دیتا ہے واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلماتہ (الکہف ۲۷) یعنے تیرے رب کی کتاب جو تیری طرف وحی کی گئی ہے اسے لوگوں کو پڑھ کر سنا تو خدا تعالےٰ کے ان کلمات کو جن سے یہ کتاب مرکب ہے کوئی تبدیل نہیں کرسکتا

اس آیت سے واضح ہے کہ قرآن کریم خدا کے ہی کلمات ہیں برق صاحب نے القرآن یفسر بعضہ بعضا کے اصول کو اپنی کتاب میں صحیح تسلیم کیا ہے۔ پس یہ آیت قرآن کریم کی آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کی ہی تفسیر کر رہی ہے۔ دونوں آیتوں میں قرآن کریم کو تبدیلی سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا گیا ہے اس لئے تنزیل کے متعلق جو نظریہ

برق صاحب نے پیش کیا ہے وہ سورۃ الکہف کی آیت سے باطل ہو جاتا ہے کیونکہ سورۃ النجم میں جس حقیقت کو تنزیل کے لفظ سے ادا کیا ہے۔ سورۃ الکہف میں اسی حقیقت کو خدا نے اپنے کلمات بتلایا ہے پس برق صاحب کا یہ کہنا کہ تنزیل کا لفظ صرف منشاء الٰہی کے اظہار پر ہی دلالت کرتا ہے۔ آیت مذکورہ بالا نے غلط ثابت کر دیا کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ الفاظ بھی خدا کے ہی ہوتے ہیں یہ بھی یاد رہے کہ حفاظت کی پیشگوئی صرف الفاظ کے ہی متعلق نہیں بلکہ اس حفاظت کے وعدہ الٰہی کا تعلق ان وعدوں کے ساتھ بھی ہے جو قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والوں کو بطور اس عمل کے نتیجہ کے دیئے گئے ہیں مثلاً روزہ کے نتیجہ میں دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کا وعدہ دیا گیا اور ساتھ ہی تقویٰ کی علامات بھی بتلا دی گئی ہیں مخلص نمازی کو تمام قسم کی بدیوں سے محفوظ رکھنے اور قرب الٰہی کے بلند مقامات کو حاصل کروانے کا وعدہ دیا گیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان میں استقامت دکھلانے والوں کو وعدہ دیا گیا ہے کہ ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔ اسی طرح یہ وعدہ کہ حضرت نبی کریم صلعم کی اتباع کے نتیجہ میں مؤمن خدا کا محبوب بن جائے گا یا نصرت الٰہی مؤمنوں کے شامل حال رہے گی۔ یا مومنوں کو دشمنوں کے مقابلہ میں فرقان عطا کیا جائے گا۔ اور ہمیشہ دشمنوں پر انہیں غلبہ حاصل رہے گا اسی قسم کے دیگر وعدے جو مختلف اعمال کے نتیجہ میں قرآن کریم نے مسلمانوں کے ساتھ کئے ہیں۔ لا مبدل لکلماتہ میں یہ بھی داخل ہیں کہ ان وعدوں کو ضرور پورا کیا جائے گا یہ ناممکن ہے کہ ان کا ایفا نہ ہو کیونکہ اُس نے فرمایا ومن اوفیٰ بعھدہٖ من اللہ یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے۔

بیان کردہ امور کی تائید قرآن کریم سے

میرے مندرجہ بالا بیان کی تائید قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے ہوتی ہے علاوہ ازیں یہ آیات اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ وحی کے الفاظ

خدا کے ہی الفاظ ہوتے ہیں :۔

۱۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لا تبدیل لکلمات اللہ ذالک ھو الفوز العظیم۔ یونس ۶۷)

اس آیت میں کامل مومنوں کو دنیا میں بھی بشارتیں ملنے کا وعدہ دیا گیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ خدا کے اِن کلمات میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوگی یہ وعدہ الٰہی ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ علاوہ ازیں یہ آیت بھی کھُلی کھُلی دلیل ہے کہ قرآن کریم میں اولیاء اللہ کی شان میں جو کچھ فرمایا گیا ہے۔ اس کے الفاظ فرشتہ کے نہیں بلکہ خدا کے ہی الفاظ ہیں۔

۲۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون۔ (الصافات ۵۶)

یعنے ہم نے اپنے مرسل بندوں کے بارے میں یہ بات پہلے سے کہہ دی ہوئی ہے کہ وہی ضرور منصور ہوں گے۔ اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔ اس آیت میں بھی جن الفاظ میں مرسلین اور اِن کے ماننے والوں کو منصور اور غالب رہنے کا جو وعدہ دیا گیا ہے ان کو بھی خدا نے فرشتوں کی طرف نہیں بلکہ اپنی طرف ہی منسوب کیا ہے۔

۳۔ قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولاکن الظالمین باٰیات اللہ یجحدون ولقد کُذّبت رسل من قبلک فصبروا علیٰ ما کُذِّبوا واوذوا حتی اتاھم نصرنا ولا مبدّل لکلمات اللہ ولقد جاءک من نبائ المرسلین الانعام ۴۶)

اس آیت میں بھی بتلایا گیا ہے کہ خدا کے سچے مرسلین کی ابتدا میں تو تکذیب ہوتی ہے اور شدت سے ہوتی ہے لیکن انجام کار وہی غالب رہتے ہیں۔

اور خدا کی نصرت آخر کار انہی کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ ان کے دشمن ناکام رہتے ہیں یہ خدا کے کلمات ہیں جو تبدیل نہیں ہو سکتے پیشگوئی کے علاوہ اس آیت سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ آیت کے سب الفاظ خدا کے ہی ہیں۔

۴۔ ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون (الانفال ع ۱)

حضرت موسیٰ کی زبان سے بھی خدا نے یہی الفاظ نکلوائے جہاں فرمایا فلما جاء السحرۃ قال لھم موسیٰ القوا ما انتم ملقون فلما القوا قال موسیٰ ما جئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین ویحق اللہ الحق بکلماتہ ولو کرہ المجرمون۔ یونس ۹ ع ۸۔

یعنے مفسدوں کے عمل کو خدا ہی اپنے کلمات کے ذریعہ باطل ثابت کرے گا اور حق کو بھی وہی اپنے کلمات کے ذریعہ قائم کرے گا۔

۵۔ ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبا فان یشاء اللہ یختم علیٰ قلبک ویمح اللہ الباطل ویحق الحق بکلماتہ انہ علیم بذات الصدور۔ الشوریٰ ع ۳)۔

یعنی کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے (محمد رسول اللہ صلعم نے) اللہ تعالےٰ پر افتراء کر کے یہ کتاب ہمارے سامنے پیش کر دی ہے برق صاحب غور کیجئے کہ کفار مکہ افتراء علی اللہ کو فرشتہ کی طرف نہیں بلکہ نبی کریم صلعم کی طرف ہی منسوب کر رہے ہیں۔ الزام کسی پر اور بریت کسی اور کی کیا اعتراض اور جواب میں کوئی ربط ہے فتدبر یا اخی! مزید غور کر کے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ جواب میں فرشتہ کو سزا دینے کا ذکر کرتا ہے۔ یا حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق فرماتا ہے۔ جو کچھ فرماتا ہے۔ فرمایا اگر خدا چاہے تو اس افتراء کے نتیجہ میں تیرے دل پر (دیکھ لیجئے نبی کریم صلعم کے دل پر) کہا ہے فرشتہ کے دل پر نہیں کہا۔ القرآن یفسر بعضہ بعضھا کے اصول کو مدنظر رکھتے

ہوئے اس سے تو نقول کی ضمیر کے حقیقی مرجع کو بھی سمجھ لیجئے کہ کون ہے فرشتہ یا محمد رسول اللہ صلعم) مہر کرنے کی وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ افتراء علی اللہ ایک گند ہے اس کا اثر مفتری کے دل پر گندا ہی پڑ سکتا ہے۔ لیکن اے معترض غور سے دیکھ کہ محمد رسول اللہ صلعم کی لائی ہوئی کتاب کیا اثر پیدا کر رہی ہے۔ اس کا اثر تو یہ ہو رہا ہے۔ کہ باطل مٹتا جاتا ہے۔ اور حق خدا کے ان کلمات کے ذریعہ قائم ہوتا جاتا ہے یعنی دلوں سے ناپاک خیالات مٹتے چلے جاتے ہیں۔ اور پاکیزگی اور طہارت قلوب میں پیدا ہوتی جاتی ہے۔ مفتری کے کلام میں کیا یہ تاثیر ہو سکتی ہے۔ کہ گند کو دلوں سے مٹا کر ان کو ایسا صاف کر دے۔ کہ لوگ خدا سے ملاقی ہو جائیں ایسی تاثیر تو خدا تعالےٰ کے کلمات میں ہی ہو سکتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن شریف خدا کے ہی کلمات ہیں۔ چنانچہ ۱۳۰۰ برس سے ہم ہزاروں اولیاء کے ساتھ مذکورہ بالا تمام وعدوں کو پورا ہوتے دیکھتے چلے آرہے ہیں اس زمانہ کو بھی خدا نے محروم نہیں رکھا چنانچہ ہمارے اس زمانہ میں بھی اللہ تعالےٰ نے سیّدنا حضرت مرزا صاحب کو مبعوث فرما کر اپنے ان تمام وعدوں کو ان کے وجود میں پورا کر دیا۔ اور اس طرح اپنے کلام کی سچائی کو ثابت کر دیا۔ ورنہ ان کے سوا اس زمانہ میں ساری اسلامی دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو قرآنی وعدوں کی سچائی کو اپنے وجود کے ذریعہ ثابت کر سکتا۔ مندرجہ بالا چھ آیات کے علاوہ ذیل کی آیات بھی یہی ثابت کر رہی ہیں کہ قرآن کے الفاظ خدا کے ہی کلمات ہیں۔

ساتویں آیت

پھر سورۃ الکھف کے آخری رکوع میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا یعنی اگر میرے ربّ کے کلمات کو قلمبند کرنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائیں تو پیشتر اس کے کہ میرے ربّ کے کلمات ختم ہوں سمندر ختم ہو جائیں گے۔ خواہ اس کی مدد کے لئے ایسے ہی اور سمندر لائے جائیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے

کہ معارف قرآن لاانتناہی ہیں جو ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق کھلتے رہیں گے۔ اسی طرح سورۃ لقمان ۲۷ میں بھی اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم۔

آٹھویں آیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون۔ الاعراف ۱۵۸ یعنی اللہ پر ایمان لاؤ اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو نبی امی ہے جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان لاتا ہے اسی رسول کی تم بھی اتباع کرو یعنی تم بھی اسی رسول کی طرح خدا کے کلمات پر ایمان لاؤ اور انہی کو اپنا دستور العمل بناؤ کیونکہ یہی کلمات ہیں اور یہی رسول ہے جس کی اتباع کے ذریعہ تم ہدایت یافتہ ہو سکتے ہو۔

قرآن میں دوسری جگہ وکلماتہ کی بجائے کتاب پر ایمان لانے کا ذکر ہے ان دونوں آیتوں کو ملانے سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید فرشتہ کے نہیں بلکہ خدا کے ہی کلمات ہیں۔

نویں آیت وانک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم یعنی یقیناً تجھے قرآن دیا جا رہا ہے۔ فرشتہ کی طرف سے نہیں بلکہ اس خدا کی طرف سے جو حکمت والا اور علم والا ہے۔

دسویں آیت والذین آتیناھم الکتاب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق فلا تکونن من الممترین وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم۔ برق صاحب غور فرمائیں کہ یہاں تنزیل کا ذکر کرنے کے باوجود اللہ تعالےٰ کلمات کو اپنے ہی کلمات قرار دے رہا ہے اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ تنزیل کے متعلق آپ کا قائم کردہ نظریہ قرآن کے صریح خلاف ہے۔

گیارہویں آیت

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون الجاثیہ ۷ ع ۱ یعنی خدا تعالےٰ اور اس کی آیات کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے پھر سورۃ النساء ع ۱۱ میں فرمایا ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ یعنی خدا کی حدیث سے بڑھ کر کس کی حدیث سچی ہو سکتی ہے۔ ایک آیت میں تو فرمایا کہ خدا اور اُس کی آیات کے بعد کوئی حدیث اس قابل نہیں کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ اور دوسری آیت میں اس کی وجہ بیان کر دی کہ حدیث کے بیان کرنے میں خدا سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے نتیجہ بالکل واضح ہے کہ قرآن کریم فرشتہ کی نہیں بلکہ خدا کی ہی حدیث ہے جس کے معنی صاف ہیں کہ اس کا ایک ایک لفظ خدا کا ہی ہے۔

بارہویں آیت

فرمایا۔ ومن اصدق من اللہ قیلا النساء ع ۱۸ یعنی خدا کے قول سے بڑھ کر کس کا قول سچا ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں بھی سارے قرآن کو خدا نے فرشتہ کا نہیں بلکہ اپنا ہی قول قرار دیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ میرے منشاء کو فرشتہ نے الفاظ کا لباس پہنایا ہے بلکہ یہی کہا ہے کہ یہ میرا اپنا قول ہے۔ قرآن کریم تو اس مضمون کی آیات سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن سچائی کو قبول کرنے کی نیت رکھنے والے کے لئے مندرجہ بالا آیات کافی سامان اپنے اندر رکھتی ہیں۔

برق صاحب کا جواب

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم کے الفاظ نہ تو فرشتہ کے الفاظ ہیں اور نہ ہی حضرت نبی کریم صلعم کے الفاظ ہیں بلکہ خدا تعالےٰ کے اپنے ہی کلمات ہیں تو اُس فریق کے قول کی بھی تردید ہو گئی جو قرآن کریم کے الفاظ کو حضرت نبی کریم صلعم کے الفاظ قرار دیتا ہے اور برق صاحب اور ان کے ہمنوا دوستوں کے قول کا بطلان بھی ثابت ہو گیا۔

گو برق صاحب کے اس خیال کی تردید براہین ساطع سے کر دی گئی ہے کہ قرآن کریم خدا کے الفاظ نہیں بلکہ فرشتہ نے منشاء الٰہی کو اپنے الفاظ کا جامہ پہنایا ہے نیز اس خیال کی بھی

تردید کردی گئی ہے کہ افتراء علی اللہ کے ارتکاب کے احتمال کا محل بھی فرشتہ ہے رسول اکرم صلعم نہیں پھر اس امر کی بھی وضاحت کردی گئی ہے۔ کہ کفار مکہ نبی کریم صلعم کی طرف ہی تقول کو منسوب کرتے تھے۔ فرشتہ کی طرف کسی نے بھی اسے منسوب نہیں کیا لیکن مسئلہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے چند مزید آیات بھی ان کے خیالات کی تردید میں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہوئے انہیں پیش کیا جاتا ہے۔

مزید آیات پیش کرنے کی ضرورت چونکہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی دلیل کو توڑنے کے لئے برق صاحب کا سارا زور اسی بات پر ہے کہ آیت لوتقول کی ضمیر کا مرجع حضرت نبی کریم صلعم نہیں بلکہ فرشتہ ہے اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کے اس نظریہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے صرف ایک دو آیتوں کا پیش کر دینا کافی نہیں بلکہ متعدد آیتوں سے اُن کی اس غلطی کو واضح کرنا چاہئیے اس لئے ذیل میں ایسی آیتیں پیش کی جاتی ہیں جو صراحت کے ساتھ ثابت کر رہی ہیں۔ کہ کفار افتراء کا مرتکب فرشتہ کو نہیں بلکہ نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلعم کو قرار دے رہے تھے اور اسی الزام کی تردید کی ضرورت تھی جو آیت لوتقول میں کردی گئی۔

پہلی آیت تو سورہ طور کی وہی ہے جو پہلے پیش کی جاچکی ہے۔ اور وہ یہ ہے ام یقولون تقوّلہ بل لا یؤمنون یعنی کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد رسول صلعم نے اپنے پاس سے یہ قول بنا لیا ہے اس آیت سے واضح ہے کہ کفار نے بھی تقول کا ہی لفظ استعمال کیا ہے اور اسی کا جواب آیت لوتقول میں دیا گیا ہے۔

دوسری آیت سورہ شوریٰ ۳۶ کی ہے یہ بھی پہلے پیش کی جاچکی ہے۔ اس میں کفار کا قول مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا گیا ہے ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبًا یعنے کیا یہ کفار یہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم نے اس کتاب کو اپنے پاس سے بطور افتراء اور جھوٹ بنا کر پیش کر دیا ہے۔ اب دیکھ لیجئے کہ اس آیت میں بھی کفار افتراء کو فرشتہ کی طرف

نہیں بلکہ نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔

تیسری آیت سورۃ الانبیاء ۶ میں اللہ تعالےٰ کفار کا قول ان الفاظ میں نقل کرتا ہے۔ بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ھو شاعر یعنی یا تو اس مدعی رسالت کے تمام اقوال پراگندہ خوابوں کا مجموعہ ہیں یا اس نے بطور افترا اپنے پاس سے یہ باتیں بنالی ہیں اور یا یہ محض شاعرانہ مبالغے ہیں اس آیت میں بھی حضرت نبی کریم صلعم کو ہی نعوذ باللہ کفار کی طرف سے افترا علی اللہ کا مرتکب قرار دینے کا ذکر ہے۔

چوتھی آیت سورۃ سبا ۶ میں بھی ان کا درج شدہ قول نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلعم کو ہی مفتری قرار دینے میں واضح ہے جو یہ ہے افتریٰ علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ یعنی یہ افترا کر رہا ہے یا اس کو جنون ہے۔

پانچویں آیت سورۃ سبا ۵۶ میں بھی ان کا ایسا ہی قول منقول ہے وقالوا ماھذا الا افك مفتری یعنی جو کچھ یہ مدعی رسالت کہتا ہے وہ (نعوذ باللہ) محض اپنے پاس سے بنایا ہوا جھوٹ ہے۔

چھٹی آیت النحل ۶ ۱۴ قالوا انما انت مفتر یعنے اے دعویٰ رسالت کرنے والے تو سب کچھ بطور افترا اپنے پاس سے ہی بنا رہا ہے۔

ساتویں آیت اسی طرح سورۃ یونس ۶ ۴ میں فرمایا:- ام یقولون افتراہ کیا یہ کہتے ہیں کہ اُس نے اپنے پاس سے افترا کر لیا ہے۔

آٹھویں آیت سورۃ ہود ۶ ۲ میں بھی کفار کا ایسا ہی قول درج ہے ام یقولون افتراہ اللہ تعالےٰ نے ان کے الزام کا ہر موقعہ پر جو جواب دیا ہے اس کا ذکر انشاء اللہ آیت لو تقول پر مفصل بحث کرنے وقت کیا جائے گا۔ اس وقت تو صرف اتنا بتلانا مقصود ہے کہ کفار افترا کو فرشتہ کی طرف نہیں بلکہ نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف ہی منسوب کیا کرتے تھے۔

نویں آیت سورۃ الفرقان ع۱ میں کفار کا قول بدیں الفاظ درج ہے وقال الذین کفروا ان ھذا الا افک ن افتراہ واعانہ علیہ قوم اخرون یعنے کافر کہتے ہیں یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ جو عمداً بنا لیا گیا ہے۔ اور کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اس افتراء میں اس کی مدد کی ہے۔

دسویں آیت سورۃ السجدہ ع۱ میں ان کا قول ام یقولون افتراہ ہی نقل کیا ہے۔

گیارہویں آیت سورۃ الاحقاف ع۱ میں کس قدر واضح الفاظ ہیں :۔ ام یقولون افتراہ قل ان افتریتہ فلا تملکون لی من اللہ شیئًا ھو اعلم بما تفیضون فیہ کفٰی بہ شھیدًا بینی وبینکم وھو الغفور الرحیم۔ یعنی کیا یہ کہتے ہیں کہ اس مدعی رسالت نے افتراء کر لیا ہے اے رسول ان کو کہہ دو کہ اگر میں نے افتراء کیا ہے تو تم مجھے اللہ سے بچا نہیں سکتے تم جو باتیں میرے متعلق بنا رہے ہو۔ ان کو خدا خوب جانتا ہے۔ وہی میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے اگر میں مفتری ہوں تو وہ میرے ساتھ مفتریوں والا معاملہ کرے گا۔ اور اگر تم سچائی کی تکذیب کر رہے ہو تو وہ تمہارے ساتھ مکذبوں والا معاملہ کرے گا اس کی ذات تو غفور اور رحیم ہے اس سے تو غلط فیصلہ کا امکان ہی نہیں ہو سکتا۔

اب ہر ایک کے ساتھ جو معاملہ خدا کا ہو رہا ہے اسی کو دیکھ کر فیصلہ کر لو کہ آیا میں مفتری ہوں یا تم صادق کی تکذیب کر رہے ہو۔

جناب برق صاحب اور ان کے ہمنوا دوست دونوں آیتوں یعنی مندرجہ بالا آیت اور لَو تَقَوَّلَ والی آیت کو بالمقابل رکھ کر دیکھ لیں کہ کیا دونوں کا ایک ہی مضمون نہیں لو تقول والی آیت میں بھی یہی فرمایا کہ اگر یہ مدعی رسالت افتراء کرتا تو میں اس کو سخت ذلت آمیز سزا دیتا اور کوئی تم میں سے اس کو میری سزا سے بچا نہ سکتا۔ اور مندرجہ بالا آیات میں بھی

یہی فرمایا قل ان افتریتہ فلا تملکون لی من اللہ شیئاً اس آیت میں وضاحت کے ساتھ بغیر کسی ابہام کے حضرت نبی کریم صلعم کا ہی ذکر ہے۔ اور چونکہ مضمون دونوں آیتوں کا ایک ہی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آیت لو تقول میں بھی حضرت نبی کریم صلعم ہی مراد ہیں نہ کہ فرشتہ کیا جناب برق صاحب کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے لئے اس سے واضح دلیل کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالےٰ کیا فرماتے ہیں مندرجہ بالا آیات تو کفار کے الزام کی وضاحت کرتی ہیں ان کے مقابل یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کیا فرشتوں کے متعلق افتراء کا احتمال ظاہر کرتا ہے یا بشر رسولوں کے متعلق۔ اس امر کے فیصلہ کے لئے ذیل کی آیات پر غور کیا جائے۔

پہلی آیت سورۃ الانعام ع۲۶ میں قرآن شریف کے متعلق یہ فرما کر کہ یہ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف وحی کیا گیا ہے ع۳۶ کے شروع میں فرماتا ہے۔

ومن اظلم ممن افتریٰ علے اللہ کذباً او کذب بایاتہ انہ لا یفلح الظالمون

یعنی دو قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ایک تو وہ جو خدا پر بطور افتراء کرتا ہے اور ایک وہ جو خدا کی آیات کی تکذیب کرتا ہے یاد رکھو کہ جو بھی ان میں سے ظالم ہوگا مدعی یا مکذب مدعی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا۔

دوسری آیت الاعراف ع۴ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذب بایاتہ اولٰئک ینالھم نصیبھم من الکتاب یعنی مفتری یا صادق کے مکذب کو وہی سزا ملے گی جس کا ذکر اس کتاب میں آچکا ہے۔

تیسری آیت سورۃ یونس ع۲ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جب ان لوگوں پر ہماری

آیات پڑھی جاتی ہیں تو اُن میں سے وہ لوگ جو لقاء اللہ کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ تبدیلی کر دو۔ ان کو کہہ دو کہ میری تو یہ شان ہی نہیں کہ میں اس میں اپنے پاس سے کوئی تبدیلی کر دوں میں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں یہ بھی ان کو کہہ دے کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو نہ میں تم پر اسے پڑھتا اور نہ خدا کسی اور ذریعہ سے تمہیں اس کا علم دیتا اس کتاب کے پیش کرنے سے قبل میں تم میں عمر کا ایک بڑا حصہ گذار چکا ہوں کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ ایک انسان جس نے ساری عمر کسی انسان پر جھوٹ نہ بولا ہو وہ یک لخت خدا پر کس طرح جھوٹ بول سکتا ہے۔ اور اگر وہ افتراء کرے گا بھی تو مفتری کے متعلق جو قانون الٰہی ہے اس کی گرفت سے وہ کس طرح بچ سکے گا۔ اور وہ قانون یہ ہے فمن اظلم ممن افتریٰ علے اللہ کذبا او کذب بایاتہ انہ لا یفلح المجرمون۔ پس اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جس نے بطور جھوٹ خدا پر افتراء کیا یا اس کی آیات کو جھٹلایا یہ دونوں ہی مجرم ہیں اور مجرم الٰہی گرفت اور اس کی سزا سے کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے ایسی سزا سے میرا محفوظ رہنا ہی میری صداقت پہ زبردست دلیل ہے کیونکہ مجرم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

(حاشیہ: میں اسی وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو)

چوتھی آیت سورۃ زمر ع ۴ میں فرمایا فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءہ الیس فی جہنم مثوی للکافرین اس آیت میں بھی دونوں قسم کے انسانوں یعنی مفتری علی اللہ اور مکذب کی سزا جہنم ہی بتلائی ہے جس کے آثار اسی دنیا میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔

خدا کی کتابوں کا علم رکھنے والے کیا سمجھتے ہیں کفار بھی بشر رسول پر ہی افتراء کا الزام لگاتے رہے ہیں اور اللہ تعالےٰ بھی بشر رسول کے متعلق ہی افتراء علی اللہ کے ارتکاب کا احتمال ظاہر فرماتا ہے خدا

کی کتابوں کا علم رکھنے والے بھی یہی کہتے ہیں چنانچہ حضرت موسے کی قوم کا ایک آدمی قوم کو اسی اصل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس کا قول سورۃ المؤمن ع۴ میں بدیں الفاظ درج ہے۔ وقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ و قد جاءکم بالبینٰت من ربکم وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب۔ یعنے اگر یہ جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال اس پر ضرور پڑے گا اور اگر سچا ہے تو تم تکذیب کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ جو بھی تم دونوں میں سے مسرف اور کذاب ہے وہی الٰہی قانون کی سزا کے نیچے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ افتراء علی اللہ کا امکان بشر سے تو ہو سکتا ہے لیکن فرشتہ سے امکان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے تقوّل کی ضمیر کا مرجع حضرت رسول کریم صلعم ہی ہو سکتے ہیں۔

جناب برق صاحب اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ اگر لوتقول میں ضمیر کا مرجع حضرت نبی کریم صلعم ہوں۔ تو حضرت مرزا صاحب کی دلیل درست ہے۔ پس اب جبکہ قرآن شریف کی متعدد آیات نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ لوتقول کی ضمیر کا مرجع حضرت نبی کریم صلعم ہی ہیں تو ان کی ایمانی اور اخلاقی جرأت کا تقاضا یہی ہونا چاہیئے کہ وہ اب حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو بلا چون وچرا تسلیم کرلیں۔ اور دنیا پر ثابت کر دیں کہ خواہ مخواہ کی ضد اور ہٹ دھرمی ان کا شیوہ نہیں بلکہ وہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

آیت اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْم کا صحیح مفہوم اس بات کو ثابت کر دینے کے بعد کہ قرآن کریم کے الفاظ نہ تو فرشتہ کے الفاظ ہیں اور نہ ہی حضرت رسول کریم صلعم کے الفاظ ہیں بلکہ خدا کے ہی الفاظ ہیں اب اس بات پر روشنی ڈالنی باقی ہے کہ لفظ رسول اور لفظ قول کا کیا مفہوم ہے

لفظ رسُول کی حقیقت

سو واضح ہو کہ رسول عربی زبان میں اس کو کہتے ہیں جو کسی کا پیغام کسی دوسرے تک پہنچائے اگر وہ کسی بادشاہ کی طرف سے پیغام لایا ہے تو وہ اس بادشاہ کا رسول کہلائے گا جیسا کہ وہ شخص جو بادشاہ مصر کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اسے بادشاہ کا رسول کہا گیا ہے تعبیر سُن کر بادشاہ نے کہا۔ وقال الملك ائتونی به فلما جاءہ الرسول یعنی بادشاہ نے کہا اس کو یعنی حضرت یوسفؑ کو میرے پاس لاؤ پس جب بادشاہ کا رسول یعنی بھیجا ہوا شخص بادشاہ کا پیغام لے کر حضرت یوسفؑ کے پاس آیا۔ اسی طرح ملکہ سبأ نے اپنے سرداروں کو کہا کہ میں حضرت سلیمان کے خط کے جواب میں ہدیہ بھیجتی ہوں وانی مرسلة الیھم بھدیة فناظرۃ بم یرجع المرسلون یعنی میں ہدیہ بھیجتی ہوں۔ اور دیکھتی ہوں کہ میرے مُرسَل کیا جواب لاتے ہیں۔ پس وہ ہدیہ لے جانے والے ملکۂ سبا کے رسول تھے اسی طرح احادیث میں ان لوگوں کے متعلق جن کو حضرت نبی کریم صلعم کوئی پیغام وغیرہ دے کر بھیجا کرتے تھے انہیں رسول رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ اسی طرح جو شخص خدا کی طرف سے کوئی پیغام لے کر مخلوق کی طرف آتا ہے تا وہ پیغام مخلوق تک پہنچا دے قرآن کریم میں اسے رسول اللہ کہا گیا ہے۔ جیسے محمد رسول اللہ یعنی محمد صلعم اللہ کے رسُول ہیں۔

قرآن کریم میں رسول کا لفظ انسانوں اور فرشتوں دونوں پر بولا گیا ہے۔ کیونکہ فرشتہ خدا اور رسُول کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے الفاظ رسُول تک پہنچاتا ہے اور بشر رسُول خدا اور دیگر بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کا پیغام دیگر لوگوں تک پہنچاتا ہے۔

قرآن کریم سے اس حقیقت کی تصدیق

رسول کی اس حقیقت پر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات روشنی ڈالتی ہیں:۔

حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کی ہلاکت پر افسوس کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے قال یقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی۔ الاعراف ع ۱۰ یعنی اے قوم میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ حضرت شعیبؑ کے بھی یہی الفاظ ہیں وان کان طائفۃ منکم آمنوا بالذی ارسلت بہ الاعراف ع ۱۱۔ یعنی اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لے آیا جس کے ساتھ میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ اس سے بھی واضح الفاظ ان کے یہ ہیں وقال یا قوم لقد ابلغتکم رسالات ربی یعنی اے میری قوم میں نے تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اسی طرح حضرت نوحؑ نے بھی اپنی قوم کو انہی الفاظ میں خطاب کیا قال یا قوم لیس بی ضلالۃ ولکنی رسول من رب العٰلمین ابلغکم رسالت ربی۔ الاعراف ع ۸۔ اسی طرح حضرت ہودؑ نے بھی یہی الفاظ استعمال کئے۔ قال یا قوم لیس بی سفاھۃ ولکنی رسول من رب العالمین ابلغکم رسالات ربی۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ہر رسول خدا کی طرف سے مخلوق تک پہنچانے کے لئے کوئی پیغام لے کر آتا ہے۔ حضرت موسےٰ کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قال یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی الاعراف ع ۱۷ اے موسیٰ میں نے تجھے برگزیدہ کر لیا لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ساتھ پیغامات کے علاوہ رسولوں کے ساتھ اور بھی کلام ہوتا ہے جسے مبشرات کہا جاتا ہے۔

سورۃ الجن میں اللہ تعالےٰ اس بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ ہم اپنے رسولوں کی حفاظت کیا کرتے ہیں فرمایا ہے۔ لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم تاکہ ہر شخص جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغاموں کو پہنچا دیا ہے۔

رسول کریم صلعم کے متعلق آیات

عام قاعدہ بیان کرنے کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم کے متعلق اللہ تعالےٰ کیا فرماتا ہے۔ سورۃ المائدہ ع ۱۰ میں فرمایا یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ

لا یھدی القوم الکافرین ۔ یعنی اے رسول جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (برق صاحب اور ان کے ہمنوا دوست غور کر لیں کہ من ربک کہا ہے من الملک نہیں کہا گیا) اسے لوگوں تک اچھی طرح اور بار بار پہنچا دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو اپنے رب کے پیغام کو پہنچانے والا نہیں کہلا سکتا یاد رکھو کہ جس طرح خدا پہلے رسولوں کی حفاظت کرتا رہا ہے تیری بھی وہ ضرور حفاظت کرے گا۔ اس پیغام کے منکرین کو خدا کبھی کامیاب نہیں کرے گا۔

کیا اس آیت سے واضح نہیں ہوتا کہ حضرت نبی کریم صلعم قرآن کی شکل میں خدا کی طرف سے پیغام دے کر بھیجے گئے تھے۔ اس پیغام کو مخلوق تک پہنچانا ہی آنحضور صلعم کے ذمہ تھا جیسا کہ فرمایا ان علیک الا البلاغ ۔ پھر سورۃ الجن ۲۶ میں فرمایا قل انما ادعوا ربی ولا اشرک بہ احداً قل انی لا املک لکم ضراً ولا رشداً قل انی لن یجیرنی من اللہ احدٌ و لن اجد من دونہ ملتحداً الا بلاغاً من اللہ ورسالاتہ اے رسول کہہ دے کہ میں نہ تمہارے ضرر کا مالک ہوں۔ اور نہ بھلائی کا کہہ دے کہ اللہ سے مجھے ہرگز کوئی بھی چھڑا نہیں سکے گا اور اس کے غیر سے میں قطعاً پناہ گاہ نہیں پاؤں گا میری پناہ گاہ صرف ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے ان پیغامات کو مخلوق تک پہنچانا جنہیں اس نے دے کر مجھے بھیجا ہے۔

برق صاحب اور ان کے ہمنوا دوست آیت کے الفاظ قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن احد من دونہ ملتحداً پر غور کریں کیا ان الفاظ اور سورۃ الحاقہ کے الفاظ فما منکم من احد عنہ حاجزین کے مضمون میں سرمو بھی فرق ہے کیا القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے اصول کے ماتحت دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فرشتہ کے متعلق نہیں بلکہ بشیر کے متعلق ہی کہا جا رہا ہے کہ خدا کی گرفت سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا اسی طرح سورۃ البقرہ ۱۴۶ میں فرمایا انا ارسلنک بالحق بشیراً ونذیراً یعنی ہم نے حق کے ساتھ تجھے بھیجا ہے تاکہ لوگوں کو بتلا دے کہ اس حق کی پیروی کرنے والا اللہ تعالے کے

انعامات اور افضال کے وارث ہوں گے۔ اور اس کے مخالف چلنے والے قہر الٰہی کے مورد بنیں گے اسی طرح سورۃ الرعد ۶ ہ۴ میں فرمایا کذالک ارسلنٰک فی امۃ قد خلت من قبلھا امم لتتلوا علیھم الذی اوحینا الیک یعنی ہم نے اسی طرح تجھے اس امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے جس طرح ان امتوں میں رسول بھیجے تھے جو اس سے پہلے گذر چکی ہیں تاکہ تو ان پر وہ کتاب پڑھے جو ہم نے تجھ پر اپنی وحی کے ذریعہ اتاری ہے۔

پھر سورۃ الانبیاء ۶، ۷ میں فرمایا۔ قل انما یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد فھل انتم مسلمون یعنی میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے کیا تم اس وحی الٰہی کے آگے اپنا سر جھکانے کو تیار ہو۔

کیا یہ سب آیات اس بات پر واضح دلیل نہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالےٰ کا پیغام ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کو اس غرض کے لئے خدا نے دیا تا آنجناب صلعم اس پیغام کو مخلوق تک پہنچا دیں ورنہ وہ پیغمبری کا حق ادا کرنے والے نہیں کہلائیں گے۔ اور ادائیگی فرض میں اس کوتاہی کے نتیجہ میں خدائی گرفت کے نیچے آئیں گے جس گرفت سے کوئی انسان بھی آپ کو چھڑا نہیں سکے گا۔

تناقض کے دُور کرنے کا طریق

رسول کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اب لفظ قول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یہ تو میں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت نبی کریم صلعم پر نازل شدہ وحی خدا کے ہی کلمات ہیں سارا قرآن شریف خدا کا ہی قول ہے جس پر کہ آیت ومن اصدق من اللہ قیلا اور آیت ومن اصدق من اللہ حدیثا صاف دلالت کر رہی ہیں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۃ الحاقۃ اور سورۃ تکویر میں ؎ انہ لقول رسول کریم ؎ کیوں کہا گیا ہے کیا یہ کھلا کھلا تناقض نہیں کہ ایک طرف تو قرآن کریم کو خدا کا قول کہا جائے اور دوسری طرف اُسے رسول کا قول کہا جائے۔

بیشک بظاہر تناقض ہی نظر آتا ہے۔ لیکن تناقض کو دُور کرنے کا جو طریق خود قرآن کریم نے ہم کو بتلایا ہے۔ اگر اس کو اختیار کیا جائے تو یہ تناقض ایک منٹ میں دور ہو جائے وہ طریق

یہی ہے کہ قرآن کریم کی محکم آیات جو ایک کے سوا دوسرے معنی کی متحمل نہیں ہو سکتیں ان کے ماتحت اس آیت کو کیا جائے جو ایک سے زیادہ معانی کی متحمل ہیں ان زیادہ معانی میں سے اس معنی کو رد کر دیا جائے جو محکم کے خلاف پڑتے ہیں اور اسی معنی کو قائم رکھا جائے جو محکم کے مطابق ہوں اسی اعتبار سے خدا تعالےٰ نے سارے قرآن کو محکم بھی کہا ہے۔ اور متشابہ بھی کہا ہے۔ متشابہ اس لحاظ سے کہ اس کی تمام آیات اپنے مطالب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ہم آہنگی رکھتی ہیں اور محکم اس لحاظ سے کہ جب متشابہ آیات کے معنی محکم کے مطابق کر دیئے جائیں۔ تو متشابہ بھی محکم بن جائے گی۔

اب اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ آیات تو ہم کو محکم نظر آتی ہیں جن میں سارے قرآن کو خدا کا قول قرار دیا ہے۔ اور یہ آیت جس میں اسے رسول کا قول قرار دیا گیا ہے۔ متشابہ نظر آتی ہے جسے لازماً پہلی قسم کی آیات کے تابع کرنا پڑے گا۔ سو پہلے وہ آیات درج کی جاتی ہیں جن میں قرآن کریم کو خدا کا قول قرار دیا گیا ہے اگرچہ قبل ازیں بھی کافی آیات نقل کی جا چکی ہیں لیکن غلط فہمی میں مبتلا لوگوں کے اطمینان کے لئے چند مزید آیات کا نقل کر دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

پہلی آیت سورۃ المؤمنون ع۴ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ افلم یدبروا القول یعنی کیا اس قول یعنی قرآن شریف پر انہوں نے غور نہیں کیا۔ اس سے قبل فرمایا قد کانت ایاتی تتلی علیکم یعنی یقیناً میری آیات تم پر پڑھی جاتی تھیں۔ انہی قرآنی آیات کو جنہیں اپنی آیات کہہ کر پکارا ہے لفظ قول سے ہی تعبیر کیا ہے معلوم ہوا کہ سارے قرآن کو خدا کا ہی قول قرار دیا گیا ہے۔

دوسری آیت پھر القصص ع۶ میں فرمایا ولقد وصّلنا لھم القول لعلھم یتذکرون یعنی یقیناً ہم نے اپنے اس قول میں ایک ترتیب ملحوظ رکھی ہے اور اس کی آیات میں ہم آہنگی پیدا کر دی ہے تاکہ یہ لوگ اچھی طرح اسے سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

تیسری آیت | پھر سورۃ الزمر ۲۶ میں فرمایا۔ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ یعنی میرے ان بندوں کو بشارت دے دو جو قول کو غور سے سنتے ہیں پھر اس میں سے احسن قول یعنی قرآن شریف کی پیروی کرتے ہیں اس آیت میں دوسری تمام کتابوں کے مقابل میں قرآن شریف کو احسن قول قرار دیتے ہوئے اسے اپنا قول ہی قرار دیا ہے۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب یعنی یہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور یہی لوگ دین کے مغز کو پانے والے ہیں۔

چوتھی آیت | پھر سورۃ ابراہیم ۲۶ میں فرمایا یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ یعنی اس قرآن کے ذریعہ ہم اس پر ایمان لانے والوں کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ثبات عطا کرتے ہیں۔ یہاں بھی قرآن کو قول ثابت سے ہی تعبیر کیا ہے۔

پانچویں آیت | پھر سورۃ صافات ۲۶ میں فرمایا فحق علینا قول ربنا انا لذائقون یعنے مجرم لوگ قیامت کے روز سزا کو اپنے اوپر وارد ہوتے دیکھ کر کہیں گے کہ ہمارے رب کا قول جو ہمارے متعلق قرآن کریم میں کہا گیا تھا۔ ہم پر سچا ثابت ہوا ہے۔ اسی مضمون کو ہود ۶ میں بنی اسرائیل ۲۶۔ النمل ۶ ۶ و ۷۔ القصص ۶ ۷۔ السجدہ ۲۶۔ یٰسین ۶ اور حم سجدہ ۶ ۳ میں بھی دوہرایا گیا ہے۔ پھر سورۃ ق ۲۶ میں فرمایا ما یبدل القول لدی یعنی جو قول ہم ظالموں کے متعلق کہہ چکے ہیں اس میں اب تبدیلی نہیں ہو گی اب دیکھ لیجئے کہ قرآن کریم کی ہر بات کو خدا نے اپنا ہی قول قرار دیا ہے۔

چھٹی آیت | سورۃ المدثر ۶ ا میں تو صراحت سے قول بشر ہونے کی نفی کی ہے۔ فرمایا فقال ان ھذا الا سحر یؤثر ان ھذا الا قول البشر اس آیت میں اس شخص کو ڈانٹ پلائی ہے اور اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو قرآن کریم کو بشر کا قول قرار

دیتا ہے قرآن کریم کو نبی کریم کا قول قرار دینے والے اس ڈانٹ پر غور کریں۔

عربی زبان کا قاعدہ

مندرجہ بالا آیات کو سامنے رکھ کر " انہ لقول رسول کریم " پر غور کیا جائے تو اس کے معنے بھی صاف ہو جاتے ہیں اس کے سمجھنے کے لئے ایک تو عربی زبان کے ایک قاعدہ کو اور دوسرے اہل عرب کے ایک محاورہ کو مدِّنظر رکھنا پڑے گا۔ واضح ہو کہ قول مصدر ہے اور مصدر عربی زبان کے قواعد کے لحاظ سے اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور دوسرے اس کی اضافت کبھی فاعل کی طرف اور کبھی مفعول کی طرف ہوتی ہے۔ اس قاعدہ کی رو سے ان آیات میں جن میں اسے اللہ کی طرف مضاف کیا گیا ہے اس کی اضافت فاعل کی طرف ہی ہوگی اور معنی یہی ہوں گے۔ اللہ کی کہی ہوئی بات کیونکہ قول کے معنی کہی ہوئی بات کے ہیں۔ اس صورت میں مفعول کی طرف اس کی اضافت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اللہ کو کوئی دوسرا کہنے والا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ایسی آیات تو محکم ہی ہوں گی۔ کیونکہ ان کے صرف ایک ہی معنی ہو سکتے ہیں۔ دوسرے نہیں ہو سکتے۔ لیکن جب اس کی اضافت انسان کی طرف ہو گی تو اس میں دونوں احتمال ہوں گے یعنے انسان فاعل یعنے کہنے والا بھی ہو سکتا ہے اور مفعول بھی ہو سکتا ہے یعنی جس کو بات کہی گئی ہو۔ پہلی صورت میں اس کا ٹکراؤ محکم آیات کے ساتھ ہو گا۔ اس لئے وہ معنی قابل رد ہوں گے اور دوسری صورت یعنی انسان کو مفعول بنانے کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ انسان کو جو بات کسی کی طرف سے کہی گئی ہے اس صورت میں محکم آیات اور اس میں پوری مطابقت ہو گی اور یہی معنی قابل قبول ہوں گے۔ پس اس لحاظ سے " انہ لقول رسول کریم " کے معنی ہوں گے یقیناً یہ قرآن ایسی بات ہے جو اس معزز رسول کو کہی گئی ہے کس کی طرف سے کہی گئی ہے اس کا ذکر خود اسی آیت میں موجود ہے جہاں فرمایا تنزیل من رب العالمین یعنی رب العالمین کی طرف سے کہی گئی ہے۔

پس یہ ایسے واضح معنی ہیں کہ جس سے عربی زبان کا قاعدہ بھی نہیں ٹوٹتا اور دونوں قسم

کی آیات میں جو اختلاف بظاہر نظر آتا تھا وہ بھی دُور ہو جاتا ہے۔

اہلِ عرب کا محاورہ

عرب کے شعراء اور خطیبوں کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے قصائد اور خطبے دوسرے لوگوں تک پہنچانے کے لئے ایک آدمی کو مقرر کر لیا کرتے تھے۔ اس آدمی کا نام اِن کی اصطلاح میں راوی ہوتا تھا جب کسی شاعر یا کسی خطیب کا راوی اِس کے قصیدہ اور خطبہ کو دوسرے لوگوں تک پہنچاتا تھا تو اس قصیدہ اور خطبہ کو جب عرب لوگ اس راوی کے منہ سے سنتے تھے تو وہ اس قصیدہ یا خطبہ کے متعلق کہا کرتے تھے۔ ھٰذا قول الراوی گویا ان کے محاورہ میں دوسرے کے اشعار یا خطبوں کو پہنچانے والے راوی کے متعلق یہ تو وہ نہیں کہہ سکتے تھے۔ کہ یہ اس کے اشعار یا اس کے خطبے ہیں لیکن چونکہ وہ ان قصائد اور خطبوں کو اس کے منہ سے ہی سنتے تھے اس لئے وہ ان کے متعلق قول الراوی کے الفاظ استعمال کیا کرتے تھے تا لوگوں کو یہ پتہ لگ جائے کہ فلاں شاعر کا قصیدہ یا فلاں خطیب کا خطبہ ان تک اُن کے راوی کے ذریعہ پہنچا ہے گویا قول کا لفظ اہل عرب کے محاورہ میں اِن معنوں میں بھی استعمال ہوا کرتا تھا۔

قرآنی آیت اور یہ محاورہ

انہ لقول رسول کریم میں بھی اہل عرب کے اسی محاورہ کو مدِنظر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم جن کو آیت میں معزّز رسول کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ خدا کی وحی کو دوسروں تک پہنچانے پر مامور کئے گئے تھے لیکن چونکہ اس وحی کے متعلق جو خدا کی طرف سے آنحضور صلعم پر نازل ہوتی تھی یہ تو نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ آنحضور صلعم کی وحی ہے۔ جس طرح شاعر کے راوی کے متعلق یہ تو نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ راوی کا قصیدہ ہے اس لئے اہل عرب کے محاورہ کے مطابق اِس کو قول کے لفظ سے ادا کرتے ہوئے اِن لفظوں میں ادا کر دیا گیا ”انہ لقول رسول کریم“ یعنی وحی کے الفاظ تو خدا کے ہی ہیں لیکن چونکہ اس وحی کو لوگوں تک پہنچانے والے حضرت نبی کریم صلعم ہیں اس لئے اس محاورہ عرب کے مطابق اس وحی کو آنحضور صلعم کا قول قرار دینا زبان کے لحاظ سے بالکل

صحیح استعمال ہے۔

لَوْتَقَوَّلَ عَلَیْنَا الخ کا سباق و سیاق اور سورۃ الحاقۃ کے پہلے رکوع کا مفہوم

آیت لَوْتَقَوَّلَ علینا الخ سورۃ الحاقۃ" کے دوسرے رکوع میں واقع ہوئی ہے اس سورۃ میں کفار مکہ کو آنے والے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ یہ عذاب اٹل ہے اور اسی طرح آئے گا جس طرح تمام پہلی اُن امتوں پر آتا رہا ہے جو فسق و فجور میں مبتلا تھے اور ان کی طرف خدا کے رسول ہدایت لے کر آئے جنہوں نے ان کو گندی زندگی ترک کرنے اور پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کی طرف بلایا لیکن انہوں نے ان کی نصیحت پر کان نہ دھرا بلکہ اُلٹا ان کی ایذا رسانی پر اُتر آئے جس کے نتیجہ میں وہ دنیا میں بھی قہر الٰہی کا نشانہ بنے اور آخرت میں بھی انہیں دوزخ کی آگ میں جلنا پڑا ان تمام قوموں کا انجام بیان کرنے کے بعد کفار مکہ کو بتلایا کہ تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔

دوسرا رکوع اور اہل عرب کی اخلاقی و روحانی حالت

یہ اس سورۃ کے پہلے رکوع کا مضمون ہے دوسرے رکوع کو ایک ایسی حقیقت کے بیان سے شروع کیا گیا ہے جو کفار مکہ کے مشاہدہ میں آرہی تھی فرمایا فلا اقسم بما تبصرون میں تمہارے سامنے ان تمام امور کو بطور گواہ اور شاہد کے رکھتا ہوں جو تمہاری آنکھوں کے سامنے اور تمہارے علم میں ہیں تم دیکھ رہے ہو۔ کہ تمہاری قوم کی اخلاقی اور روحانی حالت پستی کے کس انتہاء گڑھے میں گری ہوئی ہے تم معمولی جانوروں کی طرح نہیں بلکہ درندوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہو۔ لوٹ کھسوٹ قتل و غارت تمہارا پیشہ ہے کمزور کو ظلم و ستم کا شکار بنائے رکھنا تمہارا معمول ہے زنا کاری و شراب خوری اور قمار بازی تمہاری قوم میں عروج پر پہنچی ہوئی ہے توہم پرستی کا تم ہر وقت شکار رہتے ہو بت پرستی اپنے انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ عورتوں کی تمہاری سوسائٹی میں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دینے پر تمہیں فخر ہوتا ہے۔

امن کا تمہارے علاقہ میں نام و نشان نہیں چین سے زندگی بسر کرنا تم میں سے کسی کو نصیب نہیں چاروں طرف فساد ہی فساد پھیلا ہوا ہے۔

اخلاقی پستی کی یہ ایسی دلدل ہے جس میں لوگ بالعموم پھنسے ہوئے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی راہ انہیں نظر نہیں آتی۔ ان بدیوں سے محفوظ رہنے والے شاذ و نادر ہیں مگر وہ بھی اس قدر طاقت کے مالک نہیں کہ دوسروں کو ان بدیوں سے نجات دلا سکیں اور ان کے قلوب میں کوئی نیک تغیر پیدا کر سکیں۔ روحانی حالت کا یہ عالم ہے کہ ایک شخص بھی تم میں ایسا نہیں جس کا خدا سے تعلق ہو۔ خدا سے تعلق سب کا منقطع ہو چکا ہے۔

اہل کتاب کی حالت

تمہارے ہمسایہ میں جو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بستے ہیں ان کی روحانی و اخلاقی حالت بھی تم سے مخفی نہیں ان میں بھی نیکی کی رُوح قریبًا قریبًا مفقود ہے بدی نے بھی وہاں اپنے ڈیرے جمائے ہوئے ہیں ان میں بھی اچھے لوگ شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں مگر خدائی تعلق سے وہ بھی محروم ہیں۔ غرضیکہ ظھر الفساد فی البر والبحر کا نظارہ چاروں طرف تمہاری آنکھوں کے سامنے ہر روز پھر رہتا ہے۔

یہ حالت ربانی مصلح کی متقاضی ہے

غور کرو کیا یہ حالت ایسی نہیں جو زبان حال سے تقاضا کر رہی ہو کہ کوئی ربانی مصلح پیدا ہو کر اس حالت کی اصلاح کرے اور سوسائٹی میں نیکی اور تقوےٰ کی رُوح پھونکے اور اس موت کو جو ساری قوم پر چھائی ہوئی ہے زندگی میں بدل دے۔

موجودہ حالت رسول کی صداقت پر دلیل ہے

پس تمہاری اور تمہارے ہمسائے اہل کتاب کی حالت جو ہر روز تمہارے مشاہدہ میں آرہی ہے کیا یہ زبردست دلیل اس امر پر نہیں کہ یہ شخص جو تمہارے درمیان دعوےٰ رسالت کے ساتھ کھڑا ہوا ہے۔ اپنے دعوےٰ میں سچا ہے۔ اور جو کچھ تمہاری بھلائی کے لئے کہہ رہا ہے وہ فی الحقیقت خدا کا ہی پیغام تم تک پہنچا رہا ہے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا۔ گویا

وہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کا پورا پورا مصداق ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے مشاہدہ میں آرہا ہے وہ گواہ ہے اس بات پر کہ "انہ لقول رسول کریم" یعنی جو کچھ یہ مدعی تمہیں کہہ رہا ہے وہ یقیناً خدا کی ہی وحی ہے۔ جو بحیثیت معزز رسول ہونے کے ہی تم تک پہنچا رہا ہے۔

پہلی قوموں کی حالت پر غور کرو

ان تمام قوموں کے حالات پر غور کرو جن کا ذکر اس سورہ کے شروع میں کیا گیا ہے۔ یعنی عاد و ثمود قوم فرعون وقوم نوح اور وہ بستیاں جن کو مؤتفکات کے نام سے پکارا گیا ہے۔ کیا ان قوموں میں خدا کی طرف سے رسول ایسے ہی وقت میں نہیں آئے۔ جب اُن کے فسق و فجور کی حالت اسی انتہا تک پہنچ گئی تھی جس انتہا تک تمہاری پہنچی ہوئی ہے کیا اس سے صاف یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جب قومیں فسق وفجور میں اس حد تک مبتلا ہوجاتی ہیں کہ ان کو اس گند سے نکالنے کے لئے زمینی اسباب بیکار ثابت ہونے ہیں تو آسمان سے خدا کی مدد رسول کے وجود میں نازل ہوتی ہے اور خدا اپنے بندوں کی دستگیری کے لئے اپنے کسی بندہ کو اس کام کے لئے چن لیتا ہے اور اس پر اپنا کلام نازل کرتا ہے اور اس کلام میں لوگوں کو بدیوں سے چھڑاتے اور نیکیوں کی طرف لانے کی ذاتی تاثیر ہوتی ہے جس سے متاثر ہو کر اس رسول کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والے لوگوں کا رخ خود بخود بدیوں کو الوداع کہنے اور نیکیوں کو اختیار کرنے کی طرف پھر جاتا ہے اور جو لوگ اس رسول سے منحرف ہو کر اس کی ایذا رسانی پر کمر باندھ لیتے ہیں وہ آخر کار مختلف عذابوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔

پس کیا ان گذشتہ قوموں کے نظائر جن کی تاریخ سے تم کما حقہ واقف ہو اس طرف تمہاری رہنمائی کرنے کے لئے کافی نہیں کہ یہ رسول عین ضرورت حقہ کے وقت ظاہر ہوا ہے اور کیا اس کا ضرورت حقہ کے وقت ظاہر ہونا اس بات کا متقاضی نہیں کہ اس کے دعوے کی تکذیب میں جلدی کرنے کی بجائے اس پر ٹھنڈے دل سے اور سنجیدگی کے ساتھ غور کی نظر ڈالو۔

مشاہدہ کا دوسرا پہلو اور اس رسول کی تاثیر

یہ تمہارے مشاہدہ کا ایک پہلو ہے۔ جو تمہیں کافی غور کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ لیکن تمہارے مشاہدہ کا دوسرا پہلو بھی ہے اور یہ پہلو پہلے پہلو کے ساتھ مل کر مکمل طور پر اس مدعی رسالت کی صداقت کو اظہر من الشمس کر رہا ہے۔ اور وہ پہلو یہ ہے کہ اس مدعی رسالت کے کام پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ کیا یہ وہی کام سرانجام دے رہا ہے یا نہیں۔ جو رسولوں کے سپرد ہوتا ہے۔ یعنی بدیوں سے تنفر اور نیکیوں سے محبت دلوں میں پیدا کرنا۔ اگر اس رسول کے ذریعہ بدیوں سے نفرت اور نیکیوں کی طرف رغبت دلوں میں پیدا ہو رہی ہے تو پھر اس کی صداقت میں تمہیں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔ پس ان لوگوں کی زندگیوں پر نظر ڈالو جنہوں نے اس مدعی رسالت کے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اور دیکھو کہ اس کی قوت قدسیہ اور اس کے لائے ہوئے الٰہی کلام نے ان کی زندگیوں میں نیکی اور پاکیزگی اور طہارت قلبی کی طرف کوئی انقلاب عظیم پیدا کیا ہے یا نہیں۔

پس فلا اقسم بما تبصرون کے ماتحت تمہارے اس مشاہدہ کو بھی میں اس رسول کی صداقت پر بطور دلیل پیش کرتا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ جو لوگ میرے اس رسول کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوئے ہیں سوسائٹی کے تمام بد اثرات سے وہ بکلی چھٹکارا پا گئے ہیں اور دن بدن یہ لوگ پاکیزگی اور طہارت کی راہ پر گامزن ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

معرفت الٰہی کی جو شراب طہور اس رسول نے ان کو پلائی ہے اس کا نشہ اُترنے میں ہی نہیں آتا دکھوں اور تکلیفوں کی چکی میں یہ پیسے جا رہے ہیں۔ مصائب کے پہاڑ ان پر ٹوٹ رہے ہیں۔ خویش و اقارب سے تعلقات منقطع ہو رہے ہیں۔ اپنے بیگانے بنتے چلے جا رہے ہیں ایذا رسانی کا کوئی حربہ نہیں جو ان کے خلاف نہیں استعمال کیا جا رہا مگر ان کی زبان پر ایک ہی نعرہ ہے جان جائے تو جائے مگر ایمان ہاتھ سے نہ جائے۔

غور کرو اور پھر غور کرو اس رسول کے پاس کونسی دولت ہے جس کی لالچ دے کر یہ لوگوں کو اپنے عشق میں اس حد تک متوالا کر رہا ہے۔ کہ یہ سب لوگ جان دینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر اس

کی لائی ہوئی تعلیم سے کنارہ کش ہونے کو آمادہ نہیں مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ وہ بھی خندہ پیشانی سے جھیل رہے ہیں۔ مگر واپس آنے کے لئے تیار نہیں حالانکہ بڑے بڑے لالچ بھی ان کو اس رسول کا ساتھ چھوڑ دینے کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں مگر یہ سب کو ٹھکراتے چلے جا رہے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ وہ لذت جو اس رسول کی صحبت اور اس کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل پیرا ہونے میں ان کو حاصل ہو رہی ہے۔ وہ اس تکلیف پر غالب ہے جو جسمانی طور پر اس راہ میں ان کو پہنچائی جا رہی ہے۔ پس یہ صالح انقلاب جو اس رسول کے ذریعہ رونما ہوا ہے۔ اور جس کو تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہو۔ کیا اس رسول کے منجانب اللہ ہونے پر یقینی ثبوت کا کام نہیں دے رہا کاش تم اس پر صدق دل سے غور کرو اور تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اس پر نظر ڈالو اس کی صداقت روشن دن میں چمکتے ہوئے سورج کی طرح نہیں نظر آ جائے گی۔

مالا تبصرون کی شہادت

مندرجہ بالا بیان تو ماتبصرون کی شہادت کے ذریعہ اس رسول کی صداقت کو ثابت کر رہا ہے اور کھول کر بتلا رہا ہے۔ کہ جو کچھ تم کو کہہ رہا ہے فی الحقیقت وہ خدا کا ہی قول ہے اس کا اپنا اس میں کوئی دخل نہیں اس خدائی کلام میں وہ صرف یہی نہیں کہہ رہا کہ میرے ساتھ تعلق پیدا کرنے والے پاک و صاف ہو جائیں گے اور بدیوں سے کنارہ کشی کر لیں گے بلکہ وہ یہ بھی کہہ رہا ہے کہ بالآخر میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اور تم اے میرے مخالفو! خائب و خاسر رہو گے میرے مٹانے کے لئے تمہاری تمام مساعی ناکامی سے ہمکنار ہوں گی۔ اور یہ وہ امر ہے جو مالا تبصرون میں داخل ہونے کی وجہ سے آج تمہارے مشاہدہ میں نہیں آ رہا کیونکہ تم کو اپنی مادی طاقت پر گھمنڈ ہے تم کو اپنے اسلحہ پر ناز ہے تم کو اپنے جتھہ اور اپنی تعداد پر غرور ہے تم کو اپنی جنگی مہارت پر بھروسہ ہے اور اس کے مقابلہ میں تم مسلمانوں کی ظاہری بے بسی اور بے کسی کو بھی مشاہدہ کر رہے ہو مادی اسباب سے ان کی

محرومی بھی تمہاری نظروں کے سامنے ہے تمہیں ان کا کوئی مضبوط جتھہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ ان کی تعداد کی قلت بھی تمہیں ان کو نظر انداز کرنے پر ابھار رہی ہے۔ اس لئے تم سمجھتے ہو کہ اس مدعی رسالت کی طرف سے جو یہ دعوے کیا جا رہا ہے۔ کہ ہم پر عاد، ثمود۔ قوم فرعون۔ قوم نوح وغیرہ کی طرح عذاب نازل ہوگا۔ ظاہری حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بالکل ناممکن الوقوع ہے۔

بیشک اس رسول کی کامیابی اور تمہاری ناکامی جس کی یہ پیشگوئی لفظ الحاقہ" سے کر رہا ہے جس کے معنی ہیں ضرور یہ گھڑی وقوع میں آنے والی ہے آج بیشک تمہیں نظر نہیں آ رہی ہے لیکن وقت آنے والا ہے۔ کہ اس کو بھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ اور یہ اس وقت اَن دیکھی چیز بھی اُس وقت یہ ثابت کر دے گی کہ " انہ لقول رسول کریم" یعنی یہ پیشگوئی بھی یہ رسول خدا کی وحی کے ماتحت ہی کر رہا تھا چنانچہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر ان لوگوں کے دل رسول اکرم صلعم کی رسالت کی صداقت پر یقین سے بھر گئے اور وہ سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اس واقعہ کا کون انکار کر سکتا ہے گویا بالفاظ دیگر ماتبصرون وما لاتبصرون دونوں نے رسول کریم صلعم کی صداقت پر شاہد عدل بن کر تمام عرب سے آنحضور صلعم کی صداقت کو منوالیا اور ثابت کر دیا کہ " انہ لقول رسول کریم" یعنی یہ اللہ تعالے کی ہی وحی تھی جو رسول کریم کے ذریعہ ان تک پہنچائی گئی تھی۔

مالاتبصرون کا دوسرا پہلو

مالاتبصرون کا ایک پہلو تو وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اور جس کا تعلق خاص عرب کے لوگوں سے تھا لیکن اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ چونکہ رسول کریم صلعم ساری دنیا کے لئے اور سارے زمانوں کے لئے رسول ہیں اس لئے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی ایسے نشانات اور ایسے دلائل ظاہر ہوتے رہیں گے۔ جو آنے والی نسلوں اور آنے والے زمانوں سے بھی رسول اکرم صلعم کی رسالت کو منوانے کا موجب ہوں گے چنانچہ ہر زمانہ میں اس کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ اور ہمارے اس زمانہ میں تو سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ نمایاں طور پر اس کا ظہور ہوا۔

شاعر اور کاہن ہونے کی نفی

کیا تم سمجھتے ہو کہ جو عظیم الشان پیشگوئیاں یہ مدعی رسالت کر رہا ہے یا جو انقلاب عظیم پیدا کرنے کا یہ اعلان کر رہا ہے وہ سب محض شاعرانہ تخیلات کی پرواز ہے اور شاعروں کی لفاظی سے بڑھ کر اس کی کوئی حیثیت نہیں یا یہ ایسی ہی اٹکل بازیوں سے کام لے رہا ہے جن اٹکل بازیوں سے کاہن کام لیتے ہیں۔ سو یاد رکھو کہ یہ کسی شاعر کا قول نہیں تمہاری ایمانی قوت کس قدر کمزور ہے کہ تم شاعر کے کلام اور خدا کے کلام میں جو رسول کے ذریعہ تم تک پہنچ رہا ہے تمیز نہیں کر سکتے ہو کیا شاعر کے کلام میں وہ تاثیر ہوتی ہے جو اس رسول کے پیش کردہ کلام میں ..... پائی جاتی ہے۔ کیا کسی شاعر کی صحبت میں وہ مقناطیسی اثر ہوتا ہے۔ جو اس رسول کی صحبت میں پایا جاتا ہے شاعر تو ذرا سی دھمکی اور معمولی لالچ سے اپنے پیش کردہ خیال کے خلاف دوسرا خیال پیش کر دے گا۔ لیکن یہاں نہ دھمکیاں محمد رسول اللہ صلعم کو اپنے موقف سے ہٹا سکی ہیں اور نہ لالچ و طمع ہی اس مقصد میں کامیابی کا منہ دیکھ سکے ہیں۔

اسی طرح کاہن کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کیا کسی کاہن نے قلوب میں وہ انقلاب پیدا کیا جو اس رسول نے پیدا کر کے دکھلا دیا ہے۔ پھر کاہن تو پیشہ ور شخص ہوتا ہے۔ جو اپنی فیس وصول کرتا ہے۔ کیا یہاں بھی ایسی کوئی بات تمہیں نظر آتی ہے تمہاری سمجھ کس قدر ناقص ہے کہ اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتے ہو۔

رب العالمین کا کلام ہے

یاد رکھو یہ رب العالمین کا کلام ہے جو اس کے رسول پر اتر رہا ہے اس لئے یہ قلوب کی روحانی تربیت کر رہا ہے جو نہ شاعر کر سکتا ہے اور نہ کاہن ہی اس کو سرانجام دے سکتا ہے۔ یہ صرف خدا کے رسول ہی کر سکتے ہیں آنکھیں کھول کر دیکھو کہ کیا اس رسول کے ذریعہ یہ کام ہو رہا ہے یا نہیں۔

احتمال تقول بھی باطل ہے

باقی تم نے شاعر اور کاہن قرار دینے کے علاوہ تقول کا احتمال بھی پیش کیا ہے۔ تو سن لو کہ تمہارا یہ احتمال بھی بالکل

باطل ہے کیونکہ متقول کے متعلق تو ہمارا یہ قانون ہے کہ اس کے تقول کو ہم جڑ پکڑنے دیتے ہی نہیں جلد ہی اس کو ناکام بنا کر اس کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اس رسول کے حالات پر نظر غائر ڈال کر دیکھو کہ کیا یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہا ہے یا ناکامی کا منہ دیکھ رہا ہے کیا اس کے مقابلہ میں اس کے مخالفوں اور دشمنوں کی کوششوں کو کامیابی حاصل ہو رہی ہے یا وہ ناکامی سے ہمکنار ہو رہی ہیں کیا تائید الٰہی اور نصرت ربانی اس کا ساتھ دے رہی ہے یا یہ خذلان کا شکار ہو رہا ہے دن بدن اس کی قوت میں اضافہ ہو رہا ہے یا ضعف اور کمزوری اس کے شامل حال ہو رہی ہے۔

اگر یہ متقول ہے تو اس کے تقول کا تو وبال اس پر پڑنا چاہیئے تھا۔ اس حالت میں تو خدا خود اس کے گرانے پر کھڑا ہو جاتا اس کو گرانے کی تمہاری مساعی اگر خدا کے ارادہ کے ساتھ ہم آہنگ ہوتیں تو تمہیں یقیناً ان میں کامیابی ہوتی لیکن ان کی ناکامی بتلا رہی ہے کہ تمہاری یہ مساعی خدا کے منشأ کے خلاف ہیں۔

سردست اس آیت پر مختصر بحث کر دی گئی ہے اس کی حقیقت سمجھنے کے لئے اگرچہ یہ کافی ہے لیکن اگر ضرورت ہوئی تو اس پر انشاء اللہ مزید روشنی بھی ڈالی جائے گی۔

اس کلام کی تاثیر وخصوصیت

یاد رکھو کہ یہ تقول ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کی شان ”وانّه لتذكرة للمتقين“ ہے یعنی تمام ان لوگوں کے لئے جو بدیوں سے بچنے اور اپنے نفوس کی اصلاح کے خواہشمند ہیں (متقی کے یہی معنی ہیں) وہ ذرائع ذکر کرتا ہے جن سے وہ اپنے ان دونوں مقاصد کو بڑی آسانی سے حاصل کر سکیں اور جب ایسی اصلاح وجود میں آ رہی ہے تو اس کو تقوّل کی طرف کس طرح منسوب کیا جا سکتا ہے اس سے تو اس کا یقینی طور پر رب العالمین کی طرف سے ہی ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

مکذّبین کا حشر

وانّا لنعلم انّ منكم مكذّبين وانّه لحسرة على الكافرين یعنی یہ درست ہے کہ تم میں سے بعض اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اور یہ بات ہمارے علم میں ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ ان کی یہ تکذیب ان پر حسرۃ ثابت ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

فتح مکہ کے بعد جو لوگ مسلمان ہوئے ان کے دلوں میں یہ حسرت ہمیشہ چٹکیاں لیتی رہی کاش ہم شروع میں ہی مسلمان ہو جاتے۔

دلوں میں یقین پیدا کرنے والی کتاب

وانہ لحق الیقین یعنی یہ کتاب ایسی ہے جو انسان کو علم الیقین اور عین الیقین کے درجہ تک ہی نہیں رکھتی بلکہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچاتی ہے۔ اور حق الیقین یقین کا انتہائی مقام ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر اس چیز کی تاثیر صاحب یقین پر وارد ہونا شروع ہو جاتی ہے جس چیز پر یقین لانا مقصود ہوتا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ قرآن کریم جو تاثیریں اپنی بیان کرتا ہے وہ اس پر عمل کرنے والے پر ضرور وارد ہونی شروع ہو جائیں گی جن کو اپنے قلب کی آنکھ سے مشاہدہ کرنے کے بعد اس کا دل اس کی سچائی کے متعلق یقین سے بھر جائے گا اسی یقین کو دوسری جگہ بصیرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تسبیح کا حکم

اسی لئے اس کے بعد حکم دیا "فسبح باسم ربک العظیم" یعنی جب تمہارا دل یقین سے لبریز ہو جائے تو پھر علیٰ وجہ البصیرت اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح میں لگ جاؤ یعنی خود بھی اس کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ اور اس کے نام کی طرف جو نقائص اور عیوب لوگوں نے اپنی بیوقوفی اور حماقت سے منسوب کئے ہوئے ہیں ان کو بھی دور کرنے میں اپنی مساعی جمیلہ کو کام میں لاؤ پس ظاہر ہے کہ ایسی کتاب جو اس قسم کا پاکیزہ انقلاب دلوں میں پیدا کر دے اس کو انسانی اقوال کا مجموعہ کہنا حد درجہ کی کم سمجھی کے مترادف ہے کیا انسان کے الفاظ میں وہ تاثیر ہو سکتی ہے جو اس کتاب الٰہی کے الفاظ میں پائی جاتی ہے ایسی تاثیر صرف خدا کے الفاظ میں ہی پائی جا سکتی ہے کاش آپ لوگ ایسے غلط نظریئے ایجاد کرنے سے قبل اس حقیقت پر بھی غور کر لیتے۔

آیۂ مذکورہ بالا کے مفہوم کے متعلق مفسرین کا خیال یہی ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف عمداً ایسا قول منسوب کرتا ہے جو خدا نے اسے نہیں کہا بشرطیکہ وہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ وہ خدا کا قول نہیں ہے بلکہ اس کے اپنے نفس کا ہی قول ہے اس کی ذلت اور ناکامی کا سامان اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے اور

اس کو زیادہ عرصہ مہلت نہیں دیتا بلکہ جلد ہی دنیا سے اُٹھا لیتا ہے اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مجنونوں پر بھی اس آیت کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ وہ عمداً تقول سے کام نہیں لیتے دوسرے وہ لوگ بھی اس کی گرفت سے باہر ہیں جو اپنے دل میں پیدا شدہ خیالات کو غلطی سے خدا کی وحی سمجھ لیتے ہیں اور پبلک میں وہ اپنے اس خیال کا اظہار بھی کر دیتے ہیں صرف وہی لوگ اس گرفت میں آتے ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ خیالات ان کے ذاتی ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی وہ انہیں خدا کی طرف منسوب کر رہے ہوتے ہیں۔ چونکہ ایسے شخص کا یہ طریق لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کا موجب بن سکتا ہے اس لئے لوگوں کو اس دھوکہ کا شکار ہونے سے بچانے کے لئے خدا اپنے ازلی قانون کے ماتحت کہ ایسے مفتری کو وہ جلد پکڑتا ہے ایسے شخص پر جلد سزا وارد کرکے اسے ناکامی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے یہ سزا جس رنگ میں بھی وہ چاہے وارد کر دیتا ہے اس کے ہاں اس کے لئے کوئی بے شمار طریقے ہیں جس طریق کو وہ چاہے اختیار کر سکتا ہے مفسرین کے اقوال سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

برق صاحب کی ایک اہم تحریر

برق صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲ پر یوں رقمطراز ہیں :-

"آپ کی (یعنی سیدنا حضرت مرزا صاحب کی ناقل) بعض پیشگوئیاں پوری بھی ہوئیں جن میں سے اہم لیکھرام اور احمد بیگ کی وفات میعاد معینہ میں ہے بعض مناظرین نے انہیں بھی جھٹلانے کی کوشش کی لیکن ان کے دلائل اطمینان بخش نہیں اور ہمیں ان سے اتفاق نہیں گو اس حقیقت سے یقیناً اتفاق ہے کہ صرف پیشگوئی دلیل نبوت نہیں بن سکتی جناب مرزا صاحب نے نعمت اللہ کی پیشگوئی کا بار بار ذکر فرمایا ہے نیز عبدالحکیم کی پیشگوئی آپ کی وفات کے متعلق پوری ہوئی۔ اور یورپ کے مشہور منجم کیرو کی تو تمام پیشگوئیاں پوری نکلیں ملاحظہ ہو اس کی مشہور کتاب بشارات عالم

لیکن ان میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا۔"

ایک صداقت کا اعتراف

اپنی اس مندرجہ بالا اہم تحریر میں جناب برقی صاحب نے شکر ہے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بعض پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا کھلے لفظوں میں اعتراف تو کیا ہے ان پورا ہونے والی پیشگوئیوں میں سے دو اہم پیشگوئیوں کا نام لے کر بھی تذکرہ کیا ہے ایک لیکھرام کے معینہ مدت میں ہلاک ہونے والی پیشگوئی کا اور دوسرے احمد بیگ کے معینہ مدت میں فوت ہونے والی پیشگوئی کا اور اس اعتراف کے ساتھ انہوں نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ مخالف علماءؒ ان کے قول کے مطابق ان مخالف علماء کے دلائل تکذیب اطمینان بخش نہیں جناب برقی صاحب کے یہ الفاظ اس بات کی بالصراحت غمازی کر رہے ہیں کہ ان کے نزدیک مخالف علماء سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی مخالفت میں بیجا ضد سے کام لیتے رہے ہیں اور ان کی مخالفت تقویٰ اللہ پر مبنی نہ تھی۔

پیشگوئیوں کا پورا ہونا کس بات کی دلیل ہوتا ہے

جہاں جناب برقی صاحب نے مخالف علماء کے ساتھ ان دونوں پیشگوئیوں کے جھٹلانے میں عدم اتفاق کا اظہار کیا ہے وہاں انہوں نے ان علماء کے ساتھ اس امر میں اتفاق کیا ہے کہ "صرف پیشگوئی دلیل نبوت نہیں بن سکتی" جناب برقی صاحب سے میں دریافت کرتا ہوں کہ انہوں نے سیدنا حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو باطل ثابت کرنے کے لئے ہی قلم اٹھایا ہوا ہے کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی کس کتاب میں لکھا ہے کہ صرف پیشگوئی نبوت کی دلیل ہوتی ہے آپ اس تحریر میں یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء کا فرد قرار دیا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط اور خلاف واقع ہے آپ ہمیشہ اپنے آپ کو زمرۂ اولیاء کا ہی فرد قرار دیتے رہے ہیں اور اپنی وحی کو ہمیشہ وحی ولایت ہی بتلاتے رہے ہیں ہمیشہ اپنی وحی کے متعلق وحی نبوت ہونے سے انکار کرتے رہے ہیں اور یہی فرماتے رہے ہے کہ وحی نبوت حضرت آدم سے شروع ہوئی اور حضرت نبی کریم صلعم پر ختم ہو گئی آپ سیدنا حضرت مرزا صاحب کی تمام کتب کا مطالعہ کر جائیں ایک

ان میں بھی ملے گا کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی دو جزو پر مشتمل ہوتی ہے ایک جزو تو اس کا شریعت یا ہدایت پر مشتمل ہوتا ہے اور دوسرا جزو مبشرات پر مشتمل ہوتا ہے اور دوسرے ان کی وحی براہ راست خدا کی طرف سے ان کو ملتی ہے کسی نبی کی اتباع سے نہیں ملتی اس کے مقابلہ میں اولیاء کی وحی حضرت نبی کریم صلعم کی اتباع کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے اور اس میں صرف مُبشرات ہی ہوتے ہیں شریعت کا جزو بالکل اس میں نہیں ہوتا اور حدیث نبوی لم یبق من النبوۃ الا المبشرات بھی مومنوں کے لئے اسی جزو کو حاصل کرنے کا یقین دلاتی ہے اور سیدنا حضرت مرزا صاحب اسی حدیث کی بناء پر اسی طرح مبشرات حاصل کرنے کے مدعی رہے ہیں جس طرح امت میں تمام اولیاء کرام مدعی رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :-

"ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلعم کے ختم نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے" پھر فرماتے ہیں : "سوائے سچائی کے ساتھ بجان و دل پیار کرنے والو اور اے صداقت کے بھوکو اور پیاسو! یقیناً سمجھو کہ ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لے جانے کے لئے ولایت اور اس کے لوازم کا یقین نہایت ضروریات سے ہے ولایت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار وجود باری تعالیٰ کے لئے پناہ۔ پس اولیاء انبیاء کے وجود کے لئے میخوں کی مانند ہیں اور انبیاء خدا تعالیٰ کے وجود کو قائم کرنے کے لئے نہایت مستحکم کیلوں کے مشابہہ ہیں۔" مندرجہ بالا دونوں عبارتوں سے اگر ایک طرف انبیاء اور اولیاء میں فرق نمایاں ہو جاتا ہے تو دوسری طرف یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء میں نہیں بلکہ زمرۂ اولیاء میں شمار کرتے ہیں پس جناب برق صاحب کا اپنے قارئین کرام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرنا کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ اپنے آپ کو

جماعت انبیاء کا فرد قرار دیتے تھے حقیقت کے خلاف اور تقوی اللہ کے منافی ہے۔

پس مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہے کہ پیشگوئیاں جس طرح انبیاء کرام کو ملتی تھیں اسی طرح ان کی اتباع کے نتیجہ میں اولیاء امت کو بھی ملتی ہیں باقی ان کی پیشگوئیوں اور منجم کی پیشگوئیوں میں کیا فرق ہے یہ آگے چل کر بتلایا جائے گا۔

دو مثالیں

برق صاحب نے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں کہ صرف پیشگوئیاں نبوت کی دلیل نہیں ہوتیں دو نظیریں پیش کی ہیں ایک تو نعمت اللہ ولی کی اور دوسرے ڈاکٹر عبد الحکیم خاں کی آپ کہتے ہیں کہ مقدم الذکر کی پیشگوئیاں تو سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کو بھی مسلم ہیں باوجود اس کے وہ نبی نہ تھے درست ہے کہ وہ نبی نہ تھے لیکن ولی تو تھے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ پیشگوئیاں جیسا کہ نبی کو ملتی ہیں ویسے ہی اولیاء کو بھی ملتی ہیں باقی رہا مؤخر الذکر شخص سو وہ نہ نبی تھا نہ ولی اس لئے اس کی پیشگوئی جو اس نے سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی وفات کے متعلق کی وہ غلط نکلی آپ نے غلط لکھا ہے کہ اس کی پیشگوئی درست نکلی اس کی پیشگوئی پر مفصل بحث تو عنقریب پیغام صلح میں آجائے گی سر دست مختصراً اتنا بتلا دیتا ہوں کہ اس کی پیشگوئی کے آخری الفاظ یہ تھے "مرزا ۲۱ ساون سمہ ۱۹۶۵ (۴ اگست ۱۹۰۸ء) کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔" اور اپنے ایک الہام کی بنا پر مرض مہلک کی تعیین اس نے پھیپھڑے کی بیماری سے کی تھی اب نہ تو حضورؑ پھیپھڑے کی بیماری سے فوت ہوئے اور نہ ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے چنانچہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے شدید ترین دشمن مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور ایڈیٹر پیسہ اخبار نے بھی اس کی پیشگوئی کو جھوٹا قرار دیا چنانچہ اپنے اخبار اہلحدیث مؤرخہ ۱۲ جون ۱۹۰۸ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں۔ "ہم خدا لگتی کہنے سے رک نہیں سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اس پر بس کرتے یعنی چودہ ماہی پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے جیسا کہ انہوں نے کیا چنانچہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کے "اہلحدیث" میں ان کے الہامات درج ہیں کہ ۲۱ ساون یعنی ۴ اگست کو مرزا مرے گا تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ڈاکٹر صاحب کے اس الہام پر چبھتا ہوا کیا ہے کہ "۲۱ ساون کو" کی بجائے "۲۱ ساون تک" ہوتا تو خوب ہوتا" کیا یہ حیرت کی بات نہیں

کہ جس شخص کے الہامات کو واقعات کی رو سے حضور کے دشمن بھی جھوٹا قرار دے رہے ہوں ان کو برقی صاحب خدائی الہامات باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں افسوس صد افسوس!

منجم اور مقربان الٰہی کی پیشگوئیوں میں فرق

آخر میں برقی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ جیسے عظیم الشان مقرب الٰہی کی پیشگوئیوں کو جو اسلام کی اور حضرت نبی کریم صلعم کی صداقت ثابت کرنے کے کام آ رہی ہیں ایک منجم کی پیشگوئیوں کے برابر قرار دیا ہے سو ان دونوں کی پیشگوئیوں میں جو فرق ہے اسے ذیل میں سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے الفاظ میں ہی بیان کیا جاتا ہے حضورؑ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۱ پر فرماتے ہیں:-

"مگر انبیاء اور اولیاء صرف نجومیوں کی طرح امور غیبیہ کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ خدا کے کامل فضل اور بزرگ رحمت سے کہ جو ہر دم ان کے شامل حال ہوتی ہے ایسی اعلیٰ پیشگوئیاں بتلاتے ہیں جن میں انوار قبولیت اور عزت کے آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور جو عزت اور نصرت کی بشارت پر مشتمل ہوتے ہیں نہ نحوست اور نہ نکبت پر۔ قرآن شریف کی پیشین گوئیوں پر نظر ڈالو تو معلوم ہو کہ وہ نجومیوں وغیرہ درماندہ لوگوں کی طرح ہرگز نہیں بلکہ اُن میں صریح ایک اقتدار اور جلال جوش مارتا ہوا نظر آتا ہے اور اُس میں تمام پیشین گوئیوں کا یہی طریق اور طرز ہے کہ اپنی عزت اور دشمن کی ذلت اور اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار اور اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست اور اپنی ہمیشہ کی سرسبزی اور دشمن کی تباہی ظاہر کی ہے کیا اس قسم کی پیشین گوئیاں کوئی نجومی بھی کر سکتا ہے یا کسی رمّال یا مسمریزم کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہو سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہمیشہ اپنی ہی خیر ظاہر کرنا اور مخالف کا زوال اور وبال تبلانا اور جو بات مخالف منہ پر لاوے اُسی کو توڑنا اور جو بات اپنے مطلب کی ہو اُس کے ہو جانے کا وعدہ کرنا یہ تو صریح خدائی ہے انسان کا کام نہیں۔" پھر فرماتے ہیں:-

"اس جگہ کوئی شخص نجومیوں اور جوتشیوں وغیرہ غیب گویوں کی پیشگوئیوں پر دھوکہ نہ کھائے اور بخوبی یاد رکھے کہ ان لوگوں کو اہل اللہ کے انوار اور برکات سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ ہم پہلے

بھی لکھ چکے ہیں کہ قادرانہ پیشگوئیاں اور کریمانہ مواعید کہ جو حق محض ہیں اور جن میں سراسر فتح اور نصرت کی بشارتیں اور اقبال اور عزت کی خبریں بھری ہوئی ہیں ان سے انسانی آلات کو کچھ بھی نسبت نہیں خداوند تعالیٰ نے اہل اللہ کو ایسی فطرت بخشی ہے کہ اُن کی نظر اور صحبت اور توجہ اور دعا اکسیر کا حکم رکھتی ہے بشرطیکہ شخص مستفیض میں قابلیت موجود ہو اور ایسے لوگ صرف پیشگوئیوں سے نہیں بلکہ اپنے خزائن معرفت سے اپنی توکل خارق عادت سے اپنی کامل محبت سے اپنے انقطاع تام سے اپنے صدق اور ثبات سے اپنے انس باللہ اور شوق اور ذوق سے اپنے غلبہ خشوع اور خضوع سے اور اپنے تزکیہ نفس سے اور اپنی ترک محبت دنیا سے اور اپنی کثیر الوجود برکتوں سے کہ جو بارش کی طرح برستی ہیں اور اپنے مؤید من اللہ ہونے سے اور اپنی بے مثل استقامت اور اعلیٰ درجہ کی وفاداری اور اپنا تانی تقویٰ اور طہارت اور عظیم الشان ہمت اور انشراح صدر سے شناخت کئے جاتے ہیں اور پیشگوئیاں اُن کا اصل منصب نہیں ہے بلکہ وہ اس غرض سے ہیں کہ تا وہ اُن برکتوں کو جو اُن پر اور اُن کے متعلقین پر وارد ہونے کو ہیں قبل از وقوع بیان کر کے توجہ خاص حضرت احدیت پر یقین دلا دیں اور نیز وہ مخاطبات اور مکالمات جو حضرت احدیت کی طرف سے اُن کو ہوتے ہیں اُن کی صحت اور منجانب اللہ ہونے پر ایک قطعی اور یقینی حجت پیش کریں اور ایسے انسان جن کو یہ سب برکات قدسیہ بکثرت عطا ہوئی ہیں اُن کی نسبت خدا کی قدرت اور حکمت قدسیہ کے قانون میں یہی قرار پایا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے سچے اور پاک عقائد ہوں اور جو سچے مذہب پر ثابت اور مستقیم ہوں اور حضرت احدیت سے غایت درجہ کا اتصال اور دنیا و مافیہا سے غایت درجہ کا انقطاع رکھتے ہوں ایسے لوگ کبریت احمر کا حکم رکھتے ہیں اور ان کی فطرت کو ربانی انوار اور حقانی مذہب لازم ہے اور اُن کی ذات ستودہ صفات کو کہ جو جامع البرکات ہے بدبخت نجومیوں اور جوتشیوں سے نسبت دینا کمال درجہ کی کج فہمی اور غایت درجہ کی بدنصیبی ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کے ذلیل جیفہ خواروں کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے بلکہ وہ آفتاب اور چاند کی طرح آسمانی نور ہیں اور حکمت الٰہیہ کے قانون قدیم نے اسی غرض سے اُن کو پیدا کیا کہ تا دنیا میں آکر دنیا کو منور کریں ،، ص ۳۳

پھر صفحہ ۲۶۲ پر فرماتے ہیں:۔

"اور یہ اور بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اہل اللہ کے کشوف اور الہامات کو فقط اخبار غیبیہ کا خطاب دینا غلطی ہے بلکہ وہ کشوف اور الہامات اور تائیدات الٰہیہ کے باغ کی خوشبوئیں ہیں جو دور سے ہی اُس باغ کا وجود بتلاتی ہیں اور عظمت اور شان اُن کشوف اور الہامات کی اُس شخص پر کما حقہ کھلتی ہے جس کی نظر تائیدات الٰہیہ کی تلاش میں ہو۔ یعنی وہ اصل نشان تائیدات الٰہیہ کو ٹھہرا کر پیشگوئیوں کو اُن تائیدوں کے لوازم سمجھتا ہو۔ جو بغرض ثابت کرنے تائیدوں کے استعمال میں لائی گئی ہیں" پھر صفحہ ۲۶۳ پر فرماتے ہیں:۔

"تائیدات کو پیشگوئیوں کے وجود سے یہ فائدہ ہے کہ تا ہر ایک کو معلوم ہو کر وہ حقیقت میں خاص تائیدیں ہیں معمولی اتفاقات سے نہیں اور بخت اور اتفاق پر محمول نہیں ہو سکتیں اور پیشگوئیوں کو تائیدات کے وجود سے یہ فائدہ ہے کہ اُس بزرگ پیوند سے اُن کی شان بڑھتی ہے اور ایک بے مثل خصوصیت اُن میں پیدا ہو جاتی ہے کہ جو مریدان الٰہی کے غیر میں نہیں پائی جاتی سو یہی خصوصیت عام پیشگوئیوں اور اُن جلیل الشان پیشگوئیوں میں مابہ الامتیاز ٹھہر جاتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس قوم کی عظمت اور بزرگی کے سمجھنے کے لئے جو پیشگوئیوں اور تائیدات کاملہ میں ایک پیوند ہے۔ اس کو خیال میں رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ پیوند دوسرے لوگوں کی پیشگوئیوں میں غیر ممکن اور ممتنع ہے" پھر فرماتے ہیں "پس ان شبہات کے مٹانے کے لئے وہ پیشگوئیاں اور اخبار غیبیہ بردست اور کامل متصور ہوں گی جن کے ساتھ ایسے نشان قدرت الٰہیہ کے ہوں جن میں رمالوں اور خواب بینوں اور نجومیوں وغیرہ کا شریک ہونا ممتنع اور محال ہو"

الٰہی قدرت اور جلال کی چند مثالیں

خالی از فائدہ نہ ہوگا اگر یہاں حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں میں سے چند مثالیں بھی اس حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے کہ نجومیوں کی پیشگوئیوں کو مقربان الٰہی کی پیشگوئیوں سے کچھ بھی نسبت نہیں ہوتی پیش کر دی جائیں:۔

پہلی مثال خود احمد بیگ کی پیشگوئی کو ہی لے لو اس میں بتلایا گیا تھا کہ اگر یہ شخص اپنی لڑکی کی شادی کسی دوسرے شخص سے کر دے گا تو چھ ماہ کے اندر اندر ہلاک ہو جائے گا اور شادی کے بعد اسی مدت میں ہلاک ہو گیا کیا کوئی نجومی ایسی پیشگوئی کر

کر سکتا ہے دنیا میں لوگ رشتہ دینے سے انکار کیا ہی کرتے ہیں لیکن اس وجہ سے کوئی ہلاکت کا نشانہ نہیں بنتا کیا یہ نشان خدا کی خاص قدرت پر دلالت نہیں کرتا کیا کوئی نجومی ایسی قدرت کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

دوسری مثال حضورؑ نے خدا سے الہام پاکر یہ اعلان کیا کہ حضورؑ کو قتل کرنے پر کوئی قادر نہیں ہو سکتا چنانچہ باوجود قتل کے فتوؤں کے کوئی قتل پر قادر نہ ہو سکا حالانکہ اس زمانہ میں کسی کو قتل کر دینا نہایت ہی آسان امر تھا مسٹر گاندھی نے بھی کہا تھا کہ وہ ایک سو پچیس برس عمر پائیں گے لیکن اس سے پہلے ہی قتل کا شکار ہو گئے کیا کوئی نجومی اس تحدی سے ایسی پیشگوئی کر سکتا ہے

تیسری مثال حضورؑ نے تین اشخاص سعد اللہ لدھیانوی اور اس کے بیٹے اور مولوی عبد الحق صاحب غزنوی کے متعلق ان کی خاص ایذا رسانی کے نتیجہ میں پیشگوئی کی کہ یہ تینوں مقطوع النسل رہیں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کیا کوئی نجومی ایسا کہہ سکتا ہے کہ فلاں شخص نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے اس لئے اللہ تعالے اپنی قدرت خاص سے اس کو مقطوع النسل کر دے گا۔

چوتھی مثال اسی طرح حضورؑ نے لیکھرام کی ہلاکت کی پیشگوئی محض اس بناء پر کی کہ وہ حضرت نبی کریم صلعم اور حضورؑ کو گالیاں دیتا تھا ہزاروں لوگ دوسروں کو گالیاں دیتے ہیں لیکن محض اس وجہ سے ہلاکت کا نشانہ نہیں بنتے لیکن یہاں یہ شخص حسب پیشگوئی غضب الٰہی کا نشانہ بنا کیا کسی نجومی کی مقدرت ہے کہ ایسی پیشگوئی کر سکے جس میں خدائی قدرت اور اسکے جلال کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آئے۔ **پانچویں چھٹی اور ساتویں مثال**۔ اسی طرح حضورؑ نے امریکہ کے مدعی مسیحیت ڈوئی اور جموں کے چراغدین مدعی مسیحیت اور لاہور کے الٰہی بخش اکونٹنٹ مدعی موسویت کے متعلق انکی اپنے سے قبل ہلاکت کی پیشگوئی کی اور تینوں حسب پیشگوئی ہلاک ہو گئے۔ **آٹھویں مثال**۔ اسی طرح حضورؑ نے ایک ایسے خاندان کے متعلق جس کے تمام افراد بالکل تندرست صحتمند مضبوط جسم کے مالک تھے انکے نشان نمائی کے مطالبہ پر پیشگوئی کی کہ اللہ تعالے نے مجھے بتلایا ہے کہ ۳۱ ماہ کے اندر اس کے خاندان کا کوئی فرد موت کا شکار ہوگا چنانچہ جب اکتیسواں مہینہ شروع ہوا تو اس خاندان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میعاد کا بیشتر حصہ گذر چکا ہے اب ایک ماہ میں کیا ہوگا اسلئے پیشگوئی جھوٹی نکلی لیکن چند دن بعد ہی اسی خاندان کی ایک لڑکی کے بچہ پیدا ہوا اور اسکی پیدائش کے ساتھ ہی وہ موت کا شکار ہو گئی۔ **نویں مثال**۔ اسی طرح اس زمانہ میں جبکہ پنجاب میں طاعون کا زور تھا اور یہ زور کئی سال تک رہا آپ نے اعلان کیا کہ خدا کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں اور میرے گھر کے افراد اور میرے مخلص مریدوں میں سے کوئی بھی طاعون سے نہیں مریگا میری جماعت بھی دوسروں کے مقابلہ میں طاعون سے محفوظ رہے گی چنانچہ یہ پیشگوئیاں پوری ہوتی چلی گئیں ساتھ ہی فرمایا کہ اگر کوئی دوسرا شخص طاعون سے محفوظ رہنے کا دعوی کریگا وہ ضرور ہلاک ہوگا چنانچہ تین ہندوؤں اور بعض مسلمانوں نے بھی ایسا دعوٰی کیا کہ وہ طاعون سے ہلاک نہیں ہونگے لیکن وہ سب ہلاک ہو گئے کیا اس میں خدائی اقتدار کی جھلک نمایاں طور پر نظر نہیں آ رہی کیا کوئی نجومی ایسی اقتداری پیشگوئی کر سکتا ہے پس جناب برق صاحب کا حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے مقابلہ میں جو حضورؑ نے بحیثیت ایک عظیم الشان ولی اللہ ہونیکے خدا سے الہام پاکر کی تھیں اور

کیا

جناب برق صاحب

اپنے دعویٰ غیر جانبداری اور دیانتداری پر قائم رہے

اپنی کتاب میں جناب برق صاحب نے اپنی دیانتداری اور غیر جانبداری اور انصاف پسندی پر بڑا زور دیا ہے اور اس بات کا بڑے زور شور سے دعویٰ کیا ہے۔ کہ انہوں نے تحریف سے قطعاً کام نہیں لیا۔ اور نہ حضرت مرزا صاحب کے منشاء کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے مجھے ان کی نیت پر کوئی شبہ نہیں اور نہ ہی میں ان کے دعوے کی تکذیب کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی واقعات کو جھٹلانا بھی میرے لئے مشکل ہے۔ پس ان کے سامنے سر دست ان کے دو قول پیش کر کے ان کی صحت کے متعلق ان سے حوالہ طلب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

پہلے حوالہ کا مطالبہ جناب برق صاحب آپ نے اپنی کتاب کے ص۱۰۱ سے لے کر ص۲۰۸ تک آیت اولٰئك مع الذين انعم الله عليهم الخ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

"اس آیت سے جو استدلال جناب مرزا صاحب نے قائم کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب خدا اور رسول کے پیرو اس زندگی میں صدیق، شہید اور صالح بن سکتے ہیں تو وہ نبی

بھی ہو سکتے ہیں۔"

کیا آپ حضرت مرزا صاحبؑ کی کسی کتاب سے مذکورہ بالا آیت سے ان کا یہ استدلال دکھلا سکتے ہیں آپ کو دعویٰ ہے کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کی کتب کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی طرف آپ نے ایسی بات منسوب کر دی ہے۔ جو انہوں نے کبھی نہیں فرمائی آپ ان کی کتابوں کو جتنی دفعہ چاہیں پڑھ جائیں لیکن آیت مندکرہ بالا کی وہ تفسیر جو آپ نے اُن کی طرف منسوب کی ہے ان کی تحریر سے آپ کو ہرگز ہرگز نہ ملے گی۔ آپ کی کتاب بتلاتی ہے کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب تریاق القلوب کو پڑھا ہے۔ کیونکہ جا بجا اُس کے حوالے آپ نے دیئے ہیں اس میں اس آیت کی تفسیر موجود ہے۔ اور اسی کتاب میں حضورؑ نے اپنے آپ کو صراحت کے ساتھ غیر نبی بھی لکھا ہے یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔ کہ ایک شخص اپنے آپ کو غیر نبی بھی کہے اور ساتھ ہی آیت کی تفسیر میں لکھے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والے نبی بن سکتے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے کبھی اپنی کسی کتاب یا رسالہ وغیرہ میں آیت مندکرہ بالا کی وہ تفسیر نہیں کی جو آپ نے ان کی طرف منسوب کی ہے۔ اگر آپ نے صحیح طور پر یہ تفسیر حضور کی طرف منسوب کی ہے تو حوالہ دے کر مشکور فرمائیں۔

دوسرے حوالہ کا مطالبہ

جناب برقی صاحب آپ نے اپنی کتاب کے ص۳ پر تحریر فرمایا ہے :۔

"جناب مرزا صاحبؑ نے سینکڑوں مرتبہ لفظ خاتم استعمال فرمایا اور ان . . . . . . مقامات کے بغیر جہاں خاتم النبیین کی تفسیر "نبی ساز" فرماتے ہیں باقی ہر مقام پر اس لفظ کو آخر ہی کے معنوں میں استعمال کیا"

حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی کسی تحریر میں خاتم النبیین کے معنی "نبی ساز" نہیں کئے اگر آپ نے درست لکھا ہے۔ تو کیا اس کے متعلق بھی آپ حوالہ پیش کر سکتے ہیں "نبی تراش" کا لفظ بیشک موجود ہے۔ مگر "نبی تراش" اور نبی ساز میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جہاں نبی تراش کا لفظ

موجود ہے۔ وہیں پر ہی اس کی تشریح حدیث علماء اُمتی کا نبیاء بنی اسرائیل سے کر دی گئی ہے آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ نے حضرت مرزا صاحبؑ کے منشاء کو بگاڑا نہیں لیکن معاف رکھیں اس جگہ تو آپ نے صریح طور پر حضورؑ کے منشا کو بگاڑ دیا ہے۔ حضورؑ تو نبی تراش کی تشریح میں حدیث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل پیش کر کے امت کے تمام مجددین کو اس میں شامل کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بھی اسی جماعت میں داخل کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے ان کی منشاء کے خلاف یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حضورؑ اپنے آپ کو مجددین کی جماعت کا نہیں بلکہ انبیاء کی جماعت کا فرد بتلا رہے ہیں ان دونوں نظریوں میں جس قدر فرق نمایاں ہے اس کو آپ جیسا زیرک انسان خود ہی سمجھ سکتا ہے یہی مفہوم حضورؑ کی ابتدائی ۔ ۔ ۔ ۔ کتاب ازالہ اوہام میں بھی موجود ہے جہاں آپ نے لکھا ہے کہ ہر محدث کسی نہ کسی نبی کا مثیل ہوتا ہے اور یہی مفہوم لفظ تراش کا ہوتا ہے۔ تراش کا لفظ ساز کے مترادف نہیں۔ فتدبر یا اخی ولا تکن من الغافلین۔

برق صاحب کے وجود میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کا پورا ہونا

برق صاحب نے اپنی کتاب میں سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی اُردو دانی پر بار بار مذاق اڑایا ہے اللہ تعالیٰ کا حتمی قانون ہے کہ مامورین عظام کے دشمن جب ان سے استہزاء سے پیش آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بطور سزا ان کو خود قابل استہزاء بنا دیتا ہے جیسا کہ منافقوں کے اس قول انما نحن مستھزءُون کو نقل کر کے فرماتا ہے۔ اللہ یستھزئ بھم بالکل خدا کا یہی معاملہ برق صاحب کے ساتھ ہوا ہے تفصیل اس کی یہ ہے۔ جناب برق صاحب حضرت مرزا صاحبؑ کے ایک الہام کے الفاظ کو زیر اعتراض لاتے ہوئے ص۳۴۳ پر یوں رقمطراز ہیں:۔

"میرے سلام" کی جگہ "سلام میرے" کیوں؟ تقدیم مضاف الیہ کی کوئی وجہ ہونی چاہئے"

الفاظ تقدیم مضاف الیہ کی کوئی وجہ ہونی چاہئے صاف بتلا رہے ہیں۔ کہ جناب برق صاحب "سلام" کو مضاف الیہ گردان رہے ہیں۔ حالانکہ ایک پانچویں جماعت کا بچہ بھی جانتا ہے کہ میرے مضاف الیہ

اور سلام مضاف ہے صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس کے مابعد زیادہ وضاحت سے غلطی کا اعادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"تجھ پر" کی جگہ تیرے پر" مہمل ہے "تیرا" ضمیر اضافت ہے اس کے ساتھ مضاف الیہ کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً تیرا کمرہ۔ تیری کتاب۔ تیرے بھائی وغیرہ"

مندرجہ بالا الفاظ بتلا رہے ہیں۔ کہ جناب برق صاحب کے نزدیک ان کی پیش کردہ مثالوں میں کمرہ "کتاب" "بھائی" سب مضاف الیہ ہیں اور تیرا "تیری" اور "تیرے" مضاف ہیں حالانکہ سکول کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے۔ کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ تو تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ جناب برق صاحب اُردو زبان سے اس قدر ناواقف ہوں کہ مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو بھی نہ سمجھ سکتے ہوں پھر یہ کیا بات ہے۔ کہ اس قدر خطرناک اور فحش غلطی کا ارتکاب ان سے ہوا ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ ہے تصرف الٰہی۔ چونکہ انہوں نے خدا کے مامور اور اُس کے محبوب کے کلام پر ہنسی اڑاتے ہوئے نکتہ چینی محض انہیں دوسروں کی نظروں میں گرانے کے لئے کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی عقل پر پردہ ڈالتے ہوئے اُن کے ہاتھ اور ان کی قلم پر ایسا زبردست تصرف کیا کہ وھم لا یشعرون کے ماتحت ان کو احساس ہی نہیں ہوا کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔

حدیث میں خدا کا یہ قانون بیان ہوا ہے۔ من عادی لی ولیاً فقد اٰذنتہ للحرب یعنے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ جو شخص میرے ولی کے مقابل دشمنی کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ میں اسے جنگ کا چیلنج دیتا ہوں۔ اسی طرح خدا کے اِس مامور کو یعنے مسیح موعود و مہدی معہود کو جنکی اہانت کے لئے جناب برق صاحب نے قدم اٹھایا ہے۔ خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ انی مھین من اراد اھانتک یعنے یقیناً میں اس شخص کو ذلیل کر دوں گا جو تیری ذلت کے درپے ہوگا جناب برق صاحب کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ غلطی سہو کاتب کا نتیجہ ہے لیکن برق صاحب کو یاد رہے۔ کہ انہوں نے بھی حضرت مرزا صاحب کے کلام میں بعض ایسی ہی غلطیوں پر گرفت کر کے جن کا باعث

محض سہو کاتب ہی ہے۔ جیسا کہ مثالوں سے اِن کو واضح کیا جائے گا۔ حضور کو ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے سو خدا نے بھی آپ کو اسی راہ سے پکڑا ہے اور آپ سے ایسی غلطی کا ارتکاب کروایا ہے۔ جو بقول آپ کے ایک پانچویں جماعت کا بچہ یا مڈل فیل بھی نہیں کر سکتا۔ جناب برق صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کی احادیث کو بھی کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے صرف تفسیری احادیث ہی کو وقعت دیتے ہیں۔ لیکن خود ان کے اپنے ہی واقعہ سے ایسی احادیث کی صداقت بھی اظہر من الشمس ہو رہی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ یقیناً خدا کے ولی تھے اور خدا کو جو غیرت اپنے خاص بندوں کے لئے ہوتی ہے۔ اسے خدا نے حضرت مرزا صاحبؑ کے لئے بھی دکھلا کر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب بھی ان کے اُن خاص بندوں میں تھے جن کے لئے وہ غیرت دکھلایا کرتا ہے۔

پھر آپ حضرت مرزا صاحب کے الہامات کی سچائی پر ہم احمدیوں سے دلیل کے طالب ہیں سو خدا نے آپ کو اپنے ہی وجود میں ان کے الہام کی سچائی دکھلا دی ہے۔ جس ہتھیار سے آپ نے ان کی علمی شہرت کو ذبح کرنا چاہا اسی ہتھیار سے آپ کا اپنا علمی وقار خاک میں مل گیا ہے۔

الہام کو اس کے الفاظ بدل کر پیش کرنا

سیدنا حضرت مرزا صاحب کے ایک انگریزی الہام کو اس طرح نقل کرتے ہیں words of god not can enchange اور ترجمہ یوں کیا ہے خدا کے کام (words) بدل نہیں سکتے۔ برق صاحب نے الہام کے اصل الفاظ اور ترجمہ دونوں کے پیش کرنے میں صریح خیانت سے کام لیا ہے جیسا کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی مندرجہ ذیل تحریر سے واضح ہو جائے گا۔

جناب برق صاحب نے حوالہ نہیں دیا یہ الہام حضور کی کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۴ پر درج ہے وہاں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں ..... "Not can" نہیں جسے برق صاحب نے اپنے تمسخر کی وجہ قرار دیا ہے بلکہ صاف cannot لکھا ہے

برقی صاحب کا جس غلطی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اِس کا قلع قمع نواسی سے ہو جاتا ہے۔ البتہ حضرت اقدس کے بعض مکتوبات شیخ یعقوب علی صاحب مرحوم نے حضورؑ کی وفات کے بعد شائع کئے ہیں۔ اس میں not can لکھا گیا ہے جو صاف سہوِ کاتب معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں کاتب انگریزی تو جانتے نہیں اِس لئے اِس قسم کی غلطی کا سرزد ہو جانا بعید از قیاس نہیں جناب برقی صاحب نے غالباً اسی لئے حوالہ نہیں دیا کہ اگر براہین احمدیہ سے دکھلایا جائے گا کہ انہوں نے الفاظ درست نقل نہیں کئے تو مکتُوبات کی جلد اوّل پیش کر کے وہ اپنا پیچھا چھڑا لینگے مگر اس قسم کی باتیں تقوے سے بعید ہیں جو شخص تحقیقِ حق کا مدعی بن کر پبلک کے سامنے آتا ہے اِس قسم کی حرکات اِس کے شایانِ شان نہیں۔ برقی صاحب اپنی غلطی کو تسلیم کریں یا نہ کریں بہرحال صحیح لفظ cannot ہی ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ سے دکھلا دیا گیا ہے۔

تحریف کی ایک اور مثال

اِس کے علاوہ جناب برقی صاحب نے الفاظ مندرجہ بالا کا جو ترجمہ حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اِس میں بھی صریح تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ جناب برقی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے انگریزی لفظ words کا ترجمہ اُردو میں کام کیا ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں کیا گیا۔

براہین احمدیہ میں جہاں یہ الہام درج ہے ترجمہ کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:-

"خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں"

اور مکتوبات جلد اول میں بھی جو ترجمہ شائع ہُوا ہے۔ وہاں بھی کام نہیں بلکہ کلام ہے اصل الفاظ یہ ہے:

"اللہ کے کلام بدل نہیں سکتے"

اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ کریں کہ جس شخص کا یہ حال ہو وہ یہ دعوے کر سکتا ہے کہ اس نے تحریف سے کام نہیں لیا۔ عبارتوں میں مسخ کو راہ پانے کی اجازت نہیں دی غالباً برقی صاحب

کے نزدیک کلام کو کام بنا دینا تحریف میں داخل نہیں۔

تحریف کی ایک اور مثال | صفحہ ۳۳۴ پر حضرت مرزا صاحب کی طرف مندرجہ ذیل عبارت منسوب کی گئی۔

"۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جس نے اپنا نام ٹیچی ٹیچی بتلایا"
حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۲)

حوالہ بھی غلط دیا ہے صفحہ ۳۳۲ ہے اور یہ ٹیچی ٹیچی بھی غلط ہے صرف ٹیچی ہے دوسرا ٹیچی برقی صاحب نے اپنے پاس سے زائد کر دیا ہے ذیل میں حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۲ کی اصل عبارت درج کر دی جاتی ہے تاکہ قارئین کرام اصل پیشگوئی اور اس کے پورا ہونے کا علم حاصل کر کے لطف اندوز ہوں

ایک دفعہ مارچ ۱۹۰۵ء کے مہینہ میں بوقت قلت آمدنی لنگر خانہ کے مصارف میں بہت دقت ہوئی کیونکہ کثرت سے مہمانوں کی آمد تھی اور اس کے مقابل پر روپیہ کی آمدنی کم اس لئے دعا کی گئی۔ ۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا اُس نے کہا نام کچھ نہیں میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی۔ ٹیچی پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت پر آنے والا تب میری آنکھ کھل گئی بعد اس کے خدا تعالےٰ کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعہ سے اور کیا براہ راست لوگوں کے ہاتھوں سے اس قدر مالی فتوحات ہوئیں جن کا خیال و گمان نہ تھا۔ اور کئی ہزار روپیہ آ گیا۔ چنانچہ جو شخص اس کی تصدیق کے لئے صرف ڈاکخانہ کے رجسٹر ہی ۵ مارچ ۱۹۰۵ء سے اخیر سال تک دیکھے اس کو معلوم ہوگا۔ کہ کس قدر روپیہ آیا تھا یاد رہے کہ خدا تعالےٰ کی مجھ سے عادت ہے کہ اکثر جو نقد روپیہ آنے والا ہو یا اور چیزیں تحائف کے طور پر ہوں ان کی خبر قبل از وقت بذریعہ الہام یا خواب کے مجھ کو دے دیتا ہے اور اس قسم کے نشان پچاس ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے"

جناب برقی صاحب نے "عجیب الہامات" کے عنوان کے ماتحت جو الہامات درج کئے

ہیں اُن میں اس الہام کو بھی شامل کیا ہے۔ لیکن قارئین کرام حضورؑ کی مندرجہ بالا عبارت کو پڑھ کر خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ یہ الہام کیا اس قابل ہے کہ اس پر ہنسی اڑائی جائے یا اِس قابل ہے کہ اس کے ذریعہ اِس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ کر جس پر یہ الہام مشتمل ہے اپنے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کی جائے۔ ایسے ایمان افروز الہام سے استہزاء کرنا کیا کسی خدا ترس انسان کا کام ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے الہاموں سے استہزاء سعادت پر نہیں بلکہ شقاوت قلبی پر دلالت کرتا ہے۔ خدا ہر ایک مومن کو اِس سے بچائے آمین۔ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی مندرجہ بالا عبارت کو پڑھ کر ہر منصف مزاج انسان اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ جناب برق صاحب نے ٹیچی ٹیچی کہہ کر صریح تحریف سے کام لیا ہے فرشتہ نے صرف ایک دفعہ ٹیچی کہا ہے۔ دوسرا ٹیچی جو حضور نے لکھا ہے۔ وہ ٹیچی کا مفہوم بیان کرنے کے لئے لکھا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی کسی سے پوچھے تمہاری ہتھیلی میں کیا ہے وہ جواب دے گا گولڈ۔ گولڈ (انگریزی لفظ ہے) اُردو میں سونے کو کہتے ہیں۔ تو جناب برق صاحب کی طرز کا آدمی کہے کہ دوسرے شخص نے جواب میں دو دفعہ گولڈ گولڈ کہا ہے۔ علاوہ ازیں جناب برق صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ فرشتوں کے نام صفاتی بھی ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہاروت اور ماروت بھی دو فرشتوں کے صفاتی نام ہی ہیں اندیشہ ہے کہ کل کو جناب برق صاحب ان ناموں کو بھی عجیب الہام کے ماتحت عجیب نام نہ قرار دینے لگ پڑیں جبکہ حضرت اقدس نے ٹیچی کے معنی بھی تبلا دیئے اور ان معنی کے لحاظ سے اِس لفظ نے عملی صورت بھی اختیار کر لی۔ یعنے ضرورت کے وقت اِس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے روپیہ بھی آگیا تو پھر اس پر تمسخر کیا کسی متقی انسان کا کام ہو سکتا ہے۔

تحریف کی ایک اور مثال

صـ۳۳۲ پر جناب برق صاحب اِن الہامات کے متعلق جو انگریزی میں حضورؑ کو ہوئے لکھتے ہیں :-

"جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں" اس کے بعد حضور کی عبارت نقل کی ہے :-

"یہ بالکل لغو اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو

کسی اور زبان میں ہو۔" (چشمہ معرفت ص۲۰۹)

حضرت مرزا صاحب کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے میں تحریف اور قطع و برید کے ذریعہ مصنف کے اصل منشاء کو جس قدر بگاڑا گیا ہے۔ اس کی مثال کسی دوسری جگہ تلاش کرنا عبث ہے مندرجہ بالا عبارت حضورؑ نے آریوں کے اس عقیدہ کے رد میں لکھی ہے۔ کہ ایشور کو بندوں کی ہدایت کے لئے ایسی زبان میں اپنا کلام نازل کرنا چاہیئے جو دنیا میں کسی انسان کی زبان نہ ہو تا ایشور پر طرفداری کا الزام عائد نہ ہو سکے بلکہ وہ زبان خالص ایشور کی اپنی ہو حضورؑ کے اصل الفاظ ذیل میں نقل کر دیئے جاتے ہیں۔ تا قارئین کرام پر واضح ہو جائے کہ برق صاحب نے حضورؑ کے مقصد کو بگاڑنے میں کس قدر جسارت سے کام لیا ہے۔

"مضمون پڑھنے والے نے ایک عام جلسہ میں جس میں دوسرے مذاہب کے لوگ بھی مدعو تھے خاص کر مسلمان، آریہ مقرر نے جو مضمون آریوں کی طرف سے پڑھا تھا اس جگہ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ از ناقل) ایک الہامی کتاب کی یہ نشانی پیش کی کہ وہ خاص ایشور کی ہی زبان ہو۔"

قارئین کرام الہامی کتاب کے الفاظ یاد رکھیں حضرت مرزا صاحبؑ کوئی الہامی کتاب نہیں لائے۔ ان کی الہامی کتاب قرآن مجید ہی تھی۔ از ناقل) مختلف دلائل سے آریہ مقرر کی اس دلیل کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے پس جبکہ بموجب اصول آریہ سماج کے وید کے رشیوں کی زبان ویدک سنسکرت نہیں تھی۔ اور نہ وہ اس کے بولنے اور سمجھنے پر قادر تھے اور پھر خدا کا ایسی بیگانہ زبان میں ان کو الہام کرنا گویا دیدہ دانستہ ان کو اپنی تعلیم سے محروم رکھنا تھا اور اگر کہو کہ خدا ان کو اس کی زبان میں

سمجھا دیتا تھا کہ اِن عبارتوں کے یہ معنی ہیں تو اِس صورت میں پرمیشر کا یہ عہد بحال نہیں رہے گا کہ انسانی زبان میں اس کو بولنا حرام ہے مجھے تعجب ہے کہ ان نہایت کچی اور خام باتوں کے پیش کرنے سے آریوں کو فائدہ کیا ہے۔ کیا جو کچھ انسان کا ہے وہ سب کچھ پرمیشر کا نہیں ہے تو پھر کونسی یہ پرمیشر کی ہتک عزت ہے کہ انسان کو اُس کی زبان میں سمجھا دے۔ کیا ہمارا خدا ہماری دعائیں ہماری زبان میں نہیں سُنتا پس جبکہ ہماری زبان میں ہی ہماری دعا سننے سے اس کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا تو پھر ہماری زبان میں ہی انہیں کوئی راہ راست سمجھانے سے کیوں اِس کی شان میں فرق آئے گا۔

پس یاد رکھنا چاہئے۔ کہ قدیم سنت اللہ کے موافق تو یہی عادت الٰہی ہے کہ وہ ہر ایک قوم کے لئے اسی کی زبان میں ہی ہدایت کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی زبان ایسی ہو کہ ملہم کو خوب یاد ہو اور گویا اس کی زبان کے حکم میں ہو تو بسا اوقات ملہم کو اس زبان میں الہام ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف کے بعض الفاظ سے یہ سند ملتی ہے کیونکہ اوّل قرآن شریف قریش کی زبان میں ہی نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ کیونکہ اوّل مخاطب قریش ہی تھے مگر بعد اس کے قرآن شریف میں عرب کی اور زبانوں کے بھی الفاظ آگئے ہیں۔ اور ہم لوگ جو قرآن شریف کے پیرو ہیں اور ہماری شریعت کی کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن شریف ہے اس لئے ہم خدا تعالیٰ سے اکثر عربی زبان میں الہام پاتے ہیں تا وہ اس بات کا نشان ہو کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملتا ہے اور ہم ہر ایک امر میں اسی ذریعہ سے فیضیاب ہیں اور چونکہ اِس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تمام انسانوں کو ایک ہی قوم بنا دے اس لئے ہم کبھی دوسری زبانوں میں الہام پاتے ہیں۔ مگر اکثر خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ عربی میں ہی ہوتا ہے۔ بلکہ بہت حصہ خدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کا قرآن شریف کی آیتوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام

ہے اور اس طور پر ایک نئے طریق سے ملہم کو یقین دلایا جاتا ہے۔ کہ جس رسول پر وہ ایمان رکھتا ہے۔ وہ سچا رسول ہے اور جس کتاب کو وہ مانتا ہے یعنے قرآن شریف کو وہ خدا کی کتاب ہے غرض جبکہ اب بھی مختلف زبانوں میں الہام ہوتا ہے اور صدہا پیشگوئیاں اس الہام کے ذریعہ سے پوری ہوتی ہیں تو کیا اب تک ثابت نہ ہوا کہ خدا ہر ایک زبان میں الہام کرتا ہے۔ کیا سچی خوابیں خدا کی طرف سے نہیں ہوتیں کیا ان میں بھی وید ک سنسکرت لازمی امر ہے۔"

عبارت مندرجہ بالا میں الفاظ تکلیف مالا یطاق۔ الفاظ دیدہ دانستہ ان کو اپنی تعلیم سے محروم رکھنا۔ الفاظ قدیم سنت اللہ کے موافق تو یہی عادت الٰہی ہے کہ وہ ہر ایک قوم کے لئے اسی زبان میں ہدایت کرتا ہے بتلا رہے ہیں کہ یہاں اس زبان کا ذکر ہے جس کا تعلق انسانوں کی ہدایت سے ہے۔ عام الہام کی مفصل بحث اس کے بعد کی گئی ہے اور اس کے نزول کو دوسری زبانوں میں جائز قرار دیا ہے۔

انگریزی الہامات پر اعتراض اور برق صاحب کی پردہ دری

چونکہ انگریزی زبان میں الہامات کا ذکر آ گیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برق صاحب نے ان الہاموں کو بھی زیر بحث لاتے ہوئے ان کی صحت پر جو ناواجب حملہ کیا ہے اس کا بھی ذکر کر دیا جائے اور تبلایا جائے کہ یہاں بھی برق صاحب کو حضور کے الہام انی معین من اراد اہانتک کا مصداق بننا پڑا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک الہام کو درج کرتے ہوئے اس کے ہجے خود برق صاحب کی طرف سے غلط لکھے گئے ہیں۔ اور اس طرح حضورؑ پر اعتراض کرتے کرتے خود زیر اعتراض آ گئے ہیں انگریزی الہامات میں برق صاحب نے کسی غلطی کی نشاندہی نہیں کی کہ اس کا جواب دیا جائے صرف ایک الہام کے ہجے کو ہی قابل اعتراض قرار دیا ہے حالانکہ اس الہام میں سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی غلطی نہیں خود ان کی اپنی غلطی ہے جناب برق صاحب اپنی کتاب کے ص۱۳۳ پر "الہامات غلط زبان میں" کے عنوان کے ماتحت حضرت مسیح موعود کا ایک الہام حضور کی کتاب براہین احمدیہ سے نقل کرتے ہیں۔ جس کے

الفاظ یہ ہیں :۔

"آئی ایم کوارلر"

حضرت اقدس نے تو براہین احمدیہ میں اس انگریزی الہام کو اردو رسم الخط میں ہی لکھا ہے۔ لیکن جناب برق صاحب نے اسے انگریزی رسم الخط میں یوں درج کیا ہے :۔

I AM QUARLER

انگریزی زبان کے لحاظ سے تو اس جملہ میں کوئی غلطی نہیں البتہ کوارلر کے ہجے برق صاحب نے خود بالکل غلط لکھے ہیں اگر جناب برق صاحب کی مراد غلطی سے یہی غلطی ہے تو اس غلطی کے مرتکب تو خود جناب برق صاحب ہی ہیں اور یہ بھی الٰہی تصرف ہے کہ خدا کے مامور کی غلطیوں پر گرفت کرتے کرتے ایسی فاش غلطیاں خود اُن کی قلم سے سرزد ہو رہی ہیں کہیں مضاف مضاف الیہ کی تمیز سے ناواقفیت کا ثبوت بہم پہنچایا جا رہا ہے۔ اور کہیں انگریزی لفظ کوارلر کے ہجے کی غلطی سرزد ہو رہی ہے اور یہ سب کچھ اس لئے وقوع میں آ رہا ہے تا خدا کے مامور کے الہام انی مھین من اراد اہانتک کا عملی ثبوت دنیا کو مل جائے اور وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے کہ خدا کی غیرت اپنے پیاروں کے لئے کس طرح جوش میں آتی ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہے کہ نفس الہام میں قطعاً کوئی غلطی نہیں اگر غلطی ہے تو خود جناب برق صاحب کی ہے اور اگر جناب برق صاحب مندرجہ بالا الہام میں زبان کی کوئی غلطی تبلائیں گے تو اس کی حقیقت پر سے بھی پردہ اٹھا دیا جائے گا۔

شانِ نزول کا حذف کرنا

سر دست تو یہ تبلانا مقصود ہے کہ جناب برق صاحب نے مندرجہ بالا الہام کو نقل کرتے ہوئے دوسرے الہاموں کی طرح اس کا شانِ نزول بھی حذف کر دیا ہے۔ جناب برق صاحب جیسے محقق انسان کے شایان شان نہ تھا کہ وہ شانِ نزول کو حذف کر کے قارئین کرام کو غلط تاثر دینے کی کوشش کرتے شانِ نزول کا علم حاصل کئے بغیر اس الہام سے کوئی کیا مفہوم اخذ کر سکتا ہے حالانکہ یہ الہام ایک زبردست پیشگوئی کو

اپنے اندر لئے ہوئے تھا اِس لئے قارئین کرام کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے ذیل میں شانِ نزول کے ساتھ مندرجہ بالا الہام کو پیش کیا جاتا ہے :۔

"از انجملہ ایک یہ ہے کہ مولوی ابو عبداللہ غلام علی صاحب قصوری جن کا ذکر اخیر حاشیہ در حاشیہ ۳ میں درج ہے الہام اولیاء اللہ کی عظمت شان میں کچھ شک رکھتے تھے۔ اور یہ شک اُن کے بالمواجہ تقریر سے نہیں بلکہ اُن کے رسالے کی بعض عبارتوں سے مترشح ہوتا تھا سو کچھ عرصہ ہُوا کہ ان کے شاگردوں میں سے ایک صاحب نور احمد نامی جو حافظ اور حاجی بھی ہیں بلکہ شاید کچھ عربی دان بھی ہیں۔ اور واعظ قرآن ہیں اور خاص امرتسر میں رہتے ہیں اتفاقاً اپنی درویشانہ حالت میں سیر کرتے کرتے یہاں بھی آ گئے۔ اُن کا خیال الہام کے انکار میں مولوی صاحب کے انکار سے کچھ بڑھ کر معلوم ہوتا تھا اور برہمو سماج والوں کی طرح صرف انسانی خیالات کا نام الہام رکھتے تھے۔ چونکہ وہ ہمارے ہی ہاں ٹھہرے اور اِس عاجز پر انہوں نے خود آپ ہی یہ غلط رائے جو الہام کے بارے میں ان کے دل میں تھی۔ مدعیانہ طور پر ظاہر بھی کر دی اس لئے دِل میں بہت رنج گذرا۔ ہر چند معقول طور پر سمجھایا گیا کچھ اثر مترتب نہ ہوا۔ آخر توجہ الی اللہ تک نوبت پہنچی اور اُن کو قبل از ظہور پیشگوئی بتلایا گیا کہ خداوند کریم کی حضرت میں دعا کی جائے گی کچھ تعجب نہیں کہ وہ دعا بپایہ اجابت پہنچ کر ایسی پیشگوئی خداوند کریم ظاہر فرما دے۔ جس کو تم بچشم خود دیکھ جاؤ سو اس رات اس مطلب کے لئے قادر مطلق کی جناب میں دعا کی گئی علی الصبح بنظر کشفی ایک خط دکھایا گیا جو ایک شخص نے ڈاک میں بھیجا ہے اُس خط پر انگریزی زبان میں لکھا ہُوا ہے۔ آئی ایم کوارلر اور عربی میں یہ لکھا ہُوا ہے۔ ھذا شاھد نزاغ اور یہی الہام حکایتاً عن الکاتب القاء کیا گیا اور پھر وہ حالت جاتی رہی چونکہ یہ خاکسار انگریزی زبان سے کچھ واقفیت نہیں رکھتا۔ اِس جہت سے پہلے علی الصبح میاں نور احمد صاحب کو اس کشف اور الہام کی اطلاع دے کر اور اِس آنے والے خط سے مطلع کر کے پھر اُسی وقت ایک انگریزی خواں سے اِس انگریزی فقرے کے معنے دریافت کئے گئے تو معلوم ہُوا کہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ میں جھگڑنے والا ہوں۔ سو اس مختصر سے فقرے سے یقیناً یہ معلوم ہو گیا کہ کسی

جھگڑے کے متعلق کوئی خط آنے والا ہے اور ھذا شاھد نزاغ جو کاتب کی طرف سے دوسرا فقرہ لکھا ہوا دیکھا تھا۔ اُس کے یہ معنے کھلے کہ کاتب خط نے کسی مقدمے کی شہادت کے بارے میں وہ خط لکھا ہے۔ اس دن حافظ نور احمد صاحب باعث بارش باران امرتسر جانے سے روکے گئے۔ اور درحقیقت ایک سماوی سبب سے اِن کا روکا جانا بھی قبولیت دعا کی ایک خبر تھی تا وہ جیسا اُن کے لئے خدائے تعالےٰ سے درخواست کی گئی تھی۔ پیشگوئی کے ظہور کو بچشم خود دیکھ لیں غرض اس تمام پیشگوئی کا مضمون اِن کو سُنا دیا گیا۔ شام کو اُن کے روبرو پادری رجب علی صاحب مہتمم و مالک مطبع سفیر ہند کا ایک خط رجسٹری شدہ امرتسر سے آیا جس سے معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے اپنے کاتب پر جو اسی کتاب کا کاتب ہے عدالت خفیفہ میں نالش کی ہے۔ اور اِس عاجز کو ایک واقعہ کا گواہ ٹھہرایا ہے۔ اور ساتھ اِس کے ایک سرکاری سمن بھی آیا۔ اور اِس خط کے آنے کے بعد وہ فقرہ الہامی یعنی ھذا شاھد نزاغ جس کے یہ معنے ہیں کہ یہ گواہ تباہی ڈالنے والا ہے۔ اِن معنوں پر محمول معلوم ہوا ہے۔ کہ مہتمم مطبع سفیر ہند کے دِل میں یہ یقین کامل مذکور تھا کہ اس عاجز کی شہادت جو ٹھیک ٹھیک اور مطابق واقعہ ہوگی بباعث وثاقت اور صداقت اور نیز باعتبار اور قابل قدر ہونے کی وجہ سے فریق ثانی پر تباہی ڈالے گی اور اسی نیت سے مہتمم مذکور نے اِس عاجز کو ادائے شہادت کے لئے تکلیف بھی دی اور سمن جاری کرایا اور اتفاق ایسا ہوا کہ جس دن یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور امرتسر جانے کا سفر پیش آیا وہی دن پہلی پیشگوئی کے پورے ہونے کا دِن تھا۔ سو وہ پہلی پیشگوئی بھی میاں نور احمد صاحب کے روبرو پوری ہوگئی یعنی اُسی دن جو دس دن کے بعد کا دن تھا روپیہ آگیا اور امرتسر بھی جانا پڑا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک"
(براہین احمدیہ از ص۴۷۱ تا ص۴۷۴ بقیہ) حاشیہ در حاشیہ نمبر۳۔

حضرت مرزا صاحب کی اصل عبارت قارئین کرام کے سامنے ہے۔ اس سے اصل حقیقت اِن پر باآسانی واضح ہوسکتی ہے جو یہ ہے کہ ایک شخص حضرت مرزا صاحبؑ کے پاس آتا ہے الہام کے متعلق اِس کے خیالات اسلامی تعلیم کے خلاف ہیں۔ کسی دلیل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت مرزا صاحب خدا سے دعا کرتے ہیں۔ کہ کوئی ایسا نشان دکھلایا جائے۔ جس کے ذریعہ اس کے غلط خیال کی اصلاح ہو جائے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اجیب دعوۃ الداع کے ماتحت حضرت مرزا صاحبؑ کی دعا قبول کرتے ہوئے ان پر یہ انکشاف کرتا ہے کہ ایک شخص کا کسی سے جھگڑا ہے اس جھگڑا کا فیصلہ کرانے کے لئے وہ عدالت کی طرف رُخ کرتا ہے اور حضرت مرزا صاحب کو بطور گواہ عدالت میں طلب کرواتا ہے اس تمام واقعہ کی اطلاع حضرت مرزا صاحب کو پیش از وقت خدا کی طرف سے مل جاتی ہے اور حضرت مرزا صاحب اس منکر الہام کو اس انکشاف پر قبل از وقت مطلع کر دیتے ہیں۔ اس تمام واقع کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر منصف مزاج الہام "آئی ایم کوارلر" کی حقیقت سے بخوبی واقف ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ مقدمہ دائر کرنے والے کی طرف سے بطور حکایت کہے گئے ہیں۔ اور الہام کا دوسرا حصہ حکایۃً عن الکاتب کہا گیا ہے۔ جس کے خلاف مقدمہ تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب کی گواہی چونکہ کاتب کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کے لئے ضرر رساں تھی۔ اس لئے وہ اپنے حق میں حضور کو شاہد نزاع قرار دے رہا ہے۔ چنانچہ اس الہام کے مطابق عدالت سے سمن بھی آجاتا ہے اور مقدمہ دائر کرنے والے شخص کا خط بھی آجاتا ہے۔ اور حضور کی گواہی سے کاتب کے خلاف ڈگری بھی ہو جاتی ہے۔ جس سے الہام کے دونوں جملے پورے ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ الہام بھی پورا ہو جاتا ہے جس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں جس کا مفہوم یہ تھا کہ ضرورت پیش آمدہ کو پورا کرنے کے لئے دس دن کے بعد روپیہ آئے گا۔ اور اسی دن امرتسر بھی جانا پڑے گا۔ یعنے ادھر دس دن کے بعد روپیہ آنا شروع ہو گیا۔ اور اسی دن سمن کی تعمیل میں مندرجہ بالا مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے امرتسر بھی جانا پڑ گیا۔ اب تمام طالبانِ حق پر یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا کہ الہام آئی ایم کوارلر کے ساتھ اس کے شان نزول کا ذکر کس قدر ضروری تھا۔ اور کیا اُس کا حذف کر دینا الہام کے اصل مقصد کو پردہ خفا میں رکھنے کے مترادف نہیں؟۔ اگر یہ قطع و برید نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر مصنف کے منشاء کو بگاڑنا اس کا نام نہیں تو منشاء کو بگاڑنا کسے کہتے ہیں:۔

دوسری مثال جناب برق صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲۵ و صفحہ ۳۲۴ پر حضورؑ کے ایک الہام پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عربی زبان میں مؤنث و مذکر کے لئے جدا جدا افعال ہیں۔ اگر مخاطب مرد ہو کہیں گے۔ قل (کہہ) مؤنث ہو تو کہینگے قولی افعل (تو مرد یہ کام کر) افعلی (تو عورت یہ کام کر) لیکن ایک الہام میں یہ تمیز قائم نہیں رکھی گئی قرآن کی ایک آیت تھی یاادم اسکن آدم مرد تھا اس کے لئے اسکن ہی صحیح تھا لیکن جناب مرزا صاحب کے ایک الہام میں مخاطب عورت ہے اور فعل مذکر یا مریم اسکن مریم مؤنث ہے اس لئے اسکنی چاہیئے تھا اگر یہ دو فقرے (۱) ماسی خدا بخش روٹی کھا رہی ہے (۲) بہن زینب بیگم چلا گیا ہے۔ غلط ہیں تو پھر یا مریم اسکن کیوں کر صحیح ہوا۔

میرے سامنے اس وقت اس طرح کی بے قاعدگیوں اور بوالعجبیوں کی ستر سے زیادہ مثالیں پڑی ہیں جنہیں خوف طوالت سے نظر انداز کرتا ہوں۔

جناب برق صاحب کی عبارت مندرجہ بالا میں بھی تصرف الٰہی کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ کے پہلے فقرے میں تو فعل صحیح استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ ماسی مؤنث ہے۔ لیکن جناب برق صاحب اسے غلط قرار دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی غلطیاں سہو کاتب کا ہی کرشمہ ہوتی ہیں ذکر میں نے محض اس لئے کیا ہے کہ جناب برق صاحب نے بھی حضرت اقدسؑ کی کتابوں سے ایسی ہی غلطیوں کا انتخاب کیا ہے جن کا موجب محض سہو کاتب ہی ہے۔

اصل اعتراض کا جواب یہ توضیحی بات تھی اب میں اصل اعتراض کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جناب برق صاحب کے اس اعتراض نے مجھے سخت حیرت میں ڈال دیا ہے میں سمجھتا تھا جناب برق صاحب عربی زبان کے عالم ہیں لیکن اعتراض مندرجہ بالا مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں اپنے اس خیال پر نظر ثانی کروں۔ محترم برق صاحب عربی زبان کا معمولی

طالب علم بھی جانتا ہے کہ ضمائر اور افعال کی مطابقت کبھی لفظاً اور کبھی معناً ہوتی ہے یعنی کبھی ضمائر اور افعال کو مطابق بنانے کے لئے لفظ کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اور کبھی اس مراد کا لحاظ رکھا جاتا ہے جو اس لفظ سے ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں اس کی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں۔ آپ کے غور کے لئے ایک مثال پیش کرتا ہوں آیت فما منکم من احد عنہ حاجزین لفظ حاجزین آیت میں محض احد کے مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ جمع کے صیغہ میں استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ لفظ احد مفرد ہے لیکن مراد چونکہ اس سے جمع ہے اس لئے حاجزین لایا گیا ہے۔ پس اس مشہور قاعدہ کے تحت الہام "یا مریم اسکن" میں اسکن بالکل درست ہے کیونکہ مریم سے مراد جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔ مؤنث نہیں بلکہ مذکر ہی مراد ہے اور وہ خود حضرت مرزا صاحب کا وجود ہے قرآن کریم کی سورۃ تحریم کی آیت وضرب اللّٰہ مثلاً للذین امنوا مریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا میں مومنوں کو مریم سے تشبیہ دیتے ہوئے مریم ٹھہرایا گیا ہے۔ اس کو بھی آپ مدنظر رکھیں۔

افسوس کا مقام

جناب برق صاحب افسوس کا مقام تو یہ ہے۔ کہ خود حضرت مرزا صاحب[4] نے آپ کے اس اعتراض کا مفصل جواب دیا ہوا ہے۔ لیکن آپ نے خدا جانے اپنے اعتراض کو نقل کرتے ہوئے حضور کے جواب کو کیوں حذف کر دیا ہے۔ کیا یہ طریق خلاف تقوےٰ نہیں یاد رکھیں کہ آپ کا یہ اعتراض نیا نہیں جس وقت کتاب براہین احمدیہ شائع ہوئی اسی وقت کسی مولوی صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا۔ اعتراض اور اس کا جو جواب حضرت مرزا صاحب نے دیا ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

اعتراض

حضور کی کتاب براہین احمدیہ کا چوتھا حصہ جب شائع ہوا تو لدھیانہ سے میر عباس علی شاہ صاحب نے حضور کی خدمت میں لکھا:۔

"چوتھے حصہ کے صفحہ ۴۹۶ پر مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ یا مریم اسکن" میں نحوی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ اسکن کی جگہ اسکنی چاہیئے تھا۔"

جواب | "جس شخص نے ایسا اعتراض کیا ہے اس نے خود غلطی کھائی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ نحو اور صرف سے آپ ہی بے خبر ہے۔ کیونکہ عبارت کا سیاق دیکھنے سے معلوم ہو گا۔ کہ مریم سے مریم اُمِّ عیسٰے مراد نہیں ہے اور نہ آدم سے آدم ابو البشر مراد ہے۔ اور نہ احمدؐ سے اس جگہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور ایسا ہی ان الہامات کے تمام مقامات میں کہ جو موسٰے اور عیسٰے اور داؤد وغیرہ نام بیان کئے گئے ہیں ان ناموں سے بھی وہ انبیاء مراد نہیں۔ بلکہ ہر ایک جگہ یہی عاجز مراد ہے اب جبکہ اس جگہ مریم کے لفظ سے کوئی مؤنث مراد نہیں ہے۔ بلکہ مذکر مراد ہے تو قاعدہ یہی ہے کہ اس کے لئے صیغہ مذکر ہی لایا جائے یعنی یا مریم اسکن کہا جائے نہ یہ کہ یا مریم اسکنی ہاں اگر مریم کے لفظ سے کوئی مؤنث مراد ہوتی تو پھر اس جگہ اسکنی آتا۔ لیکن اس جگہ تو صریح مریم مذکر کا نام رکھا گیا ہے اس لئے برعایت مذکر مذکر کا صیغہ آیا اور یہی قاعدہ ہے۔ کہ نحویوں اور صرفیوں میں مسلّم ہے۔ اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں"

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۸۲ و ۸۳)

جناب برقی صاحب آپ یہ عذر پیش نہیں کر سکتے کہ یہ کتاب آپ کی نظر سے نہیں گذری کیونکہ آپ نے اپنی کتاب میں اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں جو دلیل ہے اس حقیقت پر کہ کتاب مذکورہ بالا آپ کے مطالعہ میں رہی ہے۔ اعتراض کو نقل کر کے جواب کو نقل نہ کرنا یہ بھی قطع و برید ہی کی قسم ہے اور مصنف کے اصل منشاء کو بگاڑنے ہی کے مترادف ہے۔

تیسری مثال | جناب برقی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۸۹ پر زیر عنوان "الہامات" لکھتے ہیں۔

"جس طرح اردو میں بعض بے جان اشیاء مذکر ہیں۔ اور بعض مؤنث[1] یہی حال عربی زبان کا ہے۔ عربی میں ارض و سماء مؤنث ہیں ظاہر ہے کہ ان کے لئے ضمیر مؤنث استعمال ہو گی لیکن جناب مرزا صاحب کے ایک الہام میں ان دونوں کے لئے

۱ "ہا" اور "ط" [illegible]

ضمیر مذکر استعمال ہوئی ہے جو سرا سر غلط ہے۔ السماء والارض معك كما هو معی
اے احمد آسمان و زمین تیرے ساتھ ہیں جس طرح کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ دوسرا کمال
یہ ہے کہ دو اشیاء کی طرف ضمیر مفرد راجع کردی حسب قواعد ہما چاہیئے "

مقام افسوس متذکرہ بالا دونوں اعتراضوں میں جناب برق صاحب نے ایک تو وہی علمی غلطی کا مظاہرہ کیا ہے۔ جس علمی غلطی کا ذکر دوسری مثال میں گذر چکا ہے۔ دوسرے یہاں بھی حضرت مرزا صاحبؑ کی تشریح کو جو اس الہام کے ساتھ ہی موجود ہے۔ اسے حذف کر دیا ہے۔ اور اس طرح اپنے قارئین کرام کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جو محقق انسان کی شان کے ہرگز شایاں نہیں۔ اب ذیل میں خود حضرت مرزا صاحب کی تشریح درج کی جاتی ہے۔ اس الہام کو درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"ضمیر هو واحد بتاویل ما فی السموات والارض ہے ان کلمات کا حاصل مطلب تلطفات اور برکات الٰہیہ ہیں جو حضرت خیر الرسل کی متابعت کی برکت سے ہر ایک کامل مومن کے شامل حال ہو جاتی ہیں۔ اور حقیقی طور پر مصداق ان سب عنایات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور دوسرے سب طفیلی ہیں۔ اور بات اس کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہر ایک مدح و ثنا جو کسی مومن کی الہامات میں کی جائے وہ حقیقی طور پر آنحضرت صلعم کی مدح ہوتی ہے اور وہ مؤمن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصہ حاصل کرتا ہے۔ اور وہ بھی محض خدا تعالےٰ کے لطف و احسان سے نہ کسی اپنی لیاقت و خوبی سے۔

براہین احمدیہ صفحہ ۴۸۹ و ۴۸۸ و ۴۸۷

تشریح مندرجہ بالا سے واضح ہے کہ ضمیر "ہو" لفظوں کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ معنی کے لحاظ سے راجع کی گئی ہے اور یہ جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے عربی زبان میں یہ طرز کلام کثیر الاستعمال ہے اس سے ثابت ہوا کہ الہام میں درحقیقت کوئی غلطی نہیں۔ الہام کی طرف غلطی کو منسوب کرنا زبان سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔

جناب برق صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے پاس ایسی غلطیوں کی ستر مثالیں ہیں اگر جناب برق صاحب عربی زبان کے مندرجہ بالا قاعدہ کو مدنظر رکھیں گے تو ان کی مزعومہ ستر غلطیاں خود ہی صاف ہو جائیں گی۔

جناب برق صاحب کا مقصد "الہام یا مریم اسکن" اور الہام "الارض والسماء معك كما هو معی" کو مورد اعتراض بنانے سے جناب برق صاحب کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے قارئین پر یہ اثر ڈالیں کہ خدا تو غلطی نہیں کر سکتا اس لئے یہ دونوں الہام خدا کی طرف سے تو ہو نہیں سکتے نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب کے اپنے بنائے ہوئے ہیں اس لئے ان میں غلطی راہ پا گئی ہے اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے الہام کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کی تشریح درج نہیں کی اگر وہ درج کر دیتے تو ان کا مقصد ہی فوت ہو جاتا تھا کیونکہ حضور کی تشریح تو اسی بات کو واضح کر رہی تھی کہ جن قواعد کی طرف جناب برق صاحب نے اشارہ کیا ہے۔ وہ حضرت مرزا صاحب کے علم میں تھے پس نعوذ باللہ اگر وہ خود الہام بناتے تو ان قواعد کے مطابق ہی بناتے ان کو تاویل اور تشریح کی ضرورت ہی پیش نہ آتی پس معلوم ہوا کہ یہ الہامی الفاظ فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہی تھے اور بہت سے مدعیان علم کے علم کا امتحان بھی اس میں مقصود تھا۔

واقعات کی شہادت جیسا کہ واقعات اس پر شاہد ناطق ہیں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جناب برق صاحب حضرت مرزا صاحب کے پیش کردہ الہامات کو غلط زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی لئے حقیقت تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ الہامات کے الفاظ میں غلطی نکالتے نکالتے وہ خود غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ اپنے اسی طریق کی پیروی پر مصر رہے تو کہیں قرآن کریم میں . . . .

وقطعناهم اثنتي عشرة اسباطا امما اور الى صراط العزيز الحميد الله۔

دیکھ کر اس کی بھی غلطیاں نکالنے نہ بیٹھ جائیں۔ کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ نے عربی زبان کے ایک

بہت بڑے ماہر کو کہا کہ تم قرآن شریف کی مثل کیوں نہیں بناتے، قصہ تو طویل ہے مختصر یہ کہ اس ماہر زبان نے یہ کہہ کر مثل بنانے سے اپنے عجز کا اقرار کیا کہ قرآن کریم میں جو وعدے خدا تے محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ کئے اِن کو پورا کرنے پر وہ قادر تھا اور اُس نے باوجود مخالف حالات کے انہیں پورا کر کے بھی دکھلا دیا میرے پاس کونسی طاقت ہے کہ میں وعدہ کر کے اِس کو پورا کر کے دکھلا سکوں سو میں بھی جناب برق صاحب اور دیگر تمام مخالفین کی توجہ اسی معیار کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں لیسے تمام احباب اگر اِس نقطہ نگاہ سے حضرت مرزا صاحب کے الہامات پر نظر ڈالیں گے تو واقعات سے اِن الہامات کی سچائی اِن پر روشن ہو جائے گی اب انہی دو الہاموں کو لیجئے جن پر جناب برق صاحب معترض ہیں۔ اور دیکھئے کہ کس طرح واقعات اِن کی سچائی پر شہادت دے رہے ہیں۔

پہلا الہام واقعات کی روشنی میں

"پہلے الہام کے الفاظ یہ ہیں۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ اِس کا ترجمہ حضور نے یہ کیا ہے۔ اے مریم (حضرت مرزا صاحب کو مریم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مراد خود حضرت مرزا صاحب ہیں وضاحت اوپر گذر چکی ہے از ناقل) تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔"

اب پہلی بات جو اس الہام کے متعلق قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ الہام اس وقت کا ہے جبکہ آپ کا دعوے مسیح اور مہدی ہونے کا نہیں تھا اور نہ آپ اُس وقت کسی سے بیعت لیتے تھے کہ لوگ آپ کے تابع بنیں اِن حالات میں اِس الہام کا ہونا بطور پیشگوئی اِن الفاظ میں یہ نظر آ رہی ہے کہ خود حضرت مرزا صاحب اور ان کے تابعین اور رفقاء جنتی زندگی بسر کرنے والے ہوں گے۔ اب جب ہم واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ دونوں پیشگوئیاں صفائی سے پوری ہوئی ہیں۔ اور یہ بیّن ثبوت ہے اِس بات کا کہ یہ الہام فی الحقیقت خدا کی طرف سے تھا۔ انسانی دماغ کا اختراع نہ تھا۔ چنانچہ جو شخص بھی تعصب سے دل کو پاک کر کے حضورؑ کی زندگی

۱۴ اس امر پر صاف دلالت کر رہا ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ ایک جماعت آپ کے تابعین کی پیدا ہو جائے گی جو رفیق بن کر آپ کے کام میں ممد ثابت ہوگی۔ دوسری پیشگوئی

پر نظر غائر ڈالے گا اُس کو صاف نظر آجائے گا کہ جنتی زندگی کی تمام علامات حضور میں پائی جاتی تھیں۔

پہلی علامت سب سے پہلی علامت جنتی زندگی کی خدا تعالیٰ کی ہستی پر بصیرت اور یقین سے بھرا ہوا ایمان ہے جیسا کہ آیت قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی سے واضح ہے اس آیت میں حضرت نبی کریم صلعم اپنے آپ کو بھی اور اپنے حقیقی متبع کو بھی بصیرۃ پر قرار دے رہے ہیں اور وہ لوگ جو اس بصیرت سے محروم ہیں انہیں قرآن کریم اعمیٰ قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ یعنے جو اس دنیا میں اندھا رہا اور اسے بصیرت نصیب ہوئی وہ آخرت میں بھی اندھا ہی اُٹھے گا معلوم ہوا کہ بصیرۃ والا ہی جنتی زندگی میں ہوتا ہے۔ سورۃ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بصیرۃ سے محروم انسان کا قول درج فرمایا ہے۔ جب وہ اپنے آپ کو اندھا دیکھے گا تو کہے گا " قال رب لم حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیرا قال کذالک اتتک آیاتنا فنسیتھا وکذالک الیوم تنسیٰ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ خدا کی آیات کو ترک کرنے والا بصیرت سے محروم رہتا ہے گو وہ اپنے آپ کو بصیر خیال کرتا ہے لیکن ہوتا ہے وہ درحقیقت اعمیٰ[ع] پس حضرت مرزا صاحب کو جو بصیرت خدا کی ہستی پر اسلام کی سچائی اور اس کے زندہ مذہب ہونے پر اور رسول کریم صلعم کے خاتم النبیین اور زندہ رسول ہونے پر حاصل تھی اس زمانہ میں اس کی نظیر تلاش کرنا عبث ہے یہ بصیرۃ کاملہ ہی تھی جو ان سے تمام مذاہب کے لیڈروں کو چیلنج پر چیلنج دلواتی رہی کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ رسول کریم صلعم کی اطاعت سے باہر رہ کر اور اسلام کے دامن سے وابستہ ہوئے بغیر خدا کا مقرب بن سکتا ہے تو وہ میرے ساتھ روحانی مقابلہ کے لئے میدان میں اُتر آئے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین بالصراحت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حقیقی مسلمان اگر ایک طرف خدا کی طرف لوگوں

[ع] اور حقیقی زندگی کے لحاظ سے

کو دعوت دیتا ہے۔ تو دوسری طرف بڑے دھڑلے سے اعلان کرتا ہے کہ میں حقیقی مسلمان ہوں، سچے مسلمان کی تمام علامات جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہیں انہیں میرے وجود میں مشاہدہ کرلو۔ دعاؤں کی قبولیت میں مقابلہ کرکے دیکھ لو نشان نمائی میں مقابلہ کرکے دیکھ لو۔ مباہلہ کرکے دیکھ لو۔ حقائق اور معارف میں مقابلہ کرکے دیکھ لو۔ غرضیکہ جس رنگ میں بھی آزمانا چاہو آزما لو خدا تعالےٰ کی تائید ہر میدان میں میرے شامل حال ہو گی چنانچہ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بیسیوں دفعہ دنیا نے حضور کے اس دعوے کی صداقت کو بچشم خود دیکھا واقعات کی تفصیل مناسب موقعہ پر کی جائے گی۔

دوسری علامت جنتی زندگی کی دوسری علامت خدا اور اس کے رسول سے ایسا زبردست اور قوی عشق ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں اس کے مقابل میں ہیچ نظر آتی ہیں چنانچہ یہ علامت بھی حضور میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ ساری عمر خدا کے نام کو بلند کرنے اور اُس کے رسول پاک خاتم النبیین کی عزت کو قائم کرنے اور آنحضرت صلعم کے دین کو سب ادیان پر غالب کرنے میں صرف کر دی۔ نہ اپنے آرام کی پرواہ کی نہ اپنی صحت کی پرواہ کی اسی جہاد میں اپنے تمام اوقات کو لگا دیا۔

تیسری علامت تیسری علامت جنتی زندگی کی یہ ہوتی ہے کہ جنتی زندگی پانے والا انسان دوسروں کو بھی جنتی زندگی حاصل کرنے کا اہل بنا دیتا ہے۔ چنانچہ الہام میں بھی یہی مذکور ہے کہ تیرے تابعین اور رفقاء بھی جنتی زندگی حاصل کریں گے۔ اب ان واقعات کا کون انکار کرسکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ جس نے بھی حقیقی روحانی تعلق پیدا کیا وہ کندن ہو گیا۔ ہزاروں کے دلوں کو آپ نے نور بصیرت سے منور کر دیا قرآن کا عاشق بنا دیا۔ خدمت اسلام کا جوش اُن کے دلوں میں پیدا کر دیا۔ اور اسلام کا ایسا فدائی انہیں بنایا کہ وہ اپنی عزیز سے عزیز چیز اسلام کی سربلندی کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ گویا وہ آیت لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون کی عملی تصویر بن گئے۔ دیکھ لو یہ

یہ جماعت وجاهدهم به جهاداً كبيراً کی تعمیل میں ہاتھ میں قرآن لے کر دنیا میں نکلی ہوئی ہے اور کفار کو حلقہ بگوش اسلام کرنے میں دن رات مصروف ہے پس الہام الٰہی یا مریم اسکن انت وزوجك الجنة کا ایک ایک لفظ حضرت مرزا صاحب کی اپنی شان میں بھی اور آپ کے تابعین کی شان میں بھی پورا ہوتا نظر آرہا ہے۔ بشرطیکہ آنکھوں پر تعصب اور عناد کی پٹی بینائی کو سلب نہ کرلے۔

دوسرا الہام دوسرا الہام الارض والسماء معك كما هو معی بھی واقعات کی روشنی میں اپنی صداقت کو اظہر من الشمس کر رہا ہے۔ کیا حضرت نبی کریم صلعم کی پیشگوئی کے مطابق آسمان نے آپ کے دعوے مہدویت کے بعد رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں میں چاند اور سورج گرہن کے ذریعہ آپ کے دعوے کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت نہیں کردی تھی جس وقت یہ الہام آپ کو ہوا ہے۔ آپ کو کیا خبر تھی۔ کہ خدا تعالےٰ آپ سے مہدی معہود کا دعوے کرائے گا اور پھر آسمان اپنے گرہن کے ذریعہ آپ کی شہادت کے لئے کھڑا ہو جائے گا اسی طرح آسمان نے کثرت سے اپنے ستاروں کو گرا کر اور دنبالہ دار ستارہ کو نکال کر آپ کی تائید کردی اور یہ سب کچھ حضرت نبی کریم صلعم کی پیشگوئیوں کے مطابق وقوع میں آیا۔

اسی طرح خود آپ کی اپنی پیشگوئیوں کے مطابق آسمان شاہد ناطق کی طرح آپ کی سچائی پر گواہی دیتا رہا، تفصیل اپنے وقت پر دی جائے گی صرف آسمان نے ہی آپ کی تصدیق نہیں کی بلکہ زمین بھی آپ کی تصدیق میں آسمان سے پیچھے نہیں رہی۔ طاعون۔ زلازل۔ سیلابوں۔ جنگوں اور دیگر مختلف قسم کی وباؤں وغیرہ کے ذریعہ زمین بھی آپ کی پیشگوئیوں کو سچا ثابت کرکے اپنی تصدیق کا ثبوت بہم پہنچاتی رہی ہے اور اب تک پہنچا رہی ہے۔ سچ کہا ہے حضرت مرزا صاحب نے ؎

آسمان بارد نشان الوقت مے گوید زمین
باز بغض و کیں و انکار ایناں را ببین!!!

دعوئے ما را فروغ از صد نشانہا دادہ اند
مہر و ماہ ہم از پئے تصدیق ما استادہ اند

حضرت نبی کریم صلعم سے عشق جناب برق صاحب آپ کو شکایت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں ان کی تعریف کی گئی ہے۔ آپ نے پڑھ ہی لیا ہوگا۔ کہ یہ شخص کس قدر بے نفس ہے اپنی تعریف پر اتراتا نہیں فخر نہیں کرتا۔ تکبر اور بڑائی کے خیال کو نزدیک تک پھٹکنے نہیں دیتا کس صفائی سے لکھتا ہے۔ کہ مدح کے جو الفاظ میرے الہامات میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں اُن کا حقیقی مصداق حضرت نبی کریم صلعم ہی ہیں ہمیں تو جو الطاف اور عنایات خدا تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہیں۔ وہ محض محمد رسول اللہ صلعم کی طفیل ہیں۔ پس ہم محض طفیلی ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ہماری مثال تو دیوار کی ہے جب تک وہ سورج کے سامنے ہے روشن ہے سو یہی حال ہمارا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم سورج ہیں اگر ہم ذرہ بھر بھی اس سورج کے سامنے سے ہٹ جائیں تو ہم تاریکی کا شکار ہو جائیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ جو آپ کو عشق تھا اور جو نسبت اپنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے بتلائی ہے اس کا اندازہ آپ حضور کے مندرجہ ذیل دو شعروں سے کیجئے۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم ! — گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم !

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسل — تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہمنے

جناب برق صاحب کی رائے جناب برق صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۳ و صفحہ ۳۲۵ پر حضرت اقدس کی اُردو زبان پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"مان لیا کہ مرزا صاحب اچھی اُردو نہیں جانتے تھے"۔

"جناب مرزا صاحب کا اُردو اسلوب تحریر مولویانہ تھا ان معنوں میں کہ روانی و سلاست کا خیال قطعاً نہیں رکھتے تھے"۔

جناب برق صاحب محترم! اگر آپ برا نہ منائیں تو گذارش کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ نہ آپ اہل زبان ہیں۔ اور نہ بلند پایہ ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور نہ خاکسار ہی اہل زبان ہے۔ اس لئے ہم دونوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی شخص کی زبان پر رائے زنی کر سکیں یہ حق صرف انہی لوگوں کو پہنچتا ہے

جو خود اہل زبان ہیں۔ زباندانی میں خاص شہرت کے مالک ہیں۔ انہی کی رائے اس تصفیہ میں فیصلہ کن ہو سکتی ہے۔ جن کے فیصلہ کے آگے ہم سب کو سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے جناب برق صاحب کو بھی ایسے اصحاب کی رائے کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیئے اس لئے جناب برق صاحب کی آگاہی کے لئے ذیل میں ایسے اصحاب کی آراء درج کی جاتی ہیں۔

میرزا حیرت صاحب دہلوی کی رائے

میرزا حیرت صاحب دہلوی ایڈیٹر اخبار کرزن گزٹ کے نام نامی سے جناب برق صاحب غالباً ناواقف نہ ہوں گے اور اس بات کا بھی انہیں بخوبی علم ہوگا کہ جناب مرزا حیرت صاحب دہلی کے باشندہ ہونے کی وجہ سے اہل زبان بھی تھے صرف یہی نہیں بلکہ آپ بلند پایہ ادیبوں اور انشاء پردازوں میں بھی شمار ہوتے تھے۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ مذہبی لحاظ سے آپ حضرت مرزا صاحب کے سخت مخالفین میں سے تھے اور کبھی کبھی مناظرہ کی طرح بھی ڈالتے رہتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کی زباندانی کے متعلق ایسے شخص کی رائے یقیناً بے لوث ہوگی۔

حضرت مرزا صاحب کی وفات پر جو رائے جناب مرزا حیرت صاحب نے دی وہ جناب برق صاحب اور اُن کے خیال سے اتفاق رکھنے والے اصحاب کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے سکتی ہے۔ ذیل میں ان کی رائے انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ یکم جون ۱۹۰۸ء کے کرزن گزٹ میں لکھتے ہیں :-

"مرحوم کی وہ اعلےٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں۔ وہ واقع میں بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اُس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بہ حیثیت ایک مسلمان ہونے کے ہم اِس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی۔ کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کے رد میں لکھی گئی ہیں۔ اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے آج تک معقولیت سے اِن کا جواب الجواب ہم

نے تو نہیں دیکھا سوائے اِس کے کہ آریہ نہایت ہی بدتہذیبی سے اِسے یا پیشوایانِ اسلام یا اصولِ اسلام کو گالیاں دیں کوئی معقول جواب نہ اب تک دیا نہ دے سکتے ہیں۔

اگرچہ مرحوم پنجابی تھا۔ مگر اِس کے قلم میں اِس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اِس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ایک پرجذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اِس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا۔ اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تو پچے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ مولوی نورالدین مرحوم خلیفہ اول سے جو لوگ ناواقف ہیں۔ وہ ذاتی غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کتابوں کے لکھنے میں مولوی نورالدین نے بہت مدد دی ہے۔ مگر ہم اپنی ذاتی واقفیت سے کہتے ہیں۔ کہ حکیم نورالدین مرزا کے مقابلہ میں چند سطریں بھی نہ لکھ سکتا تھا۔ اگرچہ مرحوم کے اردو علم ادب میں بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے تو بھی اِس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے۔ اور واقعی اِس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اگرچہ کوئی باقاعدہ تعلیم عربی علم ادب اور صرف ونحو کی کہیں حاصل نہیں کی۔ تو بھی اپنی خداداد ذہانت اور طبیعت کی جودت سے اتنی قابلیت عربی میں پیدا کر لی کہ بے تکلف عربی لکھتا تھا۔ اِس کے مریدوں میں عامی اور جاہل ہی لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ قابل اور لائق گریجوایٹ یعنی بی۔ اے۔ ایم۔ اے اور بڑے بڑے فاضل مولوی بھی ہیں موجودہ زمانہ کے ایک مذہبی پیشوا کے لئے یہ کچھ کم فخر کا باعث نہیں۔ کہ قدیم وجدید (دونوں قسم کے) تعلیم یافتہ اِس کے مرید بن جائیں۔ اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا اس کے ہر دعوے پر اِس کے مریدوں کی طرف سے آمنا وصدقنا کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور اِن آوازوں سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ مرحوم کو اِس کی زندگی میں کتنی کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔"

مندرجہ بالا تحریر میں جناب مرزا حیرت صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی اسلامی خدمات اور دشمنان اسلام کو شکست پر شکست دینے اور انہیں ہمیشہ کے لئے پسپا کرنے کا جو اعتراف کیا ہے۔ اسے اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تب بھی حضور کی زباندانی کے متعلق جن پُر شوکت الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اسے تو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا چنانچہ جناب حیرت صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ اس قابل ہیں کہ جناب برق صاحب انہیں غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں یقیناً یہ الفاظ انہیں ایک نئی روشنی عطا کریں گے۔ جو حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کی عظمت تک رسائی حاصل کرنے میں ان کے لئے ممد ثابت ہوگی۔ جناب حیرت صاحب کے وہ الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ اُس نے (یعنی حضرت مرزا صاحب نے از ناقل) مناظرہ کا رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔"

جناب برق صاحب تو فرماتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریر مولویانہ تھی لیکن جناب میرزا حیرت صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے جدید لٹریچر کی بنیاد ڈالی۔

۲۔ اس کے بعد اس جدید لٹریچر کی جو وضاحت جناب مرزا حیرت صاحب نے کی ہے اسے بھی جناب برق صاحب ملاحظہ فرمائیں۔

"اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ایک پُرجذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا۔ اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تو چجے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے"

۳۔ اگرچہ مرحوم کے اُردو علم ادب میں بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے۔ تو بھی اس کا پُر زور لٹریچر اپنی شان میں نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔

اب جناب برق صاحب جناب میرزا حیرت صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ کو سامنے رکھ کر اپنے الفاظ

دکہ مرزا صاحب اچھی اُردو نہیں جانتے تھے) کی قدر و قیمت کا خود ہی اندازہ کرلیں۔ مجھے اس پر مزید تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

تحریر میں روانی کا اعتراف جناب برق صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ حضور اپنی تحریر میں روانی و سلاست کا خیال قطعاً نہیں رکھتے تھے۔ اس کے متعلق بھی اخبار میونسپل گزٹ لاہور کی رائے ملاحظہ فرمائی جائے۔

اخبار مذکور لکھتا ہے:۔

"مرزا صاحب علم و فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ تحریر میں بھی روانی تھی"۔

خدا جانے جناب برق صاحب کو وہ روانی کیوں نظر نہیں آئی۔ جو ایڈیٹر صاحب میونسپل گزٹ لاہور کو اور مرزا حیرت صاحب کو نظر آگئی اور حضور کی زبان میں وہ قوت اور شوکت جناب برق صاحب کی آنکھوں سے کیوں اوجھل ہو گئی۔ جو میرزا حیرت صاحب کو روز روشن کی طرح نظر آرہی تھی۔

دیگر ادباء کی آراء ایڈیٹر صاحب اخبار صادق الاخبار ریواڑی لکھتے ہیں:۔

"مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کے ان لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے انہیں ساکت کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے"۔

جناب برق صاحب "پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف" پر غور کر کے اپنے بیان پر نظر ثانی فرمائیں۔

مولوی عبداللہ العمادی صاحب کو جو مقام ادبی دنیا میں حاصل تھا۔ اس سے جناب برق صاحب بے خبر نہیں ہو سکتے۔ ان کے غور کے لئے جناب عمادی صاحب کے چند الفاظ بھی ذیل میں نقل کر دیئے جاتے ہیں:۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو"۔

جناب برق صاحب غور فرمائیں کہ جس شخص کا قلم سحر ہو اُس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اچھی اُردو نہیں جانتا تھا

کہاں تک موزوں ہو سکتا ہے کیا آپ کے نزدیک بُری اُردو بھی سحر کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہے؟
مزید ملاحظہ فرمائیں۔

"مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیمیافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص اُن سے جدا ہو گیا۔"

جناب برقی صاحب اسو چیں کہ بُری اُردو لکھنے والے شخص کو مسلمانوں کا تعلیمیافتہ اور روشن خیال طبقہ اپنا بڑا شخص تسلیم کر سکتا ہے؟!
ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیں:۔

"اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے کبھی وہ آریوں سے مباحثہ کرتا ہے کبھی حمایت اور حقیقت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیارپور جو مباحثات انہوں نے کئے ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں اُن کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا ہے وہ اب بھی نہیں اترا ہے ان کی کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلمانوں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضیکہ اس کتاب نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آ رہی ہے۔ گو بعض بزرگان اسلام اب براہین احمدیہ کے بُرا ہونے کا فیصلہ دے دیں (جیسا کہ جناب برقی صاحب! آپ دے رہے ہیں۔ از ناقل) محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنی نسبت بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں۔ اور بطور حفظ ماتقدم اپنے دعاوی کے متعلق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تھا لیکن اس کے

بہتر فیصلہ کا وقت ۱۸۸۰ء تھا جبکہ وہ کتاب شائع ہوئی مگر اس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں فیصلہ دے چکے تھے۔"

جناب برق صاحب کے لئے لمحہ فکریہ جناب برق صاحب نے اپنی کتاب میں بار بار اس بات پر بڑا زور دیا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں وفات مسیح اپنی تعریف بشارات شکستہ کی تاویلوں وغیرہ کے سوا اور کچھ نہیں سوائے شاذ و نادر کے لیکن مندرجہ بالا اقتباس ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی حقانیت پر مبسوط کتابیں تصنیف فرمائیں جن کو پڑھ کر وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اور جنہوں نے اسلام کے چہرہ سے وہ تمام گرد و غبار دور کر دیا۔ جو مسلمانوں کی جہالت نے اُن پر ڈالا ہوا تھا اور جس نے اس کے روشن چہرہ کو چھپا دیا ہوا تھا لیکن حضرت مرزا صاحب کی گرانقدر تصانیف نے اسلام کے چہرہ کو دوبارہ روشن کر دیا۔ اور یہی مجدد خصوصاً مجدد اعظم کا کام ہوتا ہے خدا جانے یہ تصانیف جناب برق صاحب کے مطالعہ میں کیوں نہیں آئیں۔ فرماتے تو وہ یہ ہیں کہ انھوں نے چالیس کتابیں حرفاً حرفاً پڑھی ہیں اور باقی جزواً جزواً لیکن اسلام کی صداقت میں حقائق سے بھری ہوئی یہ مبسوط تصانیف جو دوسروں کو نظر آگئیں جناب برق صاحب کو کیوں نظر نہیں آئیں کیا ایسا تو نہیں ہوتا تھا کہ جناب برق صاحب جب ان تصانیف کا مطالعہ کرتے تھے۔ تو ان حقائق سے بھرے ہوئے صفحات کسی خاص تصرف کے ماتحت اُن کے سامنے سفید کاغذ بن کر آجاتے تھے۔ بہرحال یہ ایک معمہ ہے جس کو جناب برق صاحب ہی حل کر سکتے ہیں۔

براہین احمدیہ کی عظمت جناب برق صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب براہین احمدیہ کی عظمت کو گرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ لیکن اس کی عظمت نے دلوں پر ایسا تسلط جمایا ہوا ہے۔ کہ ہزار برق بھی اس کو مٹانے کی کوشش کریں۔ وہ مٹ نہیں سکتی۔ عبداللہ العمادی صاحب نے سچ کہا اس کے متعلق اصلی فیصلہ دینے کا وقت

۱۸۸۰ء تھا جبکہ یہ کتاب شائع ہوئی تھی۔ اِس وقت متفقہ فیصلہ مسلمانوں کا اِس کے حق میں تھا۔ اِس کتاب کی تاثیر کے متعلق جناب العمادی صاحب کا اعتراف ہے کہ اِس نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھا دیئے اور غیر مسلمانوں کو مرعوب کر دیا اسلام کا علم بلند کر دیا۔ اور غیر مذاہب کے اعلام کو پیوست زمین کر دیا اور یہی غرض تھی اس کتاب جلیل کی تصنیف کی۔

دعاوی اور پیشگوئیوں کا ذکر

جن بزرگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب براہین احمدیہ کی ابتدا میں پُر زور تعریف کرنے کے بعد اِس کے خلاف آواز اُٹھائی جناب العمادی صاحب نے اِس کی دو وجوہ تحریر کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت اقدس نے اپنی اِس کتاب میں اپنے دعاوی کے لئے مواد جمع کر دیا تھا۔ لیکن یہ عذر اِن بزرگوں کا کوئی معقولیت اپنے اندر نہیں رکھتا کیونکہ جہاں تک دعاوی کا تعلق ہے مجددیت کا دعوےٰ تو خود کتاب کے اندر ہی موجود تھا اور وہ بھی اجتہاد کی بناء پر نہیں بلکہ الہام کی بناء پر کیا گیا تھا۔ اور اِس دعوےٰ کو سب نے تسلیم کر لیا تھا۔ باقی رہا مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ سو اِس کی مخالفت بھی محض ایک پرانے رسمی عقیدہ کی بناء پر تھی اور وہ یہ کہ حضرت مسیح ناصری اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے اور وہی دوبارہ آسمان سے اُتریں گے ورنہ اِس دعوےٰ میں بھی کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ مجدّدین اور حضرت نبی کریم صلعم کے خلفاء کے آنے کی پیشگوئی تو قرآن کریم اور حدیث میں موجود تھی کسی حقیقی نبی کے آنے کی پیشگوئی نہ تو قرآن کریم میں موجود تھی اور نہ حدیث میں جس کے معنی صاف تھے کہ کسی مجدد کو ہی مسیح موعود بننے کا شرف حاصل ہونا تھا۔ سو اگر حضرت مرزا صاحب کو یہ شرف حاصل ہو گیا۔ تو اِس میں کونسی خلاف عقل اور خلاف شریعت بات تھی۔ مجدّد تسلیم کر لینے کے بعد دعویٰ مسیحیّت کا انکار حیرت میں ڈالنے والا ہے۔ کیونکہ جس شخص کو خدا نے مجدد بنا دیا کیا اس کو جھوٹے الہام بھی ہو سکتے ہیں۔ یا وہ خود خدا پر افتراء کر سکتا ہے۔ یا وہ شیطانی تلعب کا شکار ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ جس بناء پر مخالفت کر رہے ہیں۔ وہ اس نکتہ پر غور کریں۔ پھر یہ بھی سوچیں کہ دیگر ادیان پر اسلام کو غالب کر کے دکھلانے کا جو کام مسیح کے سپرد تھا۔ وہ بھی حضرت مرزا صاحب نے کر کے دکھلا دیا حجج اور براہین سے صلیب کو ایسا توڑا ہے کہ اہل صلیب اب

قیامت تک بھی اسے جوڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے دیگر ادیان پر غلبہ کے متعلق بھی جناب میر ت
حیرت صاحب دہلوی اور دیگر مفکرین کی شہادتیں گذر چکی ہیں۔

دعوئے مسیحیت اس لئے بھی قابل تعجب نہ تھا اور نہ ہے کہ مدعی نے قرآن کریم کی نصوص اور احادیث صحیحہ سے ایک طرف حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات ثابت کر دی اور پھر یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچا دی کہ مرنے والے دوبارہ دنیا میں نہیں آیا کرتے۔ پھر معراج کی حدیث سے ان کی روح کا قیام دیگر انبیاء کی ارواح کے ساتھ دکھلا دیا جن کا فوت ہو جانا سب کو مسلم ہے اس کے ساتھ ہی دلائل قاطعہ سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ حضرت نبی کریم صلعم کا خاتم النبیین ہونا یقینی امر ہے۔ اور اگر حضرت مسیح ناصریؑ دوبارہ دنیا میں آجائیں تو حضرت نبی کریم صلعم خاتم النبیین نہیں رہ سکتے۔ آپ نے وضاحت سے لکھا۔ کہ آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی کی موجودگی میں نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے۔ اور نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے۔ باقی رہا پیشگوئیوں کا معاملہ سو ان کو بھی حضرت مرزا صاحب نے اپنی ذاتی بڑائی کے لئے پیش نہیں کیا۔ بلکہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے اور رسول کریم صلعم کے زندہ رسول ہونے کے ثبوت میں انہیں پیش کیا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس پر مسلمانوں کو ناراض ہونے کی بجائے خوش ہونا چاہئیے تھا۔ کہ ہمارے مذہب کو یہ طغرۂ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی کامل پیروی کرنے والا قرب الٰہی کے اس بلند ترین مقام کو حاصل کر سکتا ہے جس پر پہنچ کر انسان خدا کی ہم کلامی کے شرف سے مشرف ہو جاتا ہے۔ دیگر تمام ادیان کے پیرو اس نعمت عظمےٰ سے محروم ہیں پس کتاب براہین احمدیہ کی مذمت کی بنیاد ان دو مندرجہ بالا عذروں پر رکھنا ریت پر محل کی بنیاد رکھنے کے مترادف ہے۔ کاش ایسے تمام مسلمان غور سے کام لیں جو حضرت مسیح ناصریؑ کو معہ جسم عنصری آسمان پر بٹھلائے ہوئے ہیں۔

جناب برق صاحب کی خدمت میں ناصحانہ گذارش

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے لئے ناصح یعنی خیر خواہ ہو۔ سو اس ارشاد نبویؐ کی تعمیل میں خاکسار بھی جناب برق صاحب کی خدمت میں ناصحانہ گذارش کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے قلب کا

جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کیا وجہ ہے کہ دوسرے مفکرین کے قلوب تو حضرت مرزا صاحب کی تصانیف کو پڑھ کر وجد سے بھر جاتے ہیں ان کو ان کے قلم میں بے نظیر زور نظر آتا ہے۔ ان کی تصانیف سے وہ اِس قدر لطف اندوز ہوتے ہیں کہ سالہا سال گذرنے کے بعد بھی وہ مزہ ان کے دلوں سے محو نہیں ہوتا ان کا کلام انہیں سحر نظر آتا ہے۔ ان کا زور بیان دشمنانِ اسلام کی صفوں کو پامال کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے حضور کی کتابوں میں انہیں حقانیت اسلام پہ دلائل و براہین کا انبار مل جاتا ہے۔ لیکن جناب برق صاحب محترم! آپ کیوں اِس سے محروم ہیں۔ حضور کی کتب کو مطالعہ کرتے وقت کیا آپ کا قلب ایسے خیالات کا شکار تو نہیں ہو جاتا۔ جو حق تک رسائی حاصل کرنے میں روک بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے قلب سے ایسے تمام پردوں کو اُٹھا دے (آمین)

حقیقی غلطی کے متعلق حضرتِ اقدس کا اپنا مقرر کردہ معیار

جناب برق صاحب محترم! مندرجہ بالا آراء سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کی اُردو تحریرات ادباء کے ہاں کس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ اور آپ کا زور قلم کس حد تک مسلم تھا۔ لیکن آپ نے چونکہ نکتہ چینی کی غرض سے ہی حضور کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ اِس لئے آپ کو چند ایسی غلطیاں نظر آئی ہیں جو محض سہو کاتب کا نتیجہ ہیں۔ اس لئے بجائے اِس کے کہ فرداً فرداً ایسی اغلاط پر بحث کی جائے ایک اصولی معیار آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جو خود حضرت اقدس مرزا صاحب نے آپ جیسے نکتہ چینوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ اِس معیار کو اگر آپ مدّنظر رکھیں گے تو آپ کی نکتہ چینیوں کا تسلّی بخش جواب آپ کو مل جائے گا۔ وہ معیار حسب ذیل ہے:۔

"نکتہ چینوں کے لئے ہدایت اور واقعی غلطی کی شناخت کے لئے ایک معیار اکثر جلد باز نکتہ چین خاص کر شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی جو ہماری عربی کتابوں کو عیب گیری کی نیت سے دیکھتے ہیں لیکن درحقیقت ہماری صرفی یا نحوی غلطی صرف وہی ہو

گا جس کے مخالف صحیح طور پر ہماری کتابوں کے کسی اور مقام میں نہ لکھا گیا ہو مگر جبکہ ایک مقام میں کسی اتفاق سے غلطی ہو اور وہی ترکیب یا لفظ دوسرے دس یا بیس یا پچاس مقام میں صحیح طور پر پایا جاتا ہو تو اگر انصاف اور ایمان ہے۔ تو اس کو سہو کاتب سمجھنا چاہیئے۔ نہ غلطی حالانکہ جس جلدی سے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اگر اس کو ملحوظ رکھیں تو اپنے ظلم عظیم کے قائل ہوں اور ان تالیفات کو خوارق عادت سمجھیں قرآن شریف کے سوا کسی بشر کا کلام سہو اور غلطی سے خالی نہیں بٹالوی صاحب خود قائل ہیں۔ کہ لوگوں نے امرؤ القیس اور حریری کی بھی غلطیاں نکالیں مگر کیا ایسا شخص جس نے اتفاقاً ایک غلطی پکڑ لی یا امرؤ القیس کے مرتبہ پر شمار ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں نکتہ آوری مشکل ہے اور نکتہ چینی ایک ادنیٰ استعداد کا آدمی بلکہ ایک غبی محض بھی کر سکتا ہے۔"

(دیباچہ سر الخلافہ)

کرامات الصادقین کی عبارت

اسی طرح کرامات الصادقین میں فرماتے ہیں:۔

"لیکن بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے جو شخص عربی یا فارسی میں مبسوط کتابیں تالیف کرے گا۔ ممکن ہے کہ حسب مقولہ مشہورہ فَلَمّا سَلِمَ مکثار کے کوئی صرفی یا نحوی غلطی اس سے ہو جائے اور بباعث خطاء نظر کے اس غلطی کی اصلاح نہ ہو سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سہو کاتب سے کوئی غلطی چھپ جائے۔ اور بباعث ذہول بشریت مؤلف کی اس پر نظر نہ پڑے۔" (ص۵)

جناب برق صاحب یہی معیار اُردو زبان کے لئے بھی ہے اسی معیار کو آپ اُردو زبان میں تصنیف شدہ کتابوں کے متعلق بھی استعمال کریں جس لفظ پر آپ گرفت کرتے ہیں اگر وہ دوسری جگہ صحیح طور پر مستعمل ہوا ہے تو اس غلطی کو مصنف کی طرف منسوب کرنا بعید از انصاف ہوگا اس قسم کی متعدد غلطیاں میں آپ کی اسی زیر نظر کتاب سے نکال سکتا ہوں۔ مضاف مضاف الیہ مذکر مؤنث کی عدم تمیز کی مثالیں

تو پیش کر بھی چکا ہوں یعنے آپ کی ایک اور غلطی کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ آپ نے حضرت اقدس مرزا صاحب کے الہام دودھ کو دود سے بدل کر اس پر تمسخر اڑایا ہے حالانکہ حضور کی کتاب میں باقاعدہ دودھ یعنی ھ کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ غلط فہمی کی وہاں کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ لیکن آپ نے پہلے اسے دُوْد بنایا اور پھر اسے فارسی لفظ قرار دے کر اس کے معنی دھواں کئے اور پھر جو کچھ چاہا کہا لیکن میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ آب حیات کی تصنیف کے زمانہ تک دود بغیر ھ کے ہی لکھا جاتا تھا ملاحظہ ہوں آب حیات کی ذیل کی عبارتیں :۔

"اس کی مثال ایسی ہے گویا دود میں مٹھاس ملائی مگر وہ بھی اچھی طرح گل نہیں ایک گھونٹ خاص میٹھا ایک بالکل پھیکا ہے پھر ایک میں مصری کی ڈلی دانت تلے آ گئی ہاں اب گھل مل کر وہ مرتبہ حاصل ہوا جسے شیر و شکر کہتے ہیں"۔ (صہ۳۴)

"مگر میں چند لفظ مثلاً لکھتا ہوں دیکھو سنسکرت الفاظ جب اُردو میں آئے تو ان کی اصلیت نے انقلاب زمانہ کے ساتھ کیوں کر صورت بدلی ہے (مثالوں میں ۱۲ نمبر پر لکھتے ہیں) کشیر = دود صہ۳۵

اب دیکھئے دو جگہ دود بغیر ھ کے ہی لکھا ہے اگر آپ کو حضرت اقدس مرزا صاحب کی تحریر میں ھ نظر بھی نہیں آئی تھی تب بھی آپ کو دودھ ہی سمجھنا چاہئیے تھا۔ نہ کہ فارسی لفظ دود بمعنی دھواں سمجھنا چاہئیے تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ اِس سے بھی ناواقف ہیں کہ اُردو میں دودھ کو دود بھی لکھا جاتا ہے۔ مصنف آب حیات مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم اُردو میں سند ہیں اس لئے وہ غلط نہیں لکھ سکتے ۔

ایک الہام اور جناب برق صاحب کا دعویٰ عربیدانی

جناب برق صاحب اپنی کتاب کے صہ۳۹ پر زیر عنوان "الہامات" دوسرا الہام "اِنَّا آتینَاكَ الدنیا" درج کر کے لکھتے ہیں :۔

"چونکہ یہاں ایک خدائی نعمت و عطا کا ذکر ہے اس لئے اعطینٰاكَ زیادہ مناسب

تھا کہ قواعد کے لحاظ سے آتینٰک بھی صحیح ہے۔"

اپنے مندرجہ بالا ریمارک میں جناب برق صاحب نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ عربی زبان میں بظاہر ہم معنی الفاظ کے استعمال میں جو باریک فرق ملحوظ رکھا گیا ہے اس سے وہ بخوبی واقف ہیں گو دونوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہوں۔ لیکن ہر ایک کے استعمال کا محل اور موقعہ جدا جدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر آتی و اعطی کو ہی لیجئے جناب برق صاحب کا ادعا یہ ہے کہ جہاں خدائی نعمت اور عطا کا ذکر کرنا مقصود ہو وہاں گو قواعد کے لحاظ سے آتی کا استعمال بھی درست ہے لیکن زیادہ مناسب یہی ہے کہ ایسے موقع پر آتی کی بجائے اعطی استعمال کیا جائے۔ بالفاظ دیگر جناب برق صاحب کے نزدیک ایسے موقعہ پر فصاحت و بلاغت کا تقاضا یہی ہے کہ "اعطی" استعمال کیا جائے اور خدا کی زبان چونکہ فصاحت و بلاغت کے انتہائی مقام پر پہنچی ہوئی ہے اور اسے ہم معنی الفاظ کے باریک فرقوں کا سب سے بڑھ کر علم ہے اس لئے اگر حضرت مرزا صاحب کا الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو اس الہام "اِنَّا آتینٰک الدنیا" میں "آتینٰک" کی بجائے "اعطینٰک" ہونا چاہیئے تھا تا فصاحت و بلاغت کا تقاضا پورا ہو جاتا اور یہ الہام خدائی کلام کہلانے کا مستحق بن جاتا لیکن موجودہ صورت میں آتینا گو قواعد کے لحاظ سے درست ہی ہو لیکن فصاحت و بلاغت کے اس درجہ سے گرا ہوا ہے جس فصاحت و بلاغت کے درجہ پر خدا کا کلام ہونا چاہیئے۔

کیا جناب برق صاحب کے نزدیک قرآن کریم میں اس قسم کے فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے یا نہیں

"آتی" اور "اعطی" کے استعمال میں مندرجہ بالا فرق بیان کرتے ہوئے یا تو جناب برق صاحب نے قرآن کریم کو نظر انداز کر دیا ہے یا انہیں قرآن کریم پر بھی وہی اعتراض ہے جو سیدنا حضرت مرزا صاحب کے الہام پر ہے اگر ایسا ہے۔ تو پھر وہ قرآن کریم کو بھی خدا کا کلام نہیں سمجھتے ہوں گے ایک طرف تو وہ یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا

اور نہ کر سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف سیدنا حضرت مرزا صاحب کے الہام پر ایسا اعتراض کرتے ہیں جس کا مورد خود قرآن شریف بنتا ہے۔ اب میں ذیل میں وہ آیات درج کرتا ہوں۔ جن میں خدائی نعمت اور عطا کا ذکر ہے۔ لیکن لفظ "آتی" اسی طرح استعمال کیا گیا ہے جس طرح سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے الہام میں کیا گیا ہے۔ اگرچہ جناب برق صاحب کی غلطی کو ایک دو مثالوں سے ہی ثابت کیا جا سکتا تھا لیکن میں نے ۸ آیات تو لفظاً لفظاً نقل کر دی ہیں اور باقی کے حوالے دیئے ہیں۔ یہ کل آیات ۸۴ ہیں۔ تا قارئین کرام پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ جناب برق صاحب کو قرآن کریم پر قطعاً عبور حاصل نہیں۔ ایک دو آیتیں تو نظر سے رہ سکتی ہیں لیکن یہ تصور میں نہیں آسکتا کہ قرآن کریم کو باقاعدگی سے تلاوت کرنے والے شخص کی نظر ۸۴ میں سے کسی ایک آیت پر بھی نہ پڑے۔ بہرحال وہ آیات یہ ہیں ان آیات کو پڑھ کر بھی اگر برق صاحب اپنے خیال پر مصر رہیں تو ماننا پڑے گا۔ کہ برق صاحب خدا سے بھی بڑھ کر علم رکھنے کے مدعی ہیں۔ جو فرق "آتی" اور "اعطی" میں برق صاحب نے بتلایا ہے نعوذ باللہ خدا کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔ کہ اس نے قریباً ۸۴ آیات میں "اتی" کا لفظ ان مقامات میں استعمال کیا جن مقامات میں بقول جناب برق صاحب "اعطی" استعمال کرنا چاہیئے تھا۔

۱۔ ولقد اٰتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین۔ کیا جناب برق صاحب کے نزدیک رشد خدائی نعمت اور عطا الٰہی نہیں۔

۲۔ واٰتیناہ ابراھیم فی الدنیا حسنۃ وانہ فی الاٰخرۃ لمن الصالحین۔ النحل ع ۱۶۔ لفظ حسنۃ تمام دنیاوی نعمتوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو دنیاوی اور اُخروی دونوں نعمتوں کا وارث قرار دیتے ہوئے اعطینا کی بجائے "آتینا" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ ولقد اٰتینٰک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم الحجر ع۔ کیا سورۃ فاتحہ اور قرآن عظیم سے بڑھ کر بھی کوئی نعمت ہو سکتی ہے لیکن اس کے لئے بھی اعطینا نہیں "بلکہ آتینا

ہی استعمال کیا گیا ہے۔

جناب برقی صاحب آتینا کا استعمال بغور ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ وتلك حجتنا آتیناھا ابراھیم علیٰ قومہ نرفع درجات من نشاء ان ربك حکیم علیم (الانعام ع ۱۰) دشمن کو پامال کرنے کے لئے حجت عطا کرنا بھی خدا کی عظیم الشان نعمت ہے جس سے صاحب حجت کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور خدا کی صفت حکیم اور علیم کا اظہار ہوتا ہے۔ اس نعمت خداوندی کے لئے بھی اعطینا" کی بجائے آیت میں "آتینا" ہی استعمال ہوا ہے۔

۵۔ ام یحسدون الناس علیٰ ما آتاھم اللہ من فضلہ فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ و آتیناھم ملکا عظیما (النساء ع ۸) چار عدد نعما الٰہی کا ذکر "آتینا" کے لفظ سے ہی کیا گیا ہے۔

۶۔ وقتل داؤد جالوت و آتاہ اللہ الملك والحکمۃ وعلمہ مما یشاء (البقرہ ع ۳۳) ملک، حکمت، علم کو جناب برقی صاحب غالباً خدائی نعمتوں میں ہی شمار کرتے ہوں گے ان سب نعمتوں کے لئے آتی ہی استعمال ہوا ہے۔

۷۔ وکلاً آتینا حکماً وعلماً (الانبیاء ع ۶) حکم اور علم بھی خدائی نعمت سے باہر نہیں ہو سکتے۔

۸۔ ولقد آتینا داؤد و سلیمان علماً وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علیٰ کثیر من عبادہ المومنین۔ (النمل ع ۲) دیکھو علم کو فضیلت کا ذریعہ قرار دیا ہے لیکن اس کے لئے لفظ آتینا ہی استعمال کیا ہے یہ ۸ آیات برقی صاحب کے دعویٰ کو باطل ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں طوالت کے خوف سے مزید آیات کے حوالوں کے ذکر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے پس مندرجہ ذیل سورتوں پر نظر ڈالیں ان میں بھی آپ کو اعطینا کی بجائے آتینا ہی نظر آئے گا حالانکہ ان سب میں جناب برقی صاحب کے مزعومہ قاعدہ کی رو سے اعطینا

چاہیئے تھا۔

السباع ۱۔ النساء ع ۲۲۔ بنی اسرائیل ع ۶۔ ص ع ۲ و بنی اسرائیل ع ۱۲۔ الانبیاء ع ۴۔
المؤمنون ع ۳۔ الفرقان ع ۴۔ القصص ع ۵۔ السجدة ع ۳۔ المؤمن ع ۶۔ حٰم سجدة ع ۴
الجاثیہ ع ۲۔ البقرة ع ۱۱ و ع ۲۳۔ بنی اسرائیل ع ۱۔ مریم ع ۲۔ المائدة ع ۴۔ الاعراف ع ۱۷
القصص ع ۲۔ المائدة ع ۷۔ البقرة ع ۸ و ع ۱۱۔ صافات ع ۴۔ الانعام ع ۱۰۔ الدخان ع ۲۔
البقرة ع ۱۶۔ آل عمران ع ۹۔ طٰہٰ ع ۲۔ البقرة ع ۶۔ لقمان ع ۲۔ بنی اسرائیل ع ۶۔ ہود ع ۳۔
النمل ع ۳۔ ہود ع ۶۔ البقرة ع ۳۵۔ النور ع ۴۔ الحشر ع ۱۔ ابراہیم ع ۵۔ آل عمران ع ۱۷۔
التوبہ ع ۷۔ الذاریات ع ۱۔ آل عمران ع ۱۵۔ محمد ع ۲۔ یوسف ع ۱۱۔ آل عمران ع ۸۔ طٰہٰ ع ۵
الکہف ع ۔ الانبیاء ع ۷۔ یوسف ع ۳۔ الکہف ع ۱۱۔ مریم ع ۱۔ الانبیاء ع ۶۔ البقرة ع ۱۴۱
الانعام ع ۲ و ع ۱۴۔ الرعد ع ۵۔ القصص ع ۱۔ العنکبوت ع ۵۔ النساء ع ۹۔ البقرة ع ۳۷۔
النساء ع ۲۱۔ الجمعہ ع ۱۔ الفتح ع ۱۔ الاحزاب ع ۴۔ آل عمران ع ۲۰۔ النساء ع ۶۔ ہود ع ۱۔
ابراہیم ع ۴۔ المائدة ع ۸۔ الحدید ع ۳ و ع ۴۔ النساء ع ۱۰۔ محمد ع ۴۔ الفتح ع ۲۔ الکہف ع ۱
بنی اسرائیل ع ۸۔ الانشقاق۔ بنی اسرائیل ع ۱۲۔ الحج ع ۷۔ القصص ع ۸۔ العنکبوت ع ۵
الروم ع ۶۔ السبا ع ۱۔ محمد (صلعم) ع ۲۔ المجادلہ ع ۲۔

ان تمام آیات پر جناب برق صاحب اور ان کے ہم نوا غور کر لیں جن میں اللہ تعالے کی ہر قسم کی مادی روحانی۔ دینوی و اُخروی نعمتوں کا ذکر ہے اور ان سب کا ذکر لفظ اٰتی ہی سے کیا گیا ہے اگر جناب برق صاحب کا قول درست تسلیم کیا جائے۔ تو خدا کو ان کی اتباع میں فعل اعطی استعمال کرنا چاہیئے تھا اب ہم جناب برق صاحب کے قول کو درست تسلیم کریں۔ یا اس ہستی کے قول کو جس نے اپنے متعلق ومن اصدق من اللہ قیلا ۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا فرمایا ہے اب ان تمام آیات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے۔ جناب برق صاحب خود ہی فیصلہ کر لیں کہ جہالت کا الزام نعوذ باللہ کیا حضرت مرزا صاحب پر عائد ہوتا ہے۔ یا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے قرآن کریم کی اس قدر متعدد آیات

کا حوالہ محض اس لئے دیا ہے تا قارئین کرام پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ جناب برقی صاحب کا دعویٰ قرآن دانی اور عربیدانی کا کہاں تک واقعات کے مطابق ہے۔ جناب برقی صاحب یاد رکھیں کہ خدا کے مامور کی عزت پر ہاتھ ڈالنا شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کے برابر ہے۔ خدا کے مامور کی ایک پیشگوئی تو میں جناب برق صاحب کو پہلے بھی بتلا چکا ہوں جس کے الفاظ یہ ہیں:۔ انی مھین من ارادا اھانتک آپ دیکھتے جائیں کہ کس طرح آپ علمی مقابلہ میں ذلت و رسوائی کا شکار ہوتے جائیں گے۔ ابھی تو ابتداء ہی ہے آگے آگے دیکھئے کہ کتنی رسوائیاں آپ کو اس مقابلہ میں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ عنقریب آپ پر ثابت ہو جائے گا۔ کہ ہر ایک اعتراض جو آپ نے خدا کے مامور پر کیا ہے کسطرح وہ آپ کی علمی پردہ دری کا موجب بنتا جاتا ہے۔ یہ میں آپ کی تحقیر کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ آپ کی تنقیص مقصود ہے صرف ہمدردی مجھے مجبور کر رہی ہے کہ آپ کو آپ کی غلط راہ سے آگاہ کروں تا آپ اسے چھوڑ کر صراط مستقیم پر آجائیں اور جو گستاخانہ رویہ آپ نے خدا کے اس عظیم الشان مامور کے مقابلہ میں اختیار کیا ہے اُس سے توبہ کریں۔ اور خدا سے معافی چاہیں اور خدا کے اس عظیم الشان مامور کے دامن سے وابستہ ہو کر سعادت دارین حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اب حضورؑ کی دوسری پیشگوئی بھی ملاحظہ فرمائیں جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:۔

"میں امام الزمان ہوں اور خدا میری تائید میں ہے اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے۔ اور مجھے خبر دی گئی ہے۔ کہ جو شرارت سے تیرے مقابل پر کھڑا ہو گا۔ وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا۔ دیکھ میں نے وہ۔ . . . . . حکم پہنچا دیا جو میرے ذمہ تھا۔ تذکرہ صفحہ ۳۱۲ آپ یاد رکھیں کہ جس رنگ میں آپ نے امام الزمان پر حملہ کیا ہے اسی رنگ میں آپ کو ذلت اور شرمندگی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔"

آپ نے الہام انا اَنیناک الدنیا کے جو معنے کئے ہیں وہ بھی بالکل غلط اور خلاف منشاء الٰہی ہیں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہاں بھی آپ نے الہام کا ایک حصہ بیان کیا ہے اور دوسرا حصہ کہ

کر دیا ہے جس پر اب روشنی ڈالی جارہی ہے ۔

وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم۔

جناب برق صاحب کے دو اعتراضات

جناب برق صاحب محترم نے اپنی کتاب "حرف محرمانہ" میں سیدنا حضرت مرزا صاحب کے الہام "انّا آتیناک الدنیا" کو دو اعتراضوں کا نشانہ بنایا ہے ۔

پہلا اعتراض اوّل ۔ "چونکہ یہاں ایک خدائی نعمت و عطا کا ذکر ہے ۔ اس لئے "اعطینا" زیادہ مناسب تھا۔" اِس کے جواب میں قرآن کریم سے ۹ جگہوں کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں خدائی نعمتوں اور خدائی عطاؤں کا ہی ذکر ہے ۔ لیکن وہاں فعل "اعطینا" نہیں بلکہ "آتینا" ہی استعمال کیا گیا ہے ۔ اس حقیقت کا جناب برق صاحب بھی انکار نہیں کر سکتے کہ الفاظ کے صحیح استعمال کے بارے میں قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی کلام سند نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کسی کلام کو معیار ٹھہرایا جا سکتا ہے ۔ پس اس سے واضح ہو گیا کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب کے الہام میں "آتینا" کا لفظ صحیح محل پر استعمال ہوا ہے ۔ اور جناب برق صاحب کا اعتراض درست نہیں بلکہ ان کی زبان عربی اور محاورہ قرآن کریم سے عدم واقفیت پر دلالت کرتا ہے ۔ آپ لکھتے ہیں

دوسرا اعتراض "دیکھنا یہ ہے کہ الہام کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ساری دنیا جناب مرزا صاحب کے حوالے کر دی تھی ؟ آپ کو علم ہے کہ جناب مرزا صاحب چند ایکڑ زمین کے مالک تھے ۔ و بس جہاں تک روحانی تسخیر کا تعلق ہے گذشتہ اٹھاسی برس میں صرف چند ہزار افراد آپ پر ایمان لائے اگر یہ مطلب ہو کہ آگے چل کر تمام دنیا احمدیت قبول کرے گی ۔ تو میرا اندازہ یہ ہے ۔ کہ اضافہ کے امکانات بہت کم ہیں۔" اضافہ کے امکانات بہت کم ہونے کی وجوہ قریباً چار صفحوں پہ بیان کرتے ہوئے ان کا ماحصل مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں :۔

"ماحصل یہ کہ یہ الہام انیناک الدنیا (ہم نے تمہیں دنیا دے دی) مادی لحاظ

سے غلط ہے اور روحانی لحاظ سے ابھی پورا نہیں ہوا۔ اور نہ آئندہ اس کی تکمیل کا کوئی امکان نظر آتا ہے" خلاصہ اعتراض دوم یہ ہے کہ الہام متذکرہ بالا جناب برقی صاحب کے نزدیک مادی لحاظ سے بھی غلط ہے۔ اور روحانی لحاظ سے بھی غلط ہے مادی لحاظ سے تو ان کے نزدیک اس لئے غلط ہے کہ الہام کے الفاظ کی رو سے سیدنا حضرت مرزا صاحب کو ساری دنیا ملنی چاہیئے تھی جو نہیں ملی اس کے برعکس آپ تو صرف چند ایکڑ زمین کے مالک تھے وبس اور روحانی لحاظ سے اُن کے نزدیک اس لئے غلط ہے۔ کہ صرف چند ہزار آدمی آپ پر ایمان لائے اور اس تعداد میں اضافہ کے امکانات ان کے نزدیک معدوم ہیں"

الفاظ کے مفہوم کو متعین کرنے کے لئے ایک اصل

جناب برقی صاحب نے الہام متذکرہ بالا میں الدنیا سے مراد ساری دنیا لی ہے جو دنیا کی کل زبانوں کے استعمال اور محاورہ کے لحاظ سے بالکل غلط ہے مثلاً اگر کسی بزاز کی دوکان پر جا کر کوئی شخص اس سے دریافت کرے کہ تمہارے پاس کیا کچھ ہے۔ بزاز جواب میں کہے "سب کچھ ہے اور بزاز کے "لفظ سب کچھ" کی بنا پر وہ شخص کہے کہ دو سیر نمک مجھے دے دو۔ یا چار سیر گھی دے دو تو ہر عقلمند شخص ایسے شخص کو احمق قرار دے گا۔ اور اسے کہے گا اے بے وقوف بزاز کی دوکان قرینہ ہے اس بات پر کہ بزاز کا "سب کچھ" کا لفظ استعمال کرنا صرف یہ معنی اپنے اندر رکھتا ہے کہ کپڑے کی تمام وہ انواع جو اس ملک میں عام طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ وہ سب اس کے پاس موجود ہیں اس سے ثابت ہوا۔ کہ الفاظ کے معانی کرتے اور ان کے مفہوم کو متعین کرنے میں موقع اور محل اور قرائن اور شخص مخاطب کے حالات خصوصی کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ نہ کہ خالی ان کی عمومیت کو اس اصل کی بنا پر الہام متذکرہ بالا میں دنیا سے مراد حضرت مرزا صاحب کی تمام ذاتی ضروریات اور تمام وہ نعمتیں ہوں گی جن کے دینے کا وعدہ قرآن کریم کے متبع کو اللہ تعالے نے اپنی پاک کتاب میں کیا ہے۔ اور آگے چل کر میں ثابت کروں گا کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب کو ایسی تمام موعودہ نعمتیں مادی بھی اور روحانی بھی عطا کی گئیں اور کسی نعمت سے بھی حضور کو محروم

نہیں رکھا گیا اور اسی طرح آپ کی تمام مادی وروحانی ضروریات باحسن وجوہ پوری ہوئیں جس کے معنی یہ ہوئے کہ الہام متذکرہ بالا اپنی تمام شان میں یعنی مادی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی حضور کے حق میں پورا ہوا اگر جناب برق صاحب میرے بیان کردہ اصل سے متفق نہیں اور انہیں اصرار ہے کہ الہام متذکرہ بالا میں "الدنیا" سے مراد ساری دنیا ہی ہے تو مہربانی فرما کر وہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل پانچ آیات کا مفہوم اپنے بیان کردہ اصل یعنی صرف الفاظ کی عمومیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان فرما کر مشکور فرمائیں۔

پہلی آیت سورۃ الکہف ع میں اللہ تعالیٰ ذوالقرنین کے متعلق فرماتا ہے۔ اِنَّا مکنا لہ فی الارض وآتیناہ من کل شیء سببا جناب برق صاحب فرمائیں کہ کیا ذوالقرنین کو تمام روئے زمین پر طاقت عطا کر دی گئی تھی۔ اور کیا دنیا کی ہر چیز پر اسے اختیار مل گیا تھا لفظ "الارض" اور لفظ "کل شیء" کی عمومیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیت مندرجہ بالا کی تفسیر فرمائیں۔

دوسری آیت سورۃ النحل ع میں اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان کا قول نقل فرماتا ہے واُوتینا من کل شیء ان ھذا لھو الفضل المبین "کل شیء" کی عمومیت کو سامنے رکھتے ہوئے۔ جناب برق صاحب بتلائیں کہ کیا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو دنیا کی ہر چیز مل گئی تھی۔ کیا زمین کا کوئی قطعہ ان کی حکومت سے باہر نہیں رہا تھا۔

تیسری آیت سورۃ النمل ع کی ہی ہے حضرت سلیمانؑ کے سامنے الہدہد نے ملکہ سبا کے متعلق ایک بیان دیا جسے قرآن کریم نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبا بنبا یقین انی وجدت امرأۃ تملکھم واوتیت من کل شیء ولھا عرش عظیم۔ مجھے یقین ہے کہ اس آیت میں بھی جناب برق صاحب "کل شیء" کی عمومیت کو قرائن سے مقید کرنے پر مجبور ہوں گے اور قرائن کے متعلق جناب برق صاحب جانتے ہی ہیں۔ کہ صرف لفظی ہی نہیں بلکہ حالیہ بھی ہوتے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ فقرہ زیر بحث میں ہی پائے جاتے ہوں بلکہ بعض اوقات کسی دوسری جگہ ان کا وجود پایا جاتا ہے اور اسی دُور افتادہ قرینہ سے ہی لفظ زیر بحث کی عمومیت کو مقید کرنا پڑتا ہے۔

چوتھی آیت جیسا کہ اللہ تعالےٰ سورۃ الانعام ۲۰؎ میں حضرت موسےٰؑ کے متعلق فرماتا ہے۔ ثم آتینا موسٰی الکتاب تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شئی

پھر سورۃ الاعراف ۱۷؎ میں فرماتا ہے۔ قال یاموسٰی انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی فخذ ما آتیتک وکن من الشاکرین وکتبنا لہ فی الالواح من کل شئی موعظۃ وتفصیلا لکل شئی۔

اب دیکھ لیں کہ ان دونوں آیتوں میں حضرت موسےٰؑ کی کتاب کو بظاہر کامل کتاب بھی قرار دیا گیا ہے اور ہر شئے کی تفصیل بیان کرنے والی کتاب بھی قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کی الواح میں کل شئی کا ذکر بھی موجود ہے اور ان کا اصطفاء علی الناس بھی مذکور ہے اور یہی تمام اوصاف قرآن کریم کے متعلق بھی مذکور ہیں۔ بظاہر ان دونوں بیانوں میں تناقض نظر آتا ہے۔ یہ تناقض فوراً دور ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسٰیؑ کی الواح میں کل شئی وغیرہ کے الفاظ صرف بنی اسرائیل تک ہی محدود ہیں اور اس قرینہ کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل میں بالصراحت موجود ہے چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وآتینا موسٰی الکتاب وجعلناہ ھدی لبنی اسرائیل اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت موسٰیؑ کی کتاب صرف بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھی۔ تمام دنیا اس کی مخاطب نہ تھی اس لئے صرف انہی امور کی تفصیل اس میں پائی جاتی تھی۔ جن کا تعلق بنی اسرائیل کی ہدایت کے ساتھ تھا نہ کہ کل امور کی تفصیل اس طرح ان کی الواح میں کل شئی سے مراد وہی امور ہو سکتے ہیں۔ جن کا تعلق قوم بنی اسرائیل سے تھا اسی طرح الناس سے مراد قوم بنی اسرائیل کے ہی لوگ ہیں لیکن اس کے بالمقابل چونکہ حضرت نبی کریم صلعم کو تمام قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور آنحضور صلعم کی کتاب قرآن مجید کو تمام قوموں کے لئے ہدایت نامہ قرار دیا گیا اس لئے اس کا تفصیلا لکل شئی ہونا اور کامل ہونا مختلف معنی میں ہوگا ان دونوں میں تمیز کرنے والا قرینہ ایک دوسری جگہ پر یعنی سورۃ بنی اسرائیل میں پایا جاتا ہے۔ اگر اس قرینہ کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو حضرت موسٰی کی کتاب پر تماما اور کل شئی کے الفاظ اپنی عمومیت کے اعتبار سے صادق نہیں آ سکتے کیونکہ ایک طرف واقعات اس کے ہر لحاظ سے کامل ہونے اور ہر شئے

کی تفصیل بیان کرنے والی ہونے کی تکذیب کر رہے ہیں۔ تو دوسری طرف قرآن کریم کے ساتھ اس کی برابری تسلیم کرنی پڑتی ہے جسے کوئی بھی نہیں مان سکتا۔

پانچویں آیت سورۃ القصص ع۶ میں اللہ تعالےٰ اہل مکہ کے منکرین کے قول وقالوا ان نتبع الھدیٰ معک نتخطف من ارضنا کے جواب میں فرماتا ہے۔ اَوَ لَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰی اِلَیْہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

جناب برق صاحب بتلائیں کہ کیا لفظ "کل شئی" اپنی عمومیت کے لحاظ سے یہاں بھی صادق آ سکتا ہے۔ یا اہل مکہ کی ضروریات کے ساتھ اسے مقید کرنا پڑے گا۔ پس جس طرح ملکہ سبا کے حق میں "کل شئی" سے مراد اس کی مخصوص ضروریات کو پورا کرنے والی اشیاء ہی ہو سکتی ہیں۔ اور جس طرح حضرت داؤد اور سلیمان کے حق میں "کل شئی" سے مراد ان کی مخصوص ضروریات ہی ہو سکتی ہیں۔ اور جس طرح ذوالقرنین کی شان میں کل شئی سے مراد اس کے مخصوص حالات کے ماتحت اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے اسباب ہی ہو سکتے ہیں اور جس طرح تورات کے متعلق تفصیلا لکل شئی سے مراد صرف وہی امور ہو سکتے ہیں جن کا تعلق بنی اسرائیل کی ہدایت کے ساتھ ہو سکتا ہے اور جس طرح اہل مکہ کے لئے جو ثمرات کل شئی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان سے مراد صرف وہی ثمرات ہو سکتے ہیں۔ جن سے ان کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں۔ بعینہٖ اسی طرح اِنَّآ اٰتَیْنٰکَ الدُّنْیَا کے الفاظ میں بھی سیدنا حضرت مرزا صاحب کی وہ مخصوص ضرورتیں ہی ہو سکتی ہیں جو ان کی دنیاوی زندگی کو مادی اور روحانی دونوں لحاظ سے خوشگوار بنانے کا موجب بن سکتی تھیں۔ اور یہی ان الفاظ کے سیدھے سادے معنی ہیں نہ کہ کل دنیا کی حکومت جیسا کہ جناب برق صاحب نے تمام زبانوں کے محاورات کو نظر انداز کرتے ہوئے سمجھا ہے۔ جناب برق صاحب اور ان کے ہمنوا دوستوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ امت میں ظاہر ہونے والے مسیح کے لئے ظاہری حکومت کا حصول ممکن ہی نہیں کیونکہ حدیث میں صاف الفاظ میں پیشگوئی ہے کہ مسیح کو اللہ تعالےٰ وحی کرے گا۔ کہ ہم نے ایسی قوم پیدا کی ہے۔ جس کا ظاہری مقابلہ

کسی سے بھی ممکن نہیں۔ اس لئے میرے بندوں کو طور کی پناہ میں لے جاؤ جس کے صاف معنی ہیں کہ ان کی روحانی تربیت کرو اور دعاؤں کی طرف انہیں توجہ دلاؤ اور یاد رکھو کہ دعاؤں سے ہی اللہ تعالےٰ کی نصرت تمہارے شامل حال ہو گی اور دعائیں ہی غلبہ اسلام کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔ پس یہ زبردست قرینہ ہے اس بات پر کہ مسیح موعودؑ کا دعوےٰ کرنے والے شخص کو ایسا کوئی الہام نہیں ہو سکتا۔ جس میں اسے ظاہری حکومت عطا کرنے کا وعدہ دیا جائے۔ اسی طرح سورۃ نور کی آیت استخلاف اور دیگر احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنے والے مسیح کو حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام سے مشابہت تامہ ہے اور حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے متعلق کون نہیں جانتا کہ وہ ظاہری حکومت کے مالک تھے بلکہ غیر قوم کی حکومت کے ماتحت ظاہر ہوئے۔ اور اسی حکومت کے قوانین کے پابند تھے۔ پس اس مشابہت سے ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح بھی ظاہری حکومت سے تہیدست ہوگا پس جب اس کے لئے ابتداء سے ہی مقدر چلا آتا تھا۔ تو حکومت ملنے کا الہام اسے کس طرح ہو سکتا تھا۔ گو میرے بیان کردہ نظریہ کو ثابت کرنے والی آیات تو بہت سی ہیں لیکن سر دست انہی ۵ آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب امتی ہیں اور امتی کو کوئی الہام خلاف شریعت نہیں ہو سکتا۔

دو اہم علمی نکتے

قبل اس کے کہ میں واقعات سے الہام متذکرہ بالا کی صداقت ثابت کروں میں جناب برق صاحب کی توجہ دو اہم علمی نکتوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جو امید ہے الہام متذکرہ بالا کی حقیقت تک پہنچنے میں۔ ان کی مدد کریں گے۔

پہلا نکتہ

پہلا نکتہ تو یہ ہے کہ عربی زبان اور قرآن کریم کے محاورہ کی رو سے مضاف اکثر حذف کر دیا جاتا ہے جس کی تعیین حالات اور قرائن سے ہوتی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے فاتی اللہ بنیانھم من القواعد فخر علیھم السقف من فوقھم واتاھم العذاب من حیث لا یشعرون النحل ع ۶۔ آیت میں اللہ کے آنے سے مراد اللہ کا عذاب ہے لفظ عذاب جو مضاف ہے آیت میں محذوف ہے اور آگے لفظ عذاب

کا صراحت سے مذکور ہونا اس کے حذف ہونے پر صریح قرینہ ہے۔ اسی طرح سورۃ البقرہ ۲۵۶ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام۔ اس آیت میں خدا کے آنے سے مراد خدا کا عذاب بھی ہے اور خدا کی نصرت بھی ہے۔ کیونکہ بادل اگر کفار کے لئے موجب عذاب ہو سکتے ہیں۔ تو مومنوں کے لئے وہ تائید الٰہی کا ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ بہر حال آیت میں عذاب اور نصرت دونوں بحیثیت مضاف ہونے کے محذوف ہیں اسی طرح سورۃ یوسف ع ۱۰ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے دسئل القریۃ التی کنا فیھا والعیر التی اقبلنا فیھا وانا لصادقون آیت میں القریۃ سے قبل اہل کا لفظ محذوف ہے جو قریۃ کی طرف مضاف ہے۔ مثالیں تو اس کی بیشمار ہیں۔ لیکن مندرجہ بالا قاعدہ کو سمجھنے کے لئے یہ تین مثالیں ہی کافی ہیں۔ اب اس قاعدہ کی مدد سے الہام متذکرہ بالا کے معنے ہوں گے۔

انا آتیناک برکات الدنیا یا نعم الدنیا یا حسنات الدنیا وغیرہ اس قسم کے الفاظ میں سے کوئی لفظ محذوف ہے جو افضال الٰہی پر دلالت کرنے والا ہے۔

دوسرا نکتہ دوسرا نکتہ جس کا ذہن نشین رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ عربی زبان میں فعل بعض اوقات وعدہ پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت اس پر واضح دلیل ہے۔ دان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم اذا سلمتم ما آتیتم بالمعروف۔ یعنے اگر تم اپنی اولاد کو کسی دوسرے سے دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کوئی حرج نہیں جبکہ تم عمدگی کے ساتھ ادا کر دو اس کو وہ رقم جس کے ادا کرنے کا تم نے وعدہ کیا ہے البقرہ ع ۳۰۔ آیت میں ما آتیتم کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ جس کے ادا کرنے کا تم نے وعدہ کیا ہوا ہے یہاں فعل وعدہ کے مفہوم میں ہی استعمال ہوا ہے مثالیں تو اس کی بھی بہت ہیں لیکن ثبوت کے لئے ایک ہی کافی ہے اب اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے الہام متذکرہ بالا کے معنی ہوں گے یقیناً ہم نے تجھے دنیا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب دیکھنا ہم نے یہ ہے کہ کونسی دنیا دینے کا وعدہ کامل امتی کو قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔ ساری کی ساری دنیا یا دنیا کی مخصوص اشیاء کا کیونکہ اصل حیثیت تو آپ کی

امتی ہونے کی ہی ہے اور اسی حیثیت سے آپ انعامات الٰہی کے مورد بنتے ہیں۔ آپ کے اپنے الہامات میں بھی خدا تعالیٰ کے فضلوں کے جو وعدے آپ کو دیئے گئے ہیں وہ بھی کامل امتی اور کامل متبع قرآن و سنت ہونے کی حیثیت سے ہی دیئے گئے ہیں نہ کہ کسی مستقل حیثیت سے۔

مسلمانوں کے لئے ایک دُعا

اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران ع۲۰ میں مسلمانوں کو ایک دُعا سکھلائی جس کے الفاظ یہ ہیں:۔ ربنا و اٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثٰی یعنی اے میرے رب عطا کر ہم کو تمام وہ نعمتیں جن کو تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہمیں دینے کا وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن ذلیل نہ کیجیو۔ یہ یقینی بات ہے کہ تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا۔ پس اُن کے رب نے ان کی اس دعا کو یہ فرماتے ہوئے قبول فرمالیا کہ یقین رکھو کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت ہو۔

خدا کی اس سکھلائی ہوئی دعا سے مندرجہ ذیل امور واضح طور پر ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ رسولوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے امتیوں کے ساتھ کچھ وعدے کئے ہیں۔

۲۔ ان کو پورا ہونے کا بھی امتیوں کو یقین دلایا ہے۔ تبھی تو وہ اپنی دعا میں کہتے ہیں کہ تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا۔

۳۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہر اس فرد کو جو شریعت کے قالب میں اپنی زندگی کو ڈھالے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت یقین دلاتا ہے کہ اس کی یہ دُعا عرش الٰہی تک پہنچ کر قبولیت کے شرف کے ساتھ لوٹے گی کوئی عمل بھی ان کا ضائع نہیں جائے گا۔

رسولوں کے ذریعہ دیئے ہوئے وعدے

قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور تمام مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم تمام رسولوں کے کمالات کے جامع ہیں اور جو وعدے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ذریعہ مسلمانوں کو دیئے گئے ہیں وہ وہی وعدے ہیں جو سب رسول اپنی اپنی امتوں کو دیتے چلے آئے ہیں۔

پہلا وعدہ

ان میں سے پہلا وعدہ یہ ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم فیھا ما تدعون نزلاً من غفور رحیم ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ و عمل صالحاً وقال اِنّنی من المسلمین (حٰم سجدہ ع ۴)

یقیناً وہ لوگ جو کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اپنے اس قول پر استقامت دکھلاتے ہیں ان پر فرشتے اُترتے ہیں یعنی وہ وحی الٰہی کے مورد بن جاتے ہیں۔ کیونکہ فرشتے وحی لے کر ہی آتے ہیں اور جب کبھی ایسے لوگوں پر خوف کے اوقات آتے ہیں۔ تو فرشتے اِن کو خدا کی طرف سے تسلّی دلاتے ہیں۔ کہ تمہیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ وجہ اس کی یہی ہے۔ کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اور ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کہ خدا اپنے وعدہ کے خلاف تم پر آئے ہوئے موانع خوف کو دور نہ کرے کہ تمہیں حزن کا شکار ہونا پڑے اور ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں کہ تمہاری دنیوی زندگی بھی جنتی زندگی ہوگی اور اُخروی زندگی بھی جنتی زندگی ہوگی۔ اور یہ وعدہ الٰہی بھی تمہارے حق میں پورا ہو کر رہے گا کیونکہ دنیاوی زندگی میں بھی ہم تمہارے دوست رہیں گے اور اُخروی زندگی میں بھی دنیاوی زندگی میں ہماری دوستی کا یہ یقینی ثبوت ہوگا کہ مشکلات میں ہم ہمیشہ تمہارا ساتھ دیتے رہیں گے اسی طرح اُخروی زندگی میں بھی ہم تمہارے دوست رہیں گے۔ اِن دونوں زندگیوں میں تمہیں وہ کچھ ملتا رہے گا۔ جو تمہارے نفس خواہش کریں گے اور جن کی تمہیں تمنا ہوگی یعنی تمہاری آرزوئیں پوری کی جائیں گی اِس کے بعد وہ کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہم تم سے کہہ رہے ہیں۔ یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ تمہارے ربِّ غفور رحیم کی طرف سے بطور عطا اور برکت کے ہے اس کے بعد اس مؤمن کی جو یہ کہہ کر کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اِس پر استقامت اختیار کرتا ہے تین علامتیں بیان کیں ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ داعی الی اللہ ہوتا ہے دوم اِس کے اعمال اپنے اِس قول اور شریعت کے

مطابق ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ وہ علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ میں خدا کے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں سچے مسلمان کی جو علامات قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں۔ انہیں میرے وجود میں مشاہدہ کرلو تا تمہیں یقین آجائے کہ قرآن کریم کے وعدے سچے اور حق ہیں۔

سیّدنا حضرت مرزا صاحب کا اس آیت کا مصداق ہونا

گذشتہ صدیوں میں ہزاروں نمونے اس آیت کے ایک ایک لفظ کی صداقت کو ثابت کرنے والے گذر چکے ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں ایک ہی کامل نمونہ ہم کو نظر آتا ہے۔ جو یقینی طور پر اس آیت میں بیان کردہ علامات کا حامل ہے۔ اور وہ ہے سیدنا حضرت مرزا صاحب کا وجود با جود۔ دشمنوں نے آپ کو مختلف آزمائشوں کی بھٹی میں بار بار ڈالا مگر آپ ہمیشہ کندن ہو کر ہی نکلے کوئی ایک آزمائش بھی آپ کے ہاتھ سے دامن استقامت چھڑانے میں کامیاب نہ ہو سکی توحید آپ پر ایسی غالب تھی کہ خدا کے سوا کسی مادی سبب پر آپ نے کبھی تکیہ نہ کیا ہمیشہ آپ کا بھروسہ اپنے خدا پر ہی رہا اور آپ کے خدا نے بھی کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑا قول ربنا اللہ پر استقامت ہی اس بات کا موجب بنا کہ آپ پر فرشتوں کا نزول ہونا شروع ہو گیا اور آپ تمام عمر مورد وحی رہے خوف کے مواقع کثرت سے پیش آتے رہے جس طرح حضرت موسےٰ کو خوف کے وقت یہ آواز آئی۔ قلنا لا تخف انک انت الاعلےٰ اسی طرح سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کو بھی خدا کی طرف سے ایسے ہی الفاظ میں تسلّی ملتی رہی کہ خدا تمہارے ساتھ ہے وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔ دشمن اپنے مقصد میں ناکام رہے گا۔ تمہارے گرانے کے لئے اس کی تمام کوششیں خاک میں ملا دی جائیں گی اور تم ہی غالب رہو گے اور آپ کی ساری زندگی میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں آپ کے ساتھ خدا کے کئے ہوئے وعدوں میں سے کوئی ایک وعدہ بھی پورا نہ ہوا ہو کہ آپ کو حزن کا شکار بننا پڑا ہو گویا آپ حزن و خوف سے ہمیشہ آزاد رہے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ فاطر السمٰوات والارض انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ سورۃ یوسفؑ۔ اسی طرح آپ کو بھی ہمیشہ خدا کی ولایت کا یقین دلایا جاتا تھا

رہا اور اس ولایت نے موافق و مخالف ہر حالت میں آپ کا ساتھ دیا اور کبھی بھی آپ سے جدا نہیں ہوئی اور آپ کو یہ بشارت ملتی رہی کہ تمہاری خواہشات اور تمہاری آرزوں کو پورا کیا جائے گا۔

الہام الٰہی کے معنی اور یہی معنے ہیں الہام اِنَّا آتَیْنَاکَ الدُّنْیَا کے یعنی اسی دنیوی زندگی میں تمہاری تمام خواہشات کو پورا کیا جائے گا۔ گویا یہ الہام آیت متذکرہ بالا میں وارد شدہ ان الفاظ کے بالکل مطابق ہے۔

وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کامل مؤمنوں کی شان میں بعض اوقات الہام الٰہی میں ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جن سے قابل اعتراض مفہوم نکالا جا سکتا ہے لیکن درحقیقت وہ کبھی بھی محل اعتراض نہیں بنتے مثلاً بدری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ وارد ہوا۔ اب ان الفاظ سے کوئی خدائی الفاظ کی حقیقت کو نہ سمجھنے والا انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو اعمال کے بارے میں کھلی چھٹی مل گئی خلاف شریعت افعال کا ارتکاب بھی ان کے لئے جائز ہو گیا اس قسم کے انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ ان الفاظ کے مخاطب کون لوگ ہیں۔ ان کے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کی شان میں سورۃ الحجرات ع۱ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ گویا مخاطب وہ لوگ ہیں جن کے دل اس قدر صاف اور خدا کی محبت میں اس قدر محو ہو چکے ہیں۔ کہ نافرمانی کے قریب بھی پھٹک نہیں سکتے اجتہادی غلطی ان کی خدا کے نزدیک قابل معافی ہوتی ہے۔ اور وہ عصیان وغیرہ میں شمار نہیں کی جاتی۔ اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعودؑ وہ انسان تھے جن کے دل سے دنیا کی محبت بالکل خارج ہو چکی تھی۔ ان کے دل میں کوئی ایسی خواہش پیدا ہی نہ ہو سکتی تھی۔ جس سے دنیا کی محبت کی بو آتی۔ حضورؑ کی تمام خواہشات اور آرزوئیں پاکیزہ تھیں اور خدا کی رضا کے ماتحت ہی ہو سکتی تھیں۔ اور یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حضورؑ کی دنیا ایسی ہی پاکیزہ خواہشات اور دین اسلام کی ترقی کے ارادوں پر مشتمل آرزوؤں کی آئینہ دار تھی اس لئے

جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ کہا کہ ہم نے تجھ کو دنیا عطا کی تو دوسرے الفاظ میں اس کے صرف یہی معنے تھے کہ تمہاری اِن پاکیزہ خواہشات اور آرزوؤں کو پورا کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضورؑ کے مندرجہ ذیل الہام سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے پس جب یہ اصل واقعات اور دلائل سے ثابت شدہ ہے کہ مخاطب کے حالات اور دلی کیفیات کو مدنظر رکھ کر بعض اوقات الفاظ کے معنے کئے جاتے ہیں تو حضرت اقدسؑ کے حالات اور حضور کی دلی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے الہام مذکرہ بالا کے یہی معنی ہوں گے کہ حضورؑ کی پاکیزہ آرزوؤں کو پورا کیا جائے گا۔ اور یہ عظیم الشان عطائیں جس کے شرف سے حضور اللہ تعالےٰ کے وعدہ نزلاً من غفور رحیم کے ماتحت ہمیشہ مشرف ہوتے رہے پھر وہ تینوں علامتیں بھی بدرجہ اتم حضور میں پائی جاتی تھیں۔ جن کا ذکر آیت میں کیا گیا ہے۔ یعنی اوّل آپ حقیقی معنی میں داعی الی اللہ تھے اور آیت قل ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی کے ماتحت داعی الی اللہ تھے دوم آپ کے اعمال صالح اعمال تھے اور اس کی شہادت ہر شخص نے دی جس کا واسطہ آپ سے پڑا گو اسے آپ کی جماعت میں داخل ہونے کا شرف حاصل نہ ہوا ہو۔ جیسا کہ اِن شہادتوں سے ظاہر ہے جو آپ کی وفات کے بعد آپ کو نہ ماننے والوں کی طرف سے شائع ہوئیں اور آپ کا یہ کھلا چیلنج تھا کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ سوم آپ کا نہایت ہی واضح الفاظ میں یہ اعلان تھا کہ قرآن کریم میں جو علامات ایک سچے مسلمان کی بیان کی گئیں ہیں وہ سب مجھ میں مشاہدہ کر و۔ اور جو شخص بھی یہ دعوےٰ رکھتا ہو۔ کہ قرآن اور سنت نبویؐ سے الگ ہو کر وہ قرب الٰہی کے کسی بلند مقام کو حاصل کر سکتا ہے۔ وہ میرے ساتھ روحانی مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئے۔ مگر بالعموم تو لوگوں نے اس چیلنج کو قبول ہی نہیں کیا لیکن جو چند اشخاص مقابلہ میں آئے وہ سب پچھاڑے گئے۔

وعدہ کے متعلق دوسری آیت سورۃ یونس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا و کانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لا تبدیل لکلمات اللہ ذا لک

ھو الفوز العظیم۔

اس آیت میں بھی پہلی آیت کے مضمون کو ہی دہرایا گیا ہے۔

تیسری آیت ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون۔ النحل ع

چوتھی آیت رفیع الدرجت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق۔ المؤمن ع

آخری دونوں آیتیں اس امر پر بالوضاحت دلالت کر رہی ہیں۔ کہ مؤمنوں میں سے بعض مامور بھی ہوں گے۔ اور ان پر روح القدس نازل ہو کر انہیں منذر ہونے کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہونے کی بشارت دے گا۔

اُمت میں ملہمین کا پیدا ہونا چاروں متذکرہ بالا آیتوں سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں ملہمین پیدا ہوں گے پس اگر حضرت مرزا صاحب پر الہامات کی بارش ہوئی تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اور پھر دو آخری آیتیں امت میں بعض ملہمین کے متعلق مامور ہونے کی بھی بشارت دے رہی ہیں۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب ماموریت کے مقام پر کھڑے کر دیئے گئے۔ تو حیرت کا اس میں کونسا مقام ہے اور کیوں اس کو بنظر استعجاب دیکھا جاتا ہے۔ دیکھنے والی بات صرف یہ ہے کیا زمانہ مامور کی آمد کا تقاضا کر رہا تھا یا نہیں سو زمانہ کا مقتضی ہونا اظہر من الشمس ہے۔ دوسری بات دیکھنے والی یہ ہے کہ اس عظیم الشان مامور یعنی مسیح موعود اور مہدی معہود کے لئے جو علامات مقرر تھیں کیا وہ حضرت مرزا صاحب کے وجود میں پائی گئیں یا نہیں ان کا پایا جانا بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ آپ کے الہامات میں جو وعدے آپ کو دیئے گئے وہ پورے ہوئے یا نہیں سو یہ بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آپ کو عطا کردہ تمام الٰہی وعدے پورے ہوگئے جس کا ثبوت ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

حضرت مسیح موعودؑ کا دوسرا الہام جس طرح قرآن کریم کی سورۃ حٰمٓ سجدہ ۵ ع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا رسیدہ انسانوں پر فرشتے نازل ہو کر ان کو ان الفاظ میں بشارت دیتے ہیں۔ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم فیھا ما تدّعون بعینہٖ اسی طرح فرشتہ نے حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہو کر حضور کو اسی مضمون کی بشارت دی۔

فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ مجھے ایک فرشتہ آٹھ یا دس سالہ لڑکے کی شکل میں نظر آیا اُس نے بڑے فصیح اور بلیغ الفاظ میں کہا کہ خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا۔"

اس کے ساتھ ہی ایک دوسرے الہام میں حضورؑ کی مرادوں کی وضاحت بھی کر دی فرمایا:۔

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد پاک محمدؐ مصطفےٰ نبیوں کا سردار خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔" یعنی خدا کے منہ کی باتیں ہیں اس الہام سے ثابت ہے کہ حضورؑ کی مراد ایک تو یہ تھی کہ مسلمانوں کو روشنی کے مقام پر بلند ترین مقام حاصل ہو۔ جو آپ کی پیروی سے حاصل ہو گیا دوسری مراد یہ تھی کہ حضرت نبی کریم صلعم نبیوں کے سردار ثابت ہوں سو یہ مراد بھی پوری ہو گئی تیسری مراد یہ تھی کہ قرآن شریف خدا کی کتاب ثابت ہو سو وہ بھی پوری ہوئی خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق آپ کے نام کو خاص عظمت عطا فرمائی اور مندرجہ بالا آپ کی تمام مرادیں آپ کو دیں۔"

دیکھ لو کہ حضور پر نازل ہونے والے فرشتہ کا یہ قول کہ خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا۔ کیا بالکل قرآن کریم میں مذکور فرشتہ کے قول ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم فیھا ما تدّعون کا ہی اردو ترجمہ نہیں کیا ان دونوں بشارتوں میں سر مُو بھی فرق ہے۔ تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے

آثار کر جو شخص بھی فرشتہ کی اِس بشارت پر غور کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ حضورؓ کا الہام "خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا" حضورؓ کے دوسرے الہام اِنّا آتینٰک الدنیا کی ہی تشریح ہے گویا بالفاظ دیگر اس الہام میں حضورؓ کو یہ بشارت دی جا رہی ہے۔ کہ دنیا میں تمہاری ساری مرادیں تمہیں دی جائیں گی۔ اب قابل دیکھنے کے صرف یہ بات ہے۔ کہ آیا حضورؓ کی مرادیں حضورؓ کو مل گئی ہیں اگر مل گئی ہیں تو الہام بھی پورا ہو گیا۔ اور حضورؓ قرآنی آیت کے مصداق بھی ثابت ہو گئے۔

دنیا کی نعمتیں

خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں مومنوں کو یہ دعا سکھلائی ہے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الاخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار اس دعا کے ذریعہ ہر مؤمن اپنے مولےٰ سے دنیا میں بھی حسنۃ طلب کرتا ہے اور آخرۃ میں بھی حسنۃ کا طالب ہوتا ہے اور دوزخ سے بچنے کی التجا بھی کرتا ہے اور حسنہ ایک جامع لفظ ہے جو تمام ان نعمتوں پر دلالت کرتا ہے جو انسان کی زندگی کو خوشگوار اور معزز بنانے کا موجب ہوتی ہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس دعا کے سکھلانے سے اللہ تعالےٰ کا منشا یہی ہے۔ کہ اسے قبول کرے اور مانگنے والے کو دنیا میں بھی حسنۃ عطا کرے۔ اور آخرت میں بھی حسنۃ عطا فرمائے اِس دعا کے معًا بعد اس کی قبولیت کی بشارت اِن الفاظ میں دی ہے۔ اولٰئك لهم نصيب مما كسبوا والله سريع الحساب یعنی ہر انسان کو اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں اس کے اعمال کے مطابق دنیا اور آخرت میں حسنۃ ملے گی اور اللہ کو اعمال کے حساب میں دیر نہیں لگتی وہاں تو فوراً حساب ہو جاتا ہے۔ جس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہوئے کہ مؤمنوں کے درجات ہیں ہم احمدیوں کے نزدیک سیدنا حضرت مرزا صاحب "اوّل المؤمنین" تھے ان کو دنیاوی اور روحانی دونوں قسم کی حسنۃ مکمل طور پر عطا کی گئی ہے۔

حسنۃ کن کو دی جاتی ہے

سورۃ النحل ۴ع میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ للذین احسنوا فی هٰذه الدنیا حسنۃ ولدار الاٰخرۃ خیر ولنعم دار المتقین یعنی اُن لوگوں کے لئے جو خدا تعالےٰ کی اطاعت کا حق ایسا ادا کرتے ہیں جیسا کہ اُس کے ادا کرنے کا حق ہے۔ اُن کو اِسی دنیا میں حسنۃ عطا کی جاتی ہے۔ اور آخرۃ کا گھر اس سے بھی

بہتر ہے۔ جو ان کو عطا کیا جائے گا اور یہ بہترین گھر ہے جو متقیوں کو ملے گا۔ پھر سورۃ زمر میں فرمایا۔ قل یا عبادالذین آمنوا اتقوا ربکم للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ وارض اللہ واسعۃ وانما یؤتی الصابرون اجرھم بغیر حساب یعنی کہدے اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا تقوےٰ اختیار کرو ان لوگوں کے لئے جو پوری طرح تقویٰ اختیار کرتے ہیں اسی دنیا میں حسنہ ہے۔ اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ اور تکالیف پر صبر کرنے والوں اور استقلال سے اپنے کام میں لگے رہنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جاتا ہے۔

پھر سورۃ النحل ع۶ میں فرمایا والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ماظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون اور وہ لوگ جو اللہ میں ہو کر ہجرت کرتے ہیں یعنی خدا کی مناہی سے رکتے ہیں (حدیث میں ہجرت کے یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں) بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا جاتا ہے۔ ضرور ہم ان کے لئے اسی دنیا میں بھی حسنہ تیار کریں گے اور اسی میں ہم ان کو بہترین جگہ دیں گے اور آخرت کا اجر اس سے بھی بڑا ہے کاش یہ لوگ اس حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں۔

حضرت مرزا صاحب ان تمام آیات کا مصداق ہیں

حضرت مسیح موعودؑ ان تینوں آیات کا پوری طرح مصداق ہیں آپ نے جس کامل اتقا کے ماتحت زندگی بسر کی ہے اس کی شہادت موافقین اور مخالفین سب نے دی ہے۔ اور زمین آپ کے لئے وسیع ثابت ہوئی ہے باوجود شدید مخالفت کے تمام اکناف عالم میں آپ کی جماعت پھیل گئی ہے اور دن بدن پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ دشمنوں کی مختلف انواع کی ایذا رسانیوں پر جو صبر کا نمونہ آپ نے دکھلایا اور باوجود ان ایذا رسانیوں کے خدا کے پیغام کو پہنچانے میں جو استقلال آپ سے ظہور میں آیا وہ خدا کے برگزیدوں کا ہی حصہ ہوتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں جو مکمل اجر آپ کو ملا وہ بھی ظاہر ہے حق اور صداقت کو پھیلانے میں آپ کی کوششیں آخر کامیاب ہوئیں اور لاکھوں نے آپ کے پیش کردہ حق کو قبول کیا اور یہی آپ کا

مقصد تھا جو آخر کار پورا ہوا۔ اور دن بدن اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور آپ لِسَعْیِهَا رَاضِیَة اور آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى کے مصداق ثابت ہو گئے۔ ایسا شخص جس کے وجود میں حسنۃ پانے والوں کی تمام علامات موجود ہوں وہ اگر دنیا میں حسنۃ کا وارث نہ بنے تو اور کون بن سکتا ہے اگر ایسے شخص کو حسنۃ فی الدنیا سے محروم کر دیا جائے تو قرآنی دعوے ہی باطل قرار پاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو حسنۃ کی خواہش

حسنۃ جیسا کہ میں اوپر بتلا چکا ہوں تمام نعماء الٰہی کے لئے جامع لفظ ہے اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس کو پانے کے لئے دعا کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی یہ دعا سورۃ الاعراف ع ۱۹ میں مذکور ہے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ یعنی اے خدا ہمارے لئے اس دنیا میں بھی حسنۃ لکھ اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف جھک رہے ہیں۔ گویا حسنۃ کو حاصل کرنے کے لئے خدا کی طرف اپنے پورے وجود کے ساتھ جھکنا لازمی شرط ہے حضرت مرزا صاحب کی ساری زندگی خدا کے دین کی تائید میں ہی گذری یہ ایسی حقیقت ہے جس کا دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا اسلام کی برتری تمام ادیان پر آپ نے ثابت کر دی خود مسلمانوں میں جو غلطیاں پیدا ہو گئی تھیں ان کو دور کیا اور ان کو صحیح اسلام پر قائم کیا اور شروع شروع میں راسخ شدہ غلط عقیدوں کی بناء پر آپ کی مخالفت ہوئی لیکن اب یہ حالت ہے کہ حضورؑ کے پیش کردہ نظریات قبول عام کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ اور چاروں طرف سے عملاً انہی کی تائید میں آوازیں اُٹھ رہی ہیں۔ اور انہیں اپنایا جا رہا ہے۔

حسنۃ ملنے کی مزید شرائط اور اس کا عظیم الشان نعمت ہونا

سورۃ النحل ع ۱۶ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا

وما کان من المشرکین یقیناً ابراہیمؑ ایک قابل اقتداء شخصیت تھی کیونکہ وہ خدا کا کامل فرمانبردار بندہ تھا تمام اسباب کو چھوڑ کر وہ صرف خدائے واحد کی طرف جھکا رہتا تھا اور وہ مشرکین میں سے بالکل نہ تھا اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنے والا تھا۔ خدا نے اسے برگزیدہ کیا اور صراط مستقیم کی طرف اس کی رہنمائی کی اور دنیا میں اس کو حسنہ عطا کی اور آخرت میں بھی وہ یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔ دیکھو اس آیت میں بھی حسنہ جیسی عظیم الشان نعمت سے نوازنے کے لئے فعل آتینا ہی استعمال کیا ہے آپ کے قول کے مطابق اعطینا استعمال نہیں کیا یعنی جو جزا صالحین کو ملتی ہے وہ اسے بھی ملے گی۔ حضرت ابراہیمؑ کا یہ حال بیان کرنے کے بعد ہم تیری طرف یہ وحی کرتے ہیں کہ ابراہیمؑ کے طریق کی تم بھی اتباع کرو جو بالکل خدا کی طرف جھکا ہوا تھا اور مشرکین میں سے نہیں تھا۔

اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم سیدنا حضرت مرزا صاحب کے حالات پر غور کرتے ہیں تو ہم کو صاف نظر آرہا ہے کہ ان کی پاک زندگی ان تمام اوصاف حمیدہ کی مرقع تھی۔ جو اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کی بیان کی گئی ہیں اس لئے آپ کو دنیا میں حسنہ کا ملنا لازمی امر تھا۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ دنیا میں حسنہ کا ملنا ہی بہت بڑی نعمت الٰہی ہے جس کی خواہش انبیاء علیہم السلام کرتے رہے ہیں اور یہی سب سے بڑی نعمت ہے جو انبیاء علیہم السلام کو ملتی رہی ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ یہی وہ نعمت ہے کہ جس کو مل جائے اس کو دنیا مل جاتی ہے اور جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کو اس کا وافر حصہ عطا کیا گیا اس لئے ماننا پڑے گا کہ آپ کا الہام اِنّا اٰتینٰک الدنیا پورا ہو چکا ہے۔

دونوں قسم کی نعمتیں دینے کا وعدہ

مزید تفصیل کے لئے جب ہم قرآن کریم پر غور کرتے ہیں تو اس میں مندرجہ ذیل نعمتوں کا ذکر ہمیں ملتا ہے جس کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے اسی طرح روحانی نعمتوں کا ذکر بھی مفصل طور پر قرآن کریم میں موجود ہے قرآن کریم اپنے خاص بندوں کو ان دونوں قسم کی نعمتیں دینے کا صریح الفاظ میں وعدہ کرتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء ع ۱۹ میں فرماتا ہے۔ من کان یرید ثواب الدنیا فعند اللہ ثواب الدنیا

والاخرۃ وکان اللہ سمیعًا بصیرًا یعنے وہ لوگ جو محض دنیا کے ثواب کے خواہشمند ہیں وہ کان کھول کر سن لیں کہ اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب ہے پس ان کو چاہیئے کہ دونوں کے ثواب کو حاصل کرنے کی سعی کریں خدا تعالےٰ ان کی پکار کو سننے والا اور اس مقصد کے لئے ان کی کوششوں کو دیکھنے والا ہے۔ پس جس کی پکار مخلصانہ ہو گی اور جس کی کوششیں خدا کے مقررہ کردہ قواعد کے مطابق ہوں گی اس کو دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب مل جائے گا۔

دنیاوی نعمتیں اب ہم نے صرف یہ دیکھنا ہے کہ کیا حضرت مرزا صاحب ان دونوں قسم کی نعمتوں کے وارث بنے ہیں یا نہیں سو سب سے پہلے میں قرآن کریم میں مذکور دنیاوی نعمتوں کو لیتا ہوں اور بتلاتا ہوں کہ قرآن کریم کی بیان کردہ ہر نعمت کا وافر حصہ حضرت مرزا صاحب کو ملا ہے۔

پہلی نعمت باعزت رزق والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولٰئک ھم المؤمنون حقًا لھم مغفرۃ ورزق کریم۔ الانفال ع۱۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور خدا تعالےٰ نے جن باتوں سے روکا ہے ان سے رکتے ہیں (ہجرۃ کے یہ معنے بھی حدیث میں آئے ہیں۔ از ناقل) اور خدا تعالےٰ کی راہ میں یعنی اس کے دین کو پھیلانے اور اس پر حملوں کے دفاع میں کوشاں رہتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو پناہ دیتے اور نصرت کرتے ہیں وہی سچے اور پکے مومن ہیں ان کے لئے مغفرت اور باعزت رزق ہے اب دیکھو کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب مؤمن تھے۔ خدا کی مناہی سے رکنے والے تھے ساری عمر دین کے دفاع اور اس کو پھیلانے میں مصروف جہاد رہے۔ ہزاروں طالبین دین کو اپنی پناہ میں لیا اور ان کی نصرت کی ان اوصاف حمیدہ کی بدولت حسب وعدہ الٰہی خدا کی حفاظت بھی آپ کے شامل حال رہی اور باعزت رزق بھی آپ کو عطا کیا گیا۔ سورۃ القارعہ میں فرمایا فھو فی عیشۃ راضیۃ یعنے وہ مؤمن جن کے اعمال کا پلڑا بھاری ہو گا ان کی زندگی ایسی خوشگوار ہو گی جس پر وہ خوش ہوں گے۔

سورۃ القریش میں فرمایا الذی اطعمھم من جوع وآمنھم من خوف یعنی جوع کی حالت پیدا ہونے پر ان کو طعام مہیا کرنے کے سامان خدا خود پیدا کر دے گا اور خوف پیدا ہونے کی صورت میں انہیں امن عطا کرے گا۔ اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں مومنوں کو پاکیزہ اور باعزت رزق دینے کے وعدے کئے گئے ہیں۔

سیدنا حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں رزق کریم کا وعدہ ۱۸۷۴ء کا خواب اور دائمی رزق کی بشارت

اللہ تعالےٰ نے سیدنا حضرت مرزا صاحب کو کامل مؤمن پاکر قرآن کریم کے اس وعدہ کا اعادہ حضور کے الہامات میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا کہ یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے اور نان سے میں نے یہ تعبیر کی تھی کہ خدا ہمارا اور ہماری جماعت کا آپ متکفل ہوگا اور رزق کی پریشانگی ہم کو پراگندہ نہیں کرے گی۔"

۱۸۷۶ء کا الہام

آپ کے والد صاحب کی بیماری کے ایّام میں ایک روز آپ کو الہام ہوا والسماءِ والطارق۔ اور تفہیم یہ ہوئی کہ آپ کے والد صاحب بعد غروب آفتاب فوت ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اس الہام کے بعد اپنی قلبی کیفیت کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا جو میں نے ابھی ذکر کیا ہے (الہام والسماء والطارق از ناقل) تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں

پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلاء ہمیں پیش آتے گا۔ تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہُوا۔ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ یعنے کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں"۔

کیا یہ الہام قرآنی وعدہ اطعمھم من جوع وآمنھم من خوف کو پورا کرنے والا اور اس کی سچائی کو ثابت کرنے والا نہیں کیا یہ عین اسی وقت سیدنا حضرت مرزا صاحب پر نازل نہیں ہُوا جبکہ جوع کا خوف پیدا ہو گیا اور پھر کیا الہام کے مطابق جوع کا وہ خوف آپ سے اور آپ کے خاندان سے دور نہیں ہو گیا اور رزق کی کشائش کے سامان کیا اسی طرح مہیا نہیں کر دیئے گئے جس طرح مکہ والوں کے لئے کر دیئے گئے تھے۔

کیا اس الہام میں مندرجہ پیشگوئی اپنی پوری شان کے ساتھ پوری نہیں ہوئی۔ ہر اہل دل کے لئے اس میں روحانی زندگی اور رزق و ایمان کے سامان موجود ہیں کاش کوئی فائدہ اُٹھائے اِس الہام میں رزق کی فراوانی کی بشارت بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ حضرت نبی کریم صلعم کو الفاظ ووجدک عائلا فاغنی کے ذریعہ دی گئی تھی۔ جس طرح وہاں غربت و تنگ دستی کے بعد غنیٰ کا ظہور ہوا اسی طرح یہاں بھی غنی کے سامان پیدا ہو گئے اور ساری عمر وہ سامان ساتھ رہے۔ بلکہ نسل میں بھی منتقل ہو گئے۔

تیسرا خواب

فرماتے ہیں "والد صاحب کی وفات کے بعد دوسرے یا تیسرے روز ایک عورت نہایت خوبصورت خواب میں میں نے دیکھی جس کا حلیہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور اس نے بیان کیا کہ میرا نام رانی ہے اور مجھے اشارات سے کہا کہ میں اس گھر کی عزت و وجاہت ہوں اور کہا کہ میں چلنے کو تھی مگر تیرے لئے رہ گئی۔ اب یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ خاندان کی دوسری شاخوں کی عزت و وجاہت ختم ہو گئی جس سے الفاظ "میں چلنے کو تھی" پورے ہو گئے۔
اِن الفاظ کے مطابق عزت و وجاہت کی رانی ان گھروں کو چھوڑ گئی اور حضرت اقدس مرزا صاحب کے گھر میں عزت و وجاہت کی رانی نے مستقل طور پر ڈیرے ڈال دیئے اور

باوجود مختلف قسم کی کمزوریوں کے جو خاندان کے افراد میں پائی جاتی ہیں آیت وکان ابوھما صالحًا کے ماتحت یہ خاندان دنیا کی نظر میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور لاکھوں لوگ اِس خاندان کے شیدائی ہیں اور رزق کی فراوانی بھی انہیں حاصل ہے اس پیشگوئی کی عظمت کا اسی امر سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ ۱۸۷۶ء میں اس وقت کی گئی جبکہ اِس قسم کی عزت ملنے کے کوئی سامان موجود نہ تھے۔ اور جس ذریعہ یعنے دعوئے مسیحیت سے عزت ملی وہ ایسا دعویٰ تھا جس نے آن کی آن میں سارے ملک میں مخالفت اور دشمنی کی آگ بھڑکا دی اور چاروں طرف سے آپ کو گرانے اور مٹانے اور آپ کی سابقہ معمولی عزت کو بھی خاک میں ملانے کے لئے حملے شروع ہو گئے اور ایسا نظر آرہا تھا کہ مدعی چند دنوں میں طاق نسیان کی زینت بن کر رہ جائے گا لیکن یہ تمام مخالفتیں ھبآءً منثورًا ہو گئیں اور مدعی روز بروز عزت حاصل کرنے میں ترقی پر ترقی کرتا چلاگیا اور پہلے خواب کے مطابق آپ کے اِرد گرد ایسے مخلصین کا گروہ جمع ہوتا گیا جو آپ کے لئے اپنی ہر قیمتی سے قیمتی چیز کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو گیا مخالفتوں نے آپ کی شہرت کے کھیت کے لئے کھاد ہی کا کام دیا جناب برق صاحب کہتے ہیں کہ آئندہ ترقی کی کوئی امید نہیں لیکن جس رفتار سے جماعت نے ترقی کی ہے اور تمام مخالفانہ کوششوں کو چیلنج کرتے ہوئے اِس کی رفتار ترقی تیز سے تیز تر ہوتی جاتی ہے پس کیا یہ رفتار ترقی برق صاحب کے خیال کی تردید کے لئے کافی نہیں درحقیقت ایسی ہی پیشگوئیاں ہوتی ہیں جو صداقت کا معیار کہلا سکتی ہے۔ اور جن کا باوجود سامانوں کے فقدان کے نہیں بلکہ باوجود مخالفانہ سامانوں کے پورا ہونا ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے اور خدا کی ہستی اور اِس کی صفات پر بصیرت سے بھرا ہوا یقین پیدا کر دیتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ مخالفین نے جن میں بڑے بڑے چوٹی کے علماء و مشائخ و گدی نشین شامل تھے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کوئی آپ کے دعوے کو تسلیم کرکے آپ کی بیعت میں داخل نہ ہو اور مقابل میں مدعی مذکور کسی دنیاوی وجاہت کا مالک بھی نہیں اثر و رسوخ سے بھی وہ تہیدست ہے مال و دولت بھی اِس کے پاس نہیں انبیاء علیہم السلام کی طرح وہ بھی یہی کہتا ہے کہ نہ مجھ پر کتنوز اترتے ہیں اور نہ میں خزانوں کا مالک ہوں کہ اِن خزانوں کے ذریعہ سے وہ اپنے ارد گرد لوگوں کو جمع کر سکے

بلکہ اُلٹا وہ اُن سے مال کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے کہ جس سے وہ اشاعت دین کا کام لے سکے باوجود اِس کے لوگ پروانوں کی طرح اِس شمع کے گرد جمع ہوتے جاتے ہیں اور آپ کی عزت کو چار چاند لگانے کا موجب بنتے جاتے ہیں۔ اور طاقتور دشمن حسرت کے ساتھ اِس کی کامیابی کو دیکھتا اور دریائے حیرت میں ڈوبتا جاتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ ہر کوشش بجائے اِس کو گرانے کے اِس کو بلند سے بلند تر کرتی جاتی ہے جناب برق صاحب نے بھی اپنی کوشش کی ناکامی ملاحظہ کر ہی لی ہے۔ اِن کا خیال تو یہ تھا کہ اُن کی کتاب احمدیت کے شیدائیوں میں زلزلہ پیدا کر دے گی اور ہزاروں احمدیت سے تائب ہو جائیں گے لیکن اِن کی امیدوں کے خلاف نتیجہ جو نکلا وہ ظاہر ہی ہے پیشگوئی کے مطابق رزق کی فراوانی کا یہ عالم ہے کہ خدا کی یہ عطا صرف آپ کے اور آپ کے خاندان کے لئے کفیل ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ قرآن کریم کے ایک اور حکم کی تعمیل میں بھی ممد ثابت ہوئی اور وہ حکم جیسا کہ سورۃ القلم اور سورۃ الفجر اور قرآن کریم کے دیگر متعدد مقامات سے واضح ہے یہ ہے کہ مساکین اور یتامیٰ کی پرورش کا خاص خیال رکھا جائے چنانچہ قرآن کریم کے اِس حکم کی تعمیل میں آپ کے لنگر خانہ سے ہزاروں مساکین اور یتامیٰ پرورش پاتے رہے اور حضورؑ کے خزانہ سے وظائف حاصل کر کے اپنی تعلیم اور دیگر ضروریات کو پورا کرتے رہے اور آج تک کر رہے ہیں دونوں جماعتوں کے لنگر خانے مساکین کی جوع کو سیری میں تبدیل کرنے کے لئے کھلے ہیں ان کے خزانوں سے غرباء وظائف حاصل کر کے اپنی حاجات کو پورا کر رہے ہیں۔

دوسری نعمت باعزت رزق کے بعد قرآن کریم میں اولاد بھی ایک نعمت قرار دی گئی ہے جیسا کہ سورۃ نوح میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے حق میں فرمایا و یمدد کم باموال و بنین اور جیسا کہ سورۃ النحل ع۰ ایں فرمایا واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجًا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ ورزقکم من الطیبٰت افبالباطل یؤمنون وبنعمت اللہ ھم یکفرون۔ اِس آیت میں بیٹوں اور پوتوں کی اولاد کو نعمت الٰہی قرار دیا ہے اسی کے مطابق حضورؑ کو بھی الہام ہوا تری نسلاً بعیدا جس کے مطابق آپ نے بیٹوں اور پوتوں

کی اولاد کو بھی دیکھ لیا پھر ہر ایک بچے کی پیدائش سے قبل الہام الٰہی سے بشارت ملتی رہی لڑکے کی پیدائش پر لڑکے کی اور لڑکی کی پیدائش پر لڑکی کی اور اسی کے مطابق وقوع میں آتا رہا اور آپ کو شروع میں ہی بذریعہ الہام یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ بعض کم عمری میں فوت بھی ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر آخری لڑکا پیدا ہونے پر آپ پر یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اس کے بعد اب کوئی لڑکا نہیں ہوگا ہاں پوتے کی بشارت دی گئی اور وہ پوری ہوئی کیا یہ الہامات آپ کی صداقت کا بیّن ثبوت نہیں اور کیا خدا کے عالم الغیب ہونے اور اس کی صفت یعلم ما فی الارحام کا زندہ ثبوت بہم نہیں پہنچاتے کاش کوئی غور کرے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔

تیسری نعمت تیسری نعمت خانگی زندگی کی خوشی ہے جیسا کہ آیت وینقلب الی اھلہ مسرورًا سے ظاہر ہے اور اس خوشی سے حضور ساری عمر ہمکنار رہے اور ہر مخالف و موافق اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ کی خانگی زندگی نہایت ہی خوشگوار تھی۔

چوتھی نعمت دنیا میں قابل عزّت اور قابل تعریف مقام کا حاصل ہونا اور لوگوں کی نظروں میں وجیہہ شمار ہونا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات ومقام کریم وعسٰی ان یبعثک ربّک مقامًا محمودًا اور حضرت موسٰے کے متعلق الفاظ وجیھًا فی الدنیا والاٰخرۃ اور وکان عند اللّٰہ وجیھا سے ظاہر ہے سو جو قابل عزّت اور قابل تعریف مقام حضورؑ کو حاصل ہوا اور جس وجاہت کی نظر سے آپ دیکھے گئے اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اس کے متعلق آپ کے اپنے الہامات بھی موجود ہیں جن کا پورا ہونا آپ کے منجانب اللہ مامور ہونے پر یقینی شہادت ہے۔

پانچویں نعمت مشکلات سے رہائی اور ضروری امور میں سہولتوں کا پیدا ہونا ہے جیسا کہ سورۃ الطلاق کی مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہے ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ ان اللّٰہ بالغ امرہ قد جعل اللّٰہ لکل شیئٍ قدرًا۔

اب دیکھ لو کہ حضرت مرزا صاحبؑ اس قرآنی معیار پر بھی پورے اترتے ہیں۔ یا نہیں مخالفین

نے آپ کے لئے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیئے آپ کو نہایت ہی سنگین مقدمات میں پھنسانے کی کوشش کی گئی یہاں تک کہ قتل جیسے مقدمہ میں آپ کو پھنسا دیا لیکن خدائی وعدہ ویجعل لہ مخرجًا کے ماتحت حضور ہر مقدمہ میں عزت کے ساتھ بری ہوتے رہے۔ اور اس امر میں عجیب بات یہ بھی ہے۔ کہ حضور کو ہر مقدمہ میں اپنی کامیابی اور دشمن کے منصوبہ کی ناکامی کی بشارت بھی ملتی رہی اور یہ بشارتیں اسی تفصیل سے پوری ہوتی رہیں جو تفصیل الہامات میں بتلائی جاتی تھی اور کامیابی کے سامان من حیث لا یحتسب ہی مہیا ہوتے رہے اِن کامیابیوں سے جس طرح قرآنی الفاظ ومن یتوکل علے اللہ فھو حسبہ کی صداقت ثابت ہوتی ہے اسی طرح سیدنا حضرت مرزا صاحب کا متوکل علی اللہ ہونا بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے اور جس طرح قرآنی دعویٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا کی صداقت نمایاں طور پر سامنے آجاتی ہے اسی طرح مرزا صاحب کا ومن یتق اللہ کا مصداق ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ اور پھر قرآن کے اِس دعویٰ کا ثبوت بھی مل جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے امر کو پورا کر کے چھوڑتا ہے چنانچہ حضرت مرزا صاحب کو جو خدا نے کامیابیوں کی بشارت دی اِس امر کو اُس نے پورا کر کے چھوڑا خدا تعالےٰ نے متقیوں اور متوکلین علی اللہ کے لئے یہ قدر رکھی ہوئی ہے۔ کہ فان حزب اللہ ھم الغالبون کے وعدہ کے مطابق انہیں کامیاب کرے اور ان کے دشمنوں کو ناکام بنائے سو حضرت مرزا صاحبؑ کے حق میں اِس قدر کو پورا کر کے حضور کے متقی اور متوکل علی اللہ ہونے کی شہادت دے دی۔

اموریں سہولت امور میں سہولت پیدا کرنے کے متعلق فرمایا ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرًا آپ جس امر کے لئے خدا کی طرف سے مبعوث کئے گئے اِس کے لئے روپیہ اور مخلص مددگاروں کی ضرورت تھی سو خدا نے اِن دونوں ذرائع کو نہایت آسانی سے پیدا کر دیا روپیہ بھی اِس غرض کے لئے آنا شروع ہو گیا اور قابل مخلصین کی جماعت بھی حضورؑ کے اردگرد جمع ہو گئی جنہوں نے اشاعت اسلام کے کام میں حضورؑ کی مدد کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔

چھٹی نعمت کامل مؤمنوں کے لئے کائنات کو حقیقی معنی میں مسخر کیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ النحل ع۲ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہٖ اِن

فی ذالک لآیات لقوم یعلمون یعنے سورج چاند ستارے تمام خدا کے حکم سے مسخر ہیں یقیناً اس میں نشان اور زبردست دلائل ہیں علم رکھنے والے لوگوں کے لئے۔ اسکے بعد ایک رنگ میں تو یہ عناصر سب انسانوں کی خدمت کر رہے ہیں لیکن جب ضرورت پیش آتی ہے تو خدا کے خاص بندوں کی تائید کے لئے یہ سب کے سب کھڑے ہو جاتے ہیں جیسا کہ جنگ بدر میں آندھی اور بارش نے مسلمانوں کی کتنی زبردست تائید کی ان کی فتح اور دشمن کی شکست میں ان دونوں چیزوں کا جو دخل عظیم تھا۔ وہ کسی تاریخدان سے مخفی نہیں اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے سورج اور چاند نے ماہ رمضان کی مقررہ تاریخوں میں اپنے کسوف و خسوف کے ذریعہ کتنا بڑا کام کیا اور ستاروں نے کثرت سے گر گر ثابت کر دیا کہ روشنی پھیلانے والی شخصیت ظاہر ہونے والی ہے گویا سورج چاند اور ستارے تینوں نے ہی حضرت مرزا صاحب کی خدمت کا حق ادا کر دیا ادھر آیت الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض کے ماتحت زمین نے بھی پیشگوئیوں کے ماتحت کبھی طاعون کے ذریعہ اور کبھی زلزلوں کے ذریعہ اور کبھی طوفانوں کے ذریعہ اور کبھی مختلف قسم کی وباؤں کے ذریعہ اور کبھی جنگوں کے ذریعہ اور کبھی سیلابوں اور کبھی قحط کے ذریعہ آپ کی صداقت پر مہر لگا دی کوئی ہے جو ان حقائق پر نظر غائر ڈالے اور خدا کے مامور کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر سعادت دارین حاصل کرے۔

دنیاوی نعمتیں تو اور بھی بہت سی ہیں سردست ان چند مثالوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے کیا ان سے ثابت نہیں ہوتا کہ سیّدنا حضرت مرزا صاحب کو دنیا مل گئی تھی۔ اب روحانی نعمتوں کے متعلق بتلایا جاتا ہے۔ کہ وہ بھی کامل طور پر سیّدنا حضرت مرزا صاحب کو عطا کی گئیں۔

جناب برق صاحب کا تیسرا اعتراض

تیسرا اعتراض اس الہام پر برق صاحب کا یہ ہے کہ روحانی لحاظ سے یہ الہام پورا نہیں ہوا اور اسکی مندرجہ ذیل وجوہ انہوں نے بیان کی ہیں۔

پہلی وجہ

روحانی لحاظ سے الہام مذکورہ بالا کے پورا نہ ہونے کی پہلی وجہ انہوں نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ صفحہ ۳۹ پر وہ لکھتے ہیں "جہاں تک روحانی تسخیر کا تعلق ہے

گذشتہ ۸۰ برس میں صرف چند ہزار افراد آپ پر ایمان لائے اگر یہ مطلب ہو کہ آگے چل کر تمام دنیا احمدیت قبول کرلے گی تو میرا اندازہ یہ ہے کہ اضافہ کے امکانات بہت کم ہیں وجہ یہ کہ عصر حاضر میں اقدار حیات بدل گئیں ہیں۔ آج وہی پیغام اور وہی فلسفہ کامیاب ہو سکتا ہے جو آدم جدید کو تازہ الجھنوں مثلاً سرمایہ، مزدور، آمریت، جمہوریت، اشتراکیت، ملوکیت روابط بین الملی جمعیت اقوام یا جمعیت قیام امن ورلڈ فیڈریشن وغیرہ سے نکال کر ہر مشکل کا ایک قابل قبول حل پیش کر سکے لیکن جناب مرزا صاحب کی تحریرات میں نہ کوئی فلسفہ ہے اور نہ انسان جدید کے لئے کوئی پیغام" حضورؑ کی کتب کو اپنی بے جا اور نا روا تنقید کا ہدف بناتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"آپ پر بیس اجزا" الہامات بھی نازل ہوئے تھے لیکن ان میں کوئی پیغام موجود نہیں صرف مسیح موعودؑ کے مناقب ہیں۔ اور بس اس کائنات میں بقائے اصلح کا آئین نہایت باقاعدگی سے کارفرما ہے یہاں وہی فلسفہ زندہ رہ سکتا ہے۔ جو دوسرے فلسفوں سے زیادہ طاقتور اور ابن آدم کے لئے زیادہ مفید ہو"

اس کے بعد گذشتہ صدیوں کے فلاسفروں کے فلسفوں کو موجودہ زمانہ کے لئے مردہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"آج اگر کوئی شخص ان لاشوں میں پھر جان ڈالنا چاہے تو کامیاب نہیں ہوگا جناب مرزا صاحب کا تمام زور قلم یا تو اثبات نبوت پر صرف ہوا۔ یا دیگر مذاہب کی تردید پر اور یا ایک ایسے اسلام کی ترویج پر صرف ہوا جس پر تصوف و خانقاہیت کا رنگ غالب تھا ظاہر ہے کہ اس متاع کے خریدار آج تقریباً نایاب ہو چکے ہیں۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ احمدیت میں نہ وہ جاذبیت موجود ہے جو دل و دماغ پر قابض ہو سکے نہ وہ توانائی جو غیر اسلامی افکار کو شکست دے سکے نہ وہ حرارت جو عروق مردہ میں خون حیات دوڑا سکے نہ وہ قوت جو حمام و کبوتر کو شاہین بنا سکے اور نہ وہ ہمت جو

دارا وقیصر کو دعوت مبارزہ دے سکے۔"

مدت اور تعداد جماعت کے متعلق مغالطہ دہی

جناب برق صاحب نے اپنی کتاب "حرف محرمانہ" ۱۹۵۳ء کے ابتدائی مہینوں میں تصنیف کی، اُس وقت تک سلسلہ بیعت شروع کئے ہوئے ۶۲ سال کے قریب ہوئے تھے لیکن جناب برق صاحب اپنی مندرجہ بالا تحریر میں ۸۸ سال بتلاتے ہیں گویا ۲۶ سال کا اضافہ فرمارہے ہیں۔ ۸۸ سال تو موجودہ سال تک بھی نہیں بنتے ۱۹۷۱ء تک بھی قریباً ۸۲ سال ہوتے ہیں ادھر مدت میں اس قدر مبالغہ اور ادھر جماعت کی تعداد کو چند ہزار کے لفظ سے ظاہر کرنا قارئین کرام کو محض یہ تاثر دینے کی نازیبا کوشش ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے اندر کوئی نمایاں جاذبیت نہ تھی جو عام طور پر لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکتی حالانکہ یہ دونوں باتیں ہی غلط ہیں نہ مدت ۱۹۵۳ء تک ۸۸ سال تھی اور نہ جماعت کی تعداد ہی اس وقت محض چند ہزار تھی خدا کے فضل سے جماعت کی تعداد اُس وقت بھی لاکھ سے زائد ہی تھی خود پنجاب اور ہندوستان میں ہی چند ہزار نہیں بلکہ کئی ہزار تھی اور ہندوستان سے باہر بھی ہزاروں کی تعداد میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور خدا کے فضل سے اب بھی روز افزوں اس کی تعداد میں ترقی ہو رہی ہے۔ جناب برق صاحب کے خیال میں تو اضافہ کے امکانات بہت کم ہیں۔ لیکن ان کے خیال اور اندازہ کے خلاف ان کی کتاب کی تصنیف کے بعد بھی جماعت کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہو چکا ہے۔ اور انشاءاللہ وہ دن آنے والا ہے جبکہ دنیا کا غالب مذہب احمدیت ہی ہوگا کیونکہ احمدیت ہی حقیقی اور خالص اسلام ہے جو ہر قسم کی ملونی سے پاک ہے وہی اسلام دنیا کو اپیل کر رہا ہے جس کو احمدیت پیش کر رہی ہے اور اسی کو پیش کرتی چلی جائے گی یہاں تک کہ تمام غلط عقائد کو مٹا کر خود دلوں پر اپنا تسلط جمالے گا۔

۱۸۸۲ء کے الہامات

جناب برق صاحب اور اُن کے ہم خیال دوستوں کے غور کے لئے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ کے چند الہامات پیش کرتا ہوں۔ یہ الہامات اس وقت کے ہیں۔ جبکہ آپ کا دعویٰ مسیحیت نہ تھا اور نہ آپ نے سلسلہ بیعت

شروع کیا تھا۔ پہلا الہام ربّ ارنی کیف تحی الموتیٰ۔ اے میرے ربّ مجھے دکھلادے کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔ یہ الہام صاف طور پر بتلا رہا ہے۔ کہ مسلمانوں پر روحانی موت طاری ہے اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ کے ذریعہ ان کو روحانی زندگی عطا ہوگی۔ اس کے بعد دوسرا الہام ان الفاظ میں آپ پر نازل ہوتا ہے۔ ربّ اغفر وارحم من السماء یعنی اے میرے ربّ مغفرت کر اور رحم فرما آسمان سے جس کے معنی صاف ہیں کہ پہلے الہام میں جو مسلمانوں کو روحانی زندگی عطا کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے اس الہام میں اس کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ وہ پورا اس طرح ہوگا۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے ہاتھ پر آسمانی نشان ظاہر ہوں گے۔ جو لوگوں کو خدا کی طرف جھکانے کا موجب ہوں گے۔ جس کے نتیجہ میں مغفرت الٰہی ان کو ڈھانپ لے گی۔ اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہو جائے گی۔ پھر تیسرے الہام کے الفاظ یہ ہیں، ربّ لاتذرنی فرداً وانت خیر الوارثین یعنی اے میرے ربّ مجھے اکیلا نہ چھوڑیو اور تو بہترین وارث ہے۔ خدا تعالیٰ کے وارث ہونے کا مطلب یہی ہوتا ہے۔ کہ اس کا کامل قبضہ اور کامل تصرف اس چیز پر ہوتا ہے جس کا وہ وارث ہوتا ہے مطلب الہام یہ ہؤا کہ دلوں پر تیرا ہی کامل قبضہ اور کامل تصرف ہے پس تو لوگوں کے دلوں کو میری طرف مائل کر دے کہ وہ میری آواز پر لبیک کہتے ہوئے میری طرف دوڑے آئیں تا وہ اس حیات روحانی کے وارث بن جائیں جس کا وعدہ تو نے پہلے الہام میں کیا ہے۔ اور چوتھا الہام اس کے بعد یہ ہے۔ ربّ اصلح امۃ محمد (صلعم) گویا پہلے تینوں الہاموں کا خلاصہ مضمون اس چوتھے الہام میں بتلا دیا گیا ہے۔ کہ اُمت کی اصلاح حضورؑ کے ہاتھ پر مقدر ہے اس کے بعد پانچواں الہام ان الفاظ میں نازل ہوتا ہے۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین قل اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون۔ اے ہمارے ربّ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے یعنی ایسے حالات پیدا کر دے جن سے لوگوں کو پتہ لگ جائے۔ کہ فریقین میں سے حق کس کی طرف ہے تو ہی بہترین فیصلہ دینے والا ہے۔ اور ان کو کہہ دے کہ اپنی اپنی طاقت کے مطابق جو کچھ تم کر سکتے ہو کرتے چلے جاؤ۔ میں اپنے کام یعنی

دعوت حق دینے میں مشغول رہوں گا پس تم ضرور جان لو گے کہ کس کی کوششیں کامیاب ہوتی ہیں۔ یہ الہام صاف بتلا رہا ہے۔ کہ جس وقت حضورؑ امت کی اصلاح کے کام پر مامور کئے جائیں گے تو علماء مخالفت پر کھڑے ہو جائیں گے۔ جس پر کہ الہام کے الفاظ اعملوا علیٰ مکانتکم دلالت کر رہے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اپنی اِن کوششوں میں ناکام رہیں گے۔ اور فتح و نصرت حضرت اقدس سیّدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے ہی شامل حال ہو گی اس کے بعد کے الہامات میں اس بات کو واضح کیا ہے کہ یہ مخالفت پر کمر بستہ ہونے والے علماء خدا کے سوا انسانوں سے ڈرائیں گے۔ جیسا کہ ہندوستان کے تمام علماء نے متفق ہو کر کفر کے فتوے جاری کر کے آپ کو ڈرایا یا بائیکاٹ کی دھمکیاں دیں اور عملاً بائیکاٹ کیا آپ کو ملحد اور بے دین قرار دے کر عوام کو آپ سے متنفر کرنے اور آپ سے دور رکھنے کی کوشش کی لیکن حضورؑ ان دھمکیوں سے نہ ڈرے اور نہ مرعوب ہوئے بلکہ اپنے خدا کی مدد پر پورا بھروسہ کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنی حفاظت کا وعدہ دیتے ہوئے فرمایا۔ سیعینک المتوکل اور پھر فرمایا یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متمّ نورہ ولو کرہ الکافرون یعنی یہ لوگ اِس نور کو اپنے مونہوں سے مٹانے کی کوشش کریں گے لیکن خدا اپنے نور کو تکمیل تک پہنچا کر چھوڑے گا۔ گو منکر اسے ناپسند ہی کریں اس کے بعد فرمایا سنلقی فی قلوبھم الرعب یعنی ان کے دلوں میں ہم رعب ڈال دیں گے پھر فرمایا اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتھیٰ امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق ھٰذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا۔ یعنی جب اللہ کی نصرت تیرے شامل حال ہو جائے گی اور تیری فتح بھی نمایاں ہو جائے گی اور زمانہ کا امر ہماری طرف منتہیٰ ہو گا۔ یعنی زمانہ میں ہم ثابت کر دیں گے۔ کہ وہی امر راست ہے۔ جس کی طرف تو لوگوں کو بلا رہا ہے تو اس وقت مخالفت کرنے والوں سے دریافت کیا جائے گا کہ بتلاؤ کیا یہ حق ہے یا نہیں یہ میری اس خواب کی حقیقت ہے جو اس سے قبل میں نے دیکھا تھا جس کو میرے رب نے سچا کر کے دکھلا دیا ہے۔ اس کا اشارہ اس خواب کی طرف ہے جو ۱۸۶۴ء میں دیکھا تھا۔ جس کی تعبیر بھی یہی تھی کہ حضورؑ کے ذریعہ مسلمانوں کو

روحانی زندگی ملے گی اور اسلام ترقی کرے گا اور حضرت نبی کریم صلعم کی شان بلند ہو گی ان الہامات کا سلسلہ تو طویل ہے سردست انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اب جناب برقی صاحب اور دیگر مخالفین غور فرمائیں کہ کیا ان الہامات کا ایک ایک لفظ پورا نہیں ہوا کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان الہامات میں مندرجہ پیشگوئیاں اس وقت کی گئیں تھیں جبکہ آپ گوشہ گمنامی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ کا کوئی ایسا دعوےٰ نہ تھا کہ لوگوں کو آپ کی طرف توجہ ہوتی۔ ظاہری علوم سے آپ تہید ست تھے کہ علماء میں شمار ہوتے دولت آپ کے پاس نہ تھی۔ کہ وہ ذریعہ کشش بنتی غرضیکہ دنیاوی اور مادی تمام اسباب مفقود تھے ان حالات میں خدا آپ کو بشارت دیتا ہے۔ کہ تیرے ذریعہ مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکی جائے گی تو تنہا نہیں رہے گا۔ تجھے جماعت دی جائے گی جو تیرے کام میں تیری معاون ثابت ہو گی۔ تیری اور تیری جماعت کی سخت مخالفت ہو گی بڑے بارسوخ و با اثر لوگ تجھے گرانے اور تیری جماعت کو منتشر کرنے میں مشغول رہیں گے لیکن اپنے اس ارادہ میں یہ تمام لوگ ناکام رہیں گے۔ وہ نور جو تجھے دیا گیا ہے وہ دلوں کو منوّر کرتا چلا جائے گا اس کو بجھانے کی کوشش کرنے والے اپنے مقصد میں نامراد رہیں گے فتح اور نصرت اور انجام کار تیرے ہی شامل حال ہو گی اور تیرے ان الہاموں کی سچائی آخر ظاہر ہو کر ہی رہے گی۔ اور ان کے حق ہونے کا اقرار آخر دلوں کو کرنا ہی پڑے گا۔

جناب برقی صاحب محترم! اگر ہم اس امر کو تسلیم بھی کر لیں کہ بقول آپ کے چند ہزار آدمی ہی آپ کی جماعت میں داخل ہوئے تو کیا اس قدر شدید مخالفت کی موجودگی میں چند ہزار کا بھی آپ کی دعوت کو قبول کرنا اور آپ کی آواز پر لبیک کہنا اور باوجود مختلف انواع کی ایذا رسانیوں کے اس آواز کی طرف متوجہ ہوتا گیا مندرجہ بالا الہامات کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں

جناب برقی صاحب! آپ سے یہ امر مخفی نہیں کہ احمدی بن جانے والے اصحاب کو کس قدر مصائب کا نشانہ بنایا گیا اور جو احمدیت میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تھے۔ ان کی راہ میں مشکلات کے کتنے بلند پہاڑ کھڑے کر دیئے جاتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے لوگ فوج در فوج سلسلہ احمدیہ

میں داخل ہو کر خدا کی بشارتوں کو پورا کرنے کا موجب بنتے چلے گئے اور بنتے چلے جا رہے ہیں کیا آپ لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے تائید الٰہی کے یہ نظارے کافی نہیں؟

۱۸۹۱ء کے الہامات

مندرجہ بالا الہاموں کے علاوہ ذیل کے الہامات بھی قابل غور ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"جن پیشگوئیوں کی سچائی پر میری سچائی کا انحصار ہے وہ یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو مغلوب ہو کر یعنی بظاہر مغلوبوں کی طرح حقیر ہو کر پھر آخر غالب آ جائے گا اور انجام تیرے لئے ہی ہوگا۔ اور ہم وہ تمام بوجھ تجھ سے اتار لینگے جس نے تیری کمر توڑ دی۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تیری تجدید۔ تیری عظمت تیری کمالیت پھیلا دے خدا تعالیٰ تیرے چہرہ کو ظاہر کرے گا اور تیرے سایہ کو لمبا کر دے گا۔ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ اور تیرا ذکر بلند کرونگا اور تیری محبت دلوں میں ڈال دونگا۔ جعلناک المسیح ابن مریم۔ ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا ان کو کہہ دے کہ میں عیسٰیؑ کے قدم پر آیا ہوں۔ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

جناب برق صاحب محترم! واقعات کو جھٹلانا کسی عقلمند اور منصف مزاج آدمی کا کام نہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابتداء میں آپ دنیا کی نظر میں خالی مغلوب ہی نہیں بلکہ حقیر مغلوب کی طرح نظر آتے رہتے تھے۔ لیکن الہام الٰہی کے مطابق آخر کار غالب آپ ہی رہے دشمنوں کے حملوں کے بوجھ سے جو آپ کی کمر ٹوٹی جا رہی تھی کیا اس بوجھ کو قرآن کریم کی آیت ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک کی طرح جو حضورؑ کے آقا حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں نازل ہوئی تھی حضورؑ کی کمر سے اتار نہیں لیا گیا تھا۔ کیا آپ کے فرائض کی انجام دہی میں دن بدن سہولتیں نہیں پیدا ہوتی گئی تھیں اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضورؑ کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی ہے اور اسلام کا نورانی چہرہ ہر قسم کے غبار سے پاک وصاف ہو کر آپ ہی کی تبلیغی کوششوں سے دنیا کو نظر نہیں

آنے لگ پڑا پھر کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ کی عظمت ساری دنیا میں قائم ہو چکی ہے۔ اور آپ کی شہرت کو چار چاند لگ چکے ہیں۔ اور آپ کی کمالیت مسلمہ ہو چکی ہے۔ جناب برق صاحب واقعات کی اس شہادت کے سامنے اپنی گردن جھکا دیں اور بجائے مخالفت کے امام وقت کے دامن کے ساتھ وابستگی اختیار کر لیں اللہ تعالےٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین حضرت اقدسؑ نے اپنی ابتدائی حالت اور بعد کی حالت کا نقشہ مندرجہ ذیل شعر میں کیسا صحیح کھینچا ہے۔

دیکھو خدا نے سالے جہاں کو جھکا دیا!
گمنام پا کے شہرہ عالم بنا دیا!

کیا ایشیا اور کیا افریقہ کیا عرب اور کیا یورپ اور کیا امریکہ اور کیا آسٹریلیا اور کیا جاپان اور کیا چین اور کیا مصر اور کیا شام اور کیا عراق اور کیا افغانستان غرضیکہ دنیا کا کونسا حصّہ ہے جس میں احمدی نہیں پائے جاتے۔ کیا یہ قبولیت کوئی معمولی قبولیت ہے۔ جس لٹریچر کو آپ جاذبیت سے خالی قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو دنیا کے ہر کونے سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا چلا جاتا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں آپ نے لکھا کہ جماعت کی تعداد میں اضافہ کے امکانات کم ہیں۔ وجہ یہ کہ اس میں جاذبیت نہیں آپ کی اس تحریر پر ۱۸ سال گذرے ہیں۔ اس عرصہ میں دیکھ لیں کہ جماعت میں ہزاروں کی تعداد کا اضافہ ہوا ہے۔ یا نہیں کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ کے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے ہیں اور خدا کے وعدے ہی سچے ثابت ہو رہے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے دشمنوں کی تمام مخالفانہ کوششوں کے باوجود رفتار ترقی انشاء اللہ جاری رہے گی یہاں تک کہ دنیا کے بیشتر حصّہ کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

جناب برق صاحب نے حضرت اقدسؑ کے مقام کو قطعاً نہیں سمجھا

جناب برق صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ عصر حاضر میں اقدار حیات بدل چکی ہیں۔ ان تبدیل شدہ اقدار کے لئے نہ تو حضرت مرزا صاحبؑ کی تحریروں میں کوئی پیغام ہے اور نہ ہی آپ کے الہامات میں کوئی

پیغام ہے۔ جناب برق صاحب کا دعوےٰ ہے کہ انہوں نے سیدنا حضرت مرزا صاحب کی تحریروں اور الہامات دونوں کو پڑھا ہے۔ لیکن ان کی مندرجہ بالا تحریر زبردست دلیل ہے اس بات پر کہ یا تو ان کا یہ دعویٰ غلط ہے اور یا وہ عمداً کتمان حق کے مرتکب ہیں۔ اور ارادۃً عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں ہی مذموم ہیں جن سے جناب برق صاحب جیسے انسان کو اجتناب کرنا چاہیئے تھا۔ اگر جناب برق صاحب نے حضورؑ کی کتب کا سرسری نظر سے ہی مطالعہ کیا ہوتا اور پھر دیانتداری سے حضورؑ کے منشاء کو پیش کرنے کی سعی کی ہوتی تو یہ کبھی نہ لکھتے کہ حضورؑ کی تحریروں اور الہامات میں عصر حاضر کے لئے کوئی پیغام نہیں یا ان میں کوئی فلسفہ نہیں جو موجودہ دور کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہو کیونکہ سیدنا حضرت مرزا صاحب کا جو اصل مقام ہے وہ حضورؑ کی تحریروں اور حضورؑ کے الہامات میں اس وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ غبی سے غبی انسان بھی اس کو سمجھنے سے قاصر نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ جناب برق صاحب جیسے مدعی علم پر مخفی رہ سکے۔

حضرت اقدسؑ مرزا صاحب کا اصل مقام

سیدنا حضرت مرزا صاحب کا مقام جیسا کہ آپ کی تحریروں اور آپ کے الہامات سے واضح ہے ایسے مامور من اللہ کا مقام نہیں جو کوئی نیا پیغام لے کر آتے ہیں۔ اور دنیا کو کسی نئے فلسفہ سے روشناس کرانے کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں حضورؑ چونکہ تمام مجددین کی طرح قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کے خادم ہونے کی حیثیت سے مامور ہوئے ہیں اس لئے قرآن کریم کی طرف ہی دعوت دینا ان کا کام تھا اور حضرت نبی کریم صلعم کی غلامی میں لوگوں کو داخل کرنا ہی حضورؑ کا فرض اولیں تھا خود اُن کی اپنی گردن بھی قرآن کریم کے جوئے کے نیچے تھی آپ اس کی چھوٹی سے چھوٹی ہدایت کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے تھے کسی ادنےٰ سے ادنیٰ حکم کی نافرمانی بھی انہیں ضلالت کے گڑھے میں دھکیلنے کے لئے کافی تھی جبکہ آپ کے آقا نامدار حضرت نبی کریم صلعم کو ارشاد الٰہی ہوتا ہے۔ قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب

یوم عظیم۔ الخ۔ پھر تو غلام اور خادم کی کیا حیثیت ہے کہ قرآن کریم کے کسی حکم کی نافرمانی کرے
اسی طرح آپ قرآن کریم کے بعد سنّت نبوی کے بھی پابند تھے۔ اس سے ایک اِنچ بھی ادھر ادھر
ہونا آپ اپنے لئے موجب ہلاکت گردانتے تھے آپ ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ آپ نے روحانی
طور پر جو فیوض الٰہی بھی پائے ہیں وہ قرآن کریم کی پیروی اور حضرت نبی کریم صلعم کی اطاعت
اور آنحضور صلعم کی محبت میں فنا ہو کر ہی پائے ہیں اور اسی بات کا بار بار آپ اعلان فرماتے
رہے کہ لے لوگو تم بھی اس نسخہ کو آزما کے دیکھ لو کہ کس طرح انعامات الٰہی کی بارش تم پر ہوتی ہے۔
میرا وجود تو قرآن کریم کے اس دعوے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کی
صداقت پر دلیل ہے جس طرح میں حضرت نبی کریم صلعم کی کامل اتباع کے نتیجہ میں محبوب الٰہی
بن گیا ہوں تم بھی بن سکتے ہو۔ اور ہزاروں آپ کی اس نصیحت پر عمل کرنے کے نتیجہ میں محبوب
الٰہی بن گئے جب آپ کا اصلی مقام یہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے تو آپ کا پیغام دنیا کے لئے
وہی ہو سکتا ہے۔ جو قرآن کریم کا پیغام ہے اور قرآن کریم کا پیغام ہی حضرت نبی کریم صلعم کا پیغام
تھا بحیثیت مجدد ہونے کے اسی پیغام کی تجدید آپ کا فرض منصبی تھا پس اس حقیقت کو مدنظر
رکھتے ہوئے جناب برق صاحب فرمائیں کہ کیا قرآن کریم میں عصر حاضر میں بدلی ہوئی اقدار حیات
کا چیلنج قبول کرنے کے لئے کوئی سامان ہے یا نہیں۔ اور کیا قرآن کریم میں ایسا فلسفہ پایا جاتا
ہے۔ یا نہیں جو عروق مردہ میں جان ڈال سکے اور یا زمانہ حال کے باطل فلسفہ کی دھجیاں
اڑا سکے اگر ہے تو پھر حضرت مرزا صاحب کا پیغام وہی پیغام ہے۔ جو قرآن کریم کا پیغام ہے
اور حضور کا فلسفہ وہی فلسفہ ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اسی پیغام اور اسی فلسفہ کی
صداقت ثابت کرنے کے لئے آپ کی بعثت وجود میں آئی ہے نیا پیغام اور نیا فلسفہ اسی وقت
ظاہر ہوگا جب قرآن کریم کو منسوخ کیا جائے اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کو ختم کیا جائے
لیکن نہ تو قرآن کریم منسوخ ہو سکتا ہے کیونکہ کامل کتاب ہونے کی وجہ سے وہ تا قیامت دستور
کا کام دے گی۔ اور انسانیت کو پیش آنے والی تمام ضرورتوں کو پورا کرتی رہے گی۔ اور نہ حضرت

نبی کریم صلعم کی رسالت کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بحیثیت خاتم النبیین ہونے کے آنحضور (صلعم) کی رسالت کا سکّہ تاقیامت جاری رہے گا اور آنحضور صلعم کے فیض کی نہریں ہمیشہ دلوں کی کھیتی کو سیراب کرتی رہیں گی جیسا کہ اس زمانہ میں انہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کے دل کی کھیتی کو سیراب کیا اور آنحضور صلعم کا نور ہمیشہ طالبین حق کے دلوں کو منور کرتا رہے گا جیسا کہ اُس نے حضرت مرزا صاحبؑ کے دِل کو منور کیا۔

حضرت مرزا صاحبؑ کا پیغام

پس ایک عظیم الشان مجدد ہونے کی حیثیت سے انہوں نے دنیا کو یہی پیغام دیا کہ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے اور اس کو لانے والا رسول زندہ رسول ہے جو تاقیامت مردہ دلوں کو زندگی بخشتے رہیں گے اور جو نئی سے نئی ضرورتیں دنیا کو پیش آتی رہیں گی ان کو پورا کرنے کے سامان قرآن کریم سے نکلتے رہیں گے۔ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ جو کچھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک قرآن کریم کے علوم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ گذشتہ زمانوں میں پیش آمدہ ضرورتوں کے لحاظ سے تھی اب نئی ضرورتیں پیش آگئی ہیں۔ اب نئے سرے سے قرآن کریم پر غور کرنے کی ضرورت ہے گذشتہ علوم سے جتنا فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے اُٹھایا جائے اور جہاں وہ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ وہاں قرآن کریم ہمارا ساتھ دے گا اس لئے نئے اجتہاد سے کام لیا جائے۔ قرآن کریم ان لوگوں پر ضرور اپنے نئے سے نئے علوم کا دروازہ کھولتا چلا جائے گا جو اس میں تدبر سے کام لیں گے یہ ہے خلاصہ آپ کی تمام تحریروں کا۔

حضورؑ کے الہامات میں پیغام

تحریروں کے بعد جب ہم حضورؑ کے الہامات پر نظر ڈالتے ہیں تو اُن میں بھی ہمیں یہی پیغام ملتا ہے۔ میں پیچھے حضورؑ کے ایک خواب کا ذکر کر چکا ہوں جو حضورؑ نے ۱۸۶۴ء میں دیکھا تھا وہ ایک لمبا خواب ہے طوالت کے خوف سے میں اس کو درج تو نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کا خلاصہ جو حضورؑ نے کیا اسے درج کر دیتا ہوں۔ جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضورؑ کس کام کے لئے مامور ہونے والے تھے

فرماتے ہیں:۔

"پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلعم نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھالی پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہو گئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت صلعم کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارات تھی۔"

اب اس خواب سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہو رہی ہے کہ حضورؑ کی بعثت کی غرض صرف یہی تھی کہ حضرت نبی کریم صلعم کی حقیقی اور اصلی شان کو دنیا پر ظاہر کریں اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری ثابت کر دیں۔ اور اسلام کی ترقی کے لئے کوشاں رہیں اور دنیا پر یہ واضح کر دیں کہ اسلام کا شجر ایک ایسا شجر ہے جو ہر زمانہ میں اپنا تازہ پھل پیش کرتا رہتا ہے۔ اس کے بعد جب آپ مامور ہوتے ہیں تو اس وقت کے الہامات میں جو پیغام ہے وہ ذیل کے الہامات سے واضح ہے۔

"الرحمان علّم القرآن لتنذر قومًا ما انذر آباؤهم ولتستبين سبيل المجرمين قل اني اُمِرتُ وانا اوّل المؤمنين قل جاء الحق و زهق الباطل اِنّ الباطل كان زهوقا كل بركة من محمد صلى الله عليه وسلّم فتبارك من علّم وتعلّم قل ان افتريته فعلىّ اجرامي هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله لا مبدل لكلمات الله ظلموا وان الله على نصرهم لقدير"

یعنی رحمان نے قرآن سکھلایا تاکہ تو ان قرآنی علوم کے ذریعہ اس قوم کو انذار کرے جن

کے آباء کو انذار نہیں کیا گیا۔ اس انذار سے فائدہ نہ اٹھانے کے نتیجہ میں قوم کو جن عذابوں کا نشانہ بننا پڑا وہ کسی سے مخفی نہیں اور اس سے اس الہام کی صداقت واضح ہوتی ہے۔ از ناقل) اور تا مجرموں کی راہ بھی واضح ہو جائے۔ اعلان کر دو کہ مجھے مامور کیا گیا ہے۔ کہ میں قرآن کے ذریعہ انذار کروں اور مجرموں کی راہ بھی لوگوں پر واضح کر دوں اور میں ماموراس لئے بنایا گیا ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ کے تمام مؤمنوں میں سے میں اوّل نمبر پر ہوں۔ اس الہام سے ظاہر ہے کہ خدا کے افضال اسی شخص پر نازل ہوتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول صلعم پر دل سے ایمان لاتا ہے اور ان کی اطاعت اور محبت میں فنا ہو جاتا ہے از ناقل) کہہ دے کہ اب حق آ گیا ہے یعنی صداقت اسلام ثابت ہو جائے گی اور اس کے مقابلہ میں جس قدر خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ نظر آ رہے ہیں۔ ان کا باطل ہونا ثابت ہو جائے گا۔ خواہ وہ خیالات مذاہب باطلہ کی پیداوار ہوں اور خواہ مختلف فلسفوں کی پیداوار ہوں سب کا باطل ہونا ثابت ہو جائے گا قرآن کریم کے حقائق کے سامنے وہ ہرگز نہیں ٹھہر سکیں گے اور یہ سب محمد صلعم کی برکت کا نتیجہ ہے آنحضور صلعم کی طفیل ہی مجھے یہ علم دیا گیا ہے۔ اور آنحضور صلعم کی طفیل ہی مجھے یہ توفیق عطا ہوئی ہے کہ میں تمام باطل خیالات کا قلع قمع کر سکوں بابرکت ہے وہ ہستی جس نے مجھے سکھلایا یعنی حضرت نبی کریم صلعم جن کی شان میں قرآن کریم میں وارد ہوا ہے یعلّمھم الکتاب والحکمۃ وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم اور بابرکت ہے وہ شخص یعنی یہ عاجز جس نے سیکھا کہہ دے کہ اگر میں نے افترا کیا ہے تو اس جرم کی سزا مجھے بھگتنی پڑے گی وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھلائے بالعموم تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ اس آیت میں بیان کردہ غلبۂ اسلام مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہی ظہور میں آئے گا۔ چنانچہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ ہی یہ غلبہ نمایاں طور پر جلسہ مذاہب اعظم کے موقعہ پر جو لاہور میں ۱۸۹۶ء میں منعقد ہوا ظہور میں آ گیا جس کو دوست دشمن سب نے تسلیم کیا حدیث کے الفاظ تھلک الملل کلھا فی زمنہ الا الاسلام بھی اس دن پورے ہو گئے

دلائل کی رُو سے تمام باطل مذاہب اسلام کے مقابلہ میں ہلاک ہو گئے خدا کے ان کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا ضرور پورے ہو کر رہیں گے چنانچہ واقعات کی شہادت یہی ہے کہ پورے ہوئے مسلمان مظلوم تھے اِن کے مذہب اور ان کے رسول کو گندے سے گندے اعتراضات کے تیروں کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ اور وہ مذہب کی حقیقی رُوح سے ناواقفیت کی وجہ سے جواب دینے سے عاجز تھے۔ لیکن خدا نے جو ان کی مدد پر قادر تھا۔ اپنے ایک بندہ کو مبعوث کرکے اور اسے قرآنی علوم پر مطلع کرکے وقت پر ان کی اعانت کی اور اُس نے ایک طرف تو اعتراضات کے غبار کو دُور کرکے اسلام کا درخشندہ چہرہ دنیا کو دکھلا دیا اور دوسری طرف باطل عقائد پر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ ان کے قائلین کو میدان چھوڑ کر بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا اس سے ایک دوسرے الہام سیھزم الجمع و یولون الدبر کی صداقت بھی ظاہر ہو گئی۔

دوسرا الہام صلّ علی محمد و آل محمد الصلوٰۃ ھو المربی یعنی حضرت محمد صلعم پر درود بھیجتے رہو یہ درود ہی تمہاری تربیت کرے گا پس جیسے آپ نبی کریم صلعم کی تربیت کے محتاج ہیں اسی طرح دوسرے لوگ بھی محتاج ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ آپ اپنے مریدوں کو درود کی سخت تاکید کرتے رہے کیونکہ روحانی ترقی کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

تیسرا الہام محمد رسول اللّٰہ والذین اٰمنوا اشداء علی الکفار رحماء بینھم یعنی محمد صلعم کو ہی رسول اللّٰہ ثابت کرنا آپ کا کام ہے اور جو آنحضور صلعم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں وہ کفار کے مقابلہ میں شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے متعلق رحیم ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس شدت سے سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے کفار کا مقابلہ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جس رحم سے پیش آئے۔ وہ بھی نمایاں ہے۔ آپ ساری عمر اس پر زور دیتے رہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو کافر کہنا چھوڑ دو اور اپنی توجہ خدمت اسلام کی طرف پھیرے رکھو۔

چوتھا الہام و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ و ھو فی الاٰخرۃ

من الخاسرین۔ پیغام واضح ہے وضاحت کی ضرورت نہیں۔

پانچواں الہام رفع اللہ حجۃ الاسلام۔ یہ الہام بھی صاف بتلا رہا ہے کہ اسلام کی حجت کو بلند کرنا ہی آپ کا کام ہے۔

چھٹا الہام الخیر کلہ فی القرآن کتاب اللہ الرحمان یعنی تمام خیر خواہ وہ دنیا کے متعلق ہو خواہ آخرت کے متعلق ہو۔ وہ سب کی سب قرآن میں ہی ہے۔ جو اللہ رحمان کی کتاب ہے دیگر تمام فلسفے خیر سے خالی ہیں اس سے بڑھ کر اور اس سے قوی تر اور کیا پیغام ہو سکتا ہے۔

ساتواں الہام یا یحیٰی خذ الکتاب بقوۃ خذ ھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولی اے وہ شخص جس کو زندگی عطا کی گئی ہے۔ مضبوطی سے خدا کی اس کتاب کو پکڑے رکھو اس کی ہدایات کی پوری پابندی کرو مخالفین سے مت ڈرو ہم اس کے علوم اور اس کی ہدایات کی صداقت کو اسی طرح ثابت کر دیں گے۔ جس طرح حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں ثابت ہوئی تھیں۔

ایک کشف "طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اُس پر بہر حال ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آفتاب کا مغرب کی طرف سے چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان

لوگوں میں پھیلیں گی۔ اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ کشف کھلی کھلی دلیل ہے اس بات پر کہ صداقت اسلام کو ثابت کرنا ہی آپ کا کام ہے اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا ہی اور اسی میں انہیں داخل کرنا ہی آپ کا فریضہ ہے آپ نہ کوئی نیا دین لائے اور نہ کوئی نیا پیغام لائے وہی پیغام آپ نے دنیا کو پہنچایا جو اسلام نے دنیا کو دیا۔ اس کی آپ نے تجدید کی و بس۔ غور کرو کہ اس کشف کا ایک ایک لفظ کس صفائی سے پورا ہوا۔ کیا حضورؑ کی تحریروں سے سینکڑوں انگریز حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے۔

آٹھواں الہام

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و
پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"

کیا حضورؑ کی آمد کے بعد مسلمانوں کی ترقی کے سامان نہیں ہوئے کیا مسلمان آہستہ آہستہ آزاد حکومتوں کے مالک نہیں بنے (اگر حقیقی تعلق اخلاص کا آپ سے بیدار کریں تو روحانی ترقیات حاصل کرنے کے علاوہ دنیاوی بھی مزید ترقیاں حاصل کر لیں۔ از ناقل)

"پاک محمدؐ مصطفٰے نبیوں کا سردار"

(آپ کی آمد سے سب سے بلند منار مسلمانوں کو یہ حاصل ہوا۔ کہ ان کے نبی محمد مصطفٰے صلعم حقیقی معنی میں نبیوں کے سردار ثابت ہو گئے ان کے لئے یہ کوئی کم فخر کا مقام نہیں)

خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔

(دنیا ملنے کا یہی مطلب ہے۔ از ناقل)

رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔

اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے (یعنی خدا کے از ناقل) منہ کی باتیں ہیں۔"

اب دیکھ لو کہ اپنے نشانوں کی غرض قرآن کریم کو خدا کی کتاب اور محمد مصطفےٰ صلعم کو تمام نبیوں کا سردار ثابت کرنا ہی بتلائی ہے۔

نواں الہام انک تربی فی حجر النبی یعنی نبی کریم کی گود میں تو پرورش پا رہا ہے آیت واخفض جناحک للمومنین۔ کا ہی ترجمہ ہے۔

دسواں الہام حضورؑ کو دیئے ہوئے نشانات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

"تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ کھل جائے۔"

الہامات تو بہت ہیں لیکن سر دست مندرجہ بالا الہاموں کے ذکر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگر جناب برق صاحب نے حضورؑ کے الہامات کو جیسا کہ وہ دعوےٰ کرتے ہیں پڑھا ہوتا تو کیا وہ یہ لکھنے کی جرأت کر سکتے تھے۔ کہ حضورؑ کے الہامات میں کسی پیغام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جو الہامات میں دنیا کو دیا گیا ہو۔ اور اگر جناب برق صاحب نے فی الحقیقت حضورؑ کے الہامات کو پڑھا ہے تو کیا پھر حق کو چھپانے کی صریح کوشش ان کی طرف سے نظر نہیں آتی منصف مزاج لوگ خود ہی فیصلہ کر لیں۔

قرآنی فلسفہ سب فلسفوں پر غالب ہے جناب برق صاحب نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ عصر حاضر میں اقدار حیات بدل گئی ہیں۔ اس کائنات میں بقائے اصلح کا آئین نہایت باقاعدگی سے کارفرما ہے

یہاں وہی فلسفہ زندہ رہ سکتا ہے جو دوسرے فلسفوں سے زیادہ طاقتور اور ابن آدم کے لئے زیادہ مفید ہو۔

جناب برق صاحب محترم! حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم کی آیت واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (الرعد ع) سے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم نافع للناس ہیں دنیا میں ان دونوں سے بڑھ کر نفع دینے والی اور کوئی ہستی نہیں اس لئے ان کا تا قیامت رہنا آیت مندرجہ بالا کی رو سے نہایت ضروری ہے۔

پس یہ آیت نص ہے اس بات پر کہ ایک طرف قرآن کریم کی زندگی بخش تاثیرات ہمیشہ اپنا اثر دکھلاتی رہیں گی۔ اور دوسری طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت بھی ہمیشہ دلوں کو منور کرتا رہے گا۔ پس جناب برق صاحب اگر قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق آپ کا ایمان بھی ویسا ہی ہے۔ تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ قرآن کریم کا فلسفہ ہی سب فلسفوں سے زیادہ طاقتور اور ابن آدم کے لئے سب سے زیادہ مفید ہے اس لئے اس کا فلسفہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہ سکتا ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت ہی زندہ نبوّت ہے جو رہتی دنیا تک اپنا کام کرتی رہے گی اور یہی وجہ ہے کہ خدا کے مامور اور مجدد اعظم سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ قرآن کریم کے فلسفہ کو ہی تمام فلسفوں پر غالب ثابت کرتے رہے اور اسی کو سب فلسفوں سے زیادہ طاقتور اور بنی آدم کے لئے سب سے زیادہ مفید بتلاتے رہے اور اگر آپ نے حضورؑ کی کتب کا جیسا کہ آپ کو دعویٰ ہے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہوتا تو آپ کے زیر مطالعہ حضورؑ کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی" بھی ضرور آئی ہو گی یہ کتاب حضورؑ کا وہ مضمون ہے۔ جو لاہور میں جلسہ اعظم مذاہب کے موقعہ پر پڑھا گیا تھا اس جلسہ میں تمام مذاہب کے نمایندوں نے چند خاص سوالوں کے جواب میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ان نمائندوں میں الہامی مذاہب کے نمایندے بھی تھے اور غیر الہامی مذاہب کے نمایندے بھی تھے ہر ایک قسم کا فلسفہ پیش ہوا۔ لیکن اسلام کا جو فلسفہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے پیش کیا۔ وہ سب دیگر فلسفوں پر غالب آیا جس کا اعتراف مخالف و موافق

سب نے کیا اِس دن دین اسلام کا غلبہ سب مذاہب پر نمایاں ہو گیا۔ اور آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کے ماتحت ہی آپ کا کام تھا۔ دیگر علماء جنھوں نے اسلام کی نمایندگی اِس جلسہ میں کی اِن کے مضامین کو کسی نے بھی وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا وہ اسلام کی برتری ثابت کرنے میں بری طرح ناکام رہے۔

قرآن کریم کا دعوے قرآن کریم نے سورہ حم سجدہ ۵۶ میں اپنے متعلق بدین الفاظ دعویٰ کیا ہے۔ وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید اور پھر سورۃ الفرقان ۳۶ میں اپنی شان اِن الفاظ میں بیان فرمائی ہے ولا یاتونک بمثل الا جئنٰک بالحق و احسن تفسیراً یعنی یقیناً یہ ایسی کتاب ہے جو سب پر غالب آنے والی ہے۔ باطل نہ آگے سے نہ پیچھے سے یعنی کسی طرف سے بھی اِس کے قریب نہیں پھٹک سکتا اس لئے کہ یہ کتاب اس خدا کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ جو حکمتوں کا سرچشمہ ہے اور اس کی ہر بات نہایت پختہ اور ناقابل شکست بلکہ قابل تعریف ہوتی ہے کیونکہ وہ اس ہستی کے منہ سے نکلی ہے جو تمام تعریفوں کی جامع ہے دیگر انسان جو اعلیٰ سے اعلیٰ فلسفہ پیش کریں گے۔ ان میں غلط بھی ہوں گے صحیح بھی ہوں گے لیکن ان کے مقابلہ میں ہم جو اس کتاب میں فلسفہ پیش کریں گے ایک تو وہ سب کا سب حق ہی ہوگا اور دوسرے صحیح فلسفوں کے مقابلہ میں بھی بہترین تفسیر کا حامل ہوگا۔

حضرت مرزا صاحبؑ کا کردار جن لوگوں نے سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ کبھی بھی زمانہ حال کے فلسفوں سے مرعوب نہیں ہوئے ان کی کتب اس نظریہ سے بھری ہوئی ہیں کہ اسلام موجودہ فلسفہ کے سامنے کبھی مغلوب نہیں ہوگا بلکہ ان تمام باطل فلسفوں کو مغلوب کر کے دکھلائے گا۔ اور ہر میدان میں ان کے قائلین کو پچھاڑے گا۔ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے مقابل مسلمانوں میں جس قدر مفکر ہم کو ملتے ہیں۔ وہ سب کے سب بغیر استثناء علوم جدیدہ سے مرعوب نظر آتے ہیں۔

اور اُن کی ساری کوشش اس بات میں صرف ہوتی ہے کہ کسی طرح یورپ کے خیالات کے ماتحت اسلام کو کردیں اور آیات قرآنیہ کو توڑ مروڑ کر فلسفہ یورپ کے ساتھ ہم آہنگ کر کے دکھلا دیں۔ سیدنا حضرت مرزا صاحب ہی اس زمانہ میں ایسے شخص پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے علی الاعلان زمانۂ حال کے فلاسفہ کو للکارا ہے اور ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی بجائے انہیں اسلام کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا ہے۔

برق صاحب کا نظریہ حضرت مرزا صاحبؑ کی ہی نقل ہے

اب جناب برق صاحب بتلائیں

کہ انھوں نے اپنا یہ نظریہ پیش کر کے کہ بقائے اصلح کا آئین اس کائنات میں نہایت باقاعدگی سے کار فرما ہے۔ کونسی کوئی نئی اور انوکھی بات پیش کی ہے۔ آپ سے کئی سال قبل حضرت اقدس سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ قرآن کریم کی آیت سے استدلال کر کے اس نظریہ کو پیش کر چکے ہیں صرف پیش ہی نہیں فرما چکے بلکہ قرآن اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اس اصول کے ماتحت اصلح ثابت کر کے ان کی بقار کو بھی لازمی ثابت کر چکے ہیں۔ پس اس امر میں بھی اولیت کا تاج سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے سر ہی ہے۔ اور جیسا کہ حضورؑ کا یہ معمول تھا کہ ہر دعوے اور اس دعوے کی دلیل بھی قرآن کریم سے ہی پیش فرمایا کرتے تھے۔ اس دعوے کو بھی اور اس کی دلیل کو بھی قرآن کریم سے ہی پیش کیا۔ جناب برق صاحب کی طرح خود ساختہ دعوے پر ہی اور وہ بھی بے دلیل اکتفا نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر جناب برق صاحب اور ان کے ہمنوا میرے بیان کو مد نظر رکھ کر اور جذبات تعصب سے دل کو پاک کر کے حضرت اقدسؑ کی کتب کا مطالعہ کریں گے تو ان کو ان میں دنیا کے لئے پیغام بھی مل جائے گا اور مضبوط ترین فلسفہ بھی نظر آجائے گا۔ مشکل یہ ہے کہ ان دوستوں نے اپنے زعم میں از روئے عناد سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کو مدعی نبوت قرار دے لیا ہے۔ اس لئے یہ لوگ حضورؑ سے نئے پیغام اور نئے فلسفہ کی توقع رکھتے ہیں حالانکہ ان کا اصل مقام امت میں محض مجدد کا مقام ہے جس کا کام

صرف دین میں داخل شدہ غلطیوں کو نکال کر جنہوں نے اس کے چہرہ کو بدنما کر دیا ہوتا ہے اس کے صاف اور اصلی درخشاں چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے۔ اور اس کی خوبیوں کو جو مرور زمانہ کی وجہ سے پوشیدہ ہو گئی تھیں ان کو نمایاں کرنا ہوتا ہے۔ اسی کا نام تجدید ہے۔ پس نیا پیغام لانا اور نیا فلسفہ پیش کرنا تو کجا وہ تو ایک شعشہ بھی قرآن کریم اور سنت نبویہ کا تبدیل نہیں کر سکتے تھے یہ درست ہے کہ مجددین میں آپ بحیثیت مسیح اور مہدی ہونے کے سرفہرست ہیں اسی لئے آپ مجدد اعظم کہلانے کے مستحق ہیں۔

خوشگوار زندگی بنانے والے اُصول

حضورؑ کے اس مقام کو جو آپ کا اصلی مقام ہے اگر آپ لوگ مدنظر رکھیں گے تو آپ کی سب غلط فہمیاں دُور ہو جائیں گی۔ اس میں شک نہیں کہ انسانی زندگی کو خوشگوار بنانے اور کامیاب بنانے کے لئے جو زرّین اُصول قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور جو حضرت نبی کریم صلعم کی مطہر زندگی میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ وہی انسانی زندگی کو خوشحال بنانے کے ضامن ہیں۔ ان کے اپنائے بغیر اور ان کے قالب میں زندگیوں کو ڈھالے بغیر انسان کبھی بھی جنتی زندگی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف کی سورۃ طٰہٰ ۶۷ میں فرماتا ہے۔ ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا ونحشره یوم القیامة اعمیٰ یعنی جو میرے ذکر سے یعنی قرآن کریم میں بتلائی ہوئی ہدایات سے منہ پھیرے گا یقیناً ان کی زندگی تلخ ہو گی۔ یہ تو دنیوی زندگی کی حالت کا نقشہ ہے اُخروی زندگی کی حالت یہ ہو گی کہ وہ نابینا اُٹھایا جائے گا چنانچہ وہ خدا سے سوال کرے گا قال رب لم حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیرا قال کذٰلک اتتک آیاتنا فنسیتها وکذٰلک الیوم تنسیٰ وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اُٹھایا ہے میں تو دنیا میں بصیر تھا یعنی زندگی گزارنے کے لئے جو طریق میں نے اختیار کیا تھا اسے میں درست ہی سمجھتا تھا اللہ تعالےٰ فرمائے گا بات اسی طرح ہی ہے لیکن جو کچھ تو سمجھتا تھا وہ چونکہ فی الحقیقت درست نہیں تھا درست

وہی تھا۔ جس کی طرف ہماری آیات رہنمائی کرتی تھیں۔ اصل میں تو اندھے پن میں ہی زندگی بسر کرتا رہا لیکن ہماری آیات تیرے پاس آئیں جو بینائی بخشنے والی تھیں لیکن تو نے ان سے بینائی حاصل کرنے کی بجائے انہیں چھوڑ دیا اس لئے تجھے بھی آج چھوڑا جاتا ہے۔

اس سے پتہ لگا کہ خدا کی آیات کو چھوڑنے کا نتیجہ نہ دنیوی زندگی میں اچھا نکلتا ہے اور نہ اُخروی زندگی میں اُخروی زندگی کا حال تو مرنے کے بعد ہی معلوم ہوگا لیکن دنیوی زندگی کے متعلق قرآنی آیت کی صداقت اظہر من الشمس ہے۔ یورپ کے خزانے مال و دولت سے لبریز ہیں ہر قسم کا سامان آسائش اہل یورپ کے لئے میسر ہے باوجود اس کے زندگی ان کی تلخ ہے قلوب میں اطمینان مفقود، سکون عنقا، جنگ کے بادل ہر وقت سروں پر منڈلاتے رہتے ہیں جنھوں نے ان کا چین چھینا ہوا ہے۔ اخلاقی گراوٹ نے انہیں پریشان کیا ہوا ہے۔ آپس کی رقابتیں انہیں آرام کی نیند سونے نہیں دیتیں۔ یورپ کی یہ ابتر حالت ہمارے سامنے ہے جو من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا کا صحیح نقشہ دن رات ہماری نظروں کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ اسلامی تاریخ کا اگر ہم گہری نظر سے مطالعہ کریں تو وہاں بھی ہمیں یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ جب تک مسلمانوں نے اصول اسلام اور ہدایات ربانی کو اپنائے رکھا تو ان کی زندگی خوشگوار زندگی تھی۔ خوشیاں ان کے قدم چوم رہی تھیں لیکن جونہی انہوں نے قرآنی ہدایات کو خیرباد کہا ادبار کے بادل اُن پر چھانے لگ پڑے حکومتیں ہاتھ سے نکل گئیں۔ حاکم سے محکوم ہو گئے غنی افلاس میں تبدیل ہو گئی۔ سیری نے فاقہ کشی کی شکل اختیار کر لی۔ خلاصہ کلام یہ کہ ہر طرف سے مصائب کا شکار بن گئے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت میں یقین کی صورت کس طرح پیدا ہو

اب سوال یہ ہے کہ اس بات پر یقین کس طرح آئے کہ جو کچھ قرآن میں لکھا ہے وہ خدا کا ہی کلام ہے اور وہی انسان کے دین و دنیا کو سنوارنے کا موجب ہو سکتا ہو۔ اس وقت دنیا میں ایک بھی اسلامی ملک ایسا

نہیں جس کا معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلا سکے۔ خود اسلامی ممالک اندھا دھند یورپ کی تقلید کر رہے ہیں۔ اور اسی کے نقش قدم پر چلنے میں ہی اپنی فلاح و بہبود یقین کرتے ہیں اگر کسی ایک بھی اسلامی ملک کے معاشرہ کی بنیاد اسلامی اصولوں پر ہوتی۔ اور اس کے خوشگوار اثرات دنیا کو نظر آرہے ہوتے ہیں تو ساری دنیا اس کی پیروی کرنے پر آمادہ ہو جاتی لیکن جب خود مسلمانوں کو ان اصولوں کے نافع ہونے پر ایمان نہیں تو دوسروں کے دلوں پر کس طرح یہ ایمان پیدا ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کے بیان کردہ اصول انسانی زندگی کو جنتی بنانے کے ضامن ہو سکتے ہیں۔

اصل طریق آسمانی وسائل ہی ہیں

پس اصل طریق لوگوں کو قرآن کریم میں بیان کردہ اصولوں کی طرف لانے کا یہ نہیں کہ محض زبان سے اس بات کو بار بار دوہرایا جائے کہ قرآن کریم کے اصولوں پر عمل کرنے سے انسانی معاشرہ صحیح خطوط پر قائم ہو سکتا ہے۔ بلکہ اصل طریق یہ ہے۔ کہ دلوں میں اس بات پر بصیرت سے بھرا ہوا ایمان پیدا کر دیا جائے کہ قرآن کریم کسی انسان کا نہیں بلکہ خدا کا ہی کلام ہے۔ اور اسی میں انسان کی دینی و دنیوی زندگی کو خوشحال بنانے کے پورے سامان موجود ہیں۔ اور اسی وجہ سے اُسے آخری اور کامل کتاب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اسی ایمان کا فقدان ہی باعث ہے ان بدیوں اور بداخلاقیوں کے پیدا کرنے کا جو سارے عالم میں بالعموم پھیلی ہوئی ہیں۔ نہ حکومتوں کے قوانین ان کو روکنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔ اور نہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ظاہری علماء کے مواعظ ان کو دور کرنے میں مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ اور نہ ہی ہو سکتے ہیں۔ بدیوں کا سیلاب اگر اس قدر تند ہو جیسا کہ آج کل ہے تو اس کی روانی کو روکنے کے لئے نہ پہلے کبھی زمینی وسائل کامیاب ہوئے ہیں اور نہ اب کامیاب ہو سکتے ہیں اس کو روکنے کے لئے ہمیشہ آسمانی وسائل سے ہی کام لیا جاتا رہا ہے اور اب بھی انہی سے کام لیا گیا ہے۔

دائمی سنت اللہ

یعنی سنت اللہ ہمیشہ سے یہی چلی آرہی ہے۔ کہ جب دنیا میں بدی نیکی پر غالب آجاتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور کھڑا کیا جاتا ہے۔

جو خدا اسے وحی پاکر اس مرض کا علاج کرتا ہے۔ اس کے کلام میں شفا ہوتی ہے۔ اسی کے انفاسِ قدسیہ میں یہ تاثیر ہوتی ہے کہ جو شخص بھی مخلصانہ اور دلی تعلق اس سے پیدا کرتا ہے۔ اس کا دل ایمان باللہ سے بھر جاتا ہے اور بدیوں سے طبعی طور پر اس کے دل میں نفرت اور نیکیوں سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کا دل خدا کی نافرمانی سے بیزاری اور اس کی اطاعت میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے پس جب سے دنیا کی بناء پڑی ہے دنیا میں بدیوں کو دور کرنے کے لئے اور نیکیوں کو قائم کرنے کے لئے یہی طریق مفید ثابت ہوا ہے اور یہی طریق خدا کے ماموروں نے ہمیشہ اختیار کیا ہے تمام انبیاء علیہم السلام کے نمونے ہمارے سامنے ہیں یہ پاک ہستیاں سب سے پہلے ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور جزا وسزا پر ایمان پیدا کرتی ہیں۔ اور دلوں میں اسے پختہ طور پر قائم کرتی ہیں۔ اس میں جب کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تب وہ خدا کا حکم پا کر جس کام سے بھی قوم کو منع کرتے ہیں۔ قوم کا ہر فرد دل کی خوشی سے اس کو چھوڑنے کے لئے اور جس کام کو کرنے کے لئے وہ کہتے ہیں اسے کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ کی ایک مثال

حضرت موسیٰ قوم کو مخاطب کر کے ایک خاص گائے کے متعلق فرماتے ہیں کہ خدا کا حکم ہے کہ اس کو ذبح کر ڈالو قوم اس گائے کو ذبح کرنا نہیں چاہتی اس لئے پہلے تو وہ یہی کہتے ہیں کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ اس معاملہ میں سنجیدہ ہیں تو انہوں نے اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ فی الحقیقت یہ حکم خدا کی طرف سے ہی ہے۔ نہایت ہی باریک قسم کے مختلف سوالات کئے جن کے متعلق ان کو یقین تھا کہ حضرت موسیٰ اتنی باریک تفاصیل سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اپنی طرف سے صحیح جواب نہیں دے سکتے۔ صحیح جواب ان سوالوں کا وہ اسی وقت دے سکیں گے جب خدا تعالیٰ بذریعہ وحی انہیں اس پر مطلع کرے گا۔ چنانچہ جب ان کو ہر سوال کا صحیح جواب مل گیا تو اُن کی زبان پر فوراً یہ الفاظ نکلے۔ قالوا الئن جئت بالحق فذبحوھا وما کادوا یفعلون۔ انہوں نے کہا اب تو حق لے آیا ہے۔ پس انہوں نے گائے کو ذبح کر دیا اور

اس کے بغیر وہ ذبح کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اب دیکھ لو کہ جب حضرت موسیٰؑ کی قوم کے دل میں یقین پیدا ہو گیا کہ جو کچھ حضرت موسیٰؑ انہیں حکم دے رہے ہیں وہ خدا کا ہی حکم ہے۔ تو کس طرح وہ اس کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے۔ جس کی تعمیل وہ اس کے بغیر کرنے کے لئے تیار نہ تھے ان کا یہ قول وانا ان شاء اللہ لمھتدون صاف تبلا رہا ہے کہ گائے کو ذبح کرنے کا حکم ہدایت پانے کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔

صحابہ رضؓ کرام میں انقلاب کی وجہ

اسی طرح اگر ہم اس انقلاب پر نظر ڈالیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صحابہ رضؓ کے قلوب میں پیدا ہوا۔ تو صاف دکھلائی دیتا ہے کہ یہ پاک ہستیاں جو خدا تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے فوراً سر جھکا دیتی تھیں۔ اور ہر ارشاد کی تعمیل میں ہر وقت مستعد نظر آتی تھیں تو اس کی وجہ بھی صرف یہی تھی کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر کامل ایمان پیدا ہو گیا تھا۔ اور ساتھ ہی اس بات پر بھی کامل یقین سے ان کے دل لبریز ہو گئے تھے کہ جو وحی حضرت نبی کریم صلعم پر نازل ہوتی ہے۔ وہ خدا کی طرف سے ہی ہے ایک شراب کا ہی واقعہ لے لو۔ کس طرح شراب کی حرمت کا اعلان ہوتے ہی مٹکے کے مٹکے شراب کے انڈھیل دیئے گئے۔ یہاں تک کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہتی ہوئی دکھلائی دینے لگی۔ اور پھر اس قوم نے شراب کی طرف رُخ بھی نہ کیا حالانکہ شراب اُن کی گھٹی میں رچی ہوئی تھی اور دن رات شراب میں مخمور رہنا ان کا معمولی شغل تھا۔ ایسا ہی حال تمام بدیوں کا ہوا جس بدی کے چھوڑنے کا حکم نازل ہوا۔ فوراً اس سے دست بردار ہو گئے۔ اس کے مقابلہ میں امریکہ کی حالت پر بھی نظر ڈالو حکومت امریکہ شراب کی ممانعت کا حکم جاری کرتی ہے۔ اس قوم کے لئے جس کو ٹریننگ ہی حکومت کے احکام کی تعمیل کی ملی ہوئی ہے۔ حکومت ان کے اپنے نمائندوں پر مشتمل ہے۔ وہ اس قانون کو پاس کرتے ہیں قانون کا احترام اس قوم کا طغرۂ امتیاز ہے۔

لیکن شراب کی عادت ان کی طبیعت میں اس قدر راسخ ہو چکی تھی۔ کہ حکومت اپنے اس قانون کو جاری نہ رکھ سکی آخر اُسے اپنے حکم کو واپس لینا پڑا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عربوں کی طبیعت میں

جس قدر شراب کی عادت راسخ تھی اس قدر امریکہ کے باشندوں کی طبائع میں راسخ نہ تھی اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ قانون بدیوں کو چھڑانے میں اس قدر مؤثر نہیں ہو سکتا جس قدر خدا پر ایمان مؤثر ہو سکتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی بعثت کی غرض اور اس کا پورا ہونا

پس اسی سنت انبیاء پر عمل کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحبؑ خدا کی طرف سے مامور من اللہ مبعوث ہوئے ان کا کام بھی یہی تھا۔ کہ اس بات پر بصیرت افروز ایمان دلوں میں پیدا کر دیں کہ قرآن کریم خدا کا مکمل اور آخری ہدایت نامہ ہے جس کے بعد کوئی نئی ہدایت نازل نہیں ہو سکتی یہ ایمان دنیا سے اٹھ کر ثریا پر جا چکا تھا جس کو وہاں سے لاکر زمین پر قائم کرنا احادیث میں مسیح کا کام بتلایا گیا ہے جو انہوں نے آکر کر دیا اس قسم کا ایمان بغیر حضرت مرزا صاحبؑ کے ساتھ حقیقی مخلصانہ تعلق پیدا کئے ہو ہی نہیں سکتا اور جب تک ایسا ایمان پیدا نہ ہو مسلمان حقیقی ترقی کر ہی نہیں سکتے نہ دین ہی ان کا درست ہو سکتا ہے۔ اور نہ دنیا ہی صلاحیت کا منہ دیکھ سکتی ہے۔ کیوں کہ اس ایمان کے بغیر مسلمانوں کو قرآنی اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں مل سکتی یہ بصیرت افروز ایمان ایک طرف ان پیشگوئیوں کے ذریعہ حضورؑ کے ماننے والوں کے دلوں میں پیدا ہوا جو خدا کی طرف سے حضورؑ کو ملیں اور پوری ہوئیں۔ اور دوسری طرف ان انفاس طیبہ کے ذریعہ پیدا ہوا جن کے ساتھ مسلح کر کے خدا نے آپ کو بھیجا تھا۔ جناب برق صاحب کو نظر آئے یا نہ آئے۔ لیکن دنیا دیکھ رہی ہے۔ کہ حضورؑ کے ذریعہ جو جماعت تیار ہوئی وہ کس قدر ایمان کی دولت سے مالامال ہے۔ اور اسلام کی اشاعت میں کس قدر قربانیاں دے رہی ہے کیا دنیا کے تمام مسلمانوں میں اس کی نظیر پائی جاتی ہے۔ عملی حالت میں بھی مجموعی حیثیت سے جو نمونے اس جماعت نے دکھلائے ہیں۔ ان کی مثال تلاش کرنا عبث ہے۔

اصلاح کا مرکزی نقطہ

سو جناب برق صاحب۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں

کہ اصلاحی کام سرانجام دینے کے لئے یہ مرکزی نقطہ ہے جس پر قوم کو مجتمع کئے بغیر کوئی حقیقی اصلاح کا کام سرانجام پا ہی نہیں سکتا خدا کے مامور ہمیشہ اس مرکزی نقطہ کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اور اسی پر قوم کو اکٹھا کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہر اصلاحی کام آسان ہو جاتا ہے۔ وہ جزئیات میں نہیں پڑتے وہ اصل کو پکڑتے ہیں۔ اور اس کے ماتحت جزئیات کو لاتے ہیں۔ پس دنیا میں اقدار حیات میں جتنی تبدیلیاں بھی آئیں وہ خدا کے مامور کو پریشان و پراگندہ نہیں کر سکتیں کیونکہ ان سب کا شافی علاج قرآن کریم میں موجود ہے۔ پس جب اس پاک کتاب کے متعلق یہ ایمان پیدا کر دیا جائے کہ اس پر عمل ہر مرض سے شفا دے سکتا ہے۔ تو ان سب الجھنوں کا معقول جواب مل جاتا ہے جن کا آپ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ ان سب الجھنوں کا باعث ایک ہی ہے اور وہ ہے دنیا کی شدید محبت اور اس کو دین پر مقدم کرنے کا رجحان حضرت مرزا صاحبؑ نے آکر اپنے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں کے دلوں میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی روح پیدا کر دی یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کے ماننے والوں کے عمل میں ہمیں دین کی خاطر دنیا کی عزیز سے عزیز شئے قربان کرنے کی روح نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ قرآن کریم کی آیت۔ لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون کی عملی تصویر بنے ہوئے ہیں اور دنیا حیرت سے ان کے کاموں کو دیکھ رہی ہے۔

دنیا کی حیرانگی اور مسلمانوں کو نصیحت

یورپ کے لوگ حیران ہیں کہ یہ چھوٹی سی جماعت کس طرح اتنے عظیم الشان کام کے اخراجات کو برداشت کر رہی ہے۔ جن کو برداشت کرنے سے اسلامی حکومتیں بھی عاجز ہیں پس اگر مسلمان دل سے چاہتے ہیں کہ تبدیل شدہ اقدار حیات کا کامیابی سے مقابلہ کر سکیں تو قرآن کریم اپنے دلوں میں وہ ایمان پیدا کریں جو حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں پیدا کیا اور وہ ایمان حضورؑ سے وابستہ ہوئے بغیر پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ کاش مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ دیکھیں کہ کیا وقت کسی مامور کی بعثت کا تقاضا کر رہا ہے

یا نہیں اگر کر رہا ہے اور یقیناً کر رہا ہے۔ تو اس کو مانے بغیر مسلمانوں کی امراض کا مداوا ہو ہی نہیں سکتا اس مامور کو چھوڑ کر دیکھ ہی لیا ہے کہ باوجود ہزار کوشش کے بدیوں سے کنارہ کشی نہیں کرائی جا سکی۔ اصلاح کی تمام مساعی ناکام ہوئی ہیں۔ اس لئے اب علماء کو چاہیئے کہ قوم کو امام وقت کے دامن کے ساتھ وابستہ کرا کر بھی دیکھ لیں کہ کامیابی ہوتی ہے یا نہیں۔

نقل اور اصل میں فرق

بیشک بعض لوگوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی نقل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن نقل نقل ہی ہے۔ بھلا اصل کا مقابلہ اس سے کس طرح ہو سکتا ہے۔ ان کے دماغوں میں دنیا کی محبت کا بھوت سمایا ہوا ہے۔ اس بصیرت سے وہ خود محروم ہیں۔ جو مامور من اللہ اپنے ساتھ لے کر آتا ہے۔ وہ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی متبع ہونے کی حیثیت سے آیت قل ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی کا مصداق ہوتا ہے اس لئے یہ لوگ لاکھ زور لگائیں اپنے ہمنواؤں میں یہ بصیرت پیدا کر سکتے ہی نہیں کیونکہ جو متاع خود اُن کے پاس نہیں وہ اسے دوسروں کی طرف کس طرح منتقل کر سکتے ہیں۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

ایک غلط الزام

جناب برق صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹۲ پر لکھا ہے کہ

"حضرت مرزا صاحب کا تمام زور قلم ایک ایسے اسلام کی ترویج میں صرف ہوا ہے جس پر تصوف و خانقاہیت کا رنگ غالب تھا"

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کی طرف ایسی بات وہی شخص منسوب کر سکتا ہے جس نے حقائق سے آنکھ بند کر لی ہو ورنہ جناب برق صاحب بتلائیں کہ کیا حضرت مرزا صاحبؑ کو امام ماننے والے لوگ خانقاہوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یا اس تصوف کے گرویدہ ہیں جس کے گرویدہ نکمے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں (غالباً تصوف سے جناب برق صاحب نے یہی مراد لی ہے) یا وہ اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے دن رات متواتر جہاد میں مصروف ہیں۔ اس تحریک کے بانی کے لٹریچر کو جھوٹے تصوف اور خانقاہیت کی روح پیدا کرنے والا قرار دینا جس کی غرض ہی مجاہد جماعت

پیدا کرنا ہے۔ اور سوئے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کر کے اسلام کی اشاعت کے کام میں لگاتا ہے کیا حد درجہ کی جسارت نہیں اور واقعات سے آنکھیں بند کر لینے کے مترادف نہیں ؟ دنیا میں واقعات کی شہادت سے بڑھ کر اور کوئی بھی شہادت نہیں ہو سکتی لیکن حیرت ہے کہ جناب برق صاحب ایسی پختہ اور ناقابل تردید شہادت کو بھی جھٹلانے پر آمادہ ہو گئے ہیں کیا واقعات جناب برق صاحب کے اس الزام کو برملا نہیں جھٹلاتے کیا برق صاحب خیال کرتے ہیں کہ لوگ اس قدر بے وقوف ہیں کہ ان کی خلاف واقعہ باتوں پر بھی اندھا دھند ایمان لے آئیں گے۔

جناب برق صاحب کا بے بنیاد الزام

جناب برق صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۹۰ صفحہ ۳۹۱ پر لکھتے ہیں :۔

"آپ کی (یعنی حضرت مرزا صاحب کی از ناقل) بہتر تصانیف ہیں

۱۔ وفات مسیح پر بحث ہے۔

۲۔ اپنی نبوت پر دلائل ہیں۔

۳۔ الہامات کا ذکر ہے۔

۴۔ آتھم اور محمدی بیگم کا جھگڑا ہے۔

۵۔ نشانات کا تذکرہ ہے۔

اور انہی مضامین کا بار بار اعادہ ہے"

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یا تو جناب برق صاحب کا یہ دعوئے کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی تمام کتب کو پڑھا ہے غلط ہے یا وہ عمداً کتمان حق کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں ہی معیوب ہیں۔ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی کتب جن اعلیٰ علمی مضامین سے لبریز ہیں ان کا ذکر نہ معلوم کس مصلحت سے جناب برق صاحب نے ترک کر دیا ہے۔ میں انشاء اللہ ایک مستقل مضمون میں ان علوم کا ذکر کروں گا۔

سر دست میں برق صاحب کے پیش کردہ موضوعوں میں سے صرف دوسرے موضوع پر کچھ کہنا

چاہتا ہوں۔ جناب برق صاحب کا یہ بالکل بے بنیاد الزام ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنی کتب میں اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے دلائل دیتے رہے ہیں۔ جبکہ آپ کا دعوے نبوت کا تھا ہی نہیں تو اس کی تائید میں دلائل دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ان حوالوں سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ جو میں آگے چل کر پیش کروں گا۔ آپ کی ساری کتابیں حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کے ثبوت میں دلائل سے بھری ہوئی ہیں۔

حضرت مرزا صاحبؒ کی خصوصیت

چنانچہ منجملہ دیگر زبردست دلائل کے اپنے وجود کو بھی حضورؑ نے آنحضرت صلعم کی نبوّت کو زندہ نبوت اور آنحضور صلعم کو خاتم النبییّن ثابت کرنے کے لئے بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ اور صحیح بات یہی ہے۔ کہ اس زمانہ میں آپ کا وجود ہی سب سے زبردست دلیل ہے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے پر کیونکہ صرف آپ کا وجود ہی اس زمانہ میں حضرت نبی کریم صلعم کے دائمی فیض کو ثابت کرتا ہے ساری اسلامی دنیا میں آپ ہی ایک شخص ہیں جس نے ساری دنیا کو للکارا ہے کہ اگر کوئی شخص خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو ہو یہ سمجھتا ہے کہ اس نے قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی پیروی سے الگ ہو کر قرب الٰہی کو حاصل کر لیا ہے۔ تو وہ میرے ساتھ روحانی مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئے چنانچہ جو بھی مقابلہ میں آیا پچھاڑا گیا آپ ہی ایک ایسے شخص ہیں جس نے علی الاعلان یہ دعوے کیا کہ تمام دیگر انبیاء علیہم السلام کی فیض رسانی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے صرف نبی کریم صلعم کے فیض کا دریا جاری ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گا۔ ۱۴۰۰ برس سے اس کی مثالیں مل رہی ہیں۔ اور اس زمانہ میں میں اپنے وجود کو اس کی مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں چنانچہ اس کی تائید میں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں:۔

اس بات کو بیان کرنے کے بعد کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو انسانی فطرت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اور خدا تک پہنچاتا ہے۔ اور خدا کی صفات کا کامل علم عطا کرتا

ہے باقی مذاہب اس سے عاری ہیں۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۲ پر حضورؑ فرماتے ہیں :۔

"سو میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے۔ جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ (نعمت سے مراد حضورؑ کی مکالمہ مخاطبہ اور خوارق و نشانات اور قبولیت دُعا کی نعمتیں ہیں۔ از ناقل) اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولا فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلعم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔"

پھر اس عظیم الشان انقلاب روحانی کا ذکر کرنے کے بعد جو صحابہ کرام کے وجودوں میں رونما ہوا۔ صفحہ ۱۱۵ و صفحہ ۱۱۶ پر فرماتے ہیں :۔

"یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی امت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ×:۔

حاشیہ × "یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبی کے فیضان کی شعاعیں ابھی تک ختم نہیں ہوئیں اگر خدا کا کلام قرآن شریف مانع نہ ہوتا تو فقط یہی نبی تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اب تک مع جسم عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے

باقی صفحہ ۳۸۹ پر

افسوس ہے کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہ ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے٭ اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں ہی اس کو دیں وہی ہے سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذرّیت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔" آپ کا الہام بھی ہے۔

کل برکۃ من محمد صلعم

٭ جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۸۵ ہم نے دیکھ لیا ہے۔ کہ خدا اُس سے اور اُس کے دین سے اور اُس کے محب سے محبت کرتا ہے اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اُس کا مقام برتر ہے لیکن یہ جسم عنصری جو فانی ہے یہ نہیں ہے بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے اپنے خدائے مقتدر کے پاس آسمان پر ہے

اصل مقصد حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت قائم کرنا ہے

الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء صث

کالم نمبر ۲ میں فرمایا :-

"ہم جو کچھ کر رہے ہیں آنحضرت صلعم کی عزت کے لئے کر رہے ہیں۔ ہم تو اسلام کے مزدور ہیں۔"

۱۰ ر مئی ص۲ کالم نمبر ۲ :-

"ہمارا اصل منشاء اور مدعا آنحضرت صلعم کا جلال ظاہر کرتا ہے۔ اور آپؐ کی عظمت کو قائم کرنا ہے۔ ہمارا ذکر تو ضمنی ہے اس لئے کہ آنحضرت صلعم میں جذب اور افاضہ کی قوت ہے اور اسی افاضہ میں ہمارا ذکر ہے۔"

۲۴ ر جون ص۳ کالم ۳ :-

"آخر خدا نے سب نبیوں اور خصوصاً ہمارے نبی صلعم کی عزت و عظمت قائم کرنے کے لئے یہ سلسلہ قائم کیا۔"

کیوں برق صاحب کیا حضرت مرزا صاحبؒ اپنی نبوت کے دلائل دے رہے ہیں یا حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کے۔

حضرت مرزا صاحبؒ کا اصل مقام

جناب برق صاحب اور اُن کے ہم نوا دوستوں کی مزید تسلّی کے لئے ان حوالوں کو بھی پیش کرتا ہوں جن کے پیش کرنے کا اُوپر وعدہ کر آیا ہوں لیکن اس سے پیشتر مختصر الفاظ میں سیدنا حضرت مرزا صاحبؒ کا اصل مقام پیش کر دینا بھی ضروری ہے۔ جو آپ کو امت میں حاصل ہے۔

یاد رہے کہ حضوؑر حضرت نبی کریم صلعم کے محض امتی ہیں حضوؑر کی مستقل حیثیت کوئی نہیں بلکہ آپ کی حیثیت آنحضرت صلعم کے غلام اور خادم ہونے کی ہے۔ ایک امتی اور غلام ہوتے

کی حیثیت سے آپ نے قرآن کریم اور سنت نبویہ کی کامل اتباع کے نتیجہ میں قرآنی وعدوں کے مطابق خداتعالےٰ کے اس بلند ترین مقام قرب کا حاصل کیا کہ خداتعالےٰ نے آپ کو اپنے شرف مکالمہ مخاطبہ سے نوازا اور آپ کو زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کل اسلامی دنیا کے لئے امام اور مجدّد مقرر فرمایا اور جیسا کہ چودھویں صدی کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ مسیح اور مہدی کے لقب سے ملقب کیا جائے۔ اس لئے آپ کو مسیح موعود اور مہدی معہود کا لقب بھی عطا کیا گیا۔ چنانچہ حضورؑ نے اُن تمام کاموں کو جن کا سرانجام دینا شریعت اسلامی میں مسیح موعود اور مہدی معہود کے سپرد کیا گیا تھا۔ بتمام تنخیر و خوبی سے سرانجام دے کر اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا صحیح مصداق ثابت کر دیا اسی طرح وہ تمام علامات بھی حضورؑ کے وجود میں پوری ہوگئیں جو شریعت اسلامی میں مسیح اور مہدی کے ظہور کے لئے مقرر کی گئی تھیں۔ ان میں ایک علامت یہ بھی تھی کہ اس کثرت سے اس کو پیشگوئیاں عطا کی جائیں گی کہ اس کی نظیر نہ اُس کے اپنے زمانہ میں اور نہ اس سے قبل کسی زمانہ میں امت میں کہیں نظر آئے گی۔ اور یہ محض اس لئے کہ خدا کے وجود اور محمد صلعم کے خاتم النبیینؐ اور زندہ رسول ہونے اور قرآن کریم کے زندہ کتاب ہونے کو ثابت کرنے کی جس شدت سے اس زمانہ میں ضرورت پیش آئی کسی اور زمانہ میں اتنی شدید ضرورت کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ کیوں کہ مادیت اور دہریت نے جس قدر غلبہ قلوب پر اس زمانہ میں حاصل کیا ہے کسی پہلے زمانہ میں اُسے یہ غلبہ کبھی حاصل نہیں ہؤا تھا پیشگوئیوں کی اسی کثرت کی وجہ سے حدیث صحیح مسلم میں آنے والے مسیح کو نبی کے لفظ سے پکارا گیا ہے جس کے لغوی معنی کثرت سے پیشگوئیاں کرنے والے کے ہیں۔ یعنی خدا سے غیب کی خبریں بکثرت پاکر لوگوں کو بتلانے والے کے لئے عربی زبان میں ایک ہی لفظ ہے اور وہ لفظ "نبی" ہے اور جس طرح شریعت نے بعض الفاظ کے لغوی معانی کے ساتھ بعض زوائد لگا کر انہیں شرعی اصطلاح میں استعمال کر لیا ہے۔ جیسے صلوٰۃ زکوٰۃ وغیرہ اسی طرح لفظ "نبی" کے معنی کے ساتھ کچھ قیود زائد لگا کر اُسے بھی شرعی اصطلاح میں استعمال کر لیا ہے اور جس طرح صلوٰۃ وغیرہ الفاظ کے استعمال کو بعض مواقع پر اُن کے محض لغوی معنی تک ہی محدود رکھا ہے۔ اسی طرح لفظ "نبی" کو بھی

بعض مواقع پہ اُس کے محض لغوی معنی تک ہی محدود رکھا ہے۔ یعنی اتنی کثرت سے پیشگوئیاں کرنے والا کہ اُس کی نظیر اُس کے ہمعصروں میں مفقود ہو ایسا شخص جس کو صرف کثرت سے پیشگوئیاں ہی عطا کی جائیں محض لغوی طور پر تو اس پہ لفظ "نبی" کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شرعی اصطلاح میں اُسے "نبی" کے لقب سے نہیں پکارا جا سکتا اور حقیقتاً نبی وہی ہوگا جو شرعی اصطلاح میں نبی ہو گا۔ محض لغوی معنی میں نبی کہلانے والا درحقیقت جماعت اولیاء کا فرد ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کا منکر کافر نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ نے بھی صریح الفاظ میں اپنے دعوے کے منکر کو کافر کہنے سے انکار کیا ہے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ اولیاء اللہ کے منکر پہ کافر کا لفظ اطلاق نہیں پا سکتا۔ کافر صرف اسی نبی کا منکر کہلا سکتا ہے۔ جو شرعی اصطلاح میں نبی کہلائے اور وہی شخص زمرہ انبیاء کا فرد کہلا سکتا ہے جو شرعی اصطلاح میں نبی ہو۔

جناب برق صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی قریباً تمام کتابیں مطالعہ کی ہیں۔ اگر ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو مجھے حیرت ہے کہ باوجود حضورؑ کی کتب کا مطالعہ کرنے کے انہوں نے حضورؑ کی طرف دعویٰ نبوت کس طرح منسوب کر دیا ہے۔ بہر حال ذیل میں ان کی توجہ حضرت مرزا صاحبؑ کی بعض تحریرات کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۳۳۹ پہ حضورؑ فرماتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کی پہلی تحریر

"ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے اور اس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پہ ایمان لاتا ہے۔ اس کی انبیاء کی طرح آزمائش کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کروائیں۔ اور بعض احکام کو منسوخ کریں۔ اور بعض نئے احکام لاویں لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعویٰ نہیں ہے وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں جو پہلے تھیں وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

جو پہلے تھا اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی اصل دین میں سے کوئی ایسی بات چھوٹی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو۔ مسیح موعودؑ کا دعوے اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا کہ جبکہ اس دعوے کے ساتھ نعوذ باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی اب جبکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں صرف مابہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے اور مسیح موعود کا دعویٰ اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے اور اس دعویٰ سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے۔ تو کیا اس دعوے کو تسلیم کرنے کے لئے کسی بڑے معجزہ یا کرامت کی حاجت ہے جس کا مانگنا رسالت کے دعوے میں عوام کا قدیم سے شیوہ ہے ایک مسلمان جسے تائید اسلام کے لئے خدا تعالےٰ نے بھیجا جس کے مقاصد یہ ہیں کہ تا دین اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے اور آج کل کے فلسفی وغیرہ کے الزاموں سے اسلام کا پاک ہونا ثابت کر دیوے اور مسلمانوں کو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع دلاوے کیا اس کا قبول کرنا ایک منصف مزاج اور خدا ترس آدمی پر کوئی مشکل امر ہے"

جناب برق صاحب اور ان کے ہمنوا غور فرمائیں کہ جو کام حضورؑ نے اپنے بتلائے ہیں کیا وہ نبی کے کام ہیں یا مجدد کے، کیا شرعی اصطلاح میں نبی کی حقیقت تحریر مندرجہ بالا سے واضح نہیں ہو جاتی اور کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہو جاتا کہ آپ شرعی اصطلاح میں نبوت کے ہرگز مدعی نہ تھے۔ اور ایسی نبوت کا دعوے شریعت میں ممنوع اور موجب کفر ہوتا ہے نہ کہ محض لغوی یعنی پیشگوئیاں کرنے والے کے معنی میں اس لفظ کا استعمال ناجائز اور موجب کفر ہے۔

حضورؑ کی دوسری تحریر | مندرجہ بالا تحریر کے علاوہ ایک اور تحریر بھی آپ کے غور کے لئے پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے:-

"جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا ہے۔ اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں۔ اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بناویں ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے۔ اور اسلام سے محبت سچی رکھنی چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیئے ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں۔ اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اس حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنی کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسولؐ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوٰے بالمقابل نہیں اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریم صلعم کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ ہمیں فیض معارف ملتا ہے سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہ ہی خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کا جوابدہ ہوگا۔

(احباب ربوہ بھی ان الفاظ پر غور کریں از ناقل) اگر ہم اسلام کے خادم نہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے۔"

(کیا احباب ربوہ اس وعید سے ڈریں گے)

پھر فرماتے ہیں :۔

"لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے۔ جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے اس قدر مراد ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے۔ کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے"۔

(حضورؑ کا ایک خط مندرجہ اخبار الحکم ۱۷/ اگست ۱۸۹۹ء)

(کیا احباب ربوہ حضورؑ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے لفظ نبی اور رسول کو اپنی بول چال اور عام محاورات میں ترک کرنے کے لئے تیار ہیں۔ از ناقل)

تیسری تحریر حضورؑ کی ایک اور تحریر بھی پیش کرتا ہوں۔ جو اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالنے کا موجب ہے فرماتے ہیں :۔

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں۔ کہ محدث ایک معنی میں نبی

ہوتا ہے۔ یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے۔ یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے اُن کے لغوی معنوں کی رُو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے ص۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سیدو مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور اُن کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں۔ تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جلشانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلّم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر صحیح بخاری باب مناقب عمرؓ تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔

خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی ۳/ فروری ۱۸۹۲ء

اب جناب برق صاحب اور ان کے ہمنوا دوست غور فرمالیں کہ کیا عبارت مندرجہ بالا سے واضح نہیں ہو جاتا کہ نبی اور رسول کا لفظ جو حضوؑر کے الہامات اور حضوؑر کی کتابوں میں حضوؑر کے حق میں استعمال ہوا ہے وہ محض محدثیت کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اور سب مسلمانوں کے ہاں یہ مسلّم امر ہے کہ محدثیت ولایت

کاہی دوسرا نام ہے اور محدث زمرۂ اولیاء کا ہی فرد ہوتا ہے حضرت عمرؓ جنہیں بطور مثال پیش کیا گیا ہے۔ کوئی مسلمان بھی انہیں زمرۂ انبیاء کا فرد نہیں سمجھتا بلکہ زمرۂ اولیاء کا فرد ہی یقین کرتے ہیں پس میں نے اوپر جو یہ بیان کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب زمرۂ انبیاء کے فرد نہیں بلکہ زمرۂ اولیاء کے فرد ہیں حضورؑ کی مندرجہ بالا تحریر سے بکمال تمام پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے ایسی کھلی کھلی تحریروں کے بعد حضورؑ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا کیا یہ تحکم نہیں اور مصنف کے منشاء کو بگاڑ کر پیش کرنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔

سنہ ۱۹۰۲ء سے لے کر سنہ ۱۹۰۸ء تک کی بعض تحریریں

چونکہ جناب برقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۹۳ پر لکھا ہے۔

"آپ سنہ ۱۹۰۲ء تک اپنی نبوت کا انکار کرتے رہے اور پھر ختم نبوت کا انکار اس لئے ممکن ہے کہ آپ کہہ دیں کہ پیش کردہ حوالے سنہ ۱۹۰۲ء سے قبل کے ہیں۔ اس لئے قابل حجت نہیں اس لئے ضروری ہے کہ آپ پر حجت تمام کرنے کے لئے ذیل میں چند حوالے ان کتابوں سے بھی درج کئے جاتے ہیں جو سنہ ۱۹۰۲ء سے لے کر سنہ ۱۹۰۸ء تک تصنیف کی گئیں اور جن میں صریح الفاظ میں ختم نبوت کا اقرار موجود ہے۔"

۱۔ کشتی نوح صفحہ ۱۵: "عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے۔ اور وہ خاتم الانبیاء اور سب سے بڑھ کر ہے۔"

جناب برقی صاحب دیکھیں کہ ختم نبوت کا انکار ہے یا اقرار۔

۲۔ ریویو بر مباحثہ مابین محمد حسین بٹالوی و عبداللہ چکڑالوی صفحہ ۶

"ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

مگر رسول اللہ ہیں۔ اور خاتم الانبیاء ہیں"۔
کیوں جناب برق صاحب کیا اس عبارت میں آپ کو ختم نبوت کا اقرار نظر آ رہا ہے یا انکار۔

۳۔ الہدیٰ صا:۔
"والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسل الذی اقتضی ختم نبوتہ ان تبعث مثل الانبیاء من امتہ۔ (اور صلوٰۃ اور سلام خاتم رسل پر جس پر نبوت کے ختم ہونے نے چاہا کہ آپ کی امت سے نبیوں کی مانند لوگ پیدا ہوں"۔

۴۔ پھر ص۳۲ پر فرماتے ہیں :۔
"سنو خدا کی لعنت ان پر جو دعویٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن شریف معجزہ ہے جس کی مثال کوئی انس و جن نہیں لا سکتا۔ . . . . بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی بھی نہیں اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد کوئی اور وحی بھی ہو اس لئے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات ہیں اور یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی (خاتم الانبیاء کے لفظ پر غور کیجئے از ناقل) ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی پیچھے ہوگی۔ اور جو شان قرآن کی وحی کی ہے وہ اولیاء کی وحی کی شان نہیں (اولیاء کے لفظ پر بھی غور کریں۔ اور دیکھیں کہ کس صفائی سے اپنے آپ کو زمرۂ اولیاء میں شامل کیا ہے۔ از ناقل) اگرچہ قرآن کے کلمات کی مانند کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے"۔

۵۔ دافع البلاء ص۱۲
"گو پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے زمانہ میں ہوئے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارونؑ لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہیں"۔
جناب برق صاحب دیکھ لیں کہ حضرت نبی کریم صلعم کو خاتم الانبیاء اور اپنے آپ کو خاتم الاولیاء قرار دیا ہے۔ کیا ان الفاظ میں حضرت نبی کریم صلعم کی ختم نبوت کا صریح اقرار اور اپنی ولایت کا صریح اعتراف موجود نہیں۔ از ناقل)۔

۶- مواہب الرحمان ص۶۶۔

"ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ سیدنا محمدؐ مصطفےٰ صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔"

۷- تذکرہ الشہادتین ص۱۱۔

"باہر سے ایک نبی کے آنے سے مہر نبوت ٹوٹتی ہے اور قرآن شریف صریح طور پہ
آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء ٹھہراتا ہے۔"

۸- ص۱۹ "حدیثوں میں کہاں اور کس جگہ لکھا ہے کہ وہی اسرائیلی نبی جس کا عیسیٰؑ نام تھا۔
جس پر انجیل نازل ہوئی تھی باوجود آنحضرت صلعم کے خاتم الانبیاء ہونے کے پھر
دنیا میں آجائے گا۔"

کیوں جناب برق صاحب ختم نبوت کے اقرار کے لئے اس سے زیادہ وضاحت کی آپ کو ضرورت ہے؟

۹- الوصیت ص۱۰

"تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں
رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں
بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اس کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی
سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس
لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے
ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔"

جناب برق صاحب الفاظ اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے پر ذرا غور کریں۔

۱۰- حقیقۃ الوحی ص۲۹۔

"کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اسلام کے لئے یہ مصیبت کا دن بھی باقی ہے۔ کہ آنحضرت
صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آئے گا۔ کہ جو مستقل نبوت کی وجہ سے آپ کی ختم نبوت کی
مہر کو توڑ دے گا اور آپ کی فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی چھین لے گا۔"

جناب برق صاحب غور فرمائیں سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ تو آنحضرت صلعم کی فضیلت خاتم الانبیاء ہونا بتلا رہے ہیں اور اسی فضیلت کو چھین لینے کا کسی کو اختیار نہیں دے رہے لیکن آپ یہ فرما رہے ہیں۔ کہ حضورؑ نے آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کا انکار کر دیا کیا کتاب حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے یا ۱۹۰۲ء سے قبل کی۔

۱۱۔ حقیقۃ الوحی ص۱۱۱ :-

"اور اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

۱۲۔ حقیقۃ الوحی ص۱۲۴ :-

"یہ تو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ وہ امر جس کا نام توحید ہے اور جو مدار نجات ہے اور جو شیطانی توحید سے ایک علیحدہ امر ہے وہ بجز اس کے کہ وقت کے نبی یعنی آنحضرت صلعم پر ایمان لایا جائے اور ان کی اطاعت کی جائے میسر نہیں آسکتا"

برق صاحب تبلائیں کہ وقت کا نبی تو حضرت مرزا صاحبؑ نبی کریم صلعم کو قرار دیں اور کلمہ طیبہ میں بھی آنحضور صلعم کا ہی نام داخل کریں اور آپ یہ کہتے چلے جائیں۔ کہ آپ اپنے آپ کو وقت کا نبی قرار دے رہے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کا انکار کر رہے ہیں اگر آپ کا قول درست تسلیم کر لیا جائے تو وقت کا نبی اپنے آپ کو لکھتے اور کلمہ میں محمد رسول اللہ کی بجائے غلام احمد رسول اللہ داخل کرتے۔

۱۳۔ حقیقۃ الوحی ص۳۹۰ :-

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے" کیا ۱۹۰۷ء میں بھی دعویٰ نبوت سے انکار موجود ہے یا نہیں۔ تعجب ہے ایسی صریح عبارتوں کے موجود ہوتے ہوئے برق صاحب نے یہ کس طرح لکھ دیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے ایک طرف ۱۹۰۲ء کے بعد اپنی نبوت کا دعویٰ

کردیا اور دوسری طرف ختم نبوت کا انکار کردیا۔

۱۴۔ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۵:

"اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوے کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے"۔

کیا یہاں بھی دعوئے نبوت سے انکار کیا ہے یا نہیں۔

۱۵۔ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴۱:

"صرف اس خدا نے ہی خبر دی جس نے ہمارے نبی صلعم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا تا تمام قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرے"۔

جناب برق صاحب الفاظ سب نبیوں کے آخر میں بھیجا پر غور کریں

۱۶۔ الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی ص۲۲:

"ان نبینا خاتم الانبیاء لا نبی بعدہٗ"

۱۷۔ ص۶۴ "والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم"

"وان رسولنا خاتم النبیین علیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفیٰ علی الطریقۃ المستقلۃ ومابقی بعدہ الاکثرۃ المکالمۃ وھو بشرط الاتباع لا بغیر متابعۃ خیر البریۃ وواللہ ماحصل لی ھذا المقام الا من انوار اتباع الاشعۃ المصطفویۃ وسمیت نبیا من اللہ علی طریق المجازلا علی وجہ الحقیقۃ"

برق صاحب غور فرمائیں کہ ختم نبوت کے اقرار کے لئے ان سے زیادہ واضح الفاظ کون سے ہو سکتے ہیں صاف لکھا ہے کہ سلسلہ مرسلین آنحضرت صلعم کی ذات مبارک پر ختم ہوگیا۔ اور آپ خاتم النبیین ہیں۔ کیا آپ کو اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت ہے۔ اس عبارت میں اپنے لئے جو لفظ نبی استعمال کرتے ہیں۔ اس کا مفہوم بھی واضح کر دیا کہ اس سے مراد صرف کثرۃ مکالمہ ہے۔ جو نبی کریم صلعم کی اتباع سے ملتا ہے۔ ایسا شخص مجازاً نبی کہلا سکتا ہے حقیقتاً نہیں اور یہی مطلب ہے اس لفظ نبی کا جو حدیث میں مسیح موعود کے لئے وارد ہوا ہے۔

۱۸۔ براھین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۹

"یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا آنحضرت صلعم خاتم نبوت ہیں ویسے ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے۔"

دیکھ لیجئے کہ کس وضاحت سے اپنے آپ کو ولی اور حضرت نبی کریم صلعم کو خاتم نبوت لکھا ہے۔

۱۹۔ چشمۂ معرفت ص۳۲۴

"جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر (یعنی نبی کریم صلعم پر ناقل) ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔"

"ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔"

برق صاحب الفاظ حقیقی اور واقعی طور پر غور کریں۔

جناب برق صاحب کا حیران کن رویہ: حوالے تو اس کثرت سے ہیں کہ اگر بالاستیعاب ان کو لکھا جائے تو ایک طویل کتاب بن جائے اس جگہ میں نے صرف ۲۰ حوالے درج کئے ہیں۔ جو ۱۹۰۲ء سے لے کر آخری کتاب چشمۂ معرفت تک پھیلے ہوئے ہیں۔ چشمۂ معرفت حضورؑ کی آخری مستقل کتاب ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضورؑ آخر عمر تک حضرت نبی کریم صلعم کی ختم نبوّت کے اقراری رہے ہیں۔ اور آنحضورؐ صلعم کی ختم نبوت پر ہی ایمان لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں میں حیران ہوں کہ جناب برق صاحب جن کا یہ دعویٰ ہے کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی تمام کتب کا مطالعہ کیا ہے اکثر لفظاً لفظاً اور چیدہ چیدہ ایک سرسری نظر سے انہوں نے کس طرح یہ لکھ دیا کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۰۲ء کے بعد نبی کریم صلعم کی ختم نبوت کا انکار کر دیا تھا اور اپنی نبوت کا اقرار شائع کر دیا تھا حالانکہ حضورؑ اپنے آپ کو آخر تک زمرۂ اولیاء کا ہی فرد لکھتے رہے ہیں، نبوت کا دعویٰ حضورؑ نے کبھی بھی نہیں کیا۔ البتہ احادیث میں آنے والے مسیح کے لئے جو لفظ نبی آیا ہے اس کی تشریح ہمیشہ فرماتے رہے اور یہ تشریح شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میں بکثرت مکالمہ مخاطبہ

سے مشرف کیا گیا ہوں اور اس مکالمہ الٰہی میں کثرت سے پیشگوئیاں ہیں اور یہ شرف بھی حضرت نبی کریم صلعم کی پیروی سے مجھے ملا ہے میں امتی ہوں اور امتی پر حقیقی اور واقعی طور پر نبی کے لفظ کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ حقیقتاً وہ ولی ہی ہوتا ہے۔ لیکن مشہور حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کی رو سے ایک جزو نبوت یعنی مبشرات ملنے کی وجہ سے اور وہ بھی حضرت نبی کریم صلعم کی اتباع کامل کے نتیجہ میں مجازاً جزوی طور پر اس کو نبی کے لفظ سے پکارا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مجاز مرسل میں مجازی معنی اور حقیقی معنی کے درمیان علاقہ کلیۃً کا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اس کی مثال یہ آیت ہے۔ ویجعلون اصابعھم فی اذانھم۔ اب اصبع کے حقیقی معنی تو پوری انگلی کے ہیں لیکن مراد اس سے انملہ یعنی ساری انگلی کا محض اگلا حصہ یعنی پوٹا ہے گویا کل بول کر مراد جزو لی گئی ہے۔

اسی طرح حدیث میں لفظ نبی بول کر جو درحقیقت مشتمل ہے شریعت جدیدہ پانے والے پر اور وہ بھی مستقل طور پر اس کا ایک حصہ یعنی صرف مبشرات پانے والا مراد لیا گیا ہے۔ اور وہ بھی حضرت نبی کریم صلعم کی اتباع کے نتیجہ میں نہ کہ مستقل طور پر اور نبیوں کے ساتھ بعض مشابہتوں کی وجہ سے استعارۃً بھی اس کے لئے نبی کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے۔ کیونکہ استعارہ میں مجازی معنی اور حقیقی معنی کے درمیان علاقہ مشابہت کا ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسے مدعی کے منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا اور نہ حضرت مرزا صاحبؑ نے کبھی اپنے منکر کو محض اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے کافر کہا۔

ذاتی تحقیق سے سچائی کھلتی ہے: ۔ معترضین کی آنکھیں کھولنے کے لئے اور حقیقت حال سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے مندرجہ حوالے کافی ہیں۔ کیا ان سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؑ کا دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ ولایت عظمیٰ کا تھا اور حضورؑ کو یہ مقام محض حضرت نبی کریم صلعم کے فیض سے حاصل ہوا۔ اور آنحضور صلعم ہی سرچشمہ ہیں تمام فیوض کا باقی تمام انبیاء علیہم السلام کے فیوض کے چشمے خشک ہو گئے ہیں صرف آنحضور صلعم کا چشمہ فیض ہی جاری ہے اور یہی ختم نبوت کی حقیقت ہے کاش معترضین ضد اور تعصب سے الگ ہو کر حضرت مرزا صاحبؑ کی کتب کا مطالعہ کریں تا اُن پر اصل حقیقت واضح ہو جائے۔ دشمنوں کی باتوں پر اعتماد نہ کریں خود تحقیق کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو سچائی اُن پر کھل جائے گی اور خدا کے ان فضلوں سے محروم ہونے سے بچ رہیں گے جو خدا کے ماموروں سے دلی اور مخلصانہ تعلق پیدا کرنے سے خدا کی طرف سے نازل ہوتے ہیں۔